

تذکرہ امیر

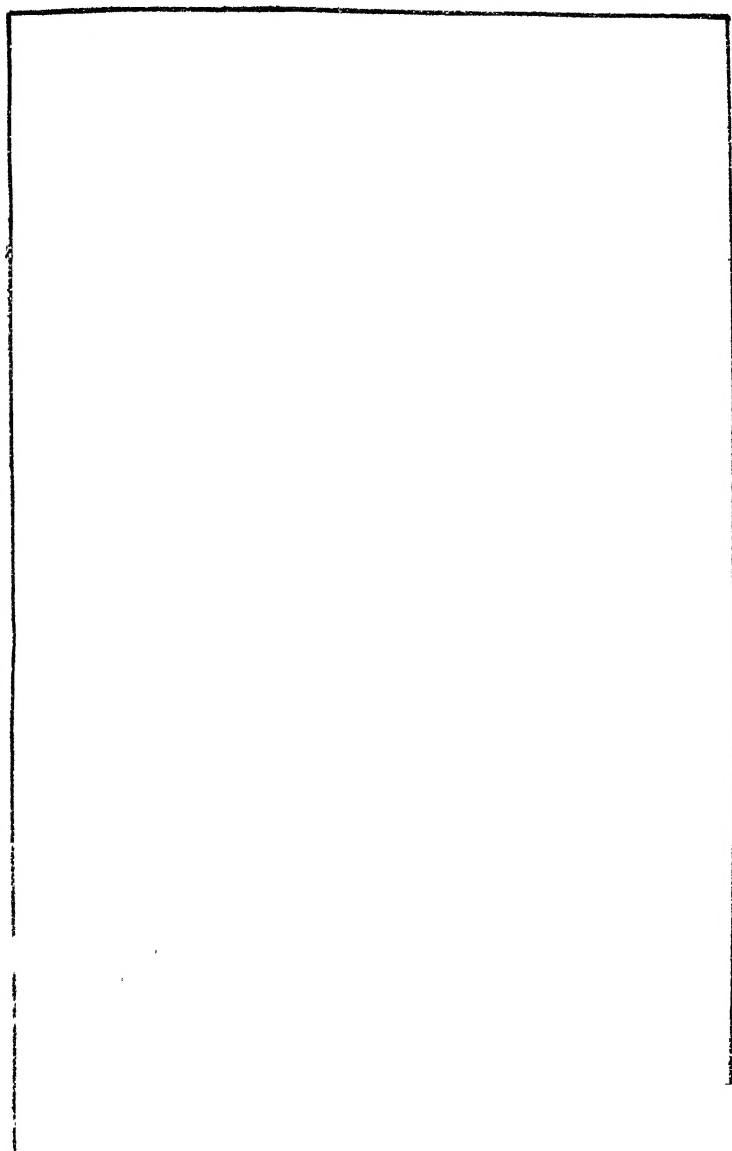
یعنی  
حالات و سوانح امیر عبدالرحمن خان

RECORDED 1989



میں نے ان چند اوراق میں زمانہ حال کے ایشیا کے سب نامور مسلمان مدبر اور  
سب زبردست اور قابل مسلمان امیر کے حالات قلبند کرنے کی کوشش کی ہے۔  
یہ بتانا میرا کام نہیں ہے کہ یہ حالات کیسے ہیں اور کس قدر محنت اور کوشش  
سے تلاش کر کے فراہم کیے گئے ہیں۔ سب بڑا نقص انہیں یہ ہے کہ مجھ کو اس  
قصہ کے میرے یعنی حضور ضیاء الملک والہ الدین امیر عبدالرحمن خان بہادر بہت  
انجندت میں ذاتی نیاز رکھنے کی خوش نصیبی حاصل نہیں ہوئی۔ تاہم سوائے  
ان چند حالات کے جو کتابوں اور اخباروں سے دستیاب ہوئے ہیں ان کے  
ایسے معلومات ہیں جو ان لوگوں سے براہ راست مجھے حاصل ہوئے ہیں کہ  
جنہیں اس امیر نامدار کی خدمت میں مدت تک رہنے یا ان کے محکمہ ملاقات کرنا  
امتیاز حاصل ہے۔ اپنی طرف سے میں واقعات کو نہایت ایماندارمندی سے  
ملا کسی قسم کی رنک آمیزی کے جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور اگر آپ میں  
مجھے کی قدر کامیابی ہوئی ہو تو بھی میری خدمت کا کافی صلہ ہے۔

CH





امیر صاحب کا قدیم روپیہ



امیر صاحب کا مشین کا بنا ہوا روپیہ



# تذکرہ امیر

یعنے

حالات و سوانح ضیاء الملک والیدین امیر عبدالرحمن خاں

باب اول

خاندان اور نکاح کے پوئلک حالات

امیر عبدالرحمن خاں  
وہ عبدالرحمن خاں  
زمانہ ولادت

امیر عبدالرحمن خاں کی ولادت کی صحیح تاریخ کی نسبت بہت کچھ اختلاف ہے تاہم  
یہ قول مرجح سمجھا جاتا ہے کہ یہ آفتاب بیج اقبال کشور اجسام کے آسمان پر ۱۲۴۱ھ  
میں طلوع ہوا۔ جو امیر افضل خاں کا سپوت اور امیر دوست محمد خاں کا پوتا ہے۔ امیر  
دوست محمد خاں کی پیدائش کی تاریخ ٹھیک ٹھیک معلوم نہیں ہے مگر بقول خاں  
کے امیر دوست محمد خاں اور ۱۲۴۱ھ کے درمیان کسی سال میں پیدا ہوا تھا۔ سردار  
پایندہ خاں کا بیٹا امیر دوست محمد خاں بوجہ کثیر الاولاد میرمنے کے حضرت آدم علیہ السلام

سے سرفراز پائندہ خاں کے سردار سردار خاں کے نام کو شہرہ ہوا تھا خود ہی ایک کثیر الاولاد شخص تھا۔ یہ ایک سہیلی  
بی بی قوم بابرک زئی افغان سے تھی کہ جس سے وزیر افغان خاں سردار تیرہ قبی خاں اور سردار محمد عظیم خاں  
جو مدت تک حکم کشمیر رہا پیدا ہوئے۔ دوسری بیوی کو نواب سہیل خاں امیر بخت خان پیدا ہوئے  
تیسری سے جو قوم درلباش سے تھی سردار دوست محمد خاں کہ جس کی بدولت اس خاندان میں صدم

کا بہت بڑا لائق بیٹا تھا۔ ایک مصنف کا قول ہے کہ انسان کا سب سے پہلا فرض بقائے نوع انسانی ہے۔ جو شخص لا دل ہو وہ پرلے درجہ کا نا لائق اور جس کے بہت بچے ہوں وہ بڑا لائق بیٹا حضرت آدم کا ہے۔ اگر اس مصنف کے قول کو صحیح مان جائے تو امیر دوست محمد خاں واقعی بڑا لائق پوتا حضرت آدم علیہ السلام کا تھا۔ امیر دوست محمد کی اولاد کی کیفیت تفصیل ذیل میں درج کی جاتی ہے۔ چونکہ یہ یہودیوں سے پیدا ہوئی۔

امیر دوست محمد خاں  
کی اولاد

- ۱۔ امیر افضل خاں { پہلی بی بی کے بطن سے جو نگش قوم سے تھی۔
- ۲۔ امیر اعظم خاں

- ۳۔ سردار علی کبر خاں
- ۴۔ سردار غلام حیدر خاں
- ۵۔ امیر شیر علی خاں { دوسری یہودی کے بطن سے پیدا ہوئے۔
- ۶۔ سردار محمد امین خاں
- ۷۔ سردار محمد شریف خاں

- ۸۔ سردار اکبر خاں [ تیسری یہودی سے پیدا ہوئے۔

- ۹۔ سردار فیض محمد خاں { چوتھی یہودی کے شکم سے پیدا ہوئے۔
- ۱۰۔ سردار فیض محمد خاں

- ۱۱۔ سردار احمد خاں

حکم حکومت کابل آئی اور سردار امیر محمد خاں پیدا ہوئے۔ ایک یہودی سے سردار یار محمد خاں سردار عطا محمد خاں اور سردار سلطان محمد خاں جو حاکم پشاور تھا اور جسکو دہرا راجہ رنجیت سنگھ نے قتل کیا کا خطا باد تھا۔ سردار پیر محمد خاں اور سردار پیر محمد خاں تولد ہوئے۔ پانچویں شادی ہی سردار پیر دل خاں و سردار پیر دل خاں و سردار کشتل خاں سردار آلام نال خاں و سردار پیر دل خاں پلے ہوئے چوتھی یہودی سے نواب جبر خاں اور ایک اور شادی ہی سردار طرہ باز خاں اور ایک اور شادی ہی سردار محمد خاں پیدا ہوئے۔

- ۱۲- سردار محمد امیر خاں { پنجویں بیوی سے پیدا ہوئے۔  
۱۳- سردار محمد زمان خاں { چھٹی بیوی سے پیدا ہوئے۔  
۱۴- سردار محمد اسلم خاں { چھٹی بیوی سے پیدا ہوئے۔  
۱۵- سردار محمد قاسم خاں { چھٹی بیوی سے پیدا ہوئے۔  
۱۶- سردار محمد حسین خاں { چھٹی بیوی سے پیدا ہوئے۔  
۱۷- سردار محمد حسن خاں { چھٹی بیوی سے پیدا ہوئے۔  
۱۸- سردار محمد کریم خاں { ساتویں بیوی سے پیدا ہوئے۔  
۱۹- سردار محمد یوسف خاں { آٹھویں بیوی سے پیدا ہوئے۔  
۲۰- سردار حبیب اللہ خاں { نویں بیوی کے بطن سے۔  
۲۱- سردار محمد شہم خاں { دسویں بیوی کے شکم سے۔  
۲۲- سردار نیک محمد خاں { گیارہویں بیوی کے شکم سے۔  
۲۳- سردار محمد شہامت خاں { بارہویں بیوی کے بطن سے۔  
۲۴- سردار صادق خاں { تیرہویں بیوی کے شکم سے۔  
۲۵- سردار محمد عظیم خاں { چودھویں بیوی کے بطن سے۔  
۲۶- سردار محمد شہید خاں { پندرہویں بیوی کے بطن سے۔

رہیں سے سولہ تین کے بانی سب وفات پانچکے ہیں سو دہن جو اس وقت زندہ ہیں یہ ہیں۔

(۱) سردار یوسف خاں کابل میں ہے۔

(۲) سردار محمد عظیم خاں واپس ہی ہیں مقیم جبکہ اس کے یعنی اس کے بعد محل تعمیر کرایا۔

(۳) سردار عمر خاں۔ پشاور میں پناہ گزین ہے۔

امیر عبدالرحمن کا والد سردار افضل خاں علیہ السلام میں پیدا ہوا تھا۔ اس وقت تک امیر دوست محمد خاں کو منہ ملتت افغانستان حاصل نہیں ہوا تھا۔

میں محمد فضل خاں اور اسکے سونیلے بہائی علی اکبر خاں کو امیر دوست محمد خاں نے سکھوں کے مقابلہ پر روانہ کیا۔ جنہوں نے درہ خیبر میں قلعہ جرو و قلعہ کھٹیا۔ جب سکھوں کے جنرل کو معلوم ہوا کہ پٹان مقابلہ کے لیے آتے ہیں تو وہ بھی متحہ ہو گیا اور خوب دل کھول کر داؤ شجاعت دکھائے۔ اور ہر سے سردار محمد فضل خاں نے بھی خوب ہی داؤد رانگی دی۔ اس لڑائی میں سکھوں کا سپہ سالار کام آیا۔ جب خیبر جہا راجہ بخت سنگ کو پہنچی تو آگ بگولا ہو گیا اور کہنے لگا۔ معلوم ہوتا ہے کہ پٹان نے کانوں میں غفلت کی۔ روٹی بھری ہے جس وقت اس پر ناز کرتے آئے اس وقت افسوس کی انگلی حسرت کے انتوں تلے دبا گیا۔

سردار محمد خاں  
اور سردار علی اکبر  
خان کا خیبر متحہ

جس وقت سکھوں نے امیر دوست محمد خاں کو بہت تنگ کیا تو اس نے ہنہناہ روس کو لکھا کہ مجھے آکر مدد دو۔ چنانچہ پٹان و کشمیر و ہاں سے کابل یا جب انگریزوں کو یہ حال معلوم ہوا تو انہوں نے پٹان برنس کو بلویر الچی کے روانہ کیا۔ اس نے امیر دوست محمد خاں کو خوب پٹی پڑائی اور روسیوں کی طرف سے خوف کر دیا۔ مگر غضب ہوا کہ جو تھکے پٹان برنس ساتھ لیگیا تھا وہ معمولی سے جھپٹاؤ کو نہ بھلے کے خائف یا دہشہ جو سٹراٹسٹس انگریزوں کی طرف سے لیکر گیا تھا۔ بہلا انکی آنکھوں میں پٹان برنس کے خائف کب جھٹتے تھے۔ یہ صرف ایک پستعل اور ایک دو برمن اور چند اپلین حرم سرکاری لیے لیگیا بنکو دیکھ کر والی کابل خوش ہوا۔ آخر بہت سیصص مبص کے بعد انگریزوں کی فوج بسر کر دی سر جان کین شہرہ میں دوست محمد کو معزول اور شاہ شجاع کو تخت نشین کر کے لیے آگے بڑھی تو امیر دوست محمد خاں کو بخارا کی جانب بھاگ پڑا۔ اس وقت سردار فضل خاں اپنے والد کے ساتھ تھا۔ دوسرے سال آپ بتایا جاتا ہے واپس آئے اور ۳۰ گشت ۱۰۰۰ کو فضل خاں نے انگریزوں کے پڑاؤ پر بھام بامگھ حکم کیا۔ اسکے بعد جو لڑائی ہوئی اسی میں ابھی فضل خاں

سردار محمد خاں  
امیر دوست محمد خاں  
انگریزوں کے پڑاؤ

بڑی بہادری کے ساتھ شریک ہوا۔ اور مئی ۱۸۷۳ء کو جنرل یل کی فوج کو شکست دی۔

اگرچہ امیر دوست محمد کی فوج مظفر و منصور ہوئی مگر فتح افغانوں کو پہلی بار پہلی اور چاروں چار انہیں انگریزوں کا لوٹا ماننا پڑا۔ آخر ایک دن دوست محمد شریک ہوا اور چاروں کو ساتھ لیکر گھوڑے پر سوار ہوا اور کابل کے بازار کو حسرت کی نگاہوں سے دیکھتا ہوا انگریزوں کے لشکر کاہ میں آیا اور اپنے آپ کو تسلیم یگانہ کی حوالہ دیا۔ سردار فضل خاں نے جب دیکھا کہ افغانوں نے حوصلا نہ دیا اور باپ کی گزریں کے تہہ اچھکے تو باپ کے ساتھ چوڑا جواغری اور نقادانے محبت سے لے لیا اور غور بابا کے پاس چلا آیا۔

انگریزوں نے دونوں باب بیٹوں کو ہندوستان بھیج دیا جو ۱۸۷۳ء کے شروع میں کلکتہ میں نظر بند رہے۔ اس اثناء میں سردار علی اکبر خاں امیر دوست محمد خاں نے جو قبول مارشمن معوض کے بڑے مدلل جری اور امیر دوست محمد خاں کے سب بیٹوں کو دیا وہ دلاور تھا اور حقیقتاً بہر موضوع کے سب بیٹوں میں لائق اور خود بابا کے لیے ایسا فخر و ناز تھا کابل میں فتنہ محشر برپا کر دیا۔ بغاوت کا جھنڈا کھڑا کیا۔ اور کشتِ خون کا بازار گرم کر دیا۔ آخر کار بھٹو شہنشاہ گئی کہ ۱۸۷۳ء میں انگریزوں نے یحییٰ صاحب بھٹا کو امیر دوست محمد خاں کو پھر ہندوستان سپرد کر دیا جو جب امیر دوست محمد خاں قید فرنگ سے رہا ہوا کہ امیر کابل ہوئے تو انہوں نے اپنے فخر و شہادت اکبر خاں کے ہمارے دیدہ و سوس کی اور بڑی تعریف کر کے وزیر کابل کا خطاب دیا۔ اور سردار فضل خاں کو جس نے قید میں بھی انکا ساتھ چھوڑا تھا بلخ کا حاکم مقرر کر کے بھیج دیا جو علاقہ تھوڑا عرصہ پیشتر فتح کیا گیا تھا چنانچہ اپنے باپ کی وفات تک اسی عہد پر متعین رہا۔

امیر دوست محمد خاں کے بھائی کو بھیجا گیا

وزیر علی اکبر خاں کے کارخانہ

عسی اکبر خاں نے وزارت کو نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ سرانجام دیا۔ لوگوں کے آرام و آسائش کے لیے جو بہت سعی کی چنانچہ جلال آباد اور کابل کے رستہ میں ایک پل اپنی والدہ کی یادگار میں بنوایا جو اب تک پل وزیراؤں کے نام سے مشہور ہے۔ اور کابل خاص میں ایک عظیم الشان سرائے بھی اس کی نیک نیت لیڈی کی یادگار میں تعمیر کی۔

وزیر علی اکبر خاں کے انتقال کے بعد اُس کا چوہا بھائی غلام حیدر خاں وزیر مقرر ہوا۔ مگر اس پر بخارا و جو ان نے جلد ہی وہی داعی اجل کو لبیک کہا اور اُس کا جانشین شیر علی خاں ہوا۔

امیر دوست محمد نے اپنی وفات سے پانچ سال پہلے کابل سے بیٹوں میں تقسیم کر دیا۔ اور شیر علی خاں کو اپنا ولیعہد اور وارث مقرر کیا۔ اگرچہ شیر علی خاں سب سے چھوٹا تھا۔ امیر دوست محمد خاں کا تھا مگر اُسکی والدہ شاہی خاندان سے تھی اور دوسری بیوی امیر دوست محمد کی رہنمائی اس سے کہہ سکتی تھیں۔ اسی کو ولیعہد قرار دیا گیا۔ غنائت میں سخت حاصل کرنے کے لیے والدہ کا شاہی خاندان سے ہونا بڑا ضروری سمجھا جاتا ہے جسکی زیادہ تفصیل آگے چلکر بیان کی جائے گی۔

امیر دوست محمد خاں جانتا تھا کہ میرے بیٹے بڑے بھادور و جنگجو ہیں۔ میری کچھول کے بند ہو چکی ہیں جو کہ آپس میں لڑیں گے۔ اس لیے اُن سے سوچ بچ کر لالین اور بڑے بڑے بیٹوں کو مندرجہ ذیل علاقوں میں حاکم کر کے بھیج دیا۔

سردار افضل خاں کہ ترکستان میں۔ سردار اعظم خاں کو خوش کوہ میں۔ سردار محمد امین خاں کہ قندھار میں۔ سردار فتح محمد خاں کہ پسر کلاں کہ بدخشاں مرحوم کو قلات میں۔ سردار ولی محمد خاں اور فیض محمد خاں کو کچھ علاقہ غزنی میں اور دوسرے جو بڑے بڑے کو بھی ملے۔ قدر مرآتہ کچھ کچھ علاقہ دیدیا۔

امیر دوست محمد کا بیٹا شیر علی خاں میں تقسیم ہوا اور شیر علی خاں کو ولیعہد بنایا۔

# شهر آذربایجان و جرات کا نظارہ



امیر  
کا ہرات

سلطان جان برادر زادہ ونیر ناما دامیر دوست محمد سے کہ جسے علی کتب خانہ کے  
ساتھ شریک ہو کر دوست محمد کی عدم موجودگی میں بہت کچھ مدد کی تھی کچھ چاسلوک  
نہ ہوا۔ علی کتب خانہ کے سلطان جان سے بچہ دے کے کیا تھا کہ امن اور کامیابی کے بعد  
حق ان خدمت بطرز حسن ادا کیا جاویگا۔ مگر امیر دوست محمد نے قید بے زنجیر سے آزاد  
ہو کر اُس کے حسان طاق لٹیاں پر دھر دیئے۔ سلطان جان کو یہ بات سخت ناگوار لگتی تھی  
اور وہ کشیدہ خاطر ہو کر ایران کو چلا گیا شاہ ایران نے اُس کے حال پر بہت کچھ  
اور مہربانی فرمائی اور چلتے ہوئے اسے ہرات بخشدی۔ امیر دوست محمد نے جب  
خبر سنی تو بہت سٹ پٹایا۔ اسے احمد علیخان سپہ سالار امیر شیر علیخان کو کابل میں چھوڑ کر  
جمع شیر علیخان اور دیگر سرکردگان کے ہرات پر فوج کشی کی۔ سلطان جان نے خوب  
مقابلہ کیا۔ مگر آخر کار قلعہ بند ہونا پڑا۔ امیر دوست محمد اور شیر علیخان نے بہت دور  
لگائے کہ کی طرح قلعہ ہو مگر نہ ہو سکا اس اثنا میں سلطان جان اور اُس کی بیوی  
دونوں قضا المحی سے فوت ہو گئے اور ان کے بیٹے شاہ نواز میر دوست محمد خان قید کر لیا۔  
اس موقع پر امیر دوست محمد خان کے لیس ہوتاؤ کا ذکر ضرور کرنا چاہی  
جو اسے گورنٹ انگریزی سے شش ماہ کے ہنگامہ محشر کے وقت معی رکھا تھا اس  
سے کچھ عرصہ پیشتر جب کہ میجر لارڈ اسٹورٹس لٹا وریس کمشنر اور سلطان  
بعد ازاں لارڈ لارنس پنجاب کے چیف کمشنر اور کلکتہ میں لارڈ ڈولھوزی گورنر بن  
تھے۔ لارڈ ورسٹ صاحب نے امیر افغانستان سے دوستانہ عہد نامہ کرنے کی صلاح دی  
لارنس صاحب نے اس تجویز کی اس پر سخت مخالفت کی کہ افغان امیر کو پہلے تو عہد نامہ  
پر آمادہ کرنا مشکل ہے اور جب اسے عہد کر لیا تو اُس کے عہد پر قائم رہنے کی ذمہ  
ایمڈ خیس۔ لیکن گورنر جنرل نے لارڈ ورسٹ صاحب کی رائے کی تائید کی۔ اور  
خیبر کے سامنے بیٹھا کہ امیر افغانستان اور انگریزی کمشنر کے مابین اس مطلب کا

عہد نامہ  
ایمڈ میں  
دوست  
کی ونگ  
گورنر



عہد نامہ لکھا گیا کہ دونوں سلطنتوں کے مابین دویمیں امن و دوستی قائم رہے۔ اور  
دونوں قومیں ایک دوسرے کے دوست کی دوست اور دشمن کی دشمن بنیں۔  
اس عہد نامہ نے ایک دوسرے سے زیادہ مضبوط عہد نامہ کرنا مستحکم کر دیا اور  
لاہور و لاہوری کے جانشین ملار ڈکینا کے پشاو پر پہنچ کر ۲ جنوری ۱۸۵۷ء کو امیر  
دوست محمد خاں سے ملاقات کر کے رشتہ اتحاد کو اور مضبوط کر دیا۔ کون جانتا تھا کہ  
اس سے چار ماہ بعد امیر ٹھہ اور دیگر مقامات میں ہندوستان کی فوج غدر کر دی گئی مگر  
یہ غدر ہو گیا اور امیر دوست محمد خاں اپنی بات پر قائم اور اپنے عہد پر متعلق رہا۔  
اور اگر وہ اس وقت اپنے عہد پر قائم نہ رہتا تو اس وقت کون جان سکتا ہے کہ ہندوستان  
کسی حکومت ہوتی۔ ایک انگریز مصنف اس واقعہ کا ذکر کرتا ہوا لکھتا ہے کہ اگر امیر  
ایک مرتبہ علم اسلام بلند کر دیتا تو انگریز اپنے جہازوں کی طرف بھاگ جاتے۔ گوچھ  
دوسرا امر ہے کہ کتنے دشمنان سلامت پہنچتے؟ اس وقت جہان سرور و کرم غدر  
ہندوستان کا حال معلوم ہوا تو وہ غصہ سے بھرے ہوئے دربار میں پہنچے اور اپنی  
پگڑیاں امیر کے پاؤں میں پھینک کر کہتے ”دیکھ دلی سے کیا خبر آئی ہے۔ کچھ نیچے  
فرنگی کن مشکلات میں مبتلا ہیں تو ہمیں کیوں نیچے جا کر پشاو واپس نہیں لے دیتا؟  
مگر پیر مرد امیر بڑے استقلال کے ساتھ جواب دیتا کہ سیرانگریزوں سے اتحاد ہے۔  
اور خواہ کچھ ہو میں نامہ مرگ اس پر قائم رہوں گا۔ اور افغان امیر نے انگریزی حکام کے  
خلاف امیر اپنے عہد کو پورا کیا۔ ورنہ اگر پشاو کو افغان لے لیتے تو پنجاب پہلی بار  
کے ہاتھ سے نکل جاتا۔ اور اگر پنجاب نکل جاتا تو بمکال ہی باقی نہ رہتا۔ کچھ خود لاہور  
لارنس کا قول ہے جبکہ دہلی میں انگریزوں کو کامیابی ہوئی اور لاہور میں اسکی  
خبر پہنچی تو ایک بہت بڑے سکھ سردار کو انگریزی افسروں نے بڑی تعریف کے  
ساتھ بتلایا کہ دہلی فتح ہو گئی ہے۔ لیکن اس نے کچھ پرواہ نہ کی۔ بلکہ بے صبری ہو



امیر کبیر دوست محمد خاں



بلخ سفر کر دیا۔ عبدالرحمن کی والدہ ماجدہ نواب سمند خاں کی دختر بلند ختم  
تھی جو نواح کا بلخ کو ہتاف خان زادوں سے ایک ممتاز شخص تھا جب امیر  
دوست محمد کا منج روح فضل عنصری سے پروا کر گیا تو امیر شیر علی خاں سند  
حکومت پر جلوہ آ رہا۔ اعظم خاں اس وقت حاکم کورم تھا۔ امیر شیر علی خاں نے  
عنان حکومت ہاتھ میں لیتے ہی ایک معمولی شخص محمد رفیق خاں کو اپنا رفیق  
بنایا۔ اسے خطاب سرداری عطا کیا اور فلسفہ ان نارت حوالہ کر دیا چنانچہ  
محمد رفیق دلی کابل کا مستند الیہ ہو گیا۔

امیر شیر علی خاں کا  
تخت نشین ہو کر  
ہمایوں کے دربار  
موجود کرنا

سردار محمد رفیق کو امیر شیر علی خاں نے پشاور بھیجا کہ سرکارانگریزی سے مقررہ  
وظیفہ لے آوے۔ اس وقت جمیں صاحب کشتربشا اور تھا جب یہ مطالبہ سکے زور  
ایک پہنچا تو اس نے ٹکسا جو ابدیا اور کہا کہ جب تک تمام بھائی امیر شیر علی خاں کی حکومت  
تسلیم نہ کر لیں گے۔ یہ روپیہ نہیں مل سکتا۔ یہ جواب سن کر امیر شیر علی خاں کو ضرورت  
لاحق ہوئی کہ کیطرح تمام افتاد نشان پر تسلط حاصل ہو۔ سب سے پہلے اس کو  
افضل خاں کا خیال آیا جو اس کا سب سے زبردست اور بار بار فرخ بھائی تھا اور جبکہ  
پاس فوج بھی باقاعدہ تھی۔ اس وقت تک افضل خاں نے کسی طرح کا اظہار سرکشی  
نہیں کیا تھا۔ البتہ اعظم خاں غافل نہ تھا جو ہیں دوست محمد خاں کا تابوت نکالنے  
کی قبر میں کھا گیا وہ ہرات سے فائب ہو گیا اور اپنے علاقہ میں جا کے چپکے چپکے اپنی  
کی تیاریاں شروع کر دیں۔ افضل خاں کے معاملہ میں تبدل شیر علی خاں کی طرف سے  
ہوئی محمد رفیق کے پشاور سے واپس آنے پر شیر علی خاں نے قندھار سے زکریا  
پروف جکشی کی۔ اس وقت افضل خاں نے ایک مہتر شیر علی خاں کے پاس بھیجا اور  
پیغام دیا کہ ہر چند کہ میں بڑا بیٹا اور ستمی تخت کابل ہوں مگر تیرے گاہے تو  
جی وہ نہیں بخش گئے ہیں اور میں لہو کا گھونٹ پانی کر فاموش ہو رہا ہوں۔

اب تمہیں بھروسہ نہیں ہے کہ اس کا گھر پر جو والد نے بھیج دی ہے۔ ورنہ ان کو دراز کرو۔ امیر شیر علی نے سردار فضل خاں کے موجب پیغام کا کچھ جواب دیا۔ جیسرا فضل خاں خود سر ہو بیٹھا اور اعلان کر دیا کہ دراصل ملک جائز وارث میں ہوں چنانچہ خطبہ ہی اسی کے نام پر پڑا جانا شروع ہو گیا۔ ان ایام میں سرولیم ڈنیرس بجا و قائم مقام گورنر جنرل تھے انہوں نے شیر علی خاں کو دو سو محمد کا جانشین تسلیم کر لیا تھا۔ امیر شیر علی خاں کو جو فتح اعظم خاں کے مقابلہ میں نصیب ہوئی تھی اس سے اس کا دفاع آسان ہو چکا تھا۔ چنانچہ جو کچھ وہ میں مذکور سوتیلے بجائی ایک دوسرے کے مقابلہ میں میدان میں آئے عبدالحق خاں اس وقت اپنے باپ کے ہمراہ نہ تھا۔ فضل خاں اسے تخت پل میں حمزہ ارشدی سے دوپل کے فاصلہ پر چھوڑ آیا تھا۔ جہاں یہ روز و شب سروسکار میں مشغول رہتا تھا۔ تمام ہتھیار پر جب دونوں لشکر کٹنے لگے اس نے تو پچھلے چوٹی چوٹی لڑا لیا ہوتی ہے پھر شیر علی خاں نے صلح کا پیغام بھیجا اور بظاہر یقین دلایا کہ مجھے تمہارے حکم سے کچھ واسطہ نہیں ہے اور اپنے بجائی کو زیادہ یقین دلانے کے لیے خاص مزارعہ نصیب (جو حضرت علی کا روضہ مشہور ہے) ان شریف منگا کر علانیہ اس پر شرم کھائی کہ اس سردار فضل خاں کی قدر و منزلت کو نہ لگا۔ اس کے ساتھ بدسلوکی سے پیش نہیں آؤ لگا اور نہ اس کے علاقہ کے کچھ سردار رکھو لگا جس وقت شیر علی خاں نے افسوس کہا ہی تو فضل خاں کو اس پر اعتبار آ گیا اور وہ فوراً شیر علی خاں کے پاس چل آیا۔ شیر علی خاں نے اس وقت سوچا کہ فضل خاں تو اب میرے اختیار میں ہے اب کچھ بیٹے عبدالحق خاں کو بھی گرفتار کرنا چاہیے۔ مگر جب عبدالحق خاں کو اس واقعہ کی خبر ہوئی وہ فوراً جان بچا کر نیجا ایک طرف ہٹا گیا۔ اور شاہ بخارا کے پاس جا کر پناہ لی۔

امیر شیر علی خاں  
فضل خاں کو نصیب

امیر شیر علی پہنچے کے جان بچا کر بہاگ جانے سے بہت خفا ہوا اور حکم دیا کہ  
 اسی وقت افضل خاں کو پانچولاں ہمارے روبرو لاؤ۔ ایک بار کمرئی سزا دیا  
 موجود تھا۔ امیر شیر علی نے اسکو حکم دیا کہ تم اسوقت جاؤ اور اسکو پانچولاں کے  
 ہمارے سامنے لاؤ۔ اُسنے نامل کیا۔ اسپر امیر کا غصہ اور بھی بہتر کا اور اُس نے کمرئی  
 سردار کو بہت سزائش کی۔ پھر ایک جرنیل کو کھا کہ تم جاؤ اور اُسکو تہکڑی لگا  
 کر ہمارے روبرو پیش کرو۔ جرنیل طبعاً دکر ہاؤنٹوں سے روانہ ہوا۔ اور  
 افضل خاں کے سامنے مودب استادہ ہو کر حکم حاکم سے مطلع کیا۔ افضل خاں  
 نے سر جھکا لیا اور کھاشیت ایزدی میں لیکو بارا ہے۔ و مزدن نہیں ہے۔  
 پھر اپنی لیش کو ہاتھ سے پکڑا تین دفعہ اسپر تہکا اور پھر ہاؤنٹوں لبا کر دیا کو  
 اسپر بیڑیاں ڈال دو۔

۱۳  
 سردار افضل خاں قید ہوا۔ اور دوسرے روز امیر شیر علی نے سزا  
 اعظم خاں کی فوج کو شکست دی۔ اعظم خاں خود بہاگ کر ہندوستان میں چلا آیا۔  
 اور سردار انگریزی نے اسکی خدمات زناغیر کو یاد کر کے ایک معقول بخش مقرر کر دی  
 امیر شیر علی خاں نے اپنے بھائی فیض محمد خاں برادر سردار ولی محمد خاں کو بلخ کا  
 حاکم مقرر کر کے کابل کی راہ لی۔ اور بڑی شان و شوکت کے ساتھ شہر میں داخل  
 ہوا۔ افضل خاں بھی پابز بخیر ہمراہ تھا۔ مگر شیر علی خاں کے اس فعل سے کئی خوش  
 ہوا۔ عوام اتنا اس سے نفرت کرنے لگے کہ متشرع اور متقی انسان اسکی نصف معنی  
 سے سخت ناراض ہوئے۔ بہت لوگ کہتے تھے کہ اسنے جہوٹا قرآن اٹھا یا ہے۔  
 اسکے سر پر کوئی نہ کوئی عذاب نازل ہوگا۔ بی بی مرادید زوجہ افضل خاں کو  
 جو عبد الرحمن خاں کی سوتیلی والدہ تھی۔ اپنے خاوند کے قید ہونیکا اسقدر قلق  
 ہوا کہ اسنے مبلغ پچیس ہزار روپیہ اعظم خاں کے پاس ہندوستان کو بھیجا اور۔

سردار اعظم خاں  
 شکست کیا کہ  
 سید خان کو  
 بہاگ جانا



پیغام دیا کہ اگر مردہ ہے تو اس روپیہ کو کام میں لا اور اپنے بھائی کو قید دشمنانِ نجات دلا۔ اور اگر حیاتِ باغیرتِ خجہہ میں نام کو نہیں ہے تو اس روپیہ کا مکلف کفن اپنے لیے سلوا چھوڑنا۔ اعظم خاں نے اس روپیہ کو نعمتِ غیرِ مترقبہ سمجھا مگر ۱۲۵۵ھ تک چپکا بیٹھا ہوا استجا ویز سوچا کیا۔

عبد الرحمن بخارا میں غافل نہ تھا۔ اسی اُدھر پیر میں اسکو راتوں میں نہیں آنی تھی۔ اندرون مظفر الدین حاکم بخارا تھا۔ یہ اُنشی شخص کا بیٹا تھا جس کو گزشتہ بوجہ سے، یعنی قضا بکشی ہیں۔ کیونکہ اُس نے نہایت بے رحمی سے دو یورپینوں کو قتل کیا تھا اور سٹاڈ ہرٹ کو قتل کیا۔ اُن ایام میں ابھی روپیوں کے قدم بخارا نہیں آئے تھے۔ اس لیے حاکم بخارا بھی صاحبِ اقتدار تھا۔ مظفر الدین بڑا متعصب

عبد الرحمن بخارا کی مدد اپنے باپ کو داتا ہے

اور پکا مسلمان تھا اور ہمیشہ پابندِ شریعت رہتا تھا۔ جس وقت اُسے یہ خبر ہوئی کہ شیر علی خاں نے قرآن شریف کا بھی پاس لگا دیا نہیں کیا تو بہت ناراض ہوا۔ پیر اُس نے تمام علماء کو جمع کیا اور وہی قرآن اُنکے رو برو پیش کیا کہ جیسے یہ شیر علی خاں نے حلف دروغی کی تھی۔ علماء دین نے شیر علی خاں کی اس حرکت کو نفرت کی نگاہوں سے دیکھا اور سو گند کھائی کہ ایسے شخص کو ضرور سزا دی جائے۔ غرض میں لوہوں نے شیر علی خاں کے خلاف فتوے جاری کر دیے۔ اس سے راجہ ازہر متحسب دیا۔

۱۲۵۵ھ میں محمد الرحمن خاں قتل ہوئے۔ راجہ ازہر نے اپنی اولاد پر پناہ دے کر اور قتل کا بل بخارا سے روانہ کیا۔ اپنی سوانح عمری میں لکھا ہے کہ جب میں قتل کا اعلان بخارا سے روٹا ہوا تو راجہ ازہر دو چکر لگا کر میرٹھ آیا اور اُس کے پاس سے فیض محمد کو اپنے ساتھ لے کر پایا اور سب طرف لپکا لوگوں نے میری اطاعت قبول کی۔

۱۲۵۵ھ میں راجہ ازہر نے ایک سو زیادہ مرتد مسلمان متحاصین سلاطین میں قتل کر دیے۔ اُنکا پایا گیا ہے۔ ہندوستان میں جاپون اور شیر شاہ سوری کا دور تھا۔



اور میں بلا کسی قسم کی رکاوٹ کچھ بلخ میں چلا آیا۔ جہاں فیض محمد خاں نے زاد راہ اور کمک میں اسکے باپ کے وقت کی فوج دیکھ کر سے مزار شریف کی طرف روانہ کیا۔ جہاں سے تاشکرخاں حضرت سلطان خجنان وغیرہ مقامات ہندو کش و گندھارہ صیغہ شیر میں داخل ہوا۔

نوں امیر شیر علی خاں اپنے حقیقی بہائیوں پٹن خاں اور شریف خاں کے ساتھ مجبوزی قندھار میں سرگرم پیکار تھا۔ ان دونوں بہائیوں نے قرآن مجید میں رکھ کر قسم کھائی تھی کہ ہم شیر علی خاں کی ٹھکنی میں کوئی فتنہ اٹھانہیں گے۔ جس وقت ان بہائیوں میں فتنہ و فساد کی آگ زور سے بھڑک رہی تھی۔

سر جان لارنس کثور ہند کے گورنر جنرل تھے۔ انہوں نے شیر علی خاں کے خط کو بطور میں لکھا کہ ہم امید کرتے ہیں کہ قادیان کوئی ایسے سبب بہیم پہنچا دیکھا کہ جس سے بہائیوں میں صلح اور آشتی ہو جاوے گی۔ مگر اب ملکہ دگر گون ہو چکا تھا اور مقدمہ صلح اور راضی نامہ کی حد سے گزر چکا تھا۔ ادھر سے عبدالرحمن خاں بخارا سی فوج لیکر بڑا او دھر سے شیر علی خاں نے کابل فوج سے ارمین خاں اور شریف خاں کی قندھار فوج کے سامنے برجا دیا۔ غرض ۵ جون ۱۸۴۱ء کو موقع کجبار پر بڑی گہنا کارن بڑا اور چار گڑھ تک دست دشمن میں کچھ نہ بڑھ سکی۔ آخر کار کیت امیر شیر علی خاں کے اٹھ ہی رہا اور قندھار میں شکر نے دندان شکر کا کپڑا کیا۔ اگرچہ امیر شیر علی خاں قنجا ب ہوا مگر یہ فوج شدت سے بڑھ کر اسکے حق میں نہیں ہوئی کیونکہ جس وقت وہ دونوں لشکروں کے جاننا زجوش و خروش سے حق نمک ادا کر رہے تھے۔ امیر شیر علی خاں کو معلوم ہوا کہ لشکر حریف کا پلہ غالب ہو رہا ہے۔ اپنے نوذر بصر محمد علی خاں کو جو اسکا ولیعهد تھا ردبر دبایا اور کہا کہ بہتر ہے تم زنا نہ کھڑے رہیں۔ لو کاش تمہاری بدلتے اینٹ پتھر پیدا ہوتے کہ اس وقت میں ان

امیر شیر علی خاں کے  
ارمین خاں اور  
شریف خاں سے  
لڑائی ہو

چترہوں کی بوہاڑ ان دشمنوں پر کر کے انکا منہ بہرہ دیتا۔

محمد علی خاں کو باک پڑا نہ تہہ کی طرح لگا۔ باپ کو کچھ جواب نہ دیا مگر چند جان نثاروں کو ساتھ لیکر قلب لشکر میں گھس گیا۔ اور دم زدن میں سبکدوش کو خاک و خون میں ملا دیا۔ آخر لڑائی تار تار دواں جا پہنچا۔ اس کا چچا امین خاں کھڑا تھا۔ امین خاں جو محمد علی کی دلاوری کی بہرہ کربار و دم برید کی طرح پیچ و تاب کھار رہا تھا بیچے کو اپنے قریب بکھڑکھڑا کر کھینچا اور تلوار سوت کر سامنے آکھڑا ہوا۔ محمد علی نے ادب بزرگی اور ایمین خاں نے پناہ دی بالائے طاق کھدیا۔ اور دونوں کمر پے ایکٹ سرسے پر دھار کرنے لگے۔ امین خاں نے فوراً جہانپنہر کر حریف زبردست ہی اسلئے جان بچانی فرض ہے مگر سنبھل نکلا اور بلا سوچے سمجھے بیچے کے سر پر چوٹ مار دیا۔ ایک تڑانے کی آواز نہ ہوئی اور محمد علی جہان پھڑک کر زمین پر گر پڑا۔ محمد علی کے چند جان نثار جو پاس موجود تھے اپنے آقا کا بھ حال دیکھ کر کٹے ٹٹے کرتے ہوئے قائل پر جا پڑے اور مزوں میں اسکی بوٹی بوٹی بانٹ لی۔ محمد علی سرنے کو تو مگیا مگر دشمن کی فوج کا کام تمام کر گیا۔ اسکی جواںمزدی دیکھ کر دشمنوں کے جی چھوٹ گئے۔ پاؤں اکھڑ گئے اور جو اس ہو کر میدان سے بھاگے۔ اور امیر شیر علی خاں کی فتح ہو گئی۔ مگر جب اسکو معلوم ہوا کہ محمد علی خاں اسکا لایق اور جوان بیٹا قتل ہو گیا ہے تو اسے سخت صدمہ ہوا۔ بے محاسبوں کی طرح دایلا کرنے لگا اور تمام جہان اسکی آنکھوں میں تیر و دھار ہو گیا۔ اپنے پلٹنے سے دشت ہونے لگی اور اس نے بیک تلم لوگوں سے بلانا جان ترک کر دیا۔

شیر علی خاں کو محمد علی کے مرنے کا اسقدر صدمہ ہوا کہ اسنے سڑی آؤڑیوں کی طرح ایک ننگ و خشکی کا ارادہ کر لیا اور خجس کر اپنے وطن پر پیرنے لگا۔

امیر شیر علی خاں کو  
لاہور سے محمد علی  
نے آکر بلانے کا  
صدہ پہنچا

ایک سردار اس وقت موجود تھا جسے زبردستی خنجر اسکے ماتھے سے چھین لیا۔ پھر اکبرین  
امیر شیرعلیخان مٹھا بٹھا ایسا گھبرا یا اور سلطنت سے ایسا دل پرکشتہ ہو کر عیان  
کو جمع کر کے کہنے لگا کہ اب میرا دل حکومت سے بیزار ہے میں چاہتا ہوں کہ یا تو مکہ  
میں معظیہ فرج سبقت کر جاؤں یا علاقہ انگریزی یا مملکت دوس میں جا کر زندگی کے  
باقی دن آرام سے گزاروں۔ امیر شیرعلی اس ارادہ پر سقمہ در متعدد تھا کہ سرداروں  
نے بڑی مشکل سے اسکو قائل کیا اور اس مادہ سے باز رکھا۔ ایک نئی دہی رت  
کے وقت امیر شیرعلی اٹھ کر ایک تالاب میں جاگسا اور جب اسکے خدام نے اسے  
سر پہٹ کر باہر نکالا۔ اور دریافت کیا کہ اس وقت تالاب میں حضور کیا نماز کرتے  
تھے تو اسنے جواب دیا کہ میں محمد علیخان کی نعشٹ ہونڈ بٹے گیا تھا۔ امیر شیرعلی  
کی ان حرکتوں کی چاروں طرف لوگوں میں چرچا ہوئے لگا۔ اور عوام الناس فیج  
سبچہ بیٹھے کہ ہمارا امیر ضرور سودا می اور مجنون ہو گیا۔

ایک دوسری روایت اس لڑائی کی نسبت جو ایک واقعہ کا شخص کی زبانی  
معلوم ہوئی ہے یہ ہے کہ محمد علیخان نے خود اپنے باپ امیر شیرعلیخان سے درخواست  
کی کہ مجھ اپنے چچا امین خاں سے لڑنے کی اجازت دیجیئے اسے معلوم تھا کہ امین خاں  
خفاں غنڈہ رچیٹ پر مقیم ہے محمد علیخان اور دل کے تھوڑے سے پہاڑی بلکہ شیر کے  
کھال کی دردی میں بلوئیں اس چوٹی پر چڑ گیا۔ جب امین خاں کو معلوم ہوا کہ مجھے  
گرفتار کرنے آیا ہے تو اسکے ہمراہ ہوں نے محمد علیخان پر بار بار دوی۔ اور ہرے محمد علیخان  
لکے آدمیوں نے بھی بند و قیں سر کیں۔ اور چچا بیٹھے آن کی آن میں اس سردار کو جب  
دو دن لاشیں چھاکر امیر شیرعلیخان کے پاس لائی گئیں تو اسے سخت صدمہ ہوا۔ اسنے  
سردار رفیق خاں پوزیر کو خفا ہو کر کہا کہ مجھے تو انگریزوں کے لاکھ روپیہ مالو کا  
خوب حق مل گیا ہے اور دوسرے غم سے فرش پر لوٹ لوٹ کر کجا محمد علیخان کی بجائے محمد علیخان

بار بار کھتا رہا۔ غرض امیر شیر علی خاں کو اس واقعہ سے سخت متاثر پہنچا۔  
 اوپر بیان ہو چکا ہے کہ جب امیر شیر علی خاں اپنے لایق اور ہونہار  
 بیٹے کے غم و الم میں یوانہ ہو رہا تھا عبد اللہ رحمن خاں بخارا سے علاقہ افغانستان  
 میں پہنچ گیا۔ اور فیض محمد خاں نے اسکی اعانت کرنی شروع کی۔ ایک دن سردار  
 بیاجی کہ فیض محمد خاں نے میر عبد الرحمن خاں کو ایک دی خط لکھا کہ بخارا سے  
 بولایا تھا۔ دوسری طرف سردار رفیع خاں نے امیر شیر علی خاں سے  
 ناراض ہو کر اعظم خاں کو خط لکھا کہ تم جلد ہی چلے آؤ ہم نہیں کا بل پر در دیں گے  
 اس واقعہ کے مفصل حالات مجھ کو ایک لیسے شخص کی زبان سے معلوم ہوئے ہیں  
 کہ جو راولپنڈی سے سردار اعظم خاں کے ساتھ ہوا تھا اور کابل پہنچنے تک وہ  
 ۳۰ نومبر ۱۷۷۵ء کو سردار اعظم خاں راولپنڈی سے روانہ ہو کر علاقہ یوسف پور  
 سے گذر کر اخون صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اخون صاحب نے ایک خیمہ حساباً  
 غنیمت سے اُنکے پاس تھا مع قریب پانچ سو روپیہ نقد کے بطور زادِ ماہ کے دیکر  
 دعا کی کہ خدا کا سیلابی بخشے۔ وہاں سے روانہ ہو کر راہ باجور و در چترال سے  
 گذر کر بدخشاں گئے۔ وہاں کے خان یعنی امیر بدخشاں نے اپنی لڑکی کا عقد شہر  
 اعظم خاں سے کر دیا۔ وہاں سے گذر کر علاقہ کوہ پنج شیر میں پہنچے۔ پھر خبر سن کر  
 سردار فیض محمد خاں حکم ترکستان نے سردار عبد الرحمن خاں کو بھی کیسے جمعیت  
 دیکر پنج شیر کو روانہ کیا۔ کہ جہاں دونوں چھا بیٹھے اُٹھے ہو گئے۔ اس وقت سب کا فوج  
 ختم ہو گیا تھا۔ اس علاقہ میں برہہ خانی قوت خشک کیوہلے میں جو کثرت  
 سے پیدا ہوتے ہیں چٹاپ سات روزہ فوج اور امیروں نے صرف یہی تو کیا کہ  
 گذارہ کیا۔ پھر چوٹی سردار بد نے دو لاکھ روپیہ کا بل سے اُنکے پاس بھیجا۔

سردار اعظم  
 راولپنڈی  
 کابل  
 جوتہ

اس علاقہ کے لوگوں میں مشہور ہے کہ یہ قوت و جوت کے تین حصے ہیں یہ پٹا دیکر کہتے ہیں کہ

روپیہ ہاتھ میں آگیا تو سب کی امید بندھ گئی۔ وہاں سے براہ درہ تو تم گذر کر  
 علاقہ جہڑکار میں داخل ہوئے۔ وہاں سردار نور محمد خاں المعروف میسکین اسپنسر  
 سلطان محمد خاں ظلمانی حاکم قندھار میں ہزار روپیہ کی لنگی اور شال فوج کو انعام  
 دینے کے لیے لیکر حاضر ہوا۔ اس وقت حاکم کابل محمد شریف خان بدیش علی خاں  
 و محمد ابراہیم خاں المعروف بچاؤڑہ پسر امیر شیر علی خاں دونوں تھے جب فوج کابل کو  
 وہ روپیہ دیدیگا اور کیتقدار اور روپیہ بیوی مرداریدنے اپنی گرہ سے فوج میں  
 تقسیم کیا تو فوج کابل میں ہولنگی اور مردی شہداء کو کابل پر انکالتا سٹ  
 ہو گیا۔ اس پر محمد ابراہیم خاں برقعہ پہنکر گھوڑے پر سوار ہو بہاگ گیا اور محمد شریف  
 خاں بھی بہاگ گیا۔ اس وقت کاروبار ریاست سردار اعظم خاں سردار محمد رفیع  
 خاں سردار ولی محمد خاں سردار شمس الدین خاں اور سردار نور محمد خاں کیا کرتے  
 تھے۔ اور کل فوج کے کمان سردار عبدالرحمن خاں کے متعلق تھے۔  
 اس واقعہ کو دیکھ کر امیر شیر علی خواب خرگوش سے بیدار ہوا اگرچہ دیا کہ بہت  
 جگس جکی تھیں۔ اب کیا ہو سکتا تھا۔ پھر بھی اسے یہی سہی جمعیت کو اطراف غزنی  
 سے فراہم کیا۔ اور عبدالرحمن اور اعظم خاں کی متحدہ طاقت کے مقابلہ میں آ  
 کھڑا ہوا۔ لیکن تھوڑی سی لڑائی کے بعد انہی شہداء کو شکست فاش  
 کہا کر بھاگ گیا۔ اور چالیس فوجی اور ہزاروں خیمے اور گھوڑے اعظم خاں  
 اور عبدالرحمن خاں کے ہاتھ آئے۔ امیر شیر علی خاں قندھار سے آتے وقت فضل خاں  
 و شہنواز خاں پسر سلطان جان دونوں قیدیوں کو بھی ہمراہ لایا تھا۔ انہیں  
 بہاگتے ہوئے جلدی میں نہاں چھوڑ گیا تھا۔ قید سے نکال کر فضل خاں کو تو کابل  
 میں لا کر امیر بنایا گیا اور سکھ اسکے نام پر ہوا۔ اور اعظم خاں اسکا وزیر بنا۔

اختر خاں اور  
 عبدالرحمن خاں  
 کابل پر قبضہ  
 ہو گیا

امیر شیر علی  
 کا شکست

۱۔ ہمارا جو بچیت سنگی لازمیت میں بالکل غلامی کوٹ پٹنا تھا۔ ایسے ہستے یہ نام دیا تھا +  
 لکھ پشوتوں چارہ کھائے باقوتے کو کہتے ہیں۔

امیر فضل خاں  
کی تخت نشینی

امیر عبدالرحمن بن نسخ کا حال یوں لکھا ہے۔ ”مذ کے فضل کریم شہر علی  
نے شکست کھائی اور میرا والد اور اسکے ہمراہی جو غزنی میں قید تھے میری  
نجات اور نصرت کی خبر سنکر قید سے باہر نکل آئے۔ میں اپنے والد بزرگوار کو ہمراہ  
لیکر کابل آیا۔ اور وہیں تخت پر بٹھادیا۔ شیر علی ہزیمت کھا کر اور تو میں  
نہ ہتی۔ گھوڑے وغیرہ کہہ کر قندھار کی طرف بھاگ گیا تاکہ اپنی حالت کو درست  
کرے اور اپنے واسن عورت سے اس شکست کی بدنامی کے مایوس ہوئے۔  
۲۱ مئی ۱۷۷۱ء کو سردار فضل خاں نے امیر فضل خاں کو تخت کا بیڑا جلوں  
فرمایا۔ سو تخت نشینی قلعہ بالا حصار میں عل میں آئیں۔ تمام شہر میں رات کو  
روشنی ہوئی اور لوگوں نے جابجا جشن کھرا اور خوشیاں منائیں۔

## باب دوم

### ابتدائی حالات

دہلی صاحب سابق ایڈیٹر اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ نے جو میر صاحب کی زندگی  
کے حالات لکھے ہیں۔ انھیں اس بات سے شروع کیا ہے کہ امیر صاحب کے تذکرہ نگار  
کو ابتدائی میں ایک ایسی مشکل پیش آتی ہے کہ جس سے متفرغ نہیں کیونکہ اس عظیم الشان  
شخص کی تاریخ پیدائش اور تمام ولادت کیسے معلوم نہیں۔ ”ایک بیان کے  
مطابق تو یہ سلسلہ میں تولد ہوا اور سکھوں کی پھلی اڑاخی میں انگریزوں کے مقابلہ  
میں لڑی بھی تھا۔ مگر یہ ممکن نہیں معلوم ہوتا۔ ایک ایسی وجہ ہے عبدالرحمن خاں سے مرقد  
میں وقف تھا بیان کرتا ہے کہ وہ ۱۷۷۱ء میں تولد ہوا۔ اور یہی بات زیادہ میں  
قیاس ہی معلوم ہوتی ہے۔ بیشک یہی امیر صاحب نے خود ہی کہا تھا اور کئی

سال بعد اپنے انگریز معالج کو بھی بالکل بھی اطلاع دی گئی۔

امیر عبدالرحمن خاں کے زائد طفولیت کے حالات بہت کم نیا بہرچشم  
تخریری مصالح تو اس کے متعلق بالکل نہیں ملتا تاہم بعض ان لوگوں کی جو بچپن میں  
صاحب کے ساتھ مل کر کھیلے ہیں اور بعض دوسروں کی کہ جنہیں امیر صاحب کی مانند ست اور  
مصاحبت کا شرف مدت تک حاصل رہی جنہار زبانانی باتیں معلوم ہوئی ہیں ان میں سے  
دو ایک اختصار کے ساتھ قلمبند کی جاتی ہیں۔

مثلاً مشہور ہے کہ چوہدری کے پات چکنے ہوئے ہیں اور بھانجے بچپن  
ہی میں اپنی طبالی کا میلان ظاہر کر دیتے ہیں۔ امیر عبدالرحمن نے بچپن ہی میں  
لکھی باتوں میں اپنی آئندہ عظمت ارادہ کے استھمال اور زنجبے اور مارنے والی ہمت  
کے ثبوت دیدیے تھے مگر اس وقت ان باتوں کی بھینچ نکال نکالتا تھا کہ اس وقت  
خاں نے جس سلطنت کو قائم کیا ہے اس پر اس کے بیشمار بیٹوں و پوتوں میں اس کا  
خوش نصیب جانشین ہزار افضل خاں کا بل کی گلیوں میں مارہ پھرنے والا لڑکا ہے  
جو اس دور و شور و جلال و جبروت سے حکومت کر گیا کہ چھوڑا زار سے لیکن خاندان  
کے کسی بادشاہ نے نہیں کی۔ اس زمانہ میں ہی خاندان میں ایسی ہی تعلیم تھی جیسی  
کہ آجکل ہے لیکن آجکل کے شہزادگان کو یورپین تعلیم اور اطوار حاصل کرنے کے لئے  
موقع حاصل ہرچ امیر عبدالرحمن کے بچپن کے زمانہ میں نہیں تھے بلکہ امیر صاحب کی  
تعلیم بہت کم درجہ کے ہوتاہم فن شہسواری اور شیر و آزمائی میں اعلیٰ استعداد  
بہم پہنچائی کہ جس کا ثبوت بعد کی زندگی میں نکلتے اس کثرت سے دیکھ لیا۔

امیر صاحب کی عمر سولہ سترہ سال کی ہوئی کہ انہیں ایک عجیب شوق پیدا  
ہوا۔ ایک لوگرمی کو دونوں طرف سے ڈنڈوں سے باندھ کر چارہ دمی کندھوں پر  
اٹھاتے اور لوہا جھانچا ہوا عبدالرحمن بدوق بیکار میں ناگین بیکار میں ناگین

امیر عبدالرحمن خاں  
کی طفولیت

اور مایں ہیئت کذاشی کابل کی گلیوں میں گئے تاکہ رستے میں گڑوں ملک ہاروں  
گئے اس عجیب شکاری کی بدوق کا شکار ہو گئے۔ لوگ اور خصوصاً شاہی خاندان کو  
لوگ مہنتے ہونگے کہ چھڑ کا کیسا اٹھتا ہے۔ مگر نقد یہ نہ فرستی ہوگی کہ دیکھ لینا کچھ ہمت  
کے برابر سے لڑکے سے ایسا ایسا کام بن پڑینگے کہ امیر دوست محمد کی نسل کا خیر سچا  
جاوے گا۔ اور شہلکے نہیں بلکہ یوروپ کے ایسویں صدی کے اس آخری حصہ کے برابر اور  
پیشگیل و قبیح فہم اسکی صائب یوں اور پرمخز تجویزوں پر عیش عیش کر اٹھینگے۔

چھپن کبھی میت عبد الرحمن کو خوشامد اور تابعت کے نفرت تھی۔ اور یہ کسی  
اتالیق کی حکومت نہیں ملنے تھے۔ ایسی طبیعت میں ایک رتی شوخی بھی اور شیل سیما  
کے انکو ایک جگہ قرار نہ تھا جب مردار افضل خاں نے کشان کے گورنر تھے تو انکے مشیر  
ملازم عبد الرحمن کی خود سری کے باعث اکثر اس کے کئی خاطر رکاتے تھے آخر  
انہوں نے ایک دن موقع پا کر خلی کھائی کہ آبکا بیٹا شراب بہت پیتا ہے۔ سرور افضل خاں  
کو ان غامروں کی بات پر اعتبار آگیا اور حرم سے انہیں جاکر اہل خانہ یعنی والد  
عبد الرحمن خاں سے کہا کہ مجھے معتبر آدمیوں سے خبر ملی ہے کہ تیرا بیٹا بد چلن ہو گیا  
ہے۔ ہر روز شراب پیتا ہے۔ اور روز و شب نشہ میں سرشار رہتا ہے۔ عبد الرحمن  
خاں کی والدہ نے لکھا شاید ایسا ہو کر مجھے عبد الرحمن کی عادات و اطوار سے کچھ مزید  
معلوم ہوتا ہے۔ سرور افضل خاں نے کہا خیر میں آج اسکو بلا کر اس معاملہ کی تحقیق  
کر دوں گا۔ فریب بھو شام کے حکم ہوا کہ عبد الرحمن خاں کو بلاؤ۔ افضل خاں اس وقت  
حرم سرگرم میں تھا چنانچہ وہیں اطلبی ہوئی۔

۱۰۰ افغان امیڈ اور سرداروں کی بیڑیاں چارہ ہی ہوتی ہیں مگر گہریں اور سرداریاں  
کہ جن سے تلوار یہی کہ نواح پڑا جا تا ہے اور وہاں کی موجودگی ضروری نہیں ہوتی  
بیسیوں ہوتی ہیں۔ اس لیے حرم سے بہت وسیع کو ذراخ ہوتا ہے۔ ۱۰۰



جب عبدالرحمن جرم سے اپنے میں داخل ہوا تو باجاستہ میں کینڑیں کھڑی ہو گئیں اور انہوں نے یکے بعد دیگرے الانچیاں عبدالرحمن کو دیدیں کہ اگر شراب پیتا ہے تو انکی خوشبو شراب کی بدبو پر غالب آ جائیگی اور سردار فضل خاں میرنہ کر سکیگا کہ اس وقت منسوب سے مگر عبدالرحمن خاں چغلوخوروں کی کایستانی سے بالکل غافل تھا پہلے تو اسے ایک نٹ سے الانچیاں لیکر کھائیں مگر اسکو تعجب ہوا کہ خلاف معمول الانچیاں کیوں لگے ہیں۔ پھر اسنے سبب یافت کیا تو انہوں نے متعین ہو کر جواب دیا کہ تمہارے والد کو تم پر سے نوشی کا شبہہ ہی شاید تمہاری مونہہ سے بدبو نہ معلوم کر لے۔ عبدالرحمن خاں سب الانچیاں لیکر جیب میں ڈالتا ہوا اپنے حضور میں پہنچا اور سلام علیکم کر کے بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد سردار فضل خاں نے کہا عبدالرحمن میرے قریب آ کر بیٹھ اور منہ سے ہف کر عبدالرحمن خاں نے بلانا مل والد کے حکم کی تعمیل کی۔ وہ پاک تھا۔ اسے کسی کا کیا باک تھا۔ اس نے منہ سے کتنی قسم کی بدبو نکالی تھوڑی دیر پھر سردار فضل خاں نے کہا کہ عبدالرحمن یہیں آرام کر دے یا جاؤ۔ نوجوان مگر آزاد مزاج سردار نے دلیس سوچا کہ ایک خروار تو اسکی بیویاں ہیں۔ میں یہاں کہاں آرام کر سکو نگا چنانچہ اسنے بلند آواز سے کہا میں یہاں نہیں ہونگا۔ اسکے بعد اسنے اپنے ملازموں نے اس پر ایک اور حمل کیا عبدالرحیم خونزادہ نے جانتے نہ ہو اور میر صاحب نے آجکل اسکو مہینہ کا گورنر بنایا ہے۔ دیگر مصاحبان نے فضل خاں سے ملکر شکایتیں کرنی شروع کیں کہ عبدالرحمن خاں نے چرس بنی شروع کی ہے۔ ہر روز باؤ بھر چٹا ہے اور دیوانہ ہو گیا ہے۔ اگر جلدی کوئی انتظام نہ کیا گیا تو لوگوں کو نقصان پہنچائیگا۔ باپنے بلا مزہ حقیقات کے بیٹے کو دیوانہ تصور کر کے قید کر دیا۔

سے نوشی  
کا شبہہ

بہک قیدی

عبدالرحمن خاں کو قید میں چھ ماہ گزار گئے اس کے بعد نوجوان کو یہ قید کی زندگی  
کتنی شاق گذری تھی کہ کسی کبھی سخت گھبراتا تھا اور طیش میں آ کر کپڑے پھاڑ  
ڈالاکرتا تھا۔ اسی اثناء میں بیوی مروارید جو سردار فضل خاں کے حرم کی سردار  
تھی اور کابل میں رہتی تھی بلخ میں جا پہنچی۔

جب بی بی مروارید علاقہ ترکستان میں داخل ہو کر حرم میں آئیں تو پہنچی تو سبیل  
نے استقبال اور دست بوسی کے بعد جواب خیریت کے گریبان چاک کر ڈالے اور  
روئے لگیں۔ بیوی مروارید حیران ہوئی کہ یہ کیا ماجرا ہے اور وجہ گردن بکا  
دریافت کی۔ انہوں نے رو کر جواب دیا کہ صرف ایک چلغ اس اندھیرے گہرا جا  
تھا۔ اسی کو دشمن گل کیا چاہتے ہیں عبدالرحمن کو چھ ماہ سے چغلیوں اور  
بدخواہوں نے قید کر رکھا ہے اور ہمیں بے اولاد کر دیا ہے۔ پہلے اُسے قید سے  
نکلوا پھر خیر و عافیت دریافت کرو۔

عبدالرحمن کے والد بزرگوار بھی اپنی زبردست ہیکم کی سفر سے آنے کی خبر پر  
حرم میں ملاقات کو آئے جب سردار صاحب نے خیر و عافیت پوچھی تو بیوی

بی بی مروارید قلمہ حشمت خاں میں جواب کے باپ کی ذرا ٹہنی اور جاس نزار  
روپیہ سالانہ کی ادائیگی آ رہی ہے رہتی تھی۔ یہ بیوی امیر دوست محمد خاں کی حقیقی  
بہن تھی اور اسکا امیر دوست محمد کی طرف سے علیحدہ موجب مقرر تھا۔ پھر بی  
بی مروارید ہے جسے افضل خاں کے قید ہونے پر جیسا کہ میں پہلے باب میں لکھ  
چکا ہوں۔ مبلغ چھپیس ہزار روپیہ سردار عظیم خاں کے پاس ہندوستان میں بھیجا  
تھا۔ اسکی بطن سے صرف ایک بیٹی شاہ جوہان امیر صاحب کی چھوٹی بہن پیدا ہوئی۔  
جو چار پانچ سال گزرے ہیں امیر عبدالرحمن خاں نے کابل سے خارج کر کے ہندوستان کو بھیج  
تھی جہاں پہلے سواکشا شوہر پناہ گزین ہے اور ایسا کال کے بعد پھر منگوا لی اسکی وجہ  
صرف یہ تھی کہ امیر صاحب کو شبہ ہوا تھا کہ شہزادہ حبیب اللہ خاں اس کے مکان پر دھوکے  
مترتب کیا تھا۔ سردار فضل خاں کی ان دیشیاہٹی کے سوا اور کوئی اولاد نہ تھی  
پھر بی بی مروارید افغانستان کی زبردست عورتوں میں شمار ہونے کے قابل ہے۔

مروارید نے نہایت خشنماک ہو کر لکھا کہ تمہارے وزیروں کی ڈاڑھی میں پیشاب  
 کیا رہتا ہے؟ کیسے کرتی ہے۔ سردار صاحب نے کہا کہ وہ واقعی دیرا نہ ہے۔ میں نے اسے  
 اسے قید کر رکھا ہے کہ سیکو مار نہ سے۔ بیوی مروارید نے چاہنے شوہر پر خوب  
 حاوی تہی حکم دیا کہ سردار عبدالرحمن کو فوراً رٹا کر کے لاؤ۔ جب عبدالرحمن خاں  
 کو رٹا کر کے حرم سے لے کے دروازہ پر لائے تو اس نے حرم سرے میں قدم رکھنے سے  
 انکار کیا اور کہا کہ میں دیوانہ ہوں۔ سرکاری اور سودا گری کا ہوشمندوں کے  
 سامنے کیا کام۔ جب عبدالرحمن کا جواب حرم سرے میں پہنچا تو بیوی مروارید نے  
 کہا دیکھ سردار تیرا بیٹا کیسا بے شیار اور زیرک ہے۔ بھلا کہی دیا نہ بھی لیتی تیر  
 کرتا ہے۔ اس وقت سردار فضل خاں کو یقین ہوا کہ میں غلطی پر ہوں۔ بیو صاحبہ  
 نے فوراً خلعت فاخرہ عبدالرحمن کے یٹو ارسال کیا۔ اور حاکم سے فارغ ہو کر  
 عبدالرحمن خاں اپنی ماؤں کی خدمت میں لاکھ کے لئے گئے۔ بیویوں نے جس وقت  
 عبدالرحمن کی صورت دیکھی تو انہیں چاند سا چرطہ گیا۔ بلائیں لینے لگیں اور نہرا  
 روپیہ اس نور بھر کے اوپر سے تصدیق کر کے خزانہ کو تقسیم کیا۔

عبدالرحمن کے دشمنوں نے جب دیکھا کہ وہ سردار بھی خالی گیا تو وہ ایک اور  
 چال چلے۔ سردار فضل خاں کو سمجھانے لگے کہ چشم بزدور آپ کا صاحبزادہ ایچان چلا  
 ہے۔ اسکو بیکار نہیں رکھنا چاہیے۔ کوئی خدمت اس کے سپرد کرنی چاہئے۔ فضل خاں  
 نے پوچھا کہ کیا خدمت سپرد کی جائے تو انہوں نے عبدالرحمن کی شجاعت بلائی  
 اور شہسوار کی حد سے زیادہ تعریف کی اور کہا کہ اس سے بہتر کوئی شخص نہیں  
 کی سرکوبی کے لئے نظر نہیں آتا۔ سردار فضل خاں پہر اپنے مصاحبوں کے  
 میں آگیا اور عبدالرحمن خاں کو جرنیل کا خطاب کیو علاقہ قطع غن کی طرف روانہ کیا  
 جہاں کی رعایا میں اندنوں شورش برپا تھی۔ عبدالرحمن خاں کے قطع غن کی

قطع غن  
 فوج کشی



روانہ کرنے میں اُسکے دشمنوں کی یہ غرض تھی کہ یا تو یہ باغیوں کی لڑائی میں مارا جاوے لگا اور یا اوزہک سے قید کر کے غلام بنا کر بیچ ڈالیں گے۔ مگر سچ ہے کہ عی خدا شرت سے انگریزوں کو خیر و دریاں باشندہ خدا کے فضل و کرم سے عبدالرحمن منظر و منصور واپس آیا۔ لایب جب خدا مہربان ہو تو شور و بختوں کی حد سے مقبول کچھ نقصان نہیں پہنچ سکتا۔

جب باغیوں کا قرار واقعی طلوع قمع کر کے عبدالرحمن خاں واپس آیا تو باپ نے نصیحت محبت سے گلے لگایا۔ زرخ و سپید اس کے سر پر سے نثار کیا اور کہا بیٹا مجھے خبر نہیں تھی کہ تو جیسے رستم ہے اور پہلری شجاعت لوگوں کی آنکھ میں کانٹا ہو کر کھٹک رہی تھی۔ نوجوان سردار کی اس شجاعت کا چاروں طرف شہرہ ہو گیا اور اُسکے مخالف کے دل پر ایسا عجب یا کہ بھرا کھو مخالفت کا حوصلہ نہ پڑا۔ یہ زمانہ تھا کہ جبکہ ہمیشہ علی خاں نے جبل دیکر سردار فضل خاں کو قید کر لیا اور کچھ مدت بعد عبدالرحمن خاں نے مردانہ دھار اپنے باپ کو قید سیڑی کر کے سردار فضل خاں سے امیر فضل خاں بنایا تھا۔

## باب سوم انقلاب

دوسرا باب ایک جملہ معترضہ سمجھنا چاہیے جو جمیں امیر صاحب کے بچپن کے چند متفرق حالات پر روشنی پڑتی ہے۔ اب میں پھر اصل سلسلہ و قعات کی جانب متوجہ ہوتا ہوں کہ جمیں نوجوان عبدالرحمن نے شروع ہی سے کابل کی تاریخ بنانے میں بہت بڑا حصہ لینا شروع کر دیا تھا۔

اگرچہ امیر خاں اپنے بیٹے اور بھائی کی مہمت اور بہادری کو تیسرے نظر سے

والی کابل ہو گیا۔ مگر سرتاج لاریس نے جو اندوزوں کو رنجیل سندھ تہہ اسنج بٹے  
 امیر افغانان کے صرف والی کابل لکھنے پر کٹنا کیا۔ وہ خطبہ جسے حسب ذیل ہے۔  
 ”یچہ ہا فرض ہے کہ آپ کو آگاہ کر دیں کہ موجودہ صورت میں ہماری شہرت اور حیثیت  
 سے بعید ہے کہ ہم امیر شیر علیاں سے بگاڑ پیدا کریں۔ وہ ابھی تک فتنہ راور ہرٹ  
 پر قابض ہے جو افغانان کا بڑا حصہ ہے۔ شفق من نملو واضح ہو کہ ہماری گورنمنٹ کا  
 تعلق اصلی والی افغانان سے ہے۔ اگر خدا تمہیں توفیق دے اور ہم تمام افغانان  
 کے اکاس ہو کر انگریزوں کے خیر خواہ اور ہوا خواہ دوست بنے تو ہم فوراً  
 تمہیں اپنا دوست قبول کر لیں گے۔ مگر موجودہ حالت میں ہم امیر شیر علیاں سے  
 رابطہ تھا جو مدت سی فائے ہے تو نہیں سکتے اور اسے اس حقہ کا جائز والی  
 تسلیم کرتے رہیں گے چیر کہ وہ حکمران ہو گا۔ صرفت نے ہمیں مجبور کیا ہے کہ ہم  
 صاف صاف الفاظ تمہارے پاس لکھ کر بھیج دیں۔“

ان دنوں میں اگرچہ امیر فضل خاں کابل کا حکمران تھا مگر دراصل وہ برائے نام  
 امیر تھا۔ تمام سیاہ و سپید کا مالک سردار اعظم خاں تھا۔ جسے فضل خاں نے اپنا  
 وزیر مقرر ہوا تھا۔ اعظم خاں کو امیر فضل خاں نے اس قدر سر جہا یا ہوا تھا کہ  
 اس کے مشورہ کے بغیر کچھ کام نہ کرتا تھا۔ معمولی باتوں میں بھی اس کی صلاح لے لیتا تھا  
 یہاں تک کہ خود امیر فضل خاں تو بالاحصار کے اندر پر ایک مکان میں مقیم تھا اور وہ  
 امیر دوست محمد کے اعلیٰ درجہ کے مکانات اور محلات سردار اعظم خاں کے  
 قبضہ میں تھے۔

سردار عجب الرحمن یہ حال دیکھ کر اندر ہی اندر کڑھتا تھا مگر اسے کچھ نہ  
 کہہ سکتا تھا۔ اس نے ایک دفعہ والد بزرگوار کو سمجھنا چاہا مگر والد اس کی طرف  
 توجہ نہ کی۔ ناچار وہ خاموش ہو رہا اور بطور ایک فہمان کے قلعہ بالاحصار

امیر فضل خاں کی  
 وہ ہوتی اور  
 سردار اعظم خاں  
 کے قلعہ میں

باغ میں رہنے لگا۔ کبھی کسی فوج کو دیکھ لیا کرتا تھا۔ ورنہ روز و شب  
 باغ میں ہی رہتا تھا۔ جب سردار اعظم خاں نے کاروبار سلطنت  
 سنبھال لیا تو سب بفضل خاں شراب خوری اور آرام طلبی کے  
 ہاتھ بک گیا۔ ترکی میں ایک مثل ہے کہ ”شراب اعتدال سے پیو تا کہ تم  
 شیروں سے جنگ کر سکو اور منہ نہ پیو کہ کتے آکر تمہاری آنکھیں نکال لیں“۔  
 مگر بفضل خاں نے اس مثل کی کچھ پرواہ نہ کی اور ہر وقت نشہ میں چورہنے لگا  
 یہ شعر گویا انکا نکیہ کلام ہو گیا تھا۔

شراب کہند کہ روشن گروں میں است

مصابہ من دبیر من جوان من است

سردار فضل خاں یہاں تک نشہ میں غرق ہونے لگا کہ جب سہ پہر کے چار بجتے تھے تو  
 اسکو سروپا کی ہوش نہ رہتی تھی اور اس قابل نہ رہتا تھا کہ حرم سرا سے باہر  
 آ سکے۔ امیر کا تو یہ حال تھا اور وزیر نے سخت گیری ظلم جبر اور تعدی شروع  
 کر دی۔ ذرہ ذرہ سی بات پر لوگوں کا گہر بار لوٹنا اور مال و کسباب ضبط کر لینا  
 تو اسکے بائیں ہتھکا کر نب ہو گیا۔ لوگوں سے جبراً قرض لینا تھا اور اگر چھپنے  
 حجت کرتے تو انہیں ذلیل اور رسوا کرتا تھا۔

نچو رفیق کا  
 ۱۱۱۱

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ محمد رفیق خاں پکاپٹ راض ہو گئے۔ یہ بہشتی شخص  
 ہے جو انگریزوں کا ہوا خواہ تھا اور انگریزوں کے پاس امیر شہر علی خاں  
 کی طرف سے معویہ لینے پشاد ر گیا تھا۔ ناراض آپس شہر ہو گئے۔  
 کہ وہ انگریزوں سے ملا ہوا ہے اور اسی کی مشارت سے سر جان لائسنس  
 نے اسراسلہ میں بجائے ”امیر افتخار خان“ کے ”والی کابل“ لکھ کر سردار فضل خاں کی  
 سخت تنقید کی ہے۔ اس ہمارے ہر چند داویلا کی کہ میں بگیا ہوں مگر کن

سناتا تھا۔ اگست ۱۸۶۶ء میں اعظم خاں نے محمد رفیق کو پکڑ کر شارع عام میں  
 کھلا گھونٹ کر مار دیا۔ مگر اسپر بھی جبر نہ کیا۔ اسکا گہر بار بھی لوٹ لیا اور اسکی  
 عورتوں کو ننگے سر بازاروں میں نشہ پیر کیا۔ پھر اس مظلوم کی نقش کو کابل  
 کی سوریوں میں پہنیکایا۔ اعظم خاں نے صرف محمد رفیق ہی کا یہ حال نہیں کیا  
 بلکہ قریب ڈیڑھ سو کے سوز سوزائیکر دیئے۔ اور انہیں سے چند ہی زندہ قتلانہ  
 سے بچا ہوا ہوئے۔ اعظم خاں نے جفا و جور کا بازار گرم کیا ہوا تھا اور انھیں خال  
 نشہ شراب خانہ خراب میں دیا دیا تھا سے مدہوش تھا مگر شیر علیخان نے اس  
 اس فکر میں تھا کہ کسی طرح پھر کابل کو فتح کرے وہی شریف خاں جو کجاہز  
 پر سردار محمد علی متوفی کے ہاتھ سے شکست کھائی تھی۔ اب اپنی حرکت  
 پر پشیمان ہو کر شیر علی خاں سے آ ملا تھا۔ اس وقت  
 بقول انگریز مورخان کے قنید ہار کے ساتھ کاروں نے امیر

امیر شیر علیخان  
 کابل پر پڑنا

محمد رفیق کے قتل کے درمیان آٹھ کو بھی میں ایک شخص کی زبانی لکھا ہوا ہے کہ میں نصیب  
 کے گا کہ ہونے جانے کے وقت پاس موجود تھا۔  
 سردار شاہنواز خاں سپہ سالار خان کو بلال الدین خاں سپہ سالار خاں نے سردار اعظم خاں سے  
 شکایت کی تھی کہ محمد رفیق لوگوں کو لینا دینا پر آمادہ کر رہے ہیں چنانچہ ایک دن میں جو صبح کو قریب  
 محمد رفیق خاں سردار اعظم خاں کے سلام کے بلو دربار میں حاضر ہوا یہ دربار امیر دوست محمد خاں کی  
 خواہنگاہ میں لگا ہوا تھا جسے سامنے رکھ کر سردار اعظم خاں پاس سے اٹھ گیا اور انہی میں  
 خواہی ہاتھ میں پہانسی کی رستی بٹو جو دو داخل ہوا۔ محمد رفیق خاں نے دریافت کیا کہ یہ رستی  
 مجھ کو پہانسی دینے کیلئے ہے۔ ہونے کہنا ہاں۔ تو رفیق خاں نے کہا کہ مجھ کو غسل کر کے پاؤں دینے  
 اور پھر پیشہ بیان خاں سے ملنے میں جی ڈال دی اور دو دیوئل نے دونوں طرف سے چپکے اسکا  
 کھانہ گہر نہ دیا۔ اچانک نہیں نکلی تھی کہ سردار محمد اسماعیلخان الدردار محمد امین خاں نے یہ ہنر  
 ایک پیش قبضل کے پیٹ میں گہر نہی کرتے تھے پھر کابل قندھار کو کہتے ہیں کہ ہاتھ ہاتھ کیو  
 کے منہ میں بیٹا کیا۔ اس بجایہ ایک بٹا بٹا خانہ اور انتہائی میں ہر گیس اسکی جائزہ دست کی  
 جی در کے مکان سے کھلا دیوئل پر ہتھ بٹا کو چار ہزار ہتھ نکلی رہا شکر کجاہزوں میں پہنیکایا گیا۔  
 اور ملائیں ہونے غسل و بکھروں کر دیا۔ (مجموعہ علم)



شیر علیاں کو ایک لاکھ روپیہ اس واسطے قرض دیا تھا کہ تم کابل پر چڑھا کر  
 کر کے قسمت آزمائی کرو۔ غرض امیر نے بڑی ہمت کر کے ایک ہزار سوار  
 بہم پہنچائے اور ۲۵ دسمبر ۱۸۶۶ء کو کابل کی طرف روانہ ہوا۔ دوسرے مزار  
 عبدالرحمن خاں اور وزیر اعظم خاں اس کے مقابلہ کے لئے بڑھے۔ امیر شیر علی نے  
 بڑی دلاوری سے مقابلہ کیا مگر شکست و فتح نصیبوں سے ہوتی ہے۔ ۱۶-  
 جنوری ۱۸۶۷ء کو امیر شیر علیاں کالشکر ہزیمت کہا کر پسپا ہوا۔ اور وہ  
 خود ہرات کی طرف بھاگ گیا اور قلعہ بابوں نے قندھار پر بھی قبضہ کر لیا۔ اس  
 فتح کی نسبت امیر عبدالرحمن خاں نے ایک حکمہ یوں کہا ہے: ”خدا ہمارے طرف  
 تھا اسلئے امیر شیر علی ہر شکست یاب ہوا اور میری فوج نے ۱۸۶۷ء کے موسم  
 خزاں میں قندھار پر قبضہ کر لیا۔“

اس کے بعد ۲ فروری ۱۸۶۷ء کو سر جان لارنس نے ایک رخط امیر شیر علیاں  
 کے نام لکھا جس کا مضمون مفصلاً ذیل ہے۔ سر جان نے لکھا:۔

”مطلق من۔ جس نے اپنے پہلے خط میں آپ کو لکھا تھا کہ ہم اس کے دوست ہیں  
 جو واقعی دلی افغانستان ہو۔ مگر جب تک امیر شیر علی ہرات پر قابض  
 ہے اور ہماری دوسری پیکر بستر ہے۔ ہم اسے بگاڑ نہیں سکتے بلکہ اسی  
 اصول پر ہم آپ کی بھی امر کابل و قندھار تسلیم کرنے پر مستعد ہیں اور اسی  
 حیثیت میں ہم سرکار انگلشیہ کی خیر خواہی کا تمہاری نسبت اظہار  
 کرتے ہیں۔“

اس خط میں سر جان لارنس نے جیسا کہ پہلے خط میں مختصراً در فضل خاں کی  
 دلی کابل نہیں لکھا تھا بلکہ امیر کابل و قندھار لکھا تھا۔ لیکن اس خط میں اس کو سخت نشانہ  
 لکھا۔ بانی میری بھیجیں کہ اس کی ایک کپی بھیجیں کہ اس کا علاقہ قندھار اور قندھار اور قندھار اور قندھار  
 اس کے قبضہ میں ہے۔ اس کو ایک لاکھ روپیہ کی ضرورت تھی۔ لاکھ روپیہ ضرورت میں ہے۔ جس وقت ضرورت

افغانستان  
 کے دو امیر

لکھتے ہیں کہ ایک دن عبد الرحمن خاں نے اپنے والد اور چچا کو لکھا کہ انگریز دوستی کے  
 پکے ہوتے ہیں تم خط و کتابت کر کے ان سے سلسلہ ریکالٹ قائم کرو۔ اس عظیم خاں  
 نے تند ہو کر جواب دیا کہ لوہنڈی میں مجھے انگریزوں نے بہت تنگ رکھا تھا وہ  
 کم طرف ہیں ایسے لوگوں کو دوستی روا نہیں ہے فضل خاں خود تو صم بکیم تھا مگر اسے اپنی  
 بہائی کی تائید کی۔ اور عبد الرحمن خاں سے سوئے خاموشی کے اور کچھ بن نہ آیا۔  
 فیض محمد خاں سے جنے ۱۸۷۵ء میں عبد الرحمن خاں کی بنجارا سے آئے ہوئے  
 مدد کی تھی۔ عبد الرحمن نے یہ وعدہ کیا تھا کہ اگر کابل مجھے ملا تو زکاتن تمہارا ہو  
 اب کابل لینے کے بعد عظیم خاں نے فیض محمد خاں کو لکھا کہ تمہاری سخت ہوا لیہ میں بھیجا کر و نمکو  
 تنخواہ بجا لیگی۔ اس جواب دیا کہ مجھ سے عبد الرحمن خاں نے اس کڑی وقت میں بد کیا تھا کہ ترکستان  
 تمہیں لگا دینا بنجارا سے اسے بلا کر تمہارا رہے باہر پہنچا جو جیت پناہ کابل میں پہنچا اور عظیم خاں نے  
 ولی محمد خاں براؤ فیض محمد خاں کو قید کر لیا اور عبد الرحمن خاں سے کھاکہ تم  
 فیض محمد خاں پر چڑھائی کرو عبد الرحمن خاں کو اپنا عہد یاد آ گیا اور کہا  
 کہ یہ غم اسیر لشکر کشی نہیں کرتا۔ اگر وہ کابل پر چڑھ آیا تو اس سے لڑو لگا  
 وزیر عظیم خاں یا اسکا بیٹا سردار جان اس کے مقابل میں جائیں اس نینا میں  
 فیض محمد خاں امیر شیر علی سے جالما جو شاہ ایران سے اور رسولیوں سے  
 امداد طلب کر رہا تھا۔ ان دنوں کثرت سے نوشی سے امیر فضل خاں بستر مرگ پر  
 لیٹا ہوا تھا عبد الرحمن خاں اس کے پاس گیا اور کہا کہ آپ مجھے اپنا ولی عہد  
 مقرر فرمائیں مگر کثرت سے نوشی سے فضل خاں کے حواس بجا نہ تھے۔ اس نے بھی  
 جواب دیا کہ اعظم خاں قندھار میں ہوا اسکے آنیکے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا۔ اس واقع  
 کے ایک دن بعد اعظم خاں نے نہایت دشنام طور پر عبد الرحمن خاں کو لکھا  
 کہ میں جانتا ہوں تمہارا باپ بیچارہ ہے لیکن وہ حالت نزع میں ہے اور

اعظم خاں  
 باقی کا

عبدالرحمن خاں کا  
شیر علی خاں اور  
فیض محمد خاں

تم مر دے کو نہیں ملا سکو گے کیونکہ نہیں غنیم کی سرکوبی کے واسطے آتے۔ ناچار  
عبدالرحمن باب کو بیاڑ چھوڑ کر دشمن کے مقابلہ پر روانہ ہوا اس واقع کی نسبت  
امیر عبدالرحمن خاں یوں تحریر کرتا ہے۔ "ناچار باب کو بیاڑ چھوڑ کر میں دشمن کے  
مقابلہ کے لیے روانہ ہوا۔ اور میرا مقابلہ امیر شیر علی اور فیض محمد کی فوج سے درہ  
پنجسر پہ ہوا لڑائی تمام رات ہوتی رہی علی صبح فیض محمد ہمارے قیوں کا نشانہ  
ہو گیا اور شیر علی ہرات کو بھاگ گیا۔" امیر عبدالرحمن نے پنج پیکر اسپر قبضہ  
کر لیا اور سب جگہ اپنا تسلط ٹھہرایا۔ پھر لڑائی ۱۳ ستمبر ۱۲۸۷ء کو ہوئی اور  
شروع اکوہر میں عبدالرحمن خاں کا بلوٹم یا۔ اعظم خاں قندھار سے پہلے کابل  
آچکا تھا اور اس نے کھاکا ب مردہ میں جان ڈالنا ناممکن ہے۔ دینی فضل خاں کی  
بیاری کثرت سے نوشی سے حد علاج سے گزری چکی تھی چنانچہ عبدالرحمن کے کابل  
پہنچنے سے تین دن بعد وہ جاں بحق تسلیم ہوا۔ امیر افضل خاں نے سورۃ فاتحہ  
کابل میں حکومت کی اور جب اس نے وفات پائی تو اس کی عمر چھ چھپین سال کی  
تھی۔ ہر چند کہ مدت حکومت بہت قلیل ہے۔ لیکن تاریخ میں افضل خاں غازیان  
کا دوسرا امیر شمار ہوتا ہے۔ امیر افضل خاں کی وفات کے بعد سردار عبدالرحمن خاں کو  
امید تھی کہ لوگ مجھے امیر بنائیں گے کیونکہ امیر مرحوم کا میں ہی بیٹا اور جانشین ہوں  
مگر اسکے چچا اعظم خاں کا رسوخ زبردست تھا اور بیوی مرادید ہی اس کی طرف  
تھی۔ اس نے عبدالرحمن کو بلا کر کہا کہ تمہاری دال سردار اعظم خاں کے  
مقابلہ میں نہیں گلنے کی بہتر ہے کہ تم دعوت تخت نشینی سے دست بردار  
ہو جاؤ۔ ایک دوسرا بیان ہے کہ اعظم خاں نے جلیحدہ ہو کر عبدالرحمن سے کہا کہ مجھ  
کچھ عذر نہیں تم تخت و تاج سنبھالو۔ لیکن عبدالرحمن نے داناہی سے عطیہ منظور کیا۔  
۱۔ بقول دیگر اٹھائی سال افضل خاں کی اور ڈیڑھ اعظم خاں کی کل ملا کر چار سال ہی ۱۲۔

اُسے خود اعظم خاں کو دربار عام میں تخت پر بٹھایا اور بیشمار امارت اسکی کمزور  
 باندھی اور اپنے لئے منصب پر سالاری پسند کیا۔ ایک تیسرا بیان جو مجھے ملتا  
 ملا ہے یہ ہے کہ سردار عبدالرحمن خاں نے اپنے باپ کی دشمنی اور نوازش  
 اعظم کو اپنے ہاتھ سے سپرد کر کے کہا کہ تم میرے باپ کی ہر اور میں تمکو اپنے باپ  
 کی بجائے سمجھتا ہوں اور میں غواہ اپنے باپ کی ریاست میں بلخ کو چلا جاتا ہوں۔  
 جب افضل خاں کا چالیسواں ہو چکا تو عبدالرحمن خاں کے دل میں یہ  
 سمانی کہ شیر علی خاں کو بالکل نیست و نابود کر دینا چاہیے چنانچہ یہ عزم کر کے  
 وہ بہرہند و کش سے گذرا۔ جب شیر علی خاں کو اس کے آنے کی خبر ہوئی تو وہ ہرات  
 کو چلا گیا۔ اور عبدالرحمن اکشہ اور یمینہ پر حملہ آور ہوا۔ اور ادا لہذا کر گلہ کے  
 دوسرے اردوں کو زندہ دفن کر دیا تاکہ لوگوں کے دلوں میں اسکی ہشت  
 بیٹھ جائے۔ یمینہ میں اسے خاطر خواہ کامیابی نصیب ہوئی۔ وہاں کے حاکم  
 نے قلعہ بند ہو کر شریطہ منظور کر لیں اور عبدالرحمن کے ہاتھ بہت سارے پیہ  
 اور ایک جہانگیر کے وقت کی توپ آئی جو اس وقت ایک قابل قدر تحفہ  
 سمجھی جاتی تھی۔ وہاں سے عبدالرحمن تختہ پل کو چلا گیا۔

امیر عبدالرحمن خاں نے اپنی توڑک میں لکھا ہے کہ جب میں تختہ پل میں  
 تھا تو میرے پاس ایلچی سجاڑے آئے۔ ظاہر ہے کہ وہ مائتم پرسی کو آئے مگر اصل  
 انکا مطلب یہ تھا کہ مجھے سوسویوں کے مقابلہ کے لئے بارہ ہزار سوار لیں  
 مگر میں نے انکی بات کو نہ مانا اور کہا کہ میرا ارادہ روسیوں سے دوستی قائم کر کے

۱۔ البتہ عبدالرحمن خاں نے ایک لکھنوی چاندی کی اپنے باپ کی اپنے پاس کہیں اور وہ  
 اب تک امیر عبدالرحمن خاں کے پاس ہو چکا کہ وہ اپنے مہر کے ساتھ پاکٹ میں رکھتے ہیں۔ اور  
 اس میں بہت چوڑا سا نگینہ لگا ہوا ہے جسے افضل خاں کا نام کندہ ہے۔ امیر صاحب  
 کہا کرتے ہیں کہ باپ کی جائداد سے مجھے فقط یہ چیز ملی تھی۔ ۱۲

ہے۔ لیکن دوسرا مورخ لکھتا ہے کہ عبدالرحمن نے حاکم بنار سے مدد کا اقرار کیا  
 مگر ساتھ ہی اسکے یہ بھی کہا کہ جب تک میمنہ فتح نہ ہوئے میں مدد نہیں دے سکتا  
 سردار عبدالرحمن خاں تو میمنہ کے بکپڑے میں گرفتار رہا۔ ادھر امیر شیر علی خاں  
 کو موقع مل گیا۔ اُس نے اپنے لالین بیٹے سردار یعقوب خاں کو قندھار فتح کر کے اپنے  
 روانہ کیا۔ کابل میں اعظم خاں سے لوگ خوش نہ تھے رعایا اسکی سخت گیری اور  
 ظلم کے باعث اُس سے نفرت کرتے تھے۔ امیر شیر علی خاں تو کابل لینے کی فکر میں  
 شب و روز غلطان چچاں تھا اور اعظم خاں ایک شخص مسمیٰ رومی سے  
 جو قطنینہ کا باشندہ تھا اور جسے لوگ دوس کا جاسوس سمجھتے تھے مشوروں میں  
 مشغول تھا جب شیر علی خاں بہرات سے نو بلشی کر کے غزنی میں داخل ہو گیا تو  
 اسکی آنکھ کھلی۔ اور کابل سے غزنی کو روانہ ہوا۔ اور ساتھ ہی عبدالرحمن خاں کے  
 لکھا کہ محمد اسماعیل بسراہن خاں کو ہماری کمک کو بھیج دو وہی جلد پہنچے۔  
 محمد اسماعیل جب آیا تو کابل کو خالی دیکھ کر وہیں اکڑ بیٹھا اور غزنی کو نہ  
 گیا۔ عبدالرحمن خاں تختہ پل سے روانہ ہوا اور بامیان سے گزر کر غزنی کی طرف  
 آیا۔ جنرل نصیر خاں کو جو اعظم خاں کی کل فوج کا کمانڈر تھا حکم دیا گیا کہ شہر  
 کی قلع بند سی کے فوج ٹھہلا دی۔ مگر اُس نے بھلے نے شراب پیکر توپوں کے گھونٹو  
 آٹھ کو سن گئے بھی بیٹے اور خود رات بھر افغانی عیش و عشرت میں مشغول رہا۔  
 طلوع آفتاب کے وقت عبدالرحمن خاں اوس سو پہ پہنچا جہاں جان محمد خاں نے دروازہ  
 اور پردانہ خاں وغیرہ موجود تھے۔ عبدالرحمن نے دریافت کیا کہ تم نے تو پہلے  
 لکائیں نصیر خاں نے کھا کہیں نہیں۔ ابھی جان ہو لکا۔ عبدالرحمن خاں نے  
 کھا گھوڑے کہاں ہیں لوگوں نے بتلایا وہ تو آٹھ کو سن آگئے ہج دیئے گئے ہیں۔  
 اُس نے کھا دشمن سر پر آگیا۔ اب کیا جاوے۔ سلطنت چلی جاوے گی نصیر خاں

میدان غنا  
 امیر شیر علی  
 سردار عبدال

نے کھٹا چمبھٹ ایسی قیسی میں مجھے کیا۔ یہاں یہ باتیں ہر ہر ہی نہیں کہیں  
کی طرف سے سرور خاں شاہ قاسمی کا باب پانچ سو سو اور سمیت سر پر پہنچا  
اور یہ سب اپنی اپنی جان لیکر تتر بتر ہو گئے۔

جب یہ شیر علی خاں کابل آیا تو اسماعیل خاں نے فوراً کابل اسکے حوالہ کر دیا۔  
اور اسے ہر شے کو امیر شیر علی خاں نقارہ فتح و ظفر بجاتے کابل میں داخل  
ہو گیا۔ سر جان مارکس نے فوراً تنہیت نامہ رسالہ کیا اور لکھا کہ فتح فتح نہیں  
نصیب ہوئی ہے محض نزاری شجاعت۔ ریافت اور استقلال کا نتیجہ ہے علاوہ  
اس تنہیت نامہ کے گورنر جنرل نے چہرہ لکھ دیا یہ نقد اور تین ہزار پانچ سو پندرہ  
امیر شیر علی خاں کے ارسال کیں۔

کابل امیر  
شیر علی خاں  
قبضہ میں۔

اس شکست کو بعد اعظم خاں متہ و خراب ہوتا ہوا مشہد مقدس کو چلا گیا اور  
وہیں مکی اور گننامی کی حالت میں اُسے فضائی۔ مگر عبدالرحمن خاں جنگلوں میں  
مارا مارا پھرتا اور بید سختی اڑھاتا ہوا بے سرو سامانی کی حالت میں وزیرستان  
میں جا پہنچا وہیں سے اُسے انگریزوں سے پناہ مانگی۔ اُن دنوں ڈ  
سیو گورنر جنرل تھے۔ یہاں سے یہ جواب گیا کہ اگر تم ہندوستان میں نہ ہو  
تو بیشک آؤ مگر شرط یہ ہو کہ پھر نہیں حدود ہندوستان سے باہر جانے کی ہمت  
نہ ہوگی۔ اس شرط کو عبدالرحمن خاں نے منظور نہ کیا اور بنجارا کی طرف چلا گیا۔

سر دار اعظم خاں  
مشہد مقدس  
عبدالرحمن خاں  
بنجارا کو پہنچے

میں اور پر لکھ چکا ہوں کہ سرور اعظم خاں شکست کما کر مشہد کی طرف چلا گیا  
اور وہیں گننامی کی حالت میں اُسے فضائی۔ ایک اور مورخ لکھتا ہے کہ بنجارا مشہد

۱۱۔ شاہ نادر نے کابل سے ہٹ کر سرور اعظم خاں کو ایک سو سو روپے کی خدمت میں جو مورخ لکھتا ہے  
۱۲۔ اس نظام کا منتظم تھے۔ وزیر صاحب اس کی عزت کرتے ہیں کیونکہ یہ نواب ملک میں ہوا استاد مشہور ہے۔  
۱۳۔ یہ بیان بھی باطل غلط مسلم ہوتا ہے کیونکہ غزنی سے وزیرستان آتی ہو کر گجرات تک ایسی کئی مسافری  
اور دشمن کی مسافت کے سچ میں جو پانچ ہشتاد ہے۔ ۱۴۔

بھی پہنچے نہیں پایا بلکہ شاہ ہر وقت کہی گیا تھا کہ وہ ستمبر ۱۹۰۹ء کو کوسروانی کی حالت میں جان دی سرطان لارنس کا قول ہے کہ اگرچہ اعظم خاں کا چچا بہن افضل خاں سے بہتر نہ تھا مگر وہ حکومت کا قابل تھا وہ سب سے خیر آزادی کی طاقت اور قابلیت نہ تھی۔

## باب چہارم جلا وطنی

غزنی کے میدان نے جب سردار عبدالرحمن اور سردار اعظم خاں کی قسمتوں کا فیصلہ کر دیا تو جان بچانے کی گیسٹ میں جدہ ہر کسی کا منہ آیا چلایا۔ امیر احمد خاں نے نہایت غزنی کے بعد کی سرگزشت کابل میں لوٹ کر اس طرح بتلائی تھی جو گورانی میرے پاس پہنچی ہے۔ مگر چونکہ واقعات قرین قیاس ہیں۔ اور راوی معتبر آدمی معلوم ہوتا ہے جو مدت تک میر صاحب کی مصاحبت میں رہا ہے۔ اس لئے جیسے اس کیفیت کو ذیل میں درج کرتا ہوں۔

لے اس شخص کا نام شیخ محمد حسن خاں جدید الاسلام ہے جو دراصل باشندہ ضلع راولپنڈی کا ایک سکوتہ تھا۔ اسکو امیر عبدالرحمن خاں نے اپنی زبان سے کلمہ پڑھا کہ مسلمان کیا اور اسکی بیوی اور دو بیٹیوں کو امیر صاحب کے حرم سرگئے بکھر پڑا کہ مسلمان بنایا۔ امیر صاحب اپنے شخص پر بے حد رحمت تھے۔ بڑے بھروسے کے باپ لکھی سالی امیر صاحب کی آپ کی خدمت میں لے گئے۔ اور شیخ محمد چار سال جلا وطنی سے پہلے اور چودہ سال سلطنت کابل اختیار کر کے بعد انکی خدمت میں آئے۔ اور بارہ سال اسکو معزز تہذیب و تہذیب اور امیر صاحب اسکو براور دینی کہا کرتے تھے۔ کہ ایک مرتبہ نواز افضل خاں سابق سیرا انگریزی مستعین کابل مال ڈپٹی کاشنر کو جرات سے اسنے قلعہ شمشیر خاں کے پاس گھوڑی سے اتر کر مصافحہ کیا۔ یہ خبر جیسا کہ اور ہر ایک خبر کابل کے امیر صاحب کی پاس پہنچ جاتی ہے انہیں پہنچ گئی اور انہوں نے اسکا مال اسباب ضبط کر کے معہ نون و بچہ ہندوستان کو بھیج دیا۔ مگر کئی سال بعد شیخ محمد حسن کا صرف قصور معاف کیا ہے ۱۲

امیر صاحب کہتے ہیں :-

جب غنیم کی فوج مقام غزنی میں بارے سر پہ پہنچ گئی تو میں بہاگا۔ اس وقت  
سیرے ساتھ صرف جان محمد خاں (غلام بچہ) تہا جسکی عمر شاید بارہ تیرہ سال کی تھی  
اُس وقت ایسی کہیں بلی پڑ گئی کہ ہم سب تہہ بھول کر بے آہ علف جنگلوں میں  
بٹھکنے لگے۔ اس طرح ہم خراب ہوتے ہوتے بیس کس پر چلے گئے۔ وہاں پروانہ خاں  
دغلام جو نائب سالار کابل رہ چکا ہے اور اب مر گیا ہے۔ اور فرامرز خاں بھٹی  
(جو پلا رہا ہے) اور اب مر گیا ہے) ہم سے آئے۔ دوسرے دن جب  
کوچ کیا تو قربان علی خاں چاہ والا اور درویش جالیں سوار ہی آ پہنچے  
میں نے اُن سے دریافت کیا کہ چچا اعظم خاں کیا حال ہے اور وہ کہہ گیا ہے  
اُنہوں نے کہا کہ وہ مشہد کی طرف بھاگا ہے اور آپکی بھاری طرف جانے کی خبر  
تھی کہ ہم پوچھتے پوچھتے آئے ہیں۔ اس طرح پانچ چھ روز میں دیو لکھمی  
کے قریب سیرے ہمراہ ہو گئے مگر خراج کی بڑی تنگی تھی۔ کسی کسی کے گھوڑے  
گردن میں جو پوزی میں سونے پانڈی کا عراق تھا وہ بیچا گیا اور جان محمد  
کی خوب جی میں پانسو تار کھا تھا۔ اسی طرح قطع منازل طے مراحل کرتے ہم ایک  
گھاؤں میں پہنچے۔ اُس گھاؤں کا ملک جو قوم کا اوزبک تھا مجھے آ ملا۔ اور  
میری اوزبک سواروں کی دعوت کی میرا حال دیکھ کر بہت رویا اور  
پوچھنے لگا کہ اب کہہ کر اراوہ ہے۔ میں نے کہا اراوہ تو ہمارا آگے کا ہے آگے  
قسمت لیجائے پھر میں نے کہا کہ تمہاری بڑی شفقت ہوگی اگر کسی طرح مجھے سرحد  
بخارا میں پہنچا دو۔ میں نے رحم کہا کہ ایک ہزار روپیہ گھر سے لا کر مجھے دیا اور  
کہا کہ اگر تم بادشاہ ہو گئے تو مجھے ادا کر دینا ورنہ میں تمہیں بخشا۔ پھر میں نے کہا  
کہ بخارا یہاں سے بیس روز کی راہ ہے۔ زارہ ساتھ لیلو۔ راہ میں آرزو پیر

غزنی سے  
بخارا تک  
صائب سفر



لیگا۔ مینے اپنے واسطے مغز بادام قریب سے سیرانگریزی کے ایک خوبصورت  
ساتھ بندھوا لیے۔ اور توکل برخدا اس ملک کے ہمراہ چو لیا۔ راہ میں ہنگاموں  
ایسے جنگل اور ریگستان ملے کہ کابل میں کہی اُنکا نام ہی نہ سنا تھا۔ ان  
ریگستانوں میں گہوڑے شکل جان پر ہوتے تھے۔ کسی کسی روز تیرہ دلی پہ چال  
تھی اور کسی کسی روز آہوشکار کر کے کباب بنا کر کھالیا کرتے تھے۔ کیونکہ آہو دھڑ  
بہت تھے۔ میں کوئی لصف پاؤ بادام کے مغز پانی میں بھگو کر چمکا اور تار کر  
کھا لیتا۔ اور کباب آہو بھی کھاتا تھا۔ روٹی بہت کم کھاتا تھا۔ آخر اس قسم  
کی مصیبتیں چھلنے لگیں کہ بعد سرحد بخارا میں پہونچے۔ اور یہاں میں سب کچھ  
دستیاب ہونے لگا۔ بخارا میں پہونچ کر مینے شاہ بخارا سے ملاقات کی۔ اُسے مجھ  
ایک نفیس کُڑی اور فرخ کش کیا اور مجھے کہا کہ تمہارے ساتھ کچھ کام ہی ہے۔ ابھی  
آگے نہ جاؤ بلکہ ایک ماہ یہاں ٹھرو۔ پھر ایک دن شہر سے باہر مجھے تنہا طلب کیا۔  
تھے باتیں کرنی میں مجھے رات کو ایک منجھنے خبر دی تھی کہ شاہ بخارا کا  
ارادہ تمہیں امیر شیر علیا کے حوالہ کرنے کا ہے۔ کیونکہ اُسکا بیٹا اور انا  
باپ سے منحرف ہو کر سرحد کابل میں چلا گیا ہے۔ اور سب کچھ اُس کا باوجود  
ضلع ہزارہ میں موجود ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ تمہیں بھیج کر اپنے بیٹے کو منگلا۔  
اپنا انتظام کر لو ورنہ شیر علیا خاں تمہیں زندہ نہیں کہیں گے۔ اور یہاں پہونچے بیٹو  
کو مار ڈالے گا جو وقت امیر تمہیں بلائے تمہنے تنہا نہ جانا۔ مینے اس بات کو  
گوش ہوش سے سنا اور صبح میں بھلا اپنے تمام سواروں کے جو قریب مسکو  
سلج جو ان تھے امیر بخارا کے پاس گیا جو شہر سے ایک منزل باہر خیمہ زن  
تھا۔ مینے خیمہ کے قریب تک اپنی آدمیوں کو لیا کر سچا دیا کہ اگر مجھ پر کسی نے  
ہاتھ ڈالا تو مینے یہی نہیں مار کر ڈھیر ہی ہو جانا۔ اور اگر ممکن ہو سکے تو مجھ

امیر بخارا  
سے مخلصی

چھوڑا لیا۔ امیر بخارا نے خیر سے باہر نظر ڈالی تو میرے سوار اور پیادے دیکھ کر  
 بیٹے چائے کے بعد کھا کہ اپنے جو مجھ سے گفتگو کرنی تھی اب کیجئے۔ کیونکہ میں  
 اب بخارا سے سمرقند کی طرف جاتا ہوں۔ امیر بخارا نے دیکھا کہ بیٹے چکر نہیں کھایا  
 اور میرے ہمراہی ولیار افغان ہیں جو قیامت برپا کر دینگے۔ اسلئے کھانا برد  
 خدا حافظ میں وہاں سے روانہ ہو کر سبز شہر کو گیا سبز شہر میں پہنچ کر  
 اُس ناک کو کہ جسے جیہان ناک ہمارا ساتھ دیا تھا رخصت کیا۔ اُس پر میرے  
 لئے جاتے وقت مجھے دعا دی اور رخصت ہو گیا۔ پھر میں سمرقند کو گیا۔ اور  
 روسی گورنر سے ملاقات کی۔ اُس نے میری بے سروسامانی دیکھ کر ایک ہزار  
 روپیہ ماہوار وظیفہ مقرر کر دیا۔ رفتہ رفتہ میرے پاس چار ہزار کے قریب  
 افغانوں کی جمعیت ہو گئی اور گزارہ مشکل ہونے لگا۔ اعظم خاں کامیٹ  
 سرور خاں محمد علی خاں طلم ترکستان عزیز خاں غوپرہو جان دہیر صاحب  
 بہنوئی، نصیر خاں جرنیل بھی بنگلہ اوروں کے میرے پاس پہنچ گئے۔ آخر  
 آدمیوں نے صلاح کی کہ ہم سخت مشقت کر کے شکم پُر ہی کریں کچھ تو ہمیں  
 کام کرنے لگے۔ کچھ شاہ بخارا سے پاس جا کر ملازم ہو گئے۔ چند سال وہاں گذرے  
 تھے کہ پھر قاضی قادری خاں نے مجھے وہاں سے نکالوا دیا۔ اور بہانہ یہ کیا کہ  
 امیر شیر علی خاں آٹل ہے۔ وہاں سے میں تاشقند میں گیا۔ وہاں چپ و بے  
 ٹھہرا تھا کہ شاہ روسی کے ہتھیار اپنی بیوی کے اُس علاقہ میں سیر کرنے  
 آیا۔ وہ میرے مکان میں سے اپنی بیگم کے میری ملاقات کو پہنچا۔ اس کی بیگم کو

روسی ظیفہ

ملکہ ایک شخص کی زبانی معلوم ہوا کہ اس وقت گزارہ کی نئی کایہ حال تھا کہ میر صاحب کی جان محمد  
 خاں خواجہ مرحوم اور پروانہ خاں مرحوم کو جو دونوں غلام بچہ تھے تاشقند میں فروخت کر دیا تھا اور  
 جس میں سی و ظیفہ پانچ سو روپیہ کی حالت اچھی ہو گئی تو انہیں واپس خرید لیا۔ چنانچہ ایسی ہی  
 جان نثاروں کے صلہ میں اس بل میں آکر امیر صاحب ان شخصوں کو دو دو سو روپیہ عین ایک شخص کو

میں نے اپنے حرم سرا میں بیجا میری بیگم جہاندارشاہ اور نرباک کی لڑکی تہی جلی  
ایک کنیز کے بطن سے شہزادگان حبیب اللہ خاں نصر اللہ خاں پیدا ہوئے۔  
میری بیگم نے روسی بیگم کی بہت خاطر و تواضع کی اور ان لوگوں کی سفارش  
سے میرے وظیفہ میں تین ہزار روپے کا اضافہ ہو گیا۔ اس سے میں ان لوگوں  
کو بھی روپیہ دیا کرتا تھا جو افغانستان سے میرے پاس آگئے تھے پھر جب  
اعظم خاں جاں بحق تسلیم ہوا تو اس کے بعض آدمی بھی بہک مانگتے مانگتے میرے  
پاس پہنچ گئے اور مجھے انکا بھی گزارہ کرنا پڑا۔ میں شکار میں اپنا وقت  
گزارتا تھا اور جب موسم شکار کا نہ ہوتا تھا تو اپنی کوٹھی کے گرد کے باغ کو  
ٹھیک کر آیا کرتا تھا میں کرسی پر بیٹھ جاتا تھا اور اسویوں کو کہتا تھا کہ اس طرح  
بانی دو اس طرح کا تو اس طرح چہانٹو۔ بعض اوقات اپنے ہاتھ سے بھی مٹی دست  
کیا کرتا تھا۔

”انہیں ایام میں ہی نصیر خاں جنیل پانسو آدمیوں کا خط لیکر آپہنچا  
کہ ہم کابل کو لوٹ آؤ۔ لیکن میں نے دیکھا کہ وہ سب ایک ہنی تخط کے لکھے ہوئے  
ہیں۔ اسلئے میں اس پر اعتبار نہ کیا۔ آخر وہ بعد ایک سال کے خفا ہو کر چلا گیا اور  
امیر بخارا کے پاس ملازم ہو گیا۔“

یہ حالات تو امیر صاحب کے اپنی زبان سے بیان کیئے گئے مذکور ہوئے ہیں  
اب میں اب بارہ میں ایک یورپین مورخ کی تحریر کو درج کرتا ہوں جو خالی از لطف  
نہیں ہے۔ اور اس میں سے زیادہ تر ایام جلا وطنی کے حالات کی صراحت  
ہوتی ہے جس وقت امیر شیر علی خاں نے دوبارہ سند کابل پر چلوں فرمایا تو  
اپنے صاحبوں سے کہا کہ میں ایک چوبی پیالہ ہوں اور عبدالرحمن ایک کلسہ  
چینی ہے۔ میں چاہے دوبارہ نہ مین ہر گز ان مجھے کچھ آسید نہیں پہنچا

اور وہ اگر انجیبا رہی زمین پر گرا تو ریزہ ریزہ ہو جائیگا۔ واقعی جب عبدالرحمن کی حالت اُس وقت ایسی سوئی ہو گئی تھی کہ پھر اُسکے سر سبز ہونے کی کیا امید رہ تھی جو وقت وہ غرنی سے جان بچا کر بھاگا تو بہت سے مصائب اٹھا کر خیوا میں پہنچا۔ اندلوں خیوا کا حاکم سیاح محمد رحیم خاں تھا جو ۱۶۹۷ء میں خود خستہ تھا۔ یہ وہ شخص ہے جس پر روسیوں نے الزام لگایا تھا کہ اسنے کونین خراب کر دیئے ہیں اور انہیں زہر ڈلوادیا ہے۔ خیوے عبدالرحمن خاں سبچارا کو گیا۔ امیر سبچارا اُس وقت وہی مظفر الدین تھا لیکن اُسکی نیت میں فرق آگیا تھا اور اس وقت وہ امیر شیر علی خاں کا سعادون ہو گیا تھا۔ اسلئے دسمبر ۱۶۹۷ء میں عبدالرحمن خاں نے ایک خط جر نیل کمانین کے نام علاقہ روس میں بھیجا۔ اُس خط کا مضمون یہ تھا۔

”آپکو معلوم ہے کہ ہمارا ملک اب انگریزوں کی حفاظت میں ہے اسلئے میں اپنی امیدوں کا بلجائے والے آپکو سمجھتا ہوں۔ کیونکہ مجھے علم ہے کہ آپکی سلطنت اسقدر وسیع کہ اگر جرتنی۔ فرانس اور انگلستان کو باہم ملا یا جاوے تو بھی آپکے برابر نہیں ہو سکتیں جب میں شہد میں تھا تو نے سنا تھا کہ ایران بھی روس کا تابع فرمان ہے۔ اسلئے میں اسقدر دور دراز جگہ سے اسٹیلے آیا ہوں کہ آپکا ظل عاطفت میسر ہو۔“

اس خط کا جواب بقول روسی مصنف ٹرنٹیف کے حسب ذیل مضمون کا جر نیل کمانین کی طرف سے وصول ہوا۔

”مجھ وہ ذلی انعامستان کو انگریزوں نے جہاں سے دوست ہیں امیل فنانشان تسلیم کر لیا ہے اور نادقیکہ کہ شیر علی سرحد سبچارا پر شور شراب مچا کر ہم اسے سلطنت روس کا دشمن تصور نہیں کر سکتے۔“

روس سے  
استمداد

ان خطوں کے بعد زبانی پیغام سلام ہوتے ہے آخر کار فرزند خانیہ میں  
سردار عبدالرحمن خاں و دوسو ہمراہیوں کے ساتھ جنرل اسکاچا زاد بجائی آسمان  
بھی تھا سرفرد کو چما گیا اور وہاں سے روسی ترکستان کے دارالخلافہ شفق میں  
روسی گورنر جنرل کی ملاقات کر گیا۔ ہنگام ملاقات عبدالرحمن خاں نے روسیوں  
کو کہا کہ آپ مجھے سات ضربت ہیں اور تین ہزار بندوقیں میں تاک میں فوج  
بہرتی کر کے امیر شیرعلی خاں پر حملہ کروں اور زور اس بات پر دیا کہ شیرعلی خاں  
روسیوں کا ہرگز دوست نہیں ہے۔ ایسے اسکاچ کچھ لحاظ نہیں ہونا چاہیے  
لیکن روسیوں نے اسکی بات نہ مانی اور صرف اٹھارہ ہزار رواج ایک ہفتی  
سکتے ہے اور اٹھارہ سو پونڈ کے قریب ہوتا ہے سالانہ وظیفہ مقرر کر دیا۔ آخر  
رقم میں بعد ازاں اضافہ کر دیا گیا تھا چنانچہ ستر لاکھ میں عبدالرحمن کو  
مبلغ پچیس ہزار روبل یعنی دو ہزار پانچ سو چوبیس پونڈ دیئے گئے۔ پھر  
میں چوبیس ہزار تین سو روبل یعنی دو ہزار چار سو ستر پونڈ اور ستر لاکھ  
میں دو ہزار پانچ سو پونڈ دیئے گئے۔

روسی خطہ  
میں ہٹاؤ

۱۰ مارچ ۱۸۸۷ء کو روسیوں نے امیر شیرعلی خاں کے نام مفصل ذیل خط لکھا ہے۔  
”آپ کو شاید معلوم ہوا ہوگا کہ آپ کا ہتھیار چارے پاس لاشقت میں اگر مقیم  
ہوا ہے اور ہم نے اس کے ساتھ مروت اور اخلاص سے برتاؤ کیا ہے لیکن خط ہم آپ کی  
”طرف اس لیے لکھتے ہیں کہ آپ کو کسی قسم کی بدگمانی نہ ہونی چاہیے ہماری سلطنت اور  
”آپ کے ملک میں فاصلہ بہت ہے۔ دیرسان میں بخارا عاقل ہے ایسے آپ ہمارے کسی طرح  
”مکمل بہتر نہیں جو سکتی اور نہ ہمارے دیس آپ کی طرف کچھ بدورت ہے۔ بلکہ آپ ہمیں صلح  
”ہی کہنی چاہیے۔ ہم نے عبدالرحمن کو ایسے پناہ دی ہے کہ ہمارے مذہب میں ماننی  
”موجب و بصیرت زدہ کو ضرور پناہ دینی چاہیے۔ اس سے زیادہ اسکو کبھی قسم کی قوت

”نہیں کہہنی چاہیے“

مسٹر سکریٹریاح امریکہ بیان کرتا ہے کہ ”میں نے سترہ برس عبد الرحمن خاں کو علامتہ روس میں دیکھا تھا۔ اُس وقت وہ نہایت کفایت شمار می جو زندگی بسر کرتا تھا اور بشکل پانسو پونڈ سالانہ صرف کرتا تھا۔“

کنائے شامی  
اور پس اتھاری

ستھ لاکھ یا ستر لاکھ میں پروفیسر اوج طلوی اور اُسکی بیوی کی ملاقات امیر عبدالرحمن خاں سے ہوئی۔ یہ پروفیسر فرانس کا باشندہ تھا۔ پروفیسر مذکور کی بیوی بیان کرتی ہے کہ عبد الرحمن خاں قابل رحم حالت میں اوقات بسر می کرتا تھا اور اُسے دو معمولی تلواریں چار سے پاس بڑی گراں قیمت کو فروخت کیں۔

جرنل سکو بولیف بیان کرتا ہے کہ ستر لاکھ کے موسم بہار میں عبد الرحمن خاں نے مجھے کہا کہ تم میری سفارش جرنیل باسوف گورنر زرخشاں کے پاس کرو کہ مجھے شیر علی خاں کے مقابلہ میں مدد دے اور میرا وظیفہ چھ ہزار پونڈ کر دیا جاوے تاکہ میں جی کھول کر شیر علی خاں کے ساتھ نہرو آ زما می کروں۔ اور ایک فعدول کی حسرت نکال لوں جنرل موصوف نے کہا بہت بہتر میں سفارش کرونگا۔ مگر مجھی امید نہیں کہ کچھ فائدہ ہو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور عبد الرحمن خاں خان جگر پیکر خاموش ہو رہا۔ بیچارہ اُس وقت گردش زمانہ کا شکار ہو رہا تھا۔ خاموش نہ ہوتا تو ور کیا کرتا۔ وہ بھی مثل ”قہر درویش بر جان درویش“ کی اسپر تو تھی۔

اور وظیفہ دینے کی آرزو

سہ اسی زمانہ کی ایک خبر یہ بھی امیر صاحب منسوب کی جاتی ہے کہ جس وقت میں سلطنت کو دھم دوس میں جنگ جاری تھی گورنر جنرل روس عبد الرحمن خاں کو کہا کہ اگر تم فوج ہمراہ لیکر ترکوں پر حملہ کرو تو ہم بہت سی فوج ہمراہ کر دیتے ہیں۔ عبد الرحمن خاں نے جواب دیا کہ ترکوں پر جو مسلمان اور میرے ہم مذہب ہیں میں بزرگ فوج کشی نہیں کرونگا۔ انکے علاوہ اور جس عیسائی حکم سطر یا جرنی۔ فرانس انگلینڈ وغیرہ سے کہ میں لڑنے کو آمادہ ہوں۔ ۱۲

عبدالرحمن خاں کی بجائی اسحاق خاں اسکے پاس ہی بتایا۔ مگر اسکا دماغ بہت کمزور تھا اور عقل بہت کم تھی۔ سادہ لوح سا آدمی تھا۔ اور سیرت قدر کی گلیوں میں لڑکر کے اسکے پیچھے تائیاں بچا کرتے تھے اور سادہ لوح خاں جانتے تھے۔

اگرچہ عبدالرحمن خاں روسیوں کا وظیفہ خوار تھا مگر ابھی تک اسکی مددیں قابل لینے کی ہوں کبھی نہ چوڑی خاک میں نہیں ملکیں تھیں اور وہ حتی بقدر و کمال لینے کے لیٹے ہاتھ پاؤں نہ بتاتا تھا۔ علاوہ اس میں اسکا ایک محتہ کابل میں شیر علی خاں کے ہاتھ میں گیا۔ شیر علی خاں نے اسکو طرح طرح کا عذاب دیتا خرکا۔ اسنے قبائل کر دیا اور کہا کہ عبدالرحمن کی چند افغان سرداروں سے خط و کتابت ہو۔ اور مجھے اسنے ایک خط لکھ دینا کہ نام دیا ہے عبدالرحمن کے خط کا مضمون جو اس شخص کے پاس سے برآمد ہوتا تھا یہ ہے۔

”جو کہ مجھے اطلاع ہوئی ہے کہ تم کو مجھ سے محبت اور دوستی ہے۔ اسلئے میں خط تمہارے نام تمہارا ہوں۔ اگر تم دین اسلام کی شاعت چاہتے ہو تو ہمارے دربار اور علانیہ اپنے دوستوں کو لیکر مجھ سے آلود دنیا چھوڑو نہ ہر اور ہمیشہ ایک طرح پر نہیں رہتی۔ شیر علی خاں انگریزوں کا سکھارہو اور غریب نہیں اور مسلمانوں کو خاک سیاہ کر دیکھا۔ اگر اس وقت کوشش کرو گے تو پیچھے خدا کو کیا منہ دکھاؤ گے تمہیں چاہیے کہ جو کوشش سے کوشش کرو کہ دنیا اور عافیت دونوں سنبھالیں شیر علی کی ملازمت میں نہیں کچھ مصل نہیں ہوگا۔ اگر تم چند دن کے لیو میری خدمت کرو تو دنیا میں تہ اعلیٰ پاؤ گے اور عاقبت میں غلبہ میں تمہیں ملیگا۔“

یہ خط دیکھ کر شیر علی نے نوراً ایک خط معرفت نائب عالم خاں حاکم بلخ و دسی گورنر بلخ کے نام تحریر کیا۔ اس خط کا مضمون یہ ہے۔

”اگرچہ سردار عبدالرحمن ہماری فکر سے دور ہو مگر وہ اس بات کے پورے ہے کہ

امیر شیر علی خان  
کی حقیقت

تمہاری ہماری دوستی میں فرق آئے اور ہماری سلطنت کے امن میں خلل غلط واقع ہو۔  
اسنے ایک خط نہایت نامناسب الفاظ میں ہماری طرف سے عظیم الدین خاں کے نام لکھا ہے جو ہم  
بجائے آپکے ملاحظہ کے ایسے ابلاغ کرتے ہیں اور ہم امید کرتے ہیں کہ تم اس بات کا ذرا  
واقعی غلام کر دو گے تاکہ آئندہ عبد الرحمن ایسے لغو خطوط نہ لکھ کر پادری۔ جانیہیں

میں سلسلہ اتحاد قائم رہے اور دونوں سلطنتوں کے امن میں خلل واقع نہ ہو

حاکم بلخ نے روسیوں کو یہ بھی صلاح دی کہ آپ عبد الرحمن کو یورپ بھیج دینا کہ  
تمام فتنہ و شورش باوے۔ پہلے تو روسیوں کی یہ صلاح ہوئی کہ اسے یورپ کو بھیجیں  
لیکن بعد میں یہ صلاح ملتوی ہو گئی اور عبد الرحمن سمرقند میں مقیم رہے۔ بہر حال  
روسی وزیر عظم نے جنوری سنہ ۱۸۷۸ء میں ٹارڈم گسٹن لائنس کو اطلاع دے دی تھی  
عبد الرحمن خاں کو قرار واقعی فہمائش کر دی ہے کہ شیر علی کے برخلاف آئندہ  
کتنی ہم کی سازش نہ کرے اور اگر ہماری بات اسے منظور نہیں ہو تو سمرقند سے  
رخصت ہو جائے اور اب اگر اسنے اس حکم امتناعی کی عدول کی تو فوراً یہاں سے  
نکال دیا جائے اور دیکھا غرض عبد الرحمن خاں نے عبور و شکار کے دس سال جلا وطنی میں  
کانٹوں پر ٹوٹ کر گزارے جس وقت وہ پہلے سمرقند میں گیا اس وقت اسکی عمر  
چھیتر سال کی تھی اور وہ خدا کی درگاہ سے کسی وقت ناہمید نہ ہوتا تھا تعجب  
کی بات ہو کہ وسط ایشیا میں جتنے نامور شخص ہوئے ہیں انہوں نے کم و بیش اسی  
عمر میں عروج پکڑنا شروع کیا ہے۔ مثلاً نادر شاہ چالیس سال کی عمر تک محض  
قزاق تھا۔ سلطان بابر چالیس برس کی عمر میں در بدر بھٹکتا پہنچتا تھا۔ اس  
تیمور چھتریس سال کی عمر میں دشمنوں کے زعم میں تھا۔ چنگیز خاں نے چھتریس  
سال کی عمر میں عروج پکڑنا شروع کیا۔

ہوڑی دیکھ لیجئے امیر عبد الرحمن خاں کو اسکی روسی جلا وطنی کے آخری زمانہ میں





امیر محمد یعقوب خاں

چوڑ کر امیر شیر علی خاں کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ ۶۹۔ نذر دایمیر میں امیر شیر علی خاں کی رہنمائی کی ملاقات کے لیے انبالہ میں پہنچا کہ جہاں ایسٹ سے ملاقات کر کے دوسرے گیلہ سرحدیہ خاں کو مدد دیکر دوبارہ واران صاحب خاں وغیرہ کے لاہور پہنچا دیا۔ امیر شیر علی خاں نے فوج محمد خاں پسر وزیر بک خاں کو حاکم ہرات کر کے بھیج دیا اور سردار جلال الدین خاں جو دس ہزار طلا بیکہ شہزادوں میں فوج جمع کر کے ہرات پر بلوہ کر نیکو گیا تھا۔ اور وہاں سے شکست کھا کر راولپنڈی آ گیا تھا وہ بھی ہندوستان میں پناہ گزین ہو گیا۔ امیر شیر علی خاں اپنے ولیعہد عبد اللہ خاں کو انبالہ ہمراہ لایا تھا۔ امیر شیر علی خاں نے یعقوب خاں کو ناراضگی پیدا ہوئی وہ چار ہزار سوار کے ہمراہ کابل سے بہاگ کو تھکا کر چلا گیا۔ اور وہاں جب کسی نے نہ گھسنے دیا تو ہرات گیا۔ ہرات پر لڑائی ہوئی جہاں سردار فتح محمد خاں برادر سردار جلال الدین خاں پسر وزیر علی بک خاں اور اسکا بیٹا دونوں مار گئے۔ سردار یعقوب خاں حاکم ہرات ہو گیا۔ امیر شیر علی خاں نے عصمت شاہ خاں غلزی و میر آخوند خاں کو ہرات بھیج کر یعقوب خاں سے قسم فداوار حاصل کی۔ مگر جب وہ کابل آیا تو امیر شیر علی خاں نے اسے قید کر لیا۔ قاضی درخان ساکن پشاور جو کسی مقدمہ میں انگریز قاضی میں سزا پانے لگا تھا بہاگ کر کابل پہنچا۔ اور امیر شیر علی خاں کا وزیر جا بنا۔ جب امیر کچھ رستم دریافت کرتا تو وہ روس سے دوستی کی صلاح دیتا اور انگریزوں کی نسبت کہتا کہ بڑے بے وفائیں۔ آخر روس سے دوستی پیدا کی گئی۔ اسی اثنا میں عبداللہ جان لیہدور گیا نور دوس کا ایک جرنیل ماتم پرسی کو آیا اور انگریزوں کا سفیر بھی گیا جو علی مسجد سے واپس پہنچا گیا۔ کیونکہ فیض محمد خاں غلزی جو سردار جلال الدین خاں کا خسر بڑا ہے اور آجکل سوات میں رہتا ہے اسے حکم امیر سے انہیں آگے نہ گذرنے دیا۔ اسی اثنا میں امیر

امیر شیر علی خاں کا  
انبالہ میں دینے  
سے ملنے

سردار یعقوب خاں  
بھی ہو کر ہرات  
پر قابض ہونا

لے شہر حاکم قاضی آجکل کو جہاں الامیر آئے اور بڑے قابل مرشد اور نیک بنت مٹھار میں جھانپنا

شیر علی خاں کو ایسی پریشانی لاحق ہوئی کہ اپنے بیٹے سردار یعقوب خاں کو حاکم کابل کے  
خود ترکستان کو ہجرت کیا۔ جہاں پہنچ کر فاضلی خاں کو سردار روس کے بیطرف  
ہو چکا کہ یہ غرض نگاہ کرنے کو سردار خاں ماہوں اگر مجھے مدد دے تو انگریزوں سے جنگ  
کیجا و سے موٹاں سے روس سے سردار عبدالرحمن خاں کو نکال کر تاشقند میں بھجوا دیا مگر اسی  
اتنا میں شیر علی خاں مزار شریف میں فوت ہو گیا۔ اس سے قبل ہی نکلی جانے کے  
عوض میں جب امیر عبدالرحمن خاں راولپنڈی کے دربار میں آئے تھے تو انہوں نے  
سب بارک زئیوں کو پشاور اور راولپنڈی سے نکلوا دیا تھا چنانچہ سنا ہے کہ  
اب بھی جب کبھی امیر صاحب اس واقعہ کا ذکر کرتے ہیں تو کہتے ہیں 'ماکر رفیعہ بد گزشتہ'  
پہلے تو جب شہداء میں سردار یعقوب خاں کی اپنے باپ امیر شیر علی خاں سے ان بن  
ہو گئی تو عبدالرحمن خاں نے اس کی جلی میں سے فائدہ اٹھانا چاہا۔ پھر جب امیر شیر علی  
اور سردار انگریزی کے تعلقات بگڑ گئے تو امیر عبدالرحمن کا کام ہی بن گیا۔ امیر  
عبدالرحمن کی جلاوطنی میں مفصلہ ذیل مشہور واقعات پیش آئے کہ جن کو کم و بیش  
اسکو فائدہ پہنچا۔

شہداء میں روسیوں نے بحیرہ خضر کے کنارہ پر سر اٹھایا اور ترکمانوں کو زیر کیا  
شہداء میں روسیوں نے امیر یعقوب بیگ حاکم کاشغر سے عہد نامہ کیا اور مشرقی  
ترکستان کو خود مختار تسلیم کیا۔ شہداء میں روسیوں اور انگریزوں نے افغانستان کی شمالی  
حد بندی کی۔ پھر اسی سال روسیوں نے خیبر پختونخوا پر قبضہ کر دیا۔ شہداء میں روسیوں نے الحاق  
قوتندیا فرغانہ کیا۔ شہداء میں امیر یعقوب بیگ کو زہر دیا گیا۔ اور اسکا ہاک  
چین کے تصرف میں آیا۔ شہداء میں روسیوں اور انگریزوں کے درمیان ٹانگوں  
سی ہونے لگی مگر عہد نامہ برلن ہی بہ فتنہ فرو ہوا۔ فروری شہداء میں امیر  
شیر علی خاں فوت ہو گیا۔

امیر شیر علی خاں  
کا انگریزوں  
سے بگاڑ کر  
سردار کو جان

# باب پنجم مراجعت

جس وقت امیر شیر علی خاں کی وفات کی خبر پڑی اس وقت امیر سردار عبدالرحمن خاں کو پہنچی تو اسے کابل مانیکے لیے تھے پاؤں مارے لیکن سیدوں اسکی امیدیں پر ابتر و ڈال دیا اور یہ خشک بادیا کہ تم مختار ہو جاؤ ماضی ہر چلے جاؤ لیکن بہرہ و بار تمکو یہاں نہ ہدیں گی۔ اگر تمہیں کامیابی نہ ہوئی تو پھر یہاں آنا۔ اس جواب سے امیر شیر علی خاں کا دل شکستہ ہو گیا۔ اور وہ روسی علاقہ ہی میں مقیم رہا۔ دوسرے یعقوب خاں پر شیر علی خاں گنہگار نہ رہا نہایت محبت و پیش آ رہا تھا اور سفارت انگریزی کے استقبال کے لیے تیار کیا گیا تھا۔ سینٹ پیٹرسبرگ میں بھی افواہ تھی کہ وزیر اعظم انگلستان ڈیکینز کی بالکونی بہت کامیابی ہوئی ہے۔ دو فرغانستان کو باعقادہ انگریزی سوجنا چاہیے مگر یہ افواہ نری افواہی نکلی۔ یہ ستمبر ۱۸۷۷ء کو افغانوں نے نہایت سفال کی کے ساتھ انگریز سفیر سر دلس گنیری اور اسکے ہمراہیوں کو تہ تیغ کیا۔ اور تمام مال اسباب

امیر شیر علی خاں کی وفات

کابل میں سفیر انگریز کا قتل ہوا

۱۔ سر دلس گنیری انگریزی سفیر کو جسکے ہمراہ ایک یورپین ڈاکٹر ایک اسٹنٹ اور کچھ سپاہی ساؤگار کے تھے۔ قلعہ ہا اصحاب میں مقیم تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد ایک پلٹن جیٹاؤلوں کی خواہش پڑی کہ ایک کراٹل شیعہ تھا یعقوب خاں نے کہا کہ اس کی خواہش پڑی۔ انہوں نے خود اس کی مانگی۔ یعقوب خاں نے فوج کو با احصاء کو پہنچا کہ سفیر انگریزی سے مانگو جب قلعہ کو گئے۔ تو سفارت نے ڈر کر بد و قیاس چلائیں جس سے کام لیا۔ ہر لوگ جمع ہو گئے اور بار بار کے حملوں سے گورنر سے یہاں تک کام آئے کہ سفارت کا ایک آدمی زندہ نہ بچا۔ اس پر سرکار انگلیش نے فز و خہ ہو کر کابل سے جنگ شروع کی۔ امیر شیر علی یعقوب خاں نے کہا کہ میں بے قہر ہوں فوج بگڑ گئی تھی مگر انگریزوں نے اسے قید کر کے ہندوستان کو بھیجا۔ اور مدد آدمی پرانی نہیں گئے۔ قلعہ ہا ہتھیار اور ادا کیا۔ فوج انگریزی شیر علی میں جو میر شیر علی خاں نے چھوڑی تھی۔ تھی بیکار مقیم ہو گئی مگر حکومت انگریزی شیس کو سبیل سے آگے نہ بڑھی۔ کوہستان و کھنڈ و کشمیر وغیرہ مقامات اسے باقی رہت اور چھوڑا۔ اسے آگے نہ بڑھی حکومت کی رشتہ داری

لوٹ لیا۔ جب یہ خبر دار الخلفہ روس میں پہنچی تو ایک اخبار نے عبدالرحمن کو مئی طلب کر کے لکھا کہ کیونکہ اب ہرات جا کر اپنے حقوق پیش نہیں کرتا۔ شہداء عین تاشقند میں ایک تاخیر خانی کے یعقوب خان، جم، ستمبر ۱۸۷۸ء میں انگریزوں کے کیمپ میں مقید تھا۔ اب ہندستان میں بھیج دیا گیا ہے۔ جب یہ خبر تاشقند میں پہنچی تو حرنیل کاف میں ان کا موجود نہ تھا۔ اگر نیکے سکرٹری نے عبدالرحمن خاں سے کہا کہ اب تم جاہل جا سکتے ہو۔ عبدالرحمن خاں بدین بن کابل میں حاملہ پر غور کرنا چاہتے تھے۔ ان سکرٹری نے اسے کہا کہ ہر ایسا موقع کا تہہ نہیں آنی چکا کہی کی طرح کا تہہ ملتے رہا جو گئے۔ عبدالرحمن کی سمجھ میں یہ بات آگئی وہ تو خدا سے دعا میں مانگ رہا تھا کہ بلدی وطن کا منہ دیکھنا نصیب ہو چنانچہ توکل خدا علامہ روس سے روانہ ہوا۔ چلتے ہوئے روسیوں نے اسے پانچ ہزار طلائی فریبا پچیس ہزار روپیہ اور دو سو ہندو قیس دیے۔ عبدالرحمن خاں کے پاس ملا کہ روپیہ اپنا بنا جو اس نے فشن میں بڑی کفایت شکاری کو ساتھ جمع کیا تھا۔ جب ۹

امیر عبدالرحمن  
نے کابل کو  
کی تیاری کی

۴۸ بڑی سی آٹا میں اخون زادہ ملاشاک عالم اور جان جھگڑا کیل نے لوگوں میں جہاد کا وعظ شروع کیا۔ اور سات اہل حق عورتوں نے صلح ہو کر اپنے حقوقوں کو کہا کہ اگر تم ڈاڑھیان مند وادو تو ہم جنگ کو جائیگے اور کافروں کو زندہ نہ چھوڑینگے حال میں جب اسحاق خان باغی ہوا تو انیس سے پانچ عورتیں امیر عبدالرحمن خاں صاحب کی دربار میں کر کہڑی ہو گئیں۔ کیونکہ وہ فوت ہو چکی تھیں۔ میر صاحب نے دریافت کیا کہ یہ مردانہ لباس میں مسلح کران عورتیں ہیں۔ لوگوں نے کہا یہ وہ عورتیں ہیں جنہوں نے انگریزوں پر پہلے پہل غرا کی کہ انہیں ہتی۔ اس پر جو چاہا بکیوں لٹی ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہو کر اسحاق خاں کے مقابلہ میں جانکی خدمت دی۔ امیر صاحب نے ایک ایک سرکاری گھوڑا اور دو دو خدمت کو دے کر اور دو سو روپیہ انعام گہر پہنچنے کو دیا۔ یہ روپیہ اند سال عورتیں جب امیر صاحب ترکستان کو گئے تو ہر روز کمر بستہ ہو کر و بار میں آکر ٹھی ہوتی نہیں۔ یہ تہہ جو بطریق مذکورہ بیان کیا گیا ہے اس کے تہہ گت ہو کر ان کے سر میں جنگجو و نیر و زانہیں بلکہ عورتیں پہلی ہی ہیں۔ اور بار خاں عورتوں کے درمیان جنگ کو نیر و زانہ کے بارے میں

۵۵  
۵۶  
۵۷  
۵۸  
۵۹  
۶۰  
۶۱  
۶۲  
۶۳  
۶۴  
۶۵  
۶۶  
۶۷  
۶۸  
۶۹  
۷۰  
۷۱  
۷۲  
۷۳  
۷۴  
۷۵  
۷۶  
۷۷  
۷۸  
۷۹  
۸۰  
۸۱  
۸۲  
۸۳  
۸۴  
۸۵  
۸۶  
۸۷  
۸۸  
۸۹  
۹۰  
۹۱  
۹۲  
۹۳  
۹۴  
۹۵  
۹۶  
۹۷  
۹۸  
۹۹  
۱۰۰

مترقبہ سے روانہ ہوا تو اسے پہلے قسطنطنیہ پہنچی تھی جہاں بطریق کے راستہ اختیار کیا گیا۔  
 اور پھر حصار و قیلاط کی سیٹھ کا بل رسید ہوا جو شہنشاہ عیسائیوں کو کہتا ہے کہ عبدالرحمن خان  
 دریا عبور کر کے علاقہ غور پر قابض ہو گیا ہے اور سلطان مراد خان کو قندھار سے ہو گیا ہے۔  
 رفتہ رفتہ تمام سردار عبدالرحمن کے جہنڈوں کے تلے جمع ہونے لگے۔ خٹاں کے تمام امیر  
 سبزو شہزادہ حسن کی اسکی حمایت پر کھڑے ہو گئے اور ترکستان کا حاکم علامہ حیدر خان بخارا  
 کی طرف فرار ہو گیا ہے۔

۴۴ اپریل ۱۸۴۱ء کو لارڈ ولٹن گورنر جنرل ہند نے وزیر ہند کو انگلستان میں دیا  
 کہ عبدالرحمن خان کو جو جائز وراثت امیر دست محمد خان کا چھوٹی کا بل بنانا چاہیے اور  
 اس سے بہتر کوئی شخص حکومت کابل کے لائن نظر نہیں آتا۔ اسکے بعد وائسرائے  
 نے چاہا کہ ایک ڈیپوٹیشن سرداروں کا عبدالرحمن کے پاس جائے اور اسکو کہے کہ اگر تخت  
 سنبھالو۔ لارڈ ولٹن کا یہ ہدف تھا کہ جنوبی افغانستان میں ایک شخص بارکزی کو  
 جس کا نام شیر علی تھا حاکم بنانا چاہیے یعنی کابل اور پنجاب کی حکومت عبدالرحمن کو ملے  
 اور قندھار اور ہرات کے بارکزی سردار شیر علی کو۔ مگر یہ ارادہ پورا نہ ہوا۔ چنانچہ  
 یکم اپریل ۱۸۴۱ء کو سر لیل گریفن نے ایک خط بدین مضمون عبدالرحمن کے پاس بھیجا  
 ”اب یہ ہر ایک کو معلوم ہو گیا ہے کہ آپ افغانستان میں تشریف لائے ہیں  
 ایسے خفیہ فائدہ کے لئے یہ خط لکھ کر بھیجا جاتا ہے تاکہ آپ میں انجانی بغیر اور ادا  
 سے اگلا کریں۔“

یہ قصاصہ۔ اپریل کو واپس آیا اور کہنے لگا کہ امیر عبدالرحمن میرے ساتھ نہایت  
 مہربانی اور مروت جوشی سے پیش آیا ہے اور چار دن تک اسنے بڑے تکلف سے میری  
 مہمانی کی جو مگر اسنے یہ جو ابدیاء کہ میں بارہ سال تک معصیول کا حاکم رہا ہوں  
 اور انکا شک کیا ہے۔ ایسے میں ہرگز ایسی شہرت لانا نہیں کر دیکھا جس سے میں

گورنر جنرل  
 نے عبدالرحمن  
 کو حکومت  
 چاہی + +

منکوحہ سچا جانوں اور انکے عجیبہ برنامہ کریں اور ناشکرہ آجھ نہیں لہہ ہے۔ سچے عین  
نویں بیچ کر میں وہ نواز قتل ہو صلح اور آتش فشاں کی کہوں۔ لیکن میں نے بارہ زائرینوں  
سے مسئلہ اہل مذہب لگا کر دیکھا ہے۔ امید ہے کہ انکو یہ عجیبہ آواز کی طرح خود مختار  
میرا اور گئیگی۔ اس صدمہ بہرہ ہی کہا کہ غیب الراجل حال مقام چہ کار یا چارہ کار پر  
پانچ کو میوں کی جمعیت سے شہر یکے شہرہ ہرے کو تیار ہے۔

۱۶۰۔ اپریل کو پیرس لیسل گرین نے ایک خط عبدالرحمن کی طرف تاکید کی کہ باہر  
کہ جلد ہی اگر کابل بندھاؤ۔ سر لیسل گرین کے۔ سو پریل کے خط کے جواب میں اسکی  
امیر صاحب نے یہ خط بھیجا۔

مشفق من عجیبہ انگریزوں سے بڑی امیدیں تھیں اور اب بھی ہیں اور میں خوش ہوں  
کہ میری امیدیں سنا آئی ہیں لیکن تم افغانوں کی طبیعت سے متوا نہیں مج۔ یہ ایک آدمی  
کی بات بہت کہتا ہے۔ تاوقتیکہ انکو قلعہ نہ ہو جیسے کہ میں لکھے پہلے کہتا ہوں میں  
کے فضل سے اس بات کا امید دار ہوں کہ یہ لوگ ملکہ انکی خدمت کریں۔ اگرچہ گورنمنٹ انگلینڈ  
انکی خدمت کی محتاج نہیں ہے تاہم بہرہ دنیا ایسی ہے کہ میں بڑوں کی ضرورت پر تسکینی ہوگی  
اسکے بعد عبدالرحمن نے سر لیسل گرین کو لکھا کہ غصے مفصلہ فیل امور پر اپنی سزاوں  
ساتھ جست کرنا ہر اور جب آپ کا جواب انکی نسبت ہمیں پہونچ جائیگا اس وقت ہم  
کابل کی طرف روانہ ہو گئے اور وہ امور یہ ہیں۔

امیر صاحب نے غلام  
کابل کی سلطنت  
کو قبول کیا

سلطان عبدالرحمن نے اس بارے کے بہت مدت بعد اپنے حالات زندگی بیان کرشمیں تو لایا ہے کہ سراج  
بازار ہل میرے پاس ہے دار محمد براہیم خان۔ اب میرے فضل خان۔ اور ڈاکٹر عبدالرحمن کی میری  
لئے تہہ جب میں پنج شیر سے گذر کر چہرہ کا پہونچا جو کابل سے قریب بست کردہ ہے تو قریب تین گاہ  
خانہ میں آگے بڑھ کر مجھے سلام کیا اور خدا کا شکر کر کے کہا کہ شکر ہے تو جا رہا ہے سر پیدائش گیا ہے۔ ہم  
بلا کر کے کیا کر سکتے تھے۔ اور سب سے میرے حق میں دعائیہ خبر کی اور نگرین سے ملنے کا وعدہ کیا مینو غازیہ  
کو جو یا کہ جنگ کر سکی مانت نہیں کہ نہ لگے خود بھی طلب کیا کہ کابل میں سرور کر گئے۔ ۱۷

۱) کیا تمہارا میری قلمرو میں شامل ہو گا۔ یا مسیح کا ہاتھ اور میری قلمرو کے حدود  
کیا ہونگے۔

۲) کوئٹا اور پشین نصیر یا کس قدر انگریزی خراج افغانستان میں لگائی؟

۳) انگریزوں نے دشمن کو پس پا کرنا چاہتے ہیں۔؟

۴) کون سے فوائد انگریز مجھے اور میرے اہل وطن کو پہنچائے جاتے ہیں؟

یہ سب اس قسم کے تھے کہ انہوں نے لوگوں کے لوں میں طرح طرح کے خیال پیدا کر دیے  
کوئی تو یہ کہتا تھا کہ عبدالرحمن دم لاسے دیر رہا ہے۔ کوئی یہ کہتا تھا کہ وہ اپنے اہل وطن  
کو انگریزوں کی طرف سے غارتگری کا شکار کر رہا ہے۔ کوئی لکھتا تھا کہ وہ محمد جان کے خط کو  
کر رہا ہے جو انگریزوں کا دشمن ہے۔ اور انگریزوں پر حملہ کرنے کی تباہی کر رہا ہے۔ بعض  
نے جنرل رابرٹس کو الزام دینے شروع کیے کہ انہوں نے ناحق اسے یعقوب خان کو نظر بند  
کر کے ہندوستان روانہ کیا۔ اب عبدالرحمن بچت ہو گیا ہے۔ اگر یعقوب خان وہاں نہ ہوتا

تو اسے میرے علیوں کی ہار میاں تھیں اور انہیں ہی حسیبیل ادا دیں ہوں گے۔

یعنی یہی سر سرد محمد علی خان اور سرد محمد بلال سمجھتے تھے کہ جسکو جارا یعنی گورنر کہتے تھے پیدا ہونے کے وقت  
پریم سے سرد محمد یعقوب خان سرد محمد بلال اور سرد محمد بلال کے بیٹے پریم سے سرد محمد بلال کے بیٹے  
پریم بلال تیار ہوئے اور چوتھی بیوی سے سرد محمد بلال کے بیٹے پیدا ہوئے۔

سالانہ محمد یعقوب صاحب کے پیرہ دوں میں قیام ہے سرکار انگریزی کی طرف سے ہاتھ پیرہ دوں میں  
لکھتے جاتے ہیں اور ملازموں کی تنخواہ اسکے عطا کردہ ہے سرد محمد بلال کے صاحب جو راجہ  
بلال کے بیٹے ہیں انہیں سرد محمد بلال کے بیٹے پریم بلال کے بیٹے پریم بلال کے بیٹے  
اور ملازمین کے بیٹے لکھتے ہیں۔ جو سرد محمد بلال کے صاحب کی ملازمت میں جو رہ کر لکھتے ہیں  
ہے سرد محمد بلال کے بیٹے پریم بلال کے بیٹے پریم بلال کے بیٹے پریم بلال کے بیٹے  
ملازمین کے بیٹے لکھتے ہیں۔ سرد محمد بلال کے صاحب کے بیٹے پریم بلال کے بیٹے  
محمد شریف خان کے بیٹے پریم بلال کے بیٹے پریم بلال کے بیٹے پریم بلال کے بیٹے  
ہیں۔ اسکے بیٹے پریم بلال کے بیٹے پریم بلال کے بیٹے پریم بلال کے بیٹے  
یہی لکھتے ہیں اور ملازمین کے بیٹے لکھتے ہیں۔ سرد محمد بلال کے صاحب کے بیٹے  
پریم بلال کے بیٹے پریم بلال کے بیٹے پریم بلال کے بیٹے پریم بلال کے بیٹے



عبدالرحمن کو اس قدر چسارت نہ ہوتی۔

اس نٹانیوں کو کس فربہ گورنر جنرل کشور ہند مقرر ہوئے یہ آزاد خیالات کی برائی  
تھے اور جنگ جمل کے پس منظر کے تحت ہی اس واسطے انہوں نے یہ چاہا کہ جہانکبہ کو کابل  
میں جلد امن ہو جانا چاہیے۔ مگر امیر عبدالرحمن خان پر آمید و رست آید پر کار بند تیار وہ  
نہایت متانت اور شجاعت کے ساتھ کارروائی کرتا تھا۔ اور حتی المقدور قتل سے کوسوں آگے  
نہا۔ آخر کار اس کی تلخی سے تنگ آ کر سرسبز گلشن اور سرخ فلفلی سیوار طبعوں  
عبدالرحمن کی صداقت پر شبہ کرنے لگے۔ اور وزیر جنگ خارجیہ نے جنرل مگر کے  
کے پاس یہ راز ظاہر کی کہ عبدالرحمن ہمدرد ہو گئے سے راجہ جی اسکے قتل مفضل  
پر اعتبار کرنا سخت غلطی ہے۔ آخر امیر شہب کو حیران کر دیا اور ۲ جولائی ۱۸۸۱ء کو  
وہ ہندو کش عبور کر کے علاقہ کوہستان میں آگیا اور انگریزوں کے فوراً دربار مقصد  
کر کے تین سرکردگان جرنیل کوئل خان محمد امین خاں امرتہ صاحب کی موجودگی میں  
عبدالرحمن خان کو امیر کابل تسلیم کر لیا۔ سرسبز گلشن نے جو اس وقت سپیچ کی  
اس کا مطلب یہ ہے:-

تصورت و مقامات ایسی ہی کہ سر عبدالرحمن نے سرکار انگلشیہ کی امیدوں اور  
ملکہ عظیمہ قیصرہ ہند کی خواہشوں کو اس طرح پورا کیا کہ ہم علانیہ عبدالرحمن خاں  
کو جو امیر کبیر دوست محمد خان کا پوتا ہے کابل تسلیم کرتے ہیں۔ مگر ورنٹ انگلشیہ کو یہ بات  
ہوٹھی اطمینان بخش نہیں ہے کہ سرداران فغانستان کو بارگزی خانداں کے  
ایسے سردار کو اپنا بادشاہ تسلیم کیا ہے جو مشہور بہادر۔ دانا اور تجربہ کار شخص ہے  
اس کے ارادے ہماری دوستی پر مبنی ہیں اور جنگ ایسے خیالات ایسے پاکیزہ  
رہنیکے سرکار انگلشیہ ہمیشہ اس کی معاون اور مددگار ہو سکی۔ اور ہمیں امید ہے  
کہ وہ ان سرداروں سے کہ جنہوں نے ہماری خدمت کی ہے اپنی طرح سے پیش

آخر کار عبدالرحمن  
خان امیر کابل  
تسلیم ہو گئے

آئی گئے۔ جنرل کی گراں پے روزنامہ میں لکھتا ہے اور سٹرٹس میں اس کی تائید کرتا ہے کہ  
 جملہ سردار جو اس وقت موجود تھے کبیدہ خاطر نظر آتے تھے۔ اور کسی کے چہرہ سے  
 خوشی کے آثار نمودار نہ تھے جب ریل سٹیشن پر تفریکہ کے تو کسی نے ہان نا زکی  
 گویا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ نگر کے دریا میں ڈوبے ہوئے ہیں چاہتے ان کے  
 دل میں اس وقت کچھ ہی گذرتا ہو بہر حال ریل سٹیشن پر اس سہم کو پورا کیا  
 اور دوسرے دن مسجد میں خطبہ امیر عبدالرحمن خاں کے نام پر پڑھا گیا۔  
 اس واقعہ کے ایک ہفتہ بعد میوند کے حادثہ کی خبر پڑی اور سر فریڈرک رابرٹس  
 جو اب لاہور رابرٹس آف فٹنڈ ہاؤس باغیوں کی سرکوبی کے لیے فوج لیکر روانہ ہوئے  
 اور ۳۰ جولائی کو پولیٹیکل ایجنٹ اور امیر عبدالرحمن کے درمیان ایک کانفرنس ہوئی۔  
 امیر عبدالرحمن خاں دربار کے فیصلے میں پایادہ کیا تھا۔ ایک شخص اسکے سر پر  
 ایک بڑا بیماریاں خنچ چھاتا لگائے ہوئے تھا۔ اور ایک پیادہ چھپے چھپے سفید  
 گھوڑا لیٹے آتا تھا۔ جس کا سانس مان نہایت بیش قیمت تھا۔ سٹرٹس میں بیان کرتا  
 ہے کہ امیر عبدالرحمن صورت نہ تو جوان اور بڑا بڑا معلوم ہوتا تھا۔ اسکے اعضا  
 بڑے بڑے اور مضبوط تھے۔ مگر کسی طرح غیر موزون الجھیم تھے۔ اسکے چہرہ کی ایسے آثار  
 نمودار تھے کہ گویا وہ زمانہ کی سختی اور نرمی و دونوں سے واقف ہو۔ مگر حالت  
 مجموعی وہ خوش خلق اور خوش مزاج معلوم ہوتا تھا۔ اسے اس وقت نیلگون  
 کافراں کو ٹپہنا ہوا تھا۔ پاؤں میں اس قسم کے پوٹ تھے جو عموماً سوار کی موٹی  
 کام آتے ہیں۔ سر پر تہاڑی کلاہ تھی۔ اس وقت سولے ستمبر کے اور کوئی  
 تیار اسکے پاس موجود نہ تھا۔

ہنگام گفتگو امیر عبدالرحمن نے میوند کے حادثہ کی نسبت اظہارِ اہل کیا۔ اور کہا  
 اہل بوہیک کی بہت ضرورت ہے۔ کراچی کے ریزی کو چاہیے کہ ایسی امداد یاغی کرے کہ

تاکہ میری ضرورتیں رفع ہو جائیں مگر وہ ہی حالت نہ ہو جو اس شخص کی ہوئی تھی کہ جو کچھ کوٹھیا لیکر ایک دزدی کے پاس گیا اور کہا کہ مجھے ایک کوٹھا بنا دو مگر دزدی نے کہا کہ صرف کوٹھ ہی یا پاجامہ بھی؟ اس شخص نے کہا ہاں پاجامہ ہی بہتر دزدی نے پوچھا۔ اسٹ ہی؟ اس شخص نے کہا ان میں جو بہتر؟ پھر دزدی نے پوچھا کہ تہہ ایک کپڑا بھی؟ اس شخص نے کہا سبحان اللہ قمیض نہ بنائے تو پہ کیا چاہیے؟ آخر دزدی نے سب چیزیں اس کی کپڑے میں ہی تیار کر دیں مگر اس شخص نے کام کی ایک ہوا تھی۔ یہ سب کی چیزیں تھیں کہ اس کے بدن پر ٹیک تھیں اس کو کتنی تھیں۔ میری مثال اس زور کی طرح ہے میرا کچھ سب حکام بجا لائے تو تیار ہوں مگر کچھ استقامت و سرعت متوان ہوں چاہئے کہ سب کو خوش اسلوبی کے ساتھ بہتر انجام دے سکوں۔ یہ کہیں الیاء ہو کہ مجھے جسے نہ سہارے ہوں پڑے اور جو کام کیے جائیں ان سے ہر شے کپڑا کی طرح تیار ہی پسند نہ آئیں۔

حسن طلب

امیر عبدالرحمن نے اس موقع پر صرف دو بیوی نہیں مانگا بلکہ یہ بھی کہا کہ مجھ کو اب گورنر جنرل ہند کی طرف سے ایک ازشتہ بھی ملنا چاہیے جو اپنے سرداروں کو دکھائے تاکہ انہیں میری بات کا یقین آجائے۔

چند دن کے بعد امیر عبدالرحمن نے اس شخص کی پروری تمیل ہو گئی۔ اور ایک مراسلہ حضور گورنر جنرل کی طرف روانہ کیا جس میں امیر عبدالرحمن کو دانی کابل تسلیم کیا گیا تھا اور اسے وعدہ کیا گیا تھا کہ اگر اس کے لئے اگر بڑی سزا ہو تو کوئی تہا راصا وں نہیں ہے۔ اس لئے وہ وقت پر تہا ری امداد کو تیار میں اور وہ فی الحال تہا راصا وں اندر دفنی رہا ملاقات میں مدخلت نہیں کہ شہر ایک مسلمان اجنٹ کابل میں سرکار گشت کی طرف متعلقین پر بیگا۔

اس کے بعد یکم اگست ۱۹۱۷ء کو ایک اور دربار منعقد ہوا اور چند دن اس کے

اہل گریز و غریبوں کے لئے ہر طرف رخصت ہو کر چلتے ہوئے انگریزوں کے  
چہرہ کا ہنسیٹھ ہزار اور پانچ سو چھ سو کا دیا اور ہر تہذیب و ملت کا ہر لفظ و لفظ  
قطعیہ نہ لڑتے تھے ہر طرف اپنے ہی رنگ میں

انگریزوں  
کی رحمت  
کابل سے

انگریزوں کے رخصت ہونے کے بعد امیر صاحب احصاء و فیصلہ ہونے لگے جو میونسپلٹی  
تاکید کر رہی تھی کہ کشتی کے دکان میں داخل ہونا اور ایک انگوٹھی بنیم کی جس پر عبدالرحمن  
۱۹۰۷ء میں چھپ گئے انفاظ کندہ ہونے پر تہہ میں کہنا چنانچہ وسیلہ صاحب نے لکھا کہ امیر  
صاحب نے ایسا ہی کیا۔

ایک مرتبہ امیر صاحب نے اپنی مرحمت کے حالات اپنے دربارین بیان کیو تھے جو

حسب قیل ہیں۔

پہلے کچھ عرصہ تک بھیجنہ نہ ہوئی کہ امیر شہر عیناں، برہادر ہو گیا ہے مگر جب بھیجنہ  
ہوئی تو میں نے روسیوں کے درخواست کی کہ بھیج رخصت میں اپنی وطن کو جاتا ہوں گو  
جنرل نے بھیج صلاح دہی تم ہندوستان سے اس بار نہ جانا د فرنگیوں نے غازیوں کو جوش  
دلا رکھا ہے۔ وہ تمہاری جان کے دشمن ہیں بغرض میں تم سے رخصت ہو کر صرف  
ایک سو کے قریب آئی ہوں کہ ہمارا عجیب ہے، سر سامانی کی حالت میں وطن کو روانہ ہوا امیر  
ہمارا خمیر و خور گاہ کچھ نہ ہے اور عجیب طرح کی بیکسی ہماری حالت ہو نوادہ تھی۔ سر شہر  
کے قریب ایک منزل اور ہر اس مقام کے حکم نے بھیج اطلاع دی کہ امیر بخارا آسکے جانے کی  
منتظر ہیں انہوں نے تم لوگوں کے لئے ٹھکانے وغیرہ طیار کر رکھی ہیں اور تمہیں ہمارے در  
مہان کو کھڑے رخصت کرینگے جب ہم سب شہر کے اندر جانے لگے تو معلوم ہوا کہ دروازہ  
شہر پناہ کا اندر سے بند ہے۔ ہم تو بڑی دیر انتظار کر کے شہر پناہ کے ساتھ  
نصف میل تک چلے گئے۔ اتنے میں اس فیصل پر سے بینچ پھریں اور میں نے ہمیں  
آواز دیں ہیں۔ یہ وہی سر ہمارا ہے تھے جنہوں نے امیر بخارا کی ملازمت اختیار

امیر صاحب کے  
مقاموں کی  
معاذت  
کی کیفیت

کر لی تھی۔ سینے پوچھا دروازہ کیوں نہیں کھولتے۔ انہوں نے جواب دیا کہ امیر بخارا نے  
 تو تمہاری دعوت کے لیے بڑی تیاریاں کی تھیں لیکن تمہارے خالو جان مخمر  
 اور تمہارے جرنیل نصیر مجذباں نے اسکو ڈرا دیا کہ اگر تم شہر میں آئے تو ہمارا  
 جو اس وقت بخارا میں ہیں ملازمت چھوڑ کر تمہارے ساتھ ہوئیں گے۔ اُسے  
 دروازہ بند کر دیا۔ لیکن صبر کر جس وقت دروازہ کھلا ہم اُس وقت تمہاری  
 خدمت میں حاضر ہو جائیں گے۔ غرض ہم شہر سے چار کوس کے فاصلہ پر ایک میدان  
 میں آ پڑے جہاں گھوڑوں کے لیٹو تو بہت گہاس تھی لیکن ہمارے لیے کوئی خوشی  
 شے دستیاب نہ ہو سکتی تھی۔ لاچار ہم سب گرسنہ سو گئے۔ دوسرے روز کوچ کر کے ایک  
 روزیتی میں باقیام کیا جب وہاں سے اگے بڑھے تو راہ میں ایک گجھ دنبول کا  
 گلہ نظر آیا بعض آدمیوں نے مجھے ڈرایا کہ امیر بخارا کا لشکر ہمارے تعاقب میں آ رہا  
 ہے ہم بھی تیار ہو گئے کہ ہال کر سرنے سے مار کر مرنے کا چاہا ہے لیکن جب قریب کو  
 تو ہمیں سختہ ہنسی آئی سینے اُس وقت سجھا کہ ترکستان کا راہ اچھا نہیں جڑشاں کو  
 جانا چاہیے جب سرحد جڑشاں میں پہنچا تو معلوم ہوا کہ امیر شیر علیخان مرحوم کا  
 حکم تھا کہ وہاں میرا کوئی نام نہ لے۔ اور نہ میں اس سرحد میں قدم نہ ہرنے پاؤں۔  
 وہاں کے لوگ مجھ کو مطلق نہیں پہچان سکتے تھے مگر میری جمیعت دیکھ کر لڑنے پر آمادہ  
 ہو گئے۔ سینے اپنے سواروں کو سجھایا کہ جنگ کرنا اچھا نہیں پھر میں تنہا مخالف  
 لوگوں کو سجھانیکے لیے اگے بڑھا۔ جب میں نے علیک سلیک کے بعد جنگ کی مجھ کو بھی  
 تو انہوں نے جواب دیا کہ امیر شیر علیخان کا حکم گورنر ترکستان کی طرف پہنچا ہے کہ علیک  
 گورنر نے نہ دو کہ میں تمہاری ملک پر قبضہ نہ کرے۔ میں نے انکو سجھایا کہ شیر علیخان  
 مر گیا ہے اور اس کے بیٹے قید ہو کر چلے گئے ہیں۔ گورنر ترکستان نہیں بازمی تبا  
 ہے۔ اگر عبدالرحمن خان بادشاہ ہو جائے تو تمہیں کیا عذر ہے۔ اس پر انہیں

خطہ رفتہ  
 اوسان

اطمینان ہو گیا اور میرے ہمراہ میرے لشکر میں چلے آئے میرے آدمیوں  
 نے اودھ سے چھپے سلام کیا اور وہ میدان ہو گئے جب میں نے کہا کہ عبدالرحمن میں  
 ہی ناچیز ہوں تو انہوں نے آفرین کی اور کہا کہ شاہنشاہ تہا رہی جو امر دی بہ  
 کہ تم تن تنہا ہمارے ہجوم میں چلے گئے تھے۔ اسکے بعد انہیں سے ایک آگے چلے  
 کھانچے بچا نہیں اعظم خاں کا خسر ہوں اور دوسرے نے کھامیں اُس کا خلیفہ  
 ہوں۔ اچھا ہوا ہم نے تم پر ہاتھ نہیں اُٹھایا۔ تم ہمارے قریبی رشتہ دار ہو سچے خاں  
 اعظم خاں کے حالات دریافت کیوں میں نے انکے وفات کی خبر بیان کی اور اُسکے آدمی  
 جو وہاں سلوٹ کر آئے تھے پیش کیے۔ پھر انہوں نے مجھے شہر میں ڈیرہ کر دیا۔  
 اور سرکاری سکانات مجھ کو تفویض کیے گئے اور تمام علاقہ بدشاں میں سوا پسینے  
 کہ اب ہمارا سردار کیا ہے جہاں جہاں شیر علی کے آدمی ہیں وہ نکال دیئے جائیں  
 یا اگر سلام کریں پھر لوگوں نے نذرین تانے کی شروع کیں۔ اور قریب ایک  
 لاکھ روپیہ کے نقد۔ دوسرا گھوڑے اور ہزار ڈنجن جمع ہو گئے۔ دو ماہ تک ہم  
 وہاں ہی مقیم رہے اور تمام بدشاں پر ہمارا قبضہ ہو گیا۔ جب قطع غن میں خبر پہنچی  
 تو میرا دیباگ ایک لاکھ روپیہ نقد۔ بارہ کینٹریں اور پالیس گھوڑے بطور تانے  
 زندان کے لایا۔ میں نے عبداللہ خاں غزنوی کو جس کو کہ اب خطاب سرداری دیا ہے  
 میرا دیباگ کے ہمراہ قطع غن کو بھیجا کہ شیر علی خاں کے آدمی نکال کر اُس کو دہاں لے کر  
 بنا دو۔ اور اپنا نظام کرو۔ سردار اسحاق خاں اور سردار خاں ہم سے ہنر شہر سے  
 علیحدہ ہو گئے ہیں۔ میں نے انکو ترکستان کی طرف روانہ کیا اور میں بدشاں کو اسلحہ  
 آیا کہ یہاں کے لوگ اچھے ہیں اور اوپر شیر علی خاں کی زیادہ فوج بھی نہیں۔ کابل  
 بھی اوپر سے نزدیک ہے جیوئے آدموں سے گزرے سردار خاں اور اسکی بیوی ترکستان  
 میں داخل ہوئے۔ تو انہوں نے گورنر ترکستان سے جو روک قوم سے تباہ کیا

بدشاں میں  
 ہو گیا

سردار اسحاق خاں  
 ترکستان میں  
 بھیجا گیا

تم رعایا ہو اور اعظم خاں کے بیٹے شاہی خاندان سے ہیں۔ تم امیر شیر علی خاں کے ملازم ہو۔ مگر وہ خود مر گیا اور اسکے بیٹے قید ہو گئے ہیں۔ اب حکم شرع ہمیں حکومت اس ملک کی پہنچتی ہے۔ تم ہمیں اپنے بادشاہ تسلیم کر کے گورنر بنے ہو۔ اسے اس پرورد خاں کو قتل کر دیا۔ یہ خبر سنکر افسران فوج ترکستان سخت بے وفاء ہوئے۔ کیونکہ وہ امیر علی خاں والہ عبدالرحمن خاں کے قدیم نوکر تھے۔ وہ اپنے عزیزوں کو لے کر مارنے پر آمادہ ہوئے۔ دیکھو ایک سو آدمی کی اردل سمیت بخارا کو بھاگ گیا۔ اور فوج نے اسحاق خاں کی طلعت منظور کر کے اسے ترکستان کا حاکم تسلیم کیا۔

## باب ششم حکومت کابل

ڈاکٹر پیٹریسی ایس آئی لکشنر حفظان صحت پنجاب کی تحریر کے بموجب معلوم ہوتا ہے کہ انگریزوں کے کابل سے چلے آنے کے بعد امیر عبدالرحمن خاں نے تمام خبروں کا رستہ ہندوستان کے طرف مسدود کر دیا۔ اور امیر شیر علی خاں کے ہوا خواہوں کو یا تو مرادیا یا چن چن کر نکالوا دیا۔ ایک دوسرے بیان سے معلوم ہوا ہے کہ تمام عمارت شاہی جو امیر شیر علی خاں کے وقت استعمال میں آتی تھیں یا تو گرائی گئیں یا دہنے کا موموں کے سپرد کی گئیں۔ یہاں تک کہ امیر شیر علی خاں کے دربار کا کوہ پل بنادیا گیا۔ کچھ بعد امیر صاحب نے اپنے عیال اطفال کو کابل میں بلوایا۔ ۴۴ نومبر ۱۸۴۲ء کو امیر صاحب نے حقیق اللہ خاں کی دختر بلند اختر بی بی گلبرگ سے شادی کی جو اس وقت عرم سرے کی ملکہ اور سلطانہ کے نام سے مشہور ہیں۔ اس نکاح سے امیر صاحب نے عجیب طرح سے شادی کی کیونکہ خبر نکاح نہی کو ایسی شادی ہوئی تھی کہ اس سے اور دفعتاً امیر صاحب کی بل سوغائب

سلطانہ سے  
شادی

ہو گئے۔ اور دودن تاک غائب ہے۔ لوگوں میں یہ افواہ اور گئی کہ امیر صاحب کا جہاز  
کو کسی نے قتل کر دیا ہے۔ مگر بعد ازاں معلوم ہوا کہ وہ اپنی ڈوہن کے مکان پر قتل  
رکھتے ہیں۔

اس شاوی کے بعد امیر صاحب عیش و عشرت میں نہیں پڑ گئے بلکہ بدستور امور  
سلطنت میں نہایت گرمجوشی سے مشغول رہے۔ امیر صاحب کو مندر پر بیٹھ کر کہا تاہم نہیں  
ہوتا تھا۔ انکے تسلط شمال کوہ ہند و کشمیر میں چھٹی طرح جم چکا تھا مگر سیمند کا وزیر اک  
سفر اسی تک باغی تھا۔ سیمند رقبہ میں ہرات کے پانچ حصہ کے برابر ہی لگا سکے۔ گروہی  
مضبوط دیوار اور خندق ہے۔ سیمند کے فتح کرنے میں امیر صاحب کو بہت وقت پیش  
آئی اور بڑی دشواری کے بعد چھ جگہ پر ۸۰۰۰ فوج ہوئی جب سردار ایوب خاں  
قندھار پر بلوے کر رہا تھا تو امیر صاحب نے چند روز کابل میں حکم اور حکومت کابل  
بروازہ خاں کو سپرد کر کے فوراً قندھار کا قصد کیا۔ وہاں پہنچ کر ایک ہی لڑائی ہوئی  
جس میں سردار ایوب خاں کو شکست ہو گئی اور کل فوج اور سردار امیر صاحب کے ہاتھ  
ایک قندھار میں مولوی نے فتوے دیا تھا کہ امیر صاحب کو اگر زندہ رکھا جائے تو دوست ہو کر  
غزائے اور آج۔ امیر صاحب نے اسکو اپنے ہاتھ سے قتل کیا۔ اور اس کے بیٹے کو کابل میں ہمراہ  
لے آئے جو اب تک جوہر اور دو ہزار روپیہ سالانہ وظیفہ پاتا ہے۔

قندھار سے سردار ایوب خاں بہال کر ہرات کو گیا تو وہاں کے لوگوں نے شہر کا  
دروازہ بند کر لیا۔ اور امیر صاحب کی حکومت منظور کی۔ ایوب خاں بہال کر ہرات  
کو چلا گیا اور وہاں سے ہندوستان میں لاکر راولپنڈی میں جمع بہت سے ہمراہوں کے  
رکھا گیا جو سرکار انگریزی سے وظیفہ پاتا ہے۔

۱۲۰۰ء میں امیر صاحب نے شہنشاہ افغان سردار کی طرف توجہ مبذول کی۔ وہاں  
صوبوں پر ریاستوں کا حاکم میر شاہ یوسف علی تھا جو اپنے آپ کو شاہ خوش کی اولاد سے

سردار ایوب خاں  
قندھار کے  
کوہ ہند پر  
سے تادم



بتا تا تھا کہ جسے بخار سے اگر ساتویں صدی میں یہاں کے باشندوں کو دین  
اسلام کی تلقین کی تھی۔ کھتو ہیں کہ جب سکندر ذوالقمرین بغداد فتح کر کے  
ارادہ سے ادھر آیا تو ایک زبردست ساحر نے اُسے محو کر کے طلسم بند کر دیا۔  
کے بعد سکندر کی دختر کو جو پر سی تھی یہ حال معلوم ہوا اور بلبل بندہ مال آئی۔  
ساحر کو قتل کیا اور سکندر کو آزادی دی۔ اس قسم کی روایتیں اور کہانیاں ہمارے  
باشندوں میں بہت مشہور ہیں۔ سرسہری رائے سن بیان کرتے ہیں کہ سکندر  
کی معشوقہ روشناس کہیں کی کہنے والی تھی۔ غرض یہاں کی عورتیں نہایت حسین  
اور مجسم ہوتی ہیں اور خندق کے خان یہاں سے خراج میں عورتیں ہی لیا کرتے  
تھے۔ کپتان و صاحب بیان کرتے ہیں کہ اکثرت انکے روبرو سراویاں والی خندق  
کو چند روزہ شینہ کینس بطور خراج کے دی گئی تھیں شاہ یوسف علی کی نسبت  
بیان کیا جاتا ہے کہ وہ بڑا شفیق القلب و سنگدل شخص تھا اس نے اپنی سوتیلی والدہ کو  
مشاک میں بند کر کے دریائے ڈلوادیا اور لوگوں کو حکم دیا کہ اُسے سنگسار  
کر دو۔ یہاں غلاموں کی تجارت بہت ہوتی تھی اور اگر کوئی بدبخت اُس کو بارہا  
مکرتا تھا تو فوراً غلام بنا کر بیچ ڈالا جاتا تھا۔ سلسلہء امین ڈاکٹر البرٹ لیگل  
روسی سیاح شغنان میں آیا اور شاہ یوسف علی نے اُسکی مہانداری کی۔ امیر  
صاحب کو اس بات سخت طیش آیا کہ کیوں روسی ڈاکٹر یہاں گئے ہو یا اور ناگہب  
سلسلہء امین شاہ یوسف علی کو قابل ہلاک قید کر لیا۔ اور گلزار خاں ساکن  
خندق کو دماغ کا حاکم بنا کر ہجریا۔ یہ وہی شخص تھا جس نے ایک مرتبہ روسی سیاح  
سٹر ایفر زام کو دماغ آئینگی اجازت نہ دی تھی۔ امیر صاحب کے شغنان  
پر قابض ہونے سے روسی بہت اچھے کو دی۔ انہوں نے اس بات پر زور دیا  
شغنان اور روشناس علاقہ روسی یعنی وقاد سے ملتی ہیں اور انکا قلعہ و محار

روشناس  
کا قلعہ

سرکارِ ننگہ پیر کی  
امرا و سلطنت  
افغانستان کو

رقم جو کابل میں آگست ۱۸۷۵ء میں دی گئی۔ مبلغ چھ لاکھ بیسٹھ ہزار روپیہ  
رقم جو لنڈی کوتل میں ستمبر ۱۸۷۵ء " - مبلغ پانچ لاکھ روپیہ۔  
رقم جو پشاور میں اکتوبر ۱۸۷۵ء " - مبلغ سات لاکھ روپیہ  
رقم جو پشاور میں جنوری ۱۸۷۶ء میں دی گئی۔ مبلغ ایک لاکھ روپیہ  
رقم جو فروری ۱۸۷۶ء میں پشاور بھیجی گئی۔ مبلغ پانچ لاکھ روپیہ  
رقم جو قندھار میں میر صاحب کو ابیل ۱۸۷۶ء میں دی گئی۔ مبلغ پانچ لاکھ روپیہ  
رقم جو پشاور میں جون ۱۸۷۶ء میں دی گئی۔ مبلغ پانچ لاکھ روپیہ  
رقم جو قندھار میں اپریل ۱۸۷۷ء اور جون ۱۸۷۷ء میں دی گئی۔ مبلغ ایک لاکھ پچاس ہزار روپیہ  
میزان - چونتیس لاکھ پندرہ ہزار روپیہ

یہ رقم صرف ششہ و ششہ کے سوا کسی دوسری چیز سے نہیں لی۔ اور اب بھی ہر سال بہت روپیہ میر صاحب کی نذر کیا جاتا ہے۔ لارڈ پرینسپل ایسٹ انڈیہ کے عہد حکومت میں جب روسیوں نے مرہٹوں کے معاملہ میں چھوٹا چارٹر شروع کی اور افغانوں کو خوف پیدا ہوا کہ روسی ہماری گوشمالی پر آمادہ ہیں تو میر صاحب کے پاس لارڈ پرینسپل ایک اسلہ بھیجا جس کا مضمون تھا کہ آپ مطلق خوف نہ کریں ہم ہر طرح آپ کا ساتھ دینی کو تیار ہیں۔ جون ششہ میں جو خط لارڈ پرینسپل نے میر صاحب کے نام لکھا اس کا مضمون یہ ہے۔ ”ان باتوں کا لحاظ کر کے ہم نے ارادہ کر لیا ہے کہ آپ کو بارہ لاکھ روپیہ سالانہ دیا کریں۔ جو آپ کو مادہ بہاہ دیا جائے گا۔ یہ آپ کی فوج کے اخراجات کے لیٹو ہے تاکہ آپ شمالی اور مغربی سرحد کو محفوظ کریں اور دشمنوں کے حملہ سے بچائیں۔ اور ہمیں آپ کے تجویز لیاقت اور شجاعت سے یقین کامل ہے۔“

بارہ لاکھ روپیہ  
مقرر ہوا

ملک بیان کیا جاتا ہے کہ میر صاحب کی لکھی ہوئی کتاب ”تذکرہ میر“ میں مذکور ہے کہ میر صاحب کی بیوی کا نام دیہا ہے۔

۱۸۵۶	۱۸۵۷	۱۸۵۸	۱۸۵۹	۱۸۶۰	۱۸۶۱	۱۸۶۲	۱۸۶۳	۱۸۶۴	۱۸۶۵	۱۸۶۶	۱۸۶۷	۱۸۶۸	۱۸۶۹	۱۸۷۰	۱۸۷۱	۱۸۷۲	۱۸۷۳	۱۸۷۴	۱۸۷۵	۱۸۷۶	۱۸۷۷	۱۸۷۸	۱۸۷۹	۱۸۸۰	۱۸۸۱	۱۸۸۲	۱۸۸۳	۱۸۸۴	۱۸۸۵	۱۸۸۶	۱۸۸۷	۱۸۸۸	۱۸۸۹	۱۸۹۰	۱۸۹۱	۱۸۹۲	۱۸۹۳	۱۸۹۴	۱۸۹۵	۱۸۹۶	۱۸۹۷	۱۸۹۸	۱۸۹۹	۱۹۰۰	۱۹۰۱	۱۹۰۲	۱۹۰۳	۱۹۰۴	۱۹۰۵	۱۹۰۶	۱۹۰۷	۱۹۰۸	۱۹۰۹	۱۹۱۰	۱۹۱۱	۱۹۱۲	۱۹۱۳	۱۹۱۴	۱۹۱۵	۱۹۱۶	۱۹۱۷	۱۹۱۸	۱۹۱۹	۱۹۲۰	۱۹۲۱	۱۹۲۲	۱۹۲۳	۱۹۲۴	۱۹۲۵	۱۹۲۶	۱۹۲۷	۱۹۲۸	۱۹۲۹	۱۹۳۰	۱۹۳۱	۱۹۳۲	۱۹۳۳	۱۹۳۴	۱۹۳۵	۱۹۳۶	۱۹۳۷	۱۹۳۸	۱۹۳۹	۱۹۴۰	۱۹۴۱	۱۹۴۲	۱۹۴۳	۱۹۴۴	۱۹۴۵	۱۹۴۶	۱۹۴۷	۱۹۴۸	۱۹۴۹	۱۹۵۰	۱۹۵۱	۱۹۵۲	۱۹۵۳	۱۹۵۴	۱۹۵۵	۱۹۵۶	۱۹۵۷	۱۹۵۸	۱۹۵۹	۱۹۶۰	۱۹۶۱	۱۹۶۲	۱۹۶۳	۱۹۶۴	۱۹۶۵	۱۹۶۶	۱۹۶۷	۱۹۶۸	۱۹۶۹	۱۹۷۰	۱۹۷۱	۱۹۷۲	۱۹۷۳	۱۹۷۴	۱۹۷۵	۱۹۷۶	۱۹۷۷	۱۹۷۸	۱۹۷۹	۱۹۸۰	۱۹۸۱	۱۹۸۲	۱۹۸۳	۱۹۸۴	۱۹۸۵	۱۹۸۶	۱۹۸۷	۱۹۸۸	۱۹۸۹	۱۹۹۰	۱۹۹۱	۱۹۹۲	۱۹۹۳	۱۹۹۴	۱۹۹۵	۱۹۹۶	۱۹۹۷	۱۹۹۸	۱۹۹۹	۲۰۰۰	۲۰۰۱	۲۰۰۲	۲۰۰۳	۲۰۰۴	۲۰۰۵	۲۰۰۶	۲۰۰۷	۲۰۰۸	۲۰۰۹	۲۰۱۰	۲۰۱۱	۲۰۱۲	۲۰۱۳	۲۰۱۴	۲۰۱۵	۲۰۱۶	۲۰۱۷	۲۰۱۸	۲۰۱۹	۲۰۲۰	۲۰۲۱	۲۰۲۲	۲۰۲۳	۲۰۲۴	۲۰۲۵	۲۰۲۶	۲۰۲۷	۲۰۲۸	۲۰۲۹	۲۰۳۰	۲۰۳۱	۲۰۳۲	۲۰۳۳	۲۰۳۴	۲۰۳۵	۲۰۳۶	۲۰۳۷	۲۰۳۸	۲۰۳۹	۲۰۴۰	۲۰۴۱	۲۰۴۲	۲۰۴۳	۲۰۴۴	۲۰۴۵	۲۰۴۶	۲۰۴۷	۲۰۴۸	۲۰۴۹	۲۰۵۰	۲۰۵۱	۲۰۵۲	۲۰۵۳	۲۰۵۴	۲۰۵۵	۲۰۵۶	۲۰۵۷	۲۰۵۸	۲۰۵۹	۲۰۶۰	۲۰۶۱	۲۰۶۲	۲۰۶۳	۲۰۶۴	۲۰۶۵	۲۰۶۶	۲۰۶۷	۲۰۶۸	۲۰۶۹	۲۰۷۰	۲۰۷۱	۲۰۷۲	۲۰۷۳	۲۰۷۴	۲۰۷۵	۲۰۷۶	۲۰۷۷	۲۰۷۸	۲۰۷۹	۲۰۸۰	۲۰۸۱	۲۰۸۲	۲۰۸۳	۲۰۸۴	۲۰۸۵	۲۰۸۶	۲۰۸۷	۲۰۸۸	۲۰۸۹	۲۰۹۰	۲۰۹۱	۲۰۹۲	۲۰۹۳	۲۰۹۴	۲۰۹۵	۲۰۹۶	۲۰۹۷	۲۰۹۸	۲۰۹۹	۲۱۰۰	۲۱۰۱	۲۱۰۲	۲۱۰۳	۲۱۰۴	۲۱۰۵	۲۱۰۶	۲۱۰۷	۲۱۰۸	۲۱۰۹	۲۱۱۰	۲۱۱۱	۲۱۱۲	۲۱۱۳	۲۱۱۴	۲۱۱۵	۲۱۱۶	۲۱۱۷	۲۱۱۸	۲۱۱۹	۲۱۲۰	۲۱۲۱	۲۱۲۲	۲۱۲۳	۲۱۲۴	۲۱۲۵	۲۱۲۶	۲۱۲۷	۲۱۲۸	۲۱۲۹	۲۱۳۰	۲۱۳۱	۲۱۳۲	۲۱۳۳	۲۱۳۴	۲۱۳۵	۲۱۳۶	۲۱۳۷	۲۱۳۸	۲۱۳۹	۲۱۴۰	۲۱۴۱	۲۱۴۲	۲۱۴۳	۲۱۴۴	۲۱۴۵	۲۱۴۶	۲۱۴۷	۲۱۴۸	۲۱۴۹	۲۱۵۰	۲۱۵۱	۲۱۵۲	۲۱۵۳	۲۱۵۴	۲۱۵۵	۲۱۵۶	۲۱۵۷	۲۱۵۸	۲۱۵۹	۲۱۶۰	۲۱۶۱	۲۱۶۲	۲۱۶۳	۲۱۶۴	۲۱۶۵	۲۱۶۶	۲۱۶۷	۲۱۶۸	۲۱۶۹	۲۱۷۰	۲۱۷۱	۲۱۷۲	۲۱۷۳	۲۱۷۴	۲۱۷۵	۲۱۷۶	۲۱۷۷	۲۱۷۸	۲۱۷۹	۲۱۸۰	۲۱۸۱	۲۱۸۲	۲۱۸۳	۲۱۸۴	۲۱۸۵	۲۱۸۶	۲۱۸۷	۲۱۸۸	۲۱۸۹	۲۱۹۰	۲۱۹۱	۲۱۹۲	۲۱۹۳	۲۱۹۴	۲۱۹۵	۲۱۹۶	۲۱۹۷	۲۱۹۸	۲۱۹۹	۲۲۰۰	۲۲۰۱	۲۲۰۲	۲۲۰۳	۲۲۰۴	۲۲۰۵	۲۲۰۶	۲۲۰۷	۲۲۰۸	۲۲۰۹	۲۲۱۰	۲۲۱۱	۲۲۱۲	۲۲۱۳	۲۲۱۴	۲۲۱۵	۲۲۱۶	۲۲۱۷	۲۲۱۸	۲۲۱۹	۲۲۲۰	۲۲۲۱	۲۲۲۲	۲۲۲۳	۲۲۲۴	۲۲۲۵	۲۲۲۶	۲۲۲۷	۲۲۲۸	۲۲۲۹	۲۲۳۰	۲۲۳۱	۲۲۳۲	۲۲۳۳	۲۲۳۴	۲۲۳۵	۲۲۳۶	۲۲۳۷	۲۲۳۸	۲۲۳۹	۲۲۴۰	۲۲۴۱	۲۲۴۲	۲۲۴۳	۲۲۴۴	۲۲۴۵	۲۲۴۶	۲۲۴۷	۲۲۴۸	۲۲۴۹	۲۲۵۰	۲۲۵۱	۲۲۵۲	۲۲۵۳	۲۲۵۴	۲۲۵۵	۲۲۵۶	۲۲۵۷	۲۲۵۸	۲۲۵۹	۲۲۶۰	۲۲۶۱	۲۲۶۲	۲۲۶۳	۲۲۶۴	۲۲۶۵	۲۲۶۶	۲۲۶۷	۲۲۶۸	۲۲۶۹	۲۲۷۰	۲۲۷۱	۲۲۷۲	۲۲۷۳	۲۲۷۴	۲۲۷۵	۲۲۷۶	۲۲۷۷	۲۲۷۸	۲۲۷۹	۲۲۸۰	۲۲۸۱	۲۲۸۲	۲۲۸۳	۲۲۸۴	۲۲۸۵	۲۲۸۶	۲۲۸۷	۲۲۸۸	۲۲۸۹	۲۲۹۰	۲۲۹۱	۲۲۹۲	۲۲۹۳	۲۲۹۴	۲۲۹۵	۲۲۹۶	۲۲۹۷	۲۲۹۸	۲۲۹۹	۲۳۰۰	۲۳۰۱	۲۳۰۲	۲۳۰۳	۲۳۰۴	۲۳۰۵	۲۳۰۶	۲۳۰۷	۲۳۰۸	۲۳۰۹	۲۳۱۰	۲۳۱۱	۲۳۱۲	۲۳۱۳	۲۳۱۴	۲۳۱۵	۲۳۱۶	۲۳۱۷	۲۳۱۸	۲۳۱۹	۲۳۲۰	۲۳۲۱	۲۳۲۲	۲۳۲۳	۲۳۲۴	۲۳۲۵	۲۳۲۶	۲۳۲۷	۲۳۲۸	۲۳۲۹	۲۳۳۰	۲۳۳۱	۲۳۳۲	۲۳۳۳	۲۳۳۴	۲۳۳۵	۲۳۳۶	۲۳۳۷	۲۳۳۸	۲۳۳۹	۲۳۴۰	۲۳۴۱	۲۳۴۲	۲۳۴۳	۲۳۴۴	۲۳۴۵	۲۳۴۶	۲۳۴۷	۲۳۴۸	۲۳۴۹	۲۳۵۰	۲۳۵۱	۲۳۵۲	۲۳۵۳	۲۳۵۴	۲۳۵۵	۲۳۵۶	۲۳۵۷	۲۳۵۸	۲۳۵۹	۲۳۶۰	۲۳۶۱	۲۳۶۲	۲۳۶۳	۲۳۶۴	۲۳۶۵	۲۳۶۶	۲۳۶۷	۲۳۶۸	۲۳۶۹	۲۳۷۰	۲۳۷۱	۲۳۷۲	۲۳۷۳	۲۳۷۴	۲۳۷۵	۲۳۷۶	۲۳۷۷	۲۳۷۸	۲۳۷۹	۲۳۸۰	۲۳۸۱	۲۳۸۲	۲۳۸۳	۲۳۸۴	۲۳۸۵	۲۳۸۶	۲۳۸۷	۲۳۸۸	۲۳۸۹	۲۳۹۰	۲۳۹۱	۲۳۹۲	۲۳۹۳	۲۳۹۴	۲۳۹۵	۲۳۹۶	۲۳۹۷	۲۳۹۸	۲۳۹۹	۲۴۰۰	۲۴۰۱	۲۴۰۲	۲۴۰۳	۲۴۰۴	۲۴۰۵	۲۴۰۶	۲۴۰۷	۲۴۰۸	۲۴۰۹	۲۴۱۰	۲۴۱۱	۲۴۱۲	۲۴۱۳	۲۴۱۴	۲۴۱۵	۲۴۱۶	۲۴۱۷	۲۴۱۸	۲۴۱۹	۲۴۲۰	۲۴۲۱	۲۴۲۲	۲۴۲۳	۲۴۲۴	۲۴۲۵	۲۴۲۶	۲۴۲۷	۲۴۲۸	۲۴۲۹	۲۴۳۰	۲۴۳۱	۲۴۳۲	۲۴۳۳	۲۴۳۴	۲۴۳۵	۲۴۳۶	۲۴۳۷	۲۴۳۸	۲۴۳۹	۲۴۴۰	۲۴۴۱	۲۴۴۲	۲۴۴۳	۲۴۴۴	۲۴۴۵	۲۴۴۶	۲۴۴۷	۲۴۴۸	۲۴۴۹	۲۴۵۰	۲۴۵۱	۲۴۵۲	۲۴۵۳	۲۴۵۴	۲۴۵۵	۲۴۵۶	۲۴۵۷	۲۴۵۸	۲۴۵۹	۲۴۶۰	۲۴۶۱	۲۴۶۲	۲۴۶۳	۲۴۶۴	۲۴۶۵	۲۴۶۶	۲۴۶۷	۲۴۶۸	۲۴۶۹	۲۴۷۰	۲۴۷۱	۲۴۷۲	۲۴۷۳	۲۴۷۴	۲۴۷۵	۲۴۷۶	۲۴۷۷	۲۴۷۸	۲۴۷۹	۲۴۸۰	۲۴۸۱	۲۴۸۲	۲۴۸۳	۲۴۸۴	۲۴۸۵	۲۴۸۶	۲۴۸۷	۲۴۸۸	۲۴۸۹	۲۴۹۰	۲۴۹۱	۲۴۹۲	۲۴۹۳	۲۴۹۴	۲۴۹۵	۲۴۹۶	۲۴۹۷	۲۴۹۸	۲۴۹۹	۲۵۰۰	۲۵۰۱	۲۵۰۲	۲۵۰۳	۲۵۰۴	۲۵۰۵	۲۵۰۶	۲۵۰۷	۲۵۰۸	۲۵۰۹	۲۵۱۰	۲۵۱۱	۲۵۱۲	۲۵۱۳	۲۵۱۴	۲۵۱۵	۲۵۱۶	۲۵۱۷	۲۵۱۸	۲۵۱۹	۲۵۲۰	۲۵۲۱	۲۵۲۲	۲۵۲۳	۲۵۲۴	۲۵۲۵	۲۵۲۶	۲۵۲۷	۲۵۲۸	۲۵۲۹	۲۵۳۰	۲۵۳۱	۲۵۳۲	۲۵۳۳	۲۵۳۴	۲۵۳۵	۲۵۳۶	۲۵۳۷	۲۵۳۸	۲۵۳۹	۲۵۴۰	۲۵۴۱	۲۵۴۲	۲۵۴۳	۲۵۴۴	۲۵۴۵	۲۵۴۶	۲۵۴۷	۲۵۴۸	۲۵۴۹	۲۵۵۰	۲۵۵۱	۲۵۵۲	۲۵۵۳	۲۵۵۴	۲۵۵۵	۲۵۵۶	۲۵۵۷	۲۵۵۸	۲۵۵۹	۲۵۶۰	۲۵۶۱	۲۵۶۲	۲۵۶۳	۲۵۶۴	۲۵۶۵	۲۵۶۶	۲۵۶۷	۲۵۶۸	۲۵۶۹	۲۵۷۰	۲۵۷۱	۲۵۷۲	۲۵۷۳	۲۵۷۴	۲۵۷۵	۲۵۷۶	۲۵۷۷	۲۵۷۸	۲۵۷۹	۲۵۸۰	۲۵۸۱	۲۵۸۲	۲۵۸۳	۲۵۸۴	۲۵۸۵	۲۵۸۶	۲۵۸۷	۲۵۸۸	۲۵۸۹	۲۵۹۰	۲۵۹۱	۲۵۹۲	۲۵۹۳	۲۵۹۴	۲۵۹۵	۲۵۹۶	۲۵۹۷	۲۵۹۸	۲۵۹۹	۲۶۰۰	۲۶۰۱	۲۶۰۲	۲۶۰۳	۲۶۰۴	۲۶۰۵	۲۶۰۶	۲۶۰۷	۲۶۰۸	۲۶۰۹	۲۶۱۰	۲۶۱۱	۲۶۱۲	۲۶۱۳	۲۶۱۴	۲۶۱۵	۲۶۱۶	۲۶۱۷	۲۶۱۸	۲۶۱۹	۲۶۲۰	۲۶۲۱	۲۶۲۲	۲۶۲۳	۲۶۲۴	۲۶۲۵	۲۶۲۶	۲۶۲۷	۲۶۲۸	۲۶۲۹	۲۶۳۰	۲۶۳۱	۲۶۳۲	۲۶۳۳	۲۶۳۴	۲۶۳۵	۲۶۳۶	۲۶۳۷	۲۶۳۸	۲۶۳۹	۲۶۴۰	۲۶۴۱	۲۶۴۲	۲۶۴۳	۲۶۴۴	۲۶۴۵	۲۶۴۶	۲۶۴۷	۲۶۴۸	۲۶۴۹	۲۶۵۰	۲۶۵۱	۲۶۵۲	۲۶۵۳	۲۶۵۴	۲۶۵۵	۲۶۵۶	۲۶۵۷	۲۶۵۸	۲۶۵۹	۲۶۶۰	۲۶۶۱	۲۶۶۲	۲۶۶۳	۲۶۶۴	۲۶۶۵	۲۶۶۶	۲۶۶۷	۲۶۶۸	۲۶۶۹	۲۶۷۰	۲۶۷۱	۲۶۷۲	۲۶۷۳	۲۶۷۴	۲۶۷۵	۲۶۷۶	۲۶۷۷	۲۶۷۸	۲۶۷۹	۲۶۸۰	۲۶۸۱	۲۶۸۲	۲۶۸۳	۲۶۸۴	۲۶۸۵	۲۶۸۶	۲۶۸۷	۲۶۸۸	۲۶۸۹	۲۶۹۰	۲۶۹۱	۲۶۹۲	۲۶۹۳	۲۶۹۴	۲۶۹۵	۲۶۹۶	۲۶۹۷	۲۶۹۸	۲۶۹۹	۲۷۰۰	۲۷۰۱	۲۷۰۲	۲۷۰۳	۲۷۰۴	۲۷۰۵	۲۷۰۶	۲۷۰۷	۲۷۰۸	۲۷۰۹	۲۷۱۰	۲۷۱۱	۲۷۱۲	۲۷۱۳	۲۷۱۴	۲۷۱۵	۲۷۱۶	۲۷۱۷	۲۷۱۸	۲۷۱۹	۲۷۲۰	۲۷۲۱	۲۷۲۲	۲۷۲۳	۲۷۲۴	۲۷۲۵	۲۷۲۶	۲۷۲۷	۲۷۲۸	۲۷۲۹	۲۷۳۰	۲۷۳۱	۲۷۳۲	۲۷۳۳	۲۷۳۴	۲۷۳۵	۲۷۳۶	۲۷۳۷	۲۷۳۸	۲۷۳۹	۲۷۴۰	۲۷۴۱	۲۷۴۲	۲۷۴۳	۲۷۴۴	۲۷۴۵	۲۷۴۶	۲۷۴۷	۲۷۴۸	۲۷۴۹	۲۷۵۰	۲۷۵۱	۲۷۵۲	۲۷۵۳	۲۷۵۴	۲۷۵۵	۲۷۵۶	۲۷۵۷	۲۷۵۸	۲۷۵۹	۲۷۶۰	۲۷۶۱	۲۷۶۲	۲۷۶۳	۲۷۶۴	۲۷۶۵	۲۷۶۶	۲۷۶۷	۲۷۶۸	۲۷۶۹	۲۷۷۰	۲۷۷۱	۲۷۷۲	۲۷۷۳	۲۷۷۴	۲۷۷۵	۲۷۷۶	۲۷۷۷	۲۷۷۸	۲۷۷۹	۲۷۸۰	۲۷۸۱	۲۷۸۲	۲۷۸۳	۲۷۸۴	۲۷۸۵	۲۷۸۶	۲۷۸۷	۲۷۸۸	۲۷۸۹	۲۷۹۰	
------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	------	--

کہ آپ ایسے روپیہ کو بطور مناسب تعال میں لائیں گے۔

امیر صاحب نے اجماعی مسئلہ کو مفصل ذیل جواب ایسے مراسلہ کا دیا :-

”میں یہ خوشخبری افغانوں کو سنادی جو۔ اور وہ سب نہایت شش ہوئے ہیں۔

کہ افغان لہا سال سے مصیبت میں ہے۔ جو بارہو شکر کا مقام ہے کہ یہ فیاض گورنمنٹ

اسکے حال پر جان پہنچی ہو۔ اگر خدا کو منظور ہو تو افغان کہیں راہ دوستی میں

ہونگے۔ اور جب تک میرے دم میں دم ہے میں ہی سوچوں اس عظیم الشان سلطنت کے

کسی کی دوستی کا دم نہیں بھروں گا میں حق سے دعا کرتا ہوں کہ اس عظیم الشان

کی شان شوکت میں ترقی ہو۔

لارڈ رین کے زمانہ میں امیر صاحب کا ارادہ تھا کہ ہندوستان میں اس میں اولاد

ملاقات کریں۔ مگر ایسے اسباب پیدا ہوئے گئے کہ یہ ارادہ پورا نہ ہوا۔ آخر کار لارڈ ڈورن

بہادر کے زمانہ میں یہ ضروری معلوم ہوا کہ امیر صاحب کو دو بدگفتگو کیا جو بعض

مدبران ملک یہ خیال تھا کہ ہم امیر کو ہر سال نہایت شہرت میں اور تہیارا اور دیگر آلات

عرب بھی بھیجتے ہیں۔ مگر آج تک ہمیں یقین نہیں ہے کہ امیر ہماری دوستی پر قائم ہو۔

امیر کے حرکات اور سکھات ایسے ہیں کہ جن سے دوستی ظاہر نہیں ہوتی۔ بڑا ثبوت اس بات

کا یہ ہے کہ امیر نے ان لوگوں کو نہایت سختی سے تہذیب کیا ہے جو ہمارے دوست تھے۔

ان باتوں کا فیصلہ کر کے لیے لارڈ ڈورن نے مناسب سمجھا کہ ضرور امیر صاحب کے

گفتگو میں چاہیے چنانچہ امیر صاحب کو لاٹ صاحب نے اپنے ارادہ سے اطلاع دی۔

امیر صاحب نے ہندوستان میں آنا خود منظور کر لیا۔ شہر راولپنڈی میں مقام دربار کے

لیئے تجویز کیا گیا۔ اور بڑی دھوم دھم سے تیاریاں شروع ہوئیں۔ کہتے ہیں کہ اگرچہ

شان شوکت میں یہ دربار دہلی کے دربار سے دوسرے درجہ پر تھا مگر اس کی رونق

قابل دید تھی۔ صرف ہرچ یہ ہوا کہ بارش نے زور ڈال دیا۔ مینہ موسلا دھار برسنے لگا۔

بارہ لاکھ کا  
شکر یہ

اور اس شدت سے برسا کہ گویا اس روز برس کر پھر نہ برس سکا۔ اس لیے محل باہر  
 نے چانداری اور لشکر کے ریوڑ کا لطف خواب کر دیا۔ لیڈی ڈفرن نے اپنے  
 خطوط میں اس دربار کا تذکرہ اس طرح پر کیا ہے۔ امیر جو ایک خوبصورت تیار  
 آدمی ہی شوخ نارنجی رنگ کا سیرا ہن پہنے ہوئے تھا۔ اُس کے پاؤں میں گھڑوں  
 تک روسی لوٹ تھی۔ اور اُس کے رسالہ کے سوار اُس کے جلو میں تھے۔ امیر اپنے جلا  
 کو بھی ہمراہ لایا تھا جس نے سرخ مفل کا جامہ پہنا ہوا تھا۔ اور اُس کی کمر میں ایک  
 گھڑا ڈی اور ایک پہانسی کی رستی تھی۔ پھر اس خط میں لیڈی صاحبہ لکھتی  
 ہیں۔ ”امیر کی خصلت میں تم سے بیان کرتی ہوں۔ کل صبح وہ تین گھنٹے تک  
 گلدستہ تیار کرتا رہا۔ اور چالیس گلدستہ تیار کیئے۔ اور پھر کہا کہ ہر روز ہمیں گلدستہ  
 جایا کریں اور یہ وہ شخص ہے کہ جب اپنی ملک میں ہوتا ہے تو لوگوں کے سر کاٹتا ہے  
 اور انکو پہانسی پر چڑھاتا ہے۔“

امیر کا دربار  
 ماونٹ لٹل  
 ہوا

۶۔ اپریل کو لاہور ڈفرن نے امیر عبدالرحمن کی دعوت کی اور لاٹ صاحبہ  
 نے امیر صاحب کی صحت کا جام نوش کیا۔ اس وقت سب حیران رہ گئے۔ جبکہ امیر صاحب  
 کہتے ہو گئے اور ایک پیچ دی۔ جن میں انہوں نے انگلستان اور افغانستان کی دوستی  
 کا اظہار کیا۔ انگریزی فوج کی تعریف کی اور امید ظاہر کی کہ افغانستان بھی ہندوستان  
 کی طرح جسکے ساتھ اسکی بہبودی وابستہ ہو ایکشن سرسبز اور شاداب ہو جائیگا۔  
 ۱۔ اپریل ۱۸۸۷ء کو یہ عظیم شان دربار منعقد ہوا۔ اس دربار کی رونق کا کیا  
 کہنا چاروں طرف سنہری روچھلی وردیاں آنکھوں کو چوندا بیاتی تھیں اور دربار  
 کا خیمہ ایک بقعہ نور نظر آتا تھا۔ اس دربار میں علاوہ دایسٹرے بہادر لاہور ڈفرن  
 کے امیر عبدالرحمن خان۔ ڈیوک آف کنٹا سرفریڈرک رابرٹس کیاڈر نیچف  
 ہند صاحب لٹل گورنر پنجاب لٹل گورنر صاحب مالک مغربی و شمالی اور

لاہور چندی ہیں اس صبح صبح اور وائس کراچی ظلمات کی جگہ



راجگان پنجاب موجود تھے۔ ہمارا جہ صاحب پٹیل نے اُس وقت جو رنگین ستارہ  
زیب سر کی ہوئی تھی اسیں یا قوت اور الماس کی لٹریاں ٹک ہی تھیں  
نواب صاحب بھلا پور کے سر پر چلتا تھا اسیں بڑے بڑے ہیرے بڑے ہوئے تھے  
اور ہمارا جہ صاحب بھلا پور اُس وقت جلیبی لڑائیوں کا ایک نمٹ معلوم ہوتا تھا  
جب شخص مخالف پیش ہو چکے تو امیر صاحب نے خود غواست کی کہ مجھ چند لہانہ کھنکی  
اجازت دیجاوے۔ واپس لے گئے نظر رکھا اور امیر صاحب نے فارسی میں  
ذیل تقریر کی :-

”میں اُس نازش اور توجہ کا مخاطب مشکور ہوں جو واپس آ اور ملکہ مظفر  
نے میرے حال پر کی ہو اور اس نازش کے عوض میں میں اپنی فوج اور لوگوں کے  
ساتھ جو خدمت سرکار دو لیتا ہوا ہے کرنے کو تیار ہوں اور چونکہ سرکار نے  
 وعدہ کیا ہے کہ اگر کوئی عنیم افغانستان پر چڑھ آیا تو اُسکے دفع کرنے میں مدد  
کرے گی۔ ایسے ہمارے ہی فرض ہو کہ استقلال کے ساتھ ہمیشہ سرکار عالی وقار کے ساتھ  
وفا داری کریں۔“

جو وقت امیر صاحب تقریر کر رہے تھے تو عجیب لطف ہوا۔ منجملہ اُن مخالفین  
کے جو امیر صاحب کو دے گئے تھے۔ ایک کل کی انگریزی برلنے والی چڑیا بھی تھی جو  
خود سجدہ اس وقت بولنے لگ پڑی مگر اسکی سیریلی آواز نے امیر صاحب کی نصاحت  
میں خلل اندازی نہیں کی بلکہ اُسکی رونق کو دو بالاکر دیا۔ غرض امیر صاحب کی  
تقریر پر خوب تائیاں مٹی گئیں اور اُنکے اظہار دوستی پر اُن نے اعلیٰ خوش ہوئے۔  
راولپنڈی میں امیر صاحب نے اعلیٰ درجہ کی لیاقت اور بیحدگی ظاہر کی بلکہ  
ایک دفع جب کہ ایک محلہ میں لاٹ صاحب نے دور تک ناچا ڈانچا کر اُسکی بیٹی  
اور سونہریا کی ہے تو امیر صاحب نے جواب دیا کہ یہ مناسب ال نہیں ہے۔ گلا روٹ

امیر صاحب  
کی تقریر

ڈفرن بھی مذاہمیر ملک اور رموز شناسی میں متاثر تھے انہوں نے ہی پراسطی نگار  
ہی لیا اور امیر کو ہاتھ پر ڈاکر مبعالات کا قصیف خاطر خواہ کر لیا وہ

اسی امیر صاحب راولپنڈی میں ہی تھے کہ چند پروردیوں کی شورش کی خبر  
آئی اور ایک روز یہ معلوم کر گئے کہ وہیں کے آگے کچھ عثمان فرج مار گئی ہے ایک  
سنا ہوا ہو گیا۔ ۴ جنوری ۱۸۵۷ء کو لاہور و قزاق کونسل واضع آئین تو انہن کے ایک  
میں بیان کیا کہ اگر امیر صاحب راولپنڈی میں نہ ہوتے اور اگر امیر صاحب جیسا  
بیدار مغز امیر کابل پر حکمران نہ ہوتا تو رومیوں کے ساتھ ہمارے بڑی سخت  
لڑائی ہوتی۔ اور ہزار ہا ہندوگان خدا کا خون ناحیہ پانی کی طرح بہ جاتا۔ ۱۲ مارچ ۱۸۵۷ء  
کو امیر صاحب کابل کی طرف واپس ہوئے کھنڈیوں کی چلتے ہوئے انہوں نے شورش  
ظاہر کی کہ ہمیں ملکہ منظر خطا عطا کرے چنانچہ وہ اس نے لندن میں سے ملکہ  
سلطنت لایا اور گرنیڈ کمانڈر آف ایسٹ انڈیا کا عالی مرتبہ خطا لیکھ امیر صاحب  
کابل کو سونپ دیا۔

چند پروردیوں  
شورش کی خبر

پنجاب کی شورش کے اس۔ اس تہا برن صوبہ بایں ہوا امیر صاحب نے رومیوں اور گزیر  
کو اور ان کے نامین اپنی طاقت کو اس طرح بر بیان کیا ہے۔ ایک فوجا ذکر ہے کہ ایک لگا  
تلااب میں تیرہ گنا ایک گنا رہ رہت بہت کچھ لڑے اسکی طرف گھوم رہے تھے۔ اور  
دوسرے گنا رہ پر ایک لڑے ہی شیرنی میٹھی ہوئی تھی شیرنی نے اس پر حملہ کر کے اٹھنے چند  
پر ایک کھڑے بیچارہ بگنا نہایت پریشان ہو کر دو سرے گنا رہ کی طرف دوڑا مگر وہیں  
وہ مزدبک گیا یہ لڑے آگہیں نکال کر اسکی طرف چپٹے اور قریب تھا کہ اسکی  
بولی بولی زانٹا پس گمروہ بگلا دوڑ کر گھر سے پانی میں اگیا اسوں نے سیکھ کر نہ  
وہ پہنچا وہاں سے بھ خیال کیا کہ اگر نالاب کہ گیا تو شیر نے تو شادی ہی مگر بہ لڑنے  
ختم ہو چکے نالاب کہ جائیں گے۔ وہ اصل امیر صاحب حکیم عثمان کی طرح عثمانی حکایات غیب

عثمان کی حکایت  
وہیں اور  
گھر سے پانی



تیار کرتے ہیں اور ضرورتاً یہی نہیں کرتے بلکہ ان سے کلام بھی لیتی ہیں۔

جب امیر صاحب ہندوستان کی خدمت چوتھے تو بعض ایسی خبریں نے خوب سے  
کے تیر و ڈانے شروع کیے اور ایک اخبار نے تو یہ بھی لکھ دیا کہ امیر صاحب نے لاہور  
ڈون میں کیا کرنا ہے کہ انکسٹنٹ کی حد میں نہایت سہ جیس ہیں انکے منت مثل ان  
کے ہیں اور انکی چاہتیاں سب سے ترقی سے بہتر ہیں کچھ نہیں آپ میرا رشتہ ملک کے  
غلامان میں کرادیتے اسکے جواب میں لایٹ صاحب نے کہا کہ ہمارے ملک میں جو زمین غلامان  
جوئی ہیں اور وہ جس سے ہمارے شادی کر سکتی ہیں۔ مردوں کا کچھ اختیار نہیں  
نہیں ہے۔ اس قسم کی لغویات بہت مدت تک اخباروں میں چھپی رہیں۔  
جن کو یاد رکھنا سہرا عاقبت ہے۔ اور عجیب نہیں کہ اسی قسم کے اخبارات کی کاپی  
اور پلاو ہوا باتوں کو سن کر امیر عبدالرحمن صاحب ہندوستان کے اخبارات  
سے بہت بدظن ہو گئے ہوں کہ جو امر خود انکی ایک تحریر سے ظاہر ہے اور جسکو میر  
بجائے اگلے صفحہ پر انکے دستخط سے نقل کرتا ہوں۔

اس میں امیر صاحب اخبار نویسوں کی ہوا اس کو کتوں کے عطف عفو سے منسوب کرتے  
ہیں اور دراصل وہ ایسے اخبارات کی نسبت حق بجانب ہیں۔ اور علاوہ اسکے افغانستان  
کی حالت بھی تھقی اس امر کی ہے کہ امیر صاحب اخبار نویس کی جرات نہ دلائیں جب کہ  
زور سارہ روم جیسے مالک میں جو یورپ میں ملحق ہیں۔ جو تک اخبارات کو آزادی  
نصیب نہیں ہوئی تو افغانستان جو اٹھارے سال پہلے ہے کیسے اخبارات کی ترقی  
کر سکتا ہے کیونکہ خود بخود بادشاہوں کی حالت اور انکے کاموں کی خبرات کی کمی بیشی  
سے حد یہ پہنچنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اور یہ افغانستان کہ جہاں انکی اصل مقیم ہے۔  
کو بریل تک پہنچنے کی اجازت نہیں دیتیں وہاں اخبارات کی نسبت جو کچھ وہ ہیں

اخبارات  
کی گینت

[نقل و خطای مصحح با قضا]

دانشنامه مردم هزاره  
 و نام خوارها از ویست و نه  
 که گویند مردم و اینها  
 که از ایشانند و در این  
 که از ایشانند و در این

نقل مطابق اصل به دانسته مردم هر زل و خند شدن که حال نام خود را اخبار و کس  
 دانسته هر چه بدل شدن هر رسد گویند و خرابین سال بدگانه شده که هر کس را که در دو صلی متن  
 به سبب حرف میزند - فقط

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک شیر نے امیر صاحب کہا کہ کیا وجہ ہے کہ آپ انگریزوں کی طرف زیادہ متوجہ اور روسیوں سے کیدہ خاطر ہیں ہمارے لئے جیسے انگریزوں کی طرح ویسے ہی روسی ہیں۔ امیر صاحب نے جواب دیا کہ انگریزی گورنمنٹ سے ہمیں ہر طرح فائدہ ہی فائدہ ہے۔ اور روسیوں سے ہمیں ٹرنا چاہیئے۔ وجہ اسکی یہ ہے کہ روسیوں کا

۱۔ امیر صاحب کی جس تقریر کا یہ خلاصہ ہے اسکو اپریل ۱۸۶۳ء میں بمبئی گزٹ نے مندرجہ ذیل تہذیباً اسکا ترجمہ نقل کر دینا نامناسب ہو گا۔

امیر صاحب نے ایک لمبی گفتگو کے درمیان کہا کہ اگر اب دہلی ہندوستان کو فتح کرنے کا ارادہ کریں تو ان کو ضرور ہندوستان کو جانے کے لئے افغانستان کے درمیان سے ہی گزرنا پڑے گا۔ بیشک در صورت اتحاد ابتدا میں روسی یہ کہیں گے کہ افغانستان کے ملک سے ہمیں کچھ واسطہ نہیں ہے ہم اسکو لینا نہیں چاہتے ہم صرف انگریزوں کے ساتھ لڑنے کے لئے اسکا گزرنا چاہتے ہیں۔ لیکن یہی کہہ دیجئے کہ افغانستان کی فوج اور سامان جنگ ہمارے کئی آٹھ ماہیں ہو کر اپنے دست انگریزوں کو بلاتال دے۔ اس صورت میں اول تو انکی حفاظت کی فکر ہوگی کیونکہ اگر ہم اپنی فوج کے کچھ بھی چھوڑ دیا کریں لیکن اگر افغانستان اپنے خیمے کے مخالف لوگوں کو بہت بڑا جانیخویش تو اور بھی انکی حفاظت کی ضرورت پیش آوے گی۔ افغان لوگ خواہ بلا عذر تہیا رہ کر کہیں خواہ نہ رکھیں اگر بالفرض وہ تہیا رہ کر کہیں تو وہ شل عورتوں کے ہو جائیں گے۔ اور جب انکی ہار دی اور دیری بالکل معدوم ہو جائیگی تو روس کا مطلب کام ہو جائیگا اور اگر افغان تہیا کرنے میں رکس کو نظر ہے کہ اگر چہ روس نے انکے ساتھ لڑ لیا تو نہیں کیونکہ وہ تو صرف انگریزوں کے ساتھ جنگ کریں گے واسطو افغانستان گزر رہی تہیا ہو لیکن اس صورت میں یہ دلی مشورہ کریں کہ بہت اچھا اگر افغان اپنے تہیا نہیں دیتے اور اگر وہ ہمارے دوست ہیں تو بس دوستی انکی دوستی کی آزمائش کا ہے انکے قوم کے تمام افراد بہادری کا ساتھ ہندوستان بڑا کئی ہے اور انکی دوستی کی مدد میں اس وقت بلا عذر ہر ایک آدمی اٹھ کھڑا ہوگا اور ہزاروں دیوں کی فوجیں ہر ایک فرقہ کی ایک ایک قسام سے جمع ہو کر روسی فوج کے آگے آگے روانہ ہو جائیں گی۔ دوسرے ہی طرح سے روسوں کو مدد دینے میں مصروف ہو جائیں گے۔ اس صورت میں اگر روسی ہارے (دیکھو صفحہ ۷۰)

وانت ہندوستان پر سچا اور وہ اسکو سونے کی جڑیا بچنے میں اور دعائیں مانگتے تھے  
کہ جطرح ہو سکے یہ ملک انکے قبضہ میں آجائے مگر تا وقتیکہ وہ افغانستان کے دیہان سے  
نگذریں وہ ہندوستان کو کسی طرح نہیں لے سکتے۔ پس وہ یہ حکمت عملی کرنا چاہتے ہیں

افغانستان کبھی  
میں سے کی دیکھا  
پرترہ کی انگریزوں  
کی

ہندو کی کہ وہی نشانہ ہو گئے اور انگریزوں کی گورباری سے انکی ہزارے جاگیریں ضائع  
ہو جائیں گی اور اگر وہ شکست کھا کر لڑنے سے منہ موڑیں گے تو روسی بلا تامل انکو مار دینگے  
پس پہلا اثرہ روس کے ساتھ دوستی کرنے کا ہو کہ یہ لیکھا جو بیان کیا گیا۔ عدم اگروہ  
خود ہی اپنی فوج کی حفاظت اور امن کی غرض سے افغانوں کے تیار نہ لیں تو پھر انکے یوں نہ  
ہوگا کہ ہر ایک شہر و قلعہ میں اپنی تھوڑی تھوڑی فوج چھوڑ جاویں۔ کیونکہ افغان بھی  
ہو گئے جب بہ صورت جنگی تو انکو اس فوج اور حملہ آور فوج اور ملک وغیرہ کے یوں سامان  
کی نہایت ضرورت نہ ہوگی۔ اس وقت اگر افغان روسیوں کو خوراک وغیرہ شہیمانہ دیں تو وہ انکو  
ضرورت نہ سمجھیں گے اور ہرگز دوست خیال نہیں کریں گے جب روسی انکے ملک میں داخل ہو گئے  
تو پھر انگریزوں کو دشمنی ہوتے ہیں کیا شک باقی رہا۔ اس وقت یہی سمجھا جائیگا کہ افغان لوگ یہ  
کو خود لے گئے اور انکی رہنمائی کی۔ اس صورت میں سامان رسد رسائی بھی ضرورت نہ پڑے گا۔  
جس سے تھوڑے ہی عرصہ میں کابل کے اندر راج کاشم باقی نہیں رہے گا اور اگر کچھ ہوگا بھی تو وہ  
سب روسیوں کے ماتہ میں ہوگا۔ لوگ یہ کہہ کرے گا کہ یہ چور کرے گا کہ یہاں جاؤ گے۔ افغانوں کے  
ایران اور برباد ہو جانے سے روسیوں کی مطلب برائی نہایت آسانی سے ہو جائیگی۔  
اگر خدا نخواستہ روسی شہر کابل میں داخل بھی ہو گئے تو انکے ذہن میں وہ پراں نکلا دست تصرف  
مزدور پڑے گا۔ اور جہاں کہیں روسیوں کا کمپ ہوگا وہاں زیادہ شبہ ہوگا۔ افغان لوگ  
ایسے غیر رشہ ہیں کہ اگر وہ اپنی مفہوم حورت کو بغیر مرد کے ساتھ گفتگو کرتے دیکھ لیں گے تو بلا  
تامل اسکی قتل کر دینگے۔ اگرچہ عیسائی مذہب میں اسکی کچھ پروا نہیں کیونکہ انکی عورتیں  
مردوں پر حاکم ہیں اور وہ مرد وغیرہ کے ساتھ جب انکی خواہش ہو بلا خوف بائیں کر سکتی ہیں۔  
چنانچہ لوگ اپنی حورت کو بچائے خود ہی اگر کوئی غیر شخص مذہب الام کے خلاف کوئی امر کرنے  
یوں نے انکو نظر آجائے تو وہ اسوقت اسکو جان سے مار دیتے ہیں۔ اگر روسیوں کے حکم و دست  
سے کسی واقعہ پر ان پر اس کرینگے کہ ہمارے سپاہی کو کس نے مار دیا تو یہ تحقیقات (دیکھو صفحہ ۷۱)

کہ پہلے تو ہمیں کہیں گے کہ ہمارے افغانستان سے کچھ نافع نہیں ہیں صرف ستوپہ و ذاکم  
گذر کر ہندوستان پر حملہ کریں۔ پہرہ وہ یہ کہیں گے کہ ہمارے وطنینان کو اپنے وطنان تہا ہاڑ لایا  
کہونکہ خطیں ہے کہ وہ ہم پر پیچھے سے حملہ آور نہ ہوں۔ اس بات پر غور ہو کہ اگر افغانوں نے

حکمرانوں کا یہاں نہ ہا کہ نافرمان کو قتل کرنا جرم نہیں سمجھتے جب نہ بت یہاں سپہ سوار  
روشنی دشمنی سے بدل ہو جاوے گی اور ہنگامہ برپا ہو جاوے گا پلس برس صورت پٹانوں کی  
دوستی روسیوں کے ساتھ رہنی چکا مقصد ہندوستان کا فتح کرنا ہی بہت محال ہو نا ممکن معلوم  
ہو تی ہے۔ روس کا عندیہ ہمارا ہی رعایا اور فتح کو برباد کر نیکا ہے جس وقت ملک تباہ ہو گیا  
تو خواہ وہ دوست ہو خواہ وہ دشمن سب بیکار تھیں۔ یہ امر شیر علی خاں بڑا نا عاقبت اثر  
تھا جس نے اس سب پر حکمرانوں کو اور اپنی رعیت کو مصیبت میں ڈال دیا تھا۔

افغان ہمدردی سے برٹش گورنمنٹ کے دوست ہیں کیونکہ انگریزوں کے روسیوں پر حملہ کر نیکا  
ہرگز ارادہ نہیں روسیوں کو افغان لوگ اپنا دشمن برپا دکنندہ خیال کرتے ہیں۔ یہ کیونکہ وہ  
ہندوستان کو فتح کر نیکا خیال نہیں چھوڑتے بلکہ روسی کہیں کہ ہم ہندوستان کو افغانستان کے  
پری فارس کے سہ سے جاویں گے بلکہ افغانستان کے ساتھ مل کر چھوڑ کر نہیں۔ مگر پہر ہی  
خیال ہے کہ روسیوں کی یہ حرکت ہی افغانستان کے غیو بہر صورت مغرب سے مفید نہیں ہے  
جب تک کہ افغانوں کی محافظ اور دوست ہی ہم روسیوں کے بڑے ارادہ سے بچ نہیں سکتے  
روسی کس طرح پٹانوں کے ساتھ باقی ہو سکتے ہیں جبکہ وہ انکا ملک چھوڑ کر فارس کے سہ  
سے آئے دوست پر حملہ کر نیکیو جاتے ہیں روسی خواہ کچھ ہی اس معاملہ میں کہیں وہ سب  
پٹانوں کے غیو ہو گا اور فریب ہو۔ پٹانوں کو چاہیے کہ وہ روسیوں کو اپنی سرحد کے پاس  
سے ہو کر فارس میں داخل ہونے سے روکیں کیونکہ وہ ہمارے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور  
انکا مطلب صرف یہ ہے کہ سرحد پر قبضہ کر لیں اور پھر افغانستان میں سے گذر کر ہندوستان  
پر حملہ کر نیکیو لے لے صاف اور سیدھی سڑک نکال لیں۔ یہ تو صاف ظاہر ہے کہ جب انہوں نے  
افغانستان پر بھی حملہ کیا تو پہر ممکن ہو کہ وہ پٹانوں کو امن اور چین سے رہنے دینے کے سہ  
پر ہے کہ آج ہی ان کے ساتھ لڑائی ہو گا کہ ان کی حرکات کو روکا جاوے تاکہ وہ کل ہم پر قابو پا کر  
حکمرانوں کو دیں کیونکہ تو جب غیور فوج مانا تھا کہ اسکی رعایا جیسا یوں کو اپنے ملک میں  
(دیکھو صفحہ ۷۰)

چنگے سے روسیوں کی بات مان لی تو ان جیسا نام وادور بزدل کوئی نہیں۔ وہ  
 حور توں سے بدتر ہو گئے اور باپ دادا کے نام کو بٹہ لگا دیا اور روسیوں کے دل  
 کی مراد برائی لیکن اگر افغان یہہ کہیں گے کہ ہم تہیا رہ نہیں جھا کر تے۔ تو روسی کہیں گے

رکھنا پسند نہیں کرتی۔ تو وہ کیوں انگریزی رزٹرنٹ کو اپنے ساتھ لے گیا۔ اُسے کیوں نہیں  
 انگریزوں سے مسلمان رزٹرنٹ مانگا اور سخت میں انگریزی رزٹرنٹ کو قتل کر دیا۔  
 جس سے دونوں قوموں کے درمیان جنگ کی آگ بھڑک گئی۔ آخر کار خود آگ میں جا  
 پہنسا۔ یہہ بیوقوفی اُسے اپنے باپ سے میراث میں پائی تھی۔ اُسے جو کہہ کیا وہ اُسکی رعایا کے لئے  
 جسکو وہ بے مدد چھوڑ گیا تھا فوراً ہی مفید اور کامدہ نہ تھا۔ اُسکی رعایا کو خود جنگ کا خیال  
 آیا اور وہ بغاوت کر کے لڑی اگرچہ اُسکے سر پر کوئی لاین افسر اور سربراہ نہ تھا۔ پہر ہی  
 رعایا نے خود ہی جس کسی نے اُسکی کمان لینی چاہی مثلاً فقیر خانی نے اُسی کو اپنا کمان سہر  
 منظور کر لیا جب یہ شخص میرے پاس آیا اور مجھے اُسکا حسب نسب و ریافت کیا تو یہ پڑا  
 کے ایک بڑی کینہ مانڈان کا نکلا جب اسی آدمی انگریزوں کی فوج کے مقابلہ پر آیا تو جو کچھ نتیجہ  
 نکلا وہ سب کو معلوم ہے۔ ہزارہ آدمی قتل ہوئے۔ کابل غوثی۔ نندار کے درمیان بغاوت  
 کی آگ بھڑک اٹھی اگر اُس وقت میں خود درمیان اگر انگریزوں کے ساتھ دوستی پیدا کر کے  
 اپنے لوگوں کو بہتری کا راستہ نہ دکھلا تا تو یہہ آگ کہی فرو نہ ہوتی۔ اب میں بچدین کے  
 ہنگامہ درجنرل لسنڈن کی خود رائی کا ذکر کرتا ہوں۔ اگر جنرل موصوف فوج کی مدد منظور  
 کرتا تو میں اُسکو کابل سے بھیجی چاہتا تھا۔ روسی بھی اُسپر حملہ نہ کرتے اور اگر وہ حملہ بھیجے تے  
 تو کامیاب ہوتے اور بچدین ہاتھ سے نہ جاتا اور جھنڈی و غیرہ فروختے جنہیں میں ہزار ہ  
 جنگی آدمی ہیں روسیوں کے ساتھ ملجانے کی ترغیب میں نہ آ جاتے جب میری فوج نے  
 دیکھا کہ روسی غالب آگئے تو وہ مجھے ہٹ گئی۔ باغیوں نے ہمارے روسیوں کے کہنہ یا کہ ہاک  
 خالی ہے تم آ جاؤ روسی اس وقت حوصلہ کے ساتھ آگئے اور شہر پر قبضہ کر لیا۔ لٹال  
 کی فوج کو جنرل لسنڈن کی بے وقوفانہ رائے کے باعث زک اٹھانی پڑی جنرل کیچر  
 سمجھتا ہے کہ روسیوں کی دوستی افغانوں کے لئے کبھی طرح مفید نہیں جھنڈ  
 وہ چند دستان پر حملہ کر نیکاراؤ نہ چھوڑ دیں اُنہیں کیا مختصر ہے جو فوج افغانوں

اچھا اگر تم ہمارے دوست ہو تو ہمارے جنگ میں مدد دو چنانچہ وہ ہر قوم سے ہمارے چنان اور ہونہار آدمی چین کر انگریزوں کے مقابلہ میں لیجائیں گے اگر یہ بھی ایسا نرم لغز نہیں ہیں کہ انہیں کوئی برا آسانی نکل جائے۔ اس وقت روسیوں کا کچھ نہیں

میں گذرے اور پٹانوں پر آفت لا دی وہ اسکی سخت دشمن ہے مثلاً فارس والے اگر چینیوں کے ساتھ لڑتے واسطے افغانستان میں سہ گزریں یا چینی افغانستان کے در سے فارس پر جاویں جس طرح یہ سب دشمن ہیں اسی طرح انگریز بھی اگر افغانستان سے ہوا کر روسیوں پر حملہ کر نیکی خاطر ترکستان کو جاویں تو وہ بھی اسکے دشمن ہیں۔ پس اس صورت میں کچھ فرق نہیں خواہ جسامتی ہوں یا روسی سب ایک جہاڑے دشمن ہیں حقیقت اس سے بڑھ کر تہانوں کا کوئی دشمن نہیں جو انکو پائمال کر کے انکے ملک سے گزنا چاہے۔ جب یہ صورت ہو تو دانشمند اور ہوشیار افغانوں کو مناسب ہے کہ کبھی روسیوں کی مدد نہ کریں۔ اگر کوئی شخص کہے کہ افغان لوگ نادان ہیں وہ اپنے فائدہ کو نہیں سمجھتے وہ اس غلطی پر ہے افغان اپنے فائدہ کے سوچو سمجھو کے لٹو پورنی پورنی قابلیت اور لیاقت کی چیز ہیں کیونکہ اگر ایسی بات نہ ہوتی تو یہ کب ہو سکتا تھا کہ وہ مجبور ملے اور انگریزوں کے ساتھ لڑنے کے موقع پر میری سہ کو کام میں لاتے ہیں انکے ملک میں گیا اور انکی افسری کی مدد سے انکو بتا دیا کہ انکے درمیان کوئی بات بھڑا اور فائدہ مند نہ ہو اور آئندہ انکا فائدہ انگریزوں کے ساتھ مخالفت کہنے میں نہیں بلکہ موافقت کہنے میں ہے۔ انہوں نے خود بھی انگریزوں کی مدد میں بہت سے مفاد دیکھے ہیں اور ابھی آئندہ دیکھیں گے جنرل اسٹون اپنے اعلیٰ عہدہ کے لیے ہوشیار اور دانا تھا لیکن وہ اس بڑے کام کی لیاقت نہیں کہتا تھا ہوا اس کے سپرد کیا گیا تھا۔ فی الحقیقت وہ لوگ بہت ہی کم عقل ناقص الفہم ہوتے ہیں سماج کی فحش حالت کو سیاسی جانتے ہیں اور دشمنوں کو دوست سمجھ لیتے ہیں۔ اگر روسیوں کے بغیر ہوا کہ وہ افغانوں اور انکے دوستوں کو مار سکتے ہیں تو وہ کبھی کسی طرح نال اور درنگ نہ کریں۔ ہمیں خدا کی قسم ہے کہ ہم کبھی آسانی سے منسوب نہیں ہوئے گئے اور وہ کسی حکومت کو ہرگز نہیں مانیں گے اس وقت جب ملے قندار کو ترجیح کیا اور جب میرے پاس

جائیگا۔ ہمارے جوان ملحق نشاۃ تیر قضا ہونگے۔ اگر بہت بچارے آگے بڑھیں گے تو  
انگریز انکی خبر لیں گے اور اگر پس پا ہونگے تو روسیوں کے ہاتھ سے جینے دیجیں گے  
وہی معاملہ ہوگا کہ نہ اپنے رفیق نہ جانے مانڈن کے علاوہ اور سخت قحطی بہ  
ہوگی کہ ہر ذرہ اور ہر قریرہ میں جیسی سپاہی موجود ہونگے اور انکے اخراجات کیلئے  
تمام پیداوار شکل کافی ہوگی۔ ان باتوں کے علاوہ ایک اور بھی سخت مصیبت ہوگی۔  
ہماری اشریت کے مطابق عورت کو ہمیشہ اپنے خاوند کی اطاعت اور وفاداری لازم  
ہے اور اگر وہ غیر مرد کے ساتھ ہم نعل بھی جائے تو خاوند کو اختیار ہے کہ اسے  
ذلت اور رسوائی کے ساتھ قتل کر دے لیکن عسائیوں میں یہ بات نہیں ہے انہیں  
عورت کا رتبہ مرد سے برتر ہے مطلب اس سے پہلے کہ جہاں کہیں روسی خیمہ زن ہو جو  
وہاں نہ ابھی ہوگا۔ افغان اس قیاس کے آدمی ہیں کہ اگر کسی غیر مرد کو عورت کے قتل

مرد کا دفع زندگان کے دلوں کی چٹنی آئی کہ وہی سہرہ کے بہت قریب قتل  
میں اور انکا ارادہ اس ملک کے لئے لیجے گا ہے۔ چونکہ ہمارا کوئی سربراہ نہایت باک  
تجربہ سے جانا نہ گیا آپ جہیزنی کر کے ہمارے سربراہ پنجاب میں نے یہ چٹنی لگا کر  
کے پس پیچہ سی۔ انہوں نے جھک کر ہمیں داخل کرنے سے منع کیا۔ اگر اس وقت انگریز جھک  
نہ دیتے اور قذافی سے جانے دیتے تو میں ہڑت کا جھکا یا بالکل ہڑا دیتا اور مرد یہ فوج کشی کر کے  
آپ کو قید کر لیتا تو کیا فوجی کو ٹھنڈا کر کے محفوظ کرتا۔ اس وقت روسی اور افغان تانی فوجیں  
کو پیچہ سے بالعمال لایا کہ بہت عمدہ موقع تھا مگر یہ موقع برٹش افیروں کی غلطی اور نا فہمی کی  
باعث بچہ سے جاتا رہا کہ انہوں نے جھک کر نہ گئے۔ وہ کہہ یا۔ اب میں ان باتوں کا کلمہ لکھتا  
ذکر اسلئے کرتا ہوں تاکہ کابل کا انگریزی سفیر انجمن نے اور اپنی گورنمنٹ کو کہہ دے اور اس  
مقام کو اپنی برٹش افیروں پر جو دوسروں کے ساتھ دوستی پیدا کرنی چاہیے اور افغانوں کو سوچو  
حالت سے بچانے کے خیال میں سوچ ہو گیا ہو اور انکو انگریزوں کی دوستی جو ٹھنڈی کی وجہ  
دیگر یہ کہ انکو افغان اور کھارہ دوسروں کے دوست ہو جائیں گے تو مدبران انگلینڈ کو  
ہرگز یہ بات کا یقین نہ کرنا چاہیے کہ کسی ہاتھ سے اس پر خیال کی طرف متوجہ نہ ہوں۔ ۴



دیکھ لیں تو اسکو یہی زندہ نہیں چھوڑتے چنانچہ وہ روسی سپاہی اور غسانی عورت دونوں کو قتل کر دینگے جسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ دونوں میں تلوار چل جائیگی اور ہزاروں بیکناہ خاک و غول میں تھرتھرتے نظر آئیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم روسیوں کے دم جھانسون کو خیال میں نہیں لاتے۔ اور انگریزی گورنمنٹ کو اپنا دوست سمجھتے ہیں۔ امیر کی اس گفتگو پر وہ مشیر آتنا و صدقنا کہہ کر خاموش ہو گیا۔

اسی مضمین کو سرسپرل گریفن نے ولایت کے ایک سال میں اس طرح لکھا تھا۔  
 ”امیر روسیوں کے معاملات کی بخوبی سمجھ میں ہرگز انہیں بہرہ و زندگی کے انکشاف میں  
 سب سے کم روسی کہی اُنکے ملک میں دست اندازی نہ کرنے پاویں۔ وہ یہ بھی جاننے  
 ہیں کہ انگریز ہمارے دوست ہیں۔ سیدہ خاندان کے لیے یہ کارادہ نہیں رکھتے۔ اس لیے  
 کہ انگریزوں نے دورِ قبل اس ملک اپنی سلطنت میں شامل کر کے چھوڑ دیا۔ مگر اب یہ وہ ہے  
 نہیں جیسے کہ انگریز اُنکے ملک میں کوئی دست اندازی کریں اور یہ بھی جان  
 نہیں مانتے کہ انگریز اُنکے ساتھ زر کثیر سے سلوک کرتے ہیں اور نہ انکو یہ خیال ہے  
 کہ اُنکے مقابلے میں گورنمنٹ کی کوئی معقول خدمت انجام دیں بلکہ وہ اپنی سلطنت  
 بالکل آزاد کی کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں اور اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ کوئی  
 اُنکے ملک اندرونی معاملات میں دخل دے۔ بلکہ وہ یہ چاہتے ہیں کہ ہم خود بخود  
 اُنکے ساتھ اپنے ملک میں عجب ہیں کہ کریں اس باب میں ہمے فرض نہ کرے۔ بالخصوص  
 اگر کہیں اس میں انگریزوں میں لڑائی ہوئی تو وہ اس میں اپنے کے طرفدار نہ ہونگے جس سے  
 انکو یہہ ہر دم ہو گا کہ اُنکے فوج پلٹے سے ہماری سلطنت کی آزادی قائم رہی۔“

امیر صاحب تب نہ کابل پہلے فرما سکتے تھے یا نہیں یہ پتہ نہیں چلتا کہ کابل  
 کابل کو خود مختار اور مطلق اہل ان ہو چکا ہے۔ اور جو بات اُنکے منہ سے نکلتی  
 وہی قانون ہے۔ چنانچہ انہوں نے اس پالیسی کو عمل میں لائیکے سے پورے طور پر

امیر صاحب  
 کو کوئی سلطنت  
 اندرونی پالیسی  
 دخل میں

موشش کی۔ اور اس میں انکو کامیابی بھی ہوئی۔ بڑے بڑے مغرور سرداروں کی امیر صاحب نے خوب خبر لی اور باغیوں کی تواریخت گونشالی کی کہ انہیں جیٹھی کا دودھ یاد آگیا۔ امیر صاحب نے نہ صرف امیر شہر علیخان کے ہوا خواہوں کو بلکہ انکو بھی کہ جو گزشتہ ہنگاموں میں انگریزوں کے طرفدار تھے چن چن کر کابل اور افغانستان کی حدود نکال دیا۔ اور سینکڑوں افغان جلاوطن ہو کر انگریزوں کے ٹکڑوں پر آ پڑے۔ اس وقت میں انگریزوں نے امیر صاحب کو کہا کہ تم اپنے افغانوں کو پس کیوں نہیں لیتے۔ اس کے جواب میں امیر صاحب نے لکھا کہ مولیٰ اپنے پتوں بھاری جڑ پھریا اتنی توفیق نہیں ہو کر ان لوگوں کے لئے تین لاکھ روپیہ سالانہ صرف کریں۔ اگر آپ انہیں ہمارے پاس بھیج دینگے تو میں آپ کو مرادونگا۔ وہاں امیر صاحب نے خواص صاحب کی سوانح عمری لکھی جو اس میں بارہا میں بھی قلم فرمائی گئی ہے کہ امیر عبدالرحمن خان نے امیر ہو کر کتنے آدمیوں کو مرادیا ہے۔ بقول اسکے اچھی فہرست لکھنی ہمارے اختیار سے باہر ہے سینکڑوں کی زہر دلا دیا۔ سینکڑوں کی پھانسی چوڑی یا اور سینکڑوں اسکے حکم سے گلا گھونٹ کر مار گئے۔ امیر صاحب کہا کرتے تھے کہ آج کل کابل میں ایک بٹا ہے جو رات کو باہر نکلا کرتی ہے اور جو بدذمت شخص اسکے مقابل میں آئے گا جان سلامت نہ لیجائیگا۔ بقول ہلہ صاحب جیسے امیر صاحب کا شہرہ ہوا وہ جان سلامت نہ لیگا۔ ایک دن جولائی میں پنج سرکردہ افغان راہ میں جا رہے تھے کہ دفعتاً کسی انگو گرفتار کر لیا۔ پھر یہی خبر آئی کہ وہ ترکستان میں قتل کیے گئے۔ سیف الدین خان جو داؤد شاہ کا دوست تھا وہ بھی یہ صاحب کے ہاتھ سے نہ بچا۔ یہ وہ بڑا بڑا شخص ہے جو انگریزوں کا دوست تھا اور جس نے سچو کیونکر می کے سچائے میں بہت کٹر کی اور خود بھی جمعی ہوا تھا سیف الدین خان کا امیر سے پرکار قید کر لیا اور طرح طرح کے غور اب جوئے سے کوٹھا سے لے کر عاجز ہو کر وور و پیر جو داؤد شاہ

افغان سرداروں  
نے امیر صاحب کا  
سلوک

اسکے پاس امانت رکھا ہوا تھا۔ امیر صاحب کے حوالے کر دیا۔ نواب جبار خاں کے بیٹوں علی مراد خاں اور شاہ مراد خاں کو پکڑ کر امیر صاحب نے کاٹھ مروا دیا۔ اور انکو بہت کچھ اذیت دیکر مبلغ تین لاکھ روپیہ نقد اور جائیداد وغیرہ منقلہ اسے چھین لی۔ اس وقت امیر صاحب کے ایک بھائی خواہ نے علیحدہ ہو کر کہا کہ امیر کیا ہے ایک بھائی کہا باز ہے جو ہر گوشت کی تلاش میں ہوتا ہے۔

محمد جان دروگ جسکے باعث جنرل رابرٹس کو جنگ افغانستان میں بہت تکلیف ہوئی تھی۔ امیر صاحب کا کسی وجہ سے مورد عتاب ہو گیا اور نانا خان قتل کر دیا گیا۔ پروفیسر ڈارمپٹر کا بیان ہے کہ لوگ محمد جان کے قتل سے ناراض ہوئے۔ اور جلال آباد میں کسی نے گیت بنا کر گائے کہ امیر نے فریب سے محمد جان کو قتل کر دیا ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک دن امیر صاحب بازار میں سے گذر رہے تھے اور کوئی شخص یہ گیت گارہا تھا۔ امیر نے سنا اور بڑھتی کھڑا کر کے اس شخص کو بلایا اور بجائے سزا دینے کے اس سے بحث کر کے کہ فریب سے اسکو قتل نہیں کرایا بلکہ وہ متحقی ہی ایسی سزا کا تھا۔

۱۸۸۳ء میں شنواریوں کی سرکوبی کے لئے امیر صاحب نے لشکر روانہ کیا پہلی شنواریوں کی سرکوبی  
 تو امیر صاحب نے چاہا کہ انے نرمی سے برتاؤ کرے۔ مگر بقول شخصے جیسا کہ سانپ اور بچہ نرمی کو نہیں مانتا اسی طرح شنواری بھی شرارت سے باز نہیں آتے۔ انہوں نے امیر صاحب کو عجیب و غریب سبھا جیسے جنرل غلام حیدر خاں فوج لیکر انکی گوشمالی کو روانہ ہوا۔ پہلے تو انہوں نے امیر صاحب کے ایک جنرل کو مار پٹا یا جب امیر نے حکم دیا کہ اس جنرل کو زنجیروں سے مسلسل کر کے کابل میں لاؤ تاکہ اوروں کو بھرت ہو۔ آخر ۱۸۸۴ء میں جنرل غلام حیدر نے انکو شکست دی اور مغلوب کر لیا۔ پھر ۱۸۸۵ء میں جب امیر کا افسر گلزاری جمع کرنے گیا تو انہوں نے فتنہ برپا کیا اور امیر صاحب کے معتمد کو قتل کر دیا۔ آخر ۱۸۸۶ء میں امیر صاحب نے انہیں

غلزویں کی  
گوشالی

بالکل مطیع کر لیا۔ اور یہاں تک بایا کہ پہر انہیں سر اٹھانے کی ہمت نہ رہی۔  
میں ایک غلزی سر دار شہ جان نے سر اٹھایا اور اپنے آپ کو امیر شیر علی ظاہر کیا۔  
امیر صاحب نے فوراً اس کو گرفتار کر کے ایک تنگ تاریک قید خانہ میں قید کر دیا۔  
اس کے بعد عصمت اللہ کو جو غلزیوں کا سردار تھا اور سردار یوٹال سر سازش کو  
تہا گرفتار کر کے انکو برستہ محلہ میں پہانسی پر چڑھا دیا۔

غلزویں کی شورش  
اور کاسیالی

شہ ۱۶ میں ملا عبد الکرم نے جو ملا مشاک عالم کا بیٹا تھا امیر فضل امر شاہ خاں  
میرسل کی مدد و بغاوت کا جہنڈا کھڑا کیا اور سبقت کی وجہ سے کہ امیر شیر علی عالم  
نے ملا مشاک عالم اور اس کے شہ داروں کے نام نہاد کوچہ راضی بطور جاگیر اور سبقت کی دہی  
ہوئی تھی جب امیر عبدالرحمن خاں کا دور دورہ ہوا تو انہوں نے وہ معافی ضبط کر لی۔  
ملا عبد الکرم کو سخت طیش آیا اور اس نے بغاوت کر کے بہت سے غلزیوں کو اپنی ہمت  
کا نشانہ کیا۔ پہر باغیوں نے حملہ کر کے امیر کے ایک سردار سے جس کا نام تہ علی مرزا تھا  
ایک سو چالیس شتر۔ انتھی گھوڑے اور سبقت تیس ہزار روپیہ نقد چھین لیا۔ پانچ  
میں ملا عبد الکرم نے ایک شہ تہا دیا کہ بارہ ہزار آدمی اس وقت میر جوہنڈی  
تھے مرنے اور جان لینے کو تیار ہیں۔ میں تہا را خلیفہ ہوں اور جوڑا ہی میں نے  
عبدالرحمن خاں سے چھڑی ہے وہ جہاد ہے۔ کیونکہ امیر فریبے اور کافروں کو  
ہے۔ بلوچستان کی انتظامی رپورٹ بابت شہ ۱۷ سے واضح ہوتا ہے کہ امیر  
صاحب نے سرنگ سکندر خاں کو باغیوں کی سرزنش کے نیو روانہ کیا اور چھپا  
کہ انہیں تہا چھین لیے جاویں پانچ شہ ۱۸ میں سرنگ سکندر نے ایک شہ  
اور اپنی تہر باغیوں کے سردار کے پاس بھیجی اور انہیں کہہ دیا کہ تہ صبح کو گورگہ  
سر چھین سو اور تہادہ کب کیلے شہ ۱۹ ہے۔ انہوں نے چاروں طرف فتنہ و فساد کی  
آگ شعلہ کی دی اور شاہ خان کو امیر مشہر کر دیا۔ بعض کہتے ہیں کہ انہوں نے

ایک معتبر آدمی، روسید کے پاس تھیں احمد کے بیٹے روانہ کیا۔ اندون میں میر صاحب  
کی صحت اچھی نہیں تھی پھر بھی انہوں نے جیل کو کھلا بھیجا کہ اس گ کو بہت جلد چلا  
ورنہ میں خود میدان میں لٹ نکلا۔ جون ششم کو چند جنٹیں یہی بکا گئیں اور معاملہ  
ہر طرف سے خوفناک نظر آئے۔ نگار یہ کہ اس موقع پر جو دفعی آزرک تھا  
میر صاحب کا استقلال اور جنرل غلام حیدر خاں کی محنت  
تجربہ کام آئی۔ خاص کر کے جنرل غلام حیدر خاں کی عبادت اور  
بیادیت نے ڈوبتی ہوئی ناؤ کو نہال کیا۔ اور، جولائی ششم کو آئے باغیوں  
کے دست کھٹے کر دیئے جب باغیوں کے پانوں اکٹھے ہوئے اور جنرل موصوف مظفر منصور  
کابل میں داخل ہوا تو میر صاحب نے سرور بار اسکی بہت کچھ تعریف کی اور دوست خاص  
اسے اپنے مکمل بوجھ میں لے لیا۔ باغیوں کا ہوا وہ نائنہ بھی نصیحت  
باندھ کر خاں کو ایسی ایسی تکلیفیں، رعبا پڑ گئے کہ شاید بھی نہ جیوں کو  
نصیب ہوئے۔ خیر بھارے نے تنگ کر کے حال کہہ دیا۔ باغیوں کی پیش آہلیک  
بال کر کے علانیہ فوجی گئی اور ہر بن ہو سے خون کے قمارے جاری ہو گئے۔ پھر اس  
پہنخت کے سر پر گرم گرم کرنا ہوا۔ نیل ڈال دیا گیا اور وہ میر صاحب کی طرح  
جل کر رہ گیا۔ سلاحدہ اللہ عی جان بچا کر بہا گیا اور پھر اس کا کچھ بہتہ نہ لگا۔ کہ کہاں پوچھ  
ہو گیا۔ ملائش عالم کی قبر کھودی گئی اور اسکی لاش بازاروں میں ہندی گئی اور قبر  
پر گدھوں کا چلا گیا۔ تیموشاہ ایک فوجی غرض جسے ہرات میں باغیوں کی عانت کی تھی  
گرفتار ہو کر کابل آیا اور سر بازار شکار کیا گیا۔

شہدہ ام میں سردار ابو بشار نے ایک قبیلہ کابل میں قبضہ کر لی گوشت شکاری اور  
اس کے ہیند میں ہران کہاں کہ سر غنائان پر ہنود اور ہوا۔ گوامیر صاحب کی  
عانت کو خائف تھے جو ہر غلام غور میں ملبا اس کے دشمن اس کے پیچھے پڑ گئے۔

باغیوں کی  
سرکوبی

سردار ابو بشار  
کی پادشاہی

آخر ہجرا رہنے نیکل و مرا مہنگل و بیا بان کی طرف ہٹا گیا۔  
 اسحاق خاں کی بغاوت جو امیر صاحب کا چا زاد بھائی اور افغانی ترکستان  
 کا حاکم تھا۔ واقعی باعث خوف و خطر تھی۔ وہ امیر عظیم خاں لڑکا تھا۔ اسکی والدہ  
 آرمینیا کے ایک عیسائی سوداگر کی لڑکی تھی۔ مگر اسحاق خاں خود پکا مسلمان تھا  
 اس شخص کو شہر ہنسوی کی شوق نہ تھا۔ بلکہ لڑکا کہلانہ نخر بھرتا تھا۔ امیر عبدالرحمن خاں  
 کے ہمراہ اسحاق خاں بھی بہت عرصہ تک سیدیل کاغیشخوار سمرقند میں رہ چکا  
 تھا۔ اور جب امیر صاحب تباہیل میں انگریزوں کی ملاقات کو گئے تو صاحب پر تجھے بہن  
 ہو چکا ہے اسحاق خاں گورنر بلخ ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ جب عبدالرحمن خاں مایا کا لڑکا  
 ہوئے تو اسحاق خاں نے خط لکھا کہ جیسا تمہارا باپ امیر تھا ویسا ہی میرا باپ  
 بھی تھا۔ تمکو میرے حقوق فراموش نہیں کرنے چاہئیں۔ بلکہ تمہیں یاد ہے  
 کہ اصل حاکم میرا ہی باپ تھا اور جلد امور اہم میں تمہارا باپ بغیر اسکے مشورہ  
 کو بھی کام نہ کرتا تھا۔ جب یہ پیغام امیر صاحب کے پاس پہنچا تو پہلے انہوں نے  
 دلہنہ اخلاص کیا اور اسحاق خاں کو طرح دیتے رہے۔ امیر صاحب جانتے تھے کہ  
 اس وقت فقہ نے چاروں طرف سے سراٹھایا ہوا ہے۔ اس وقت اسحاق خاں کو  
 دندران شکن جوابے نیا گویا زیادہ فساد بڑھانا ہے۔ آخر جب فقہ فساد فرو  
 ہوا اور سردی کشین واپس چلی گئی تو امیر صاحب نے اسحاق خاں کو کابل میں  
 طلب کیا کہ آکر صاحب کتاب سمجھائے۔ اسحاق خاں خود تو نہ آیا۔ مگر اپنے ایک  
 اہل تحت افسر کو بھیجا کہ جبکو دیکھو کہ امیر صاحب سخت ناراض ہوئے اور اسیدم

اسحاق خاں  
کی ہمدست

لہذا یہ ایک شخص سے طلب ہے کہ شادی کے وقت شرط ہو چکی تھی کہ اگر اس شادی سے لڑکا پیدا  
 ہوگا تو مسلمان کیا جائیگا۔ اور اگر لڑکی پیدا ہوگی تو عیسائی کیجا دیگی۔ امیر صاحب اسحاق خاں  
 کی بغاوت تک اسحاق کے ارٹنی مائیں کو پیش دیا کرتے تھے۔

قتل کرا دیا جب اسحاق خاں کو خبر ہوئی کہ میرا آدمی مارا گیا ہے تو اسے علم  
بغاوت بلند کیا۔ اسحاق خاں کی فوج بھی باقاعدہ تھی اور ان بندوقول  
سے مسلح تھی جو انگریزوں نے پنجہ مکے ہنگامہ کے وقت امیر صاحب کو دی تھیں۔  
علاوہ بریطان برادری کی روپر ہندو فوج و ظفر نڈا کے ماتھے ہی و قلعہ  
من کشا و تیل من کشا ۴

غرض امیر صاحب نے فوراً جنرل غلام حیدر خاں کو جو سرگرم چنبہ اور آرزو  
جنرل ہے اور جسکی ہمت سے بغاوت غازی فرد ہوئی تھی سید عبداللہ خاں کلم  
بدر خاں کی فوج ترکستان کے مقابلہ کے لیے بھیجا۔ ۹ نومبر ۱۸۵۷ء کو بمقام غزنی ایک  
روز فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ اسحاق خاں کی فوج نے خوب ہی حق نہایت ہی مرواگی  
آدا کیا بلکہ ایک جنرل نے عبداللہ خاں کی فوج کے چپکے چہرے اور تیرے  
کہ میدان انکے ہاتھ ہے کہ غلام حیدر خاں نے نہایت شجاعت کو ساتھ مرد دل  
میں جان ڈالی اور دشمنوں کی ٹکی تمام کر دی۔ اسحاق خاں جان بچا کر کئی علاقہ  
کی طرف بھاگ گیا۔ فوجیوں نے اسکا ہاتھ بھابھیمے اور توپ خانہ لوٹ لیا جب  
عبداللہ خاں کو شکست ہوئی تو کابل میں کسی پیرچہ جہاد دیا کہ امیر صاحب لشکر  
پس پا ہو گیا ہو۔ امیر صاحب نے گہرا کورہ انگریزوں کو دیکھ لکھا کہ جب تمام خاں  
کی بیعت ہو تو بادگشی تو امیر صاحب کو طہینا حاصل ہوا اور کابل شہزادہ جمیعت خاں کے  
سپرور کے ماہ نومبر ۱۸۵۷ء میں خیر نفیس شریف کو شریف لیکو اور جلالی شہزادہ کو  
اسلٹا میں انہوں نے باغیوں کی غم سے کوئی کی اور تیرہ لوگوں کو سخت سخت سزا دیں۔  
چنانچہ جب ان سختیوں کی خبر انگریزوں کو پہونچی تو انہوں نے امیر صاحب کو لکھا کہ آپ کی سختیوں  
کے لیے ملت کا بہانہ ہو گیا۔ آپ سے امداد سے تجاوز کر رہے ہیں ۵

۵۔ ۱۸۵۷ء میں مسٹر بریڈہ متوفی سنے پارلیمنٹ میں بھی بہرہ فیکٹریا خاں

مزار شریف کو امیر کابل نے جوہارا و طیف خوار ہے سخت اور خوفناک سزا میں دی ہیں۔

۴۶ دسمبر ۱۸۵۷ء کو امیر صاحب مزار شریف میں فوج کا معائنہ کر رہے تھے کہ ناگہاں ایک سپاہی نے ان پر حملہ کیا اور قریب تھا کہ قتل کر دے مگر بہاؤ بال بچے اور سپاہی وہیں نمودار ہو گئے۔ اس حادثہ کے بارہ ماہ بعد امیر صاحب ایک آرام چوکی پر بیٹھے ہوئے چوڑی چوڑی رہے تھے کہ ایک تہ فوج کا ان کے دربار و گردوارہ اور جلیب صاحب کے مقابل سے ہو کر جانے لگا تو ایک سپاہی نے امیر صاحب پر گولی چلائی۔

قتل کے وقت  
سے بال بچے

مگر امیر صاحب ابھی خداوند کریم کو اور بہت سا کام لینا تھا۔ وہ اس موقع پر بھی بھاگے اور گولی ایک لحاظ کو مارتی ہوئی اور ایک گس ران لڑکے کو زخمی کرتی ہوئی لگا گئی یہ واقعہ ڈاکٹر گری نے جو امیر صاحب کا معالج تھا اس طرح بیان کیا ہے۔ امیر صاحب اس وقت برابر آرام چوکی میں بیٹھے ہوئے چوڑی چوڑی رہے اور مطلق ہر اسان ہوئے بلکہ انہی جگہ سے حرکت تک نہ کی۔ اور جب لوگوں نے قاتل کو پکڑا کر لے جانا تو ہاتھ سے اشارہ کیا اسے زندہ روگھوشتہ اس کے کہ لوگ امیر صاحب کے حکم کو سمجھتے ہوئے مجرم کی رفا ہوئی ہو چکی تھی۔ اس سے پہلے وقت واقعہ ہوئی کہ اس شخص کا مدعا معلوم نہ ہوا اور یہ بھی نہ کہلا کہ اس کے دل میں کیا کاوش تھی۔ یا اس کے ساتھ کون لوگ شریک سازش تھے۔ بحر حال امیر صاحب نے اس جھٹ کے افسر کو سخت سزا دی۔

۵۰ دسمبر ۱۸۵۷ء کو امیر صاحب کیاریا بیٹا محمد عمر خاں پیدا ہوا۔ یہ شہزادہ خاص ملکہ حرم کے بطن سے ہے جو شاہی نسل سے ہیں اور امیر صاحب کی نہایت چاہتی بیوی ہیں اور باقی شہزادے کینزدوں کے بطن سے ہیں۔ انہیں ایام میں روسی ترکستان کے حکم نے امیر صاحب کے پاس پیغام بھیجا کہ اگر آپ کو کچھ ضرور نہ ہو تو آپ کی سرحد کے پاس تھلری فوج کے مانچو آدمی قواعد کیا کریں



امیر صاحب نے جواب دیا کہ نہیں ہیں کچھ بھی عذر نہیں ہو مگر جہاں آپ کے پانچ سو آدمی قواعد کیا کرینگے اور اس کے عین مقابل میں ہمارے پانچ سو آدمی تو جمع کیا کرینگے۔ ۱۸۹۳ء میں امیر صاحب نے شریف سے مدعا نہ ہو کر اور بھلائی کو مع الخیر کابل میں پہنچ گئے اس وقت امیر صاحب کے ساتھ آٹھ ہزار پیدل چار ہزار سوار چھ ہزار بلٹیاں (یعنی وہ نوپ خانہ جو پچیس کنبھیں نو فیصد باٹیاں اور دو تہائی کے توڑ پھوٹ تھے۔

۱۸۹۴ء میں ہزارہ میں شورش ہوئی جو حکم بدیش ۱۸۹۳ء تک شکستہ ہی جب یورپ ریڈ صاحب نے کابل پہنچے تو وہاں بالکل امن تھا۔

## باب ہفتم

### امیر صاحب کے عہد بعض تاریخی واقعات

امیر صاحب کے زمانہ کا مشہور واقعہ افغانستان کی شمالی سرحد کی حد بندی ہے۔ یہ وہ معاملہ تھا جس پر بہت دیر تک روس اور افغانستان کے مابین دو کوکریاں لڑی رہی۔ ۱۸۸۳ء میں جب امیر شہر علی خاں افغانستان پر حکمران تھا تو روس اور افغانستان نے یہ قرارداد کیا تھا کہ دیکھا اس دور اکس افغانستان کی حد تصور ہونا چاہیے یعنی شمال مشرق کی طرف چار سو سے لیکر جنوب مغرب کی طرف خواجہ سالار تک اس خط کے ایک انچ بھلے پر جو جنگل اندر کہہ ہی کے شمال مغرب میں ہو خود مختار ترکمانوں کا علاقہ تسلیم کیا گیا تھا۔ لیکن امیر عبدالرحمن کے عہد حکومت میں جب روس نے ۱۸۸۸ء میں ترکمانوں کی حمایت منظور کر لی تو حد بندی کے معاملہ پر غور کرنا پڑے۔

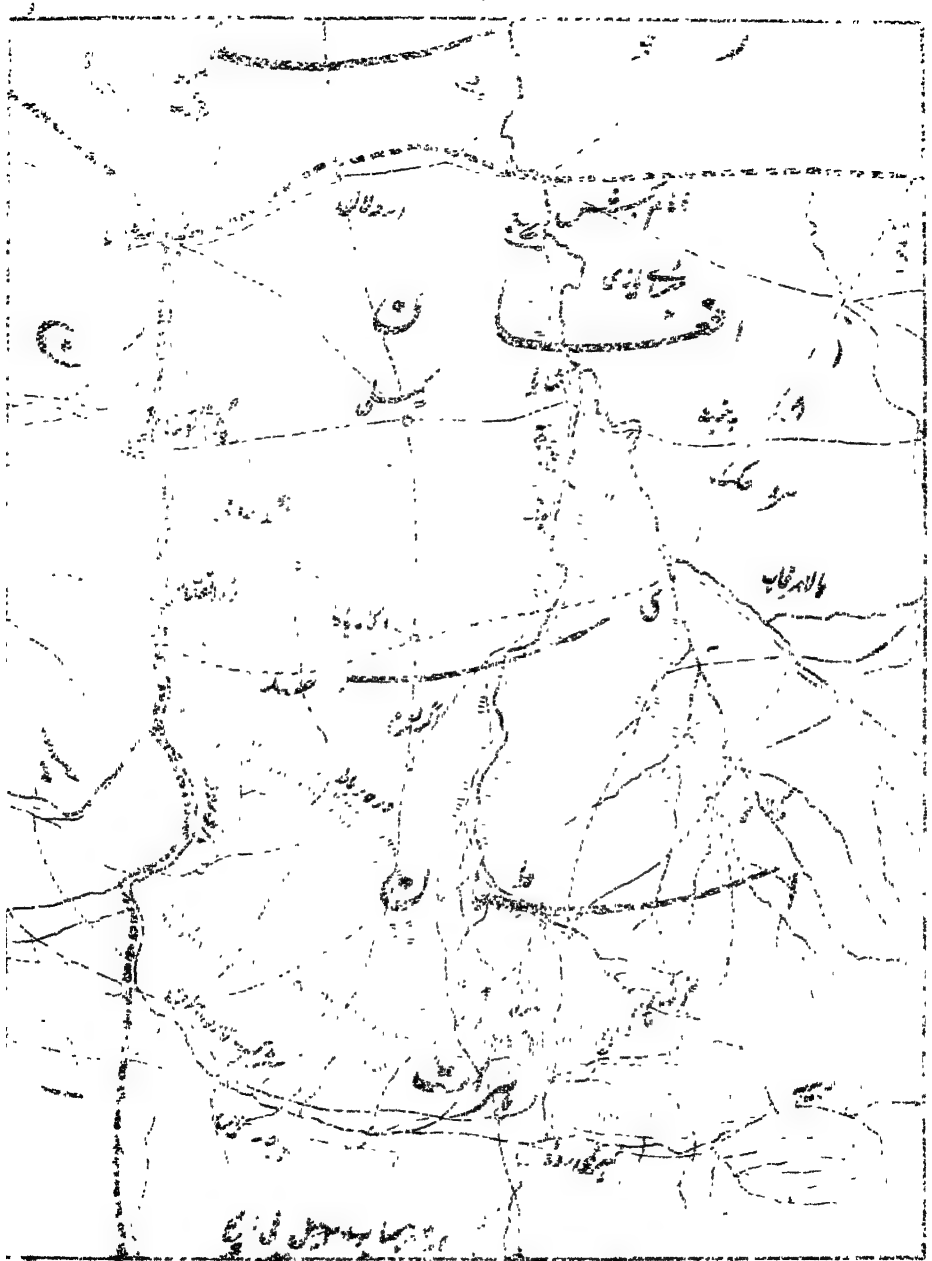
شورش ہزارہ

حد بندی افغانا

ایک کمیشن کا تقرر ضروری سمجھا گیا۔ جولائی ۱۹۴۷ء میں جو جنرل سر پٹرلسٹن اس اہم کام کو سر انجام دینے کے لیے منتخب ہوئے۔ اور روسیوں نے جنرل ویلنٹینو کو مقرر کیا۔ امیر حبیب الرحمن خاں صاحب کے درخواست کی گئی کہ تم ہی کو مئی اپنا انٹر میں لانے کے تصفیہ کے لیے مقرر کرو۔ سر پٹرلسٹن نے اپنی تقریر کے بعد ایک خط امیر صاحب کو لکھا اور اس کا جواب امیر صاحب نے یہ دیا۔

”مجھے امید ہے کہ تم روسیوں سے ہر تنازع کی نسبت نہایت شجاعت اور دلاوری سے تصفیہ کرو گے اور تم اطمینان رکھو کہ فیصا نہیں کوئی بھی نوشتہ یا ذخیرہ ایسی نہیں ہے جو ان کے لیے افغانوں کی اراضی پر قبضہ کرنا بہانہ بنتا ہو۔ میں اپنے حقوق حاصل کرنے کے لیے ہر قدر مستعد ہوں کہ جب تک افغانوں میں ہمت اور جہاد ہے روسیوں کی یہ مجال نہیں ہے کہ چپہ پیر زمین چاری سرحد لے سکیں گے۔“

لیکن ابھی انگلستان اور روس کے درمیان ملک میں محالہ پر بحث ہی کر رہے تھے کہ افغان سپاہی پیچیدہ میں آ گئے اور روسی پل خاتون میں جو ہری روڈ پر واقع ہے پہنچ کر زبردستی ان کے اخیر میں سر پٹرلسٹن ہی پیچیدہ میں پہنچا لیکن یہاں ان کو کئی مسائل و اگر گون دیکھ کر روسیوں کے کرنیل علی خانوف اور افغانوں کے جنرل غیاث الدین میں تو بہت سخت سخت لڑائی ہوئی۔ علی خانوف نے افغانی جنرل کو کاذب کہا۔ اور اسے جواب دیا کہ تمہاری سلطنت بیشک بڑی ہی لیکن تم سارقوں اور چوروں کی طرح کاروائی کرتے ہو۔ انہیں یہاں امیر صاحب نے ایک سر پٹرلسٹن کے نام لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ اعلیٰ درجہ کے روسی ہیں جن میں چل دینا چاہتے ہیں۔ مجھے خوف ہے کہ اگر وہ اسی طرح ہیں لیٹ و لعل میں کہیں گے تو ہر ماٹھ کے کاٹوسم آجائیں گے اور برف باری کے باعث ہم ہر طرف سے اپنی فوج کی مدد نہیں کر سکیں گے۔



یہ جہاں پہلے تھیں  
 وہ جہاں کے پیر و پویشی افغانستان کی تھی۔

ازمبلہ میں مقیم نہ ہوا تو ہم کافی فوج بھیج دینگے تاکہ وقت ضرورت روسی فوج کا مقابلہ کر سکے۔ سر پیٹر لمسڈن نے امیر صاحب کو جواب میں لکھا کہ موجودہ حالت میں یا وہ فوج بھیجنے کی ضرورت نہیں کیونکہ مجھے یقین نہیں ہے کہ اگرچہ روسیوں کو منع کر دیں تو پھر وہ علاقہ افغانستان میں دخلت کرنے کی کوشش کرینگے۔ اگر کوئی وقت پیش آئے تو میرا مشورہ یہ ہے کہ قریب ہی خیمہ زن ہوں۔

۱۹ دسمبر ۱۸۸۰ء کو سر پیٹر لمسڈن نے ولایت سکد تارویا الیہ سر سیون کا اٹلارڈن پر قابض رہنا ہرگز منظور نہیں کرتا۔ غرض جب سر پیٹر لمسڈن کی ملاقات روسی کشتہ سے مقام ٹلس ہوئی تو اسے اصرار کیا کہ کافی شہادت سے ثابت ہے کہ پنجہ علاقہ افغان تان کا جز ہے۔ ۲۰ مارچ ۱۸۸۱ء کو قبول سر پیٹر لمسڈن کے روسی افغانوں پر حملہ کرنے کو بڑے۔ اس وقت افغانوں کی جمعیت چار ہزار کے قریب تھی اور انکے پاس صرف آٹھ توپیں تھیں۔ مگر خدایا بہ ہوئی کہ رات کی بارش کے باعث انکا باروت سنکا ہو گیا تھا۔ جو انہوں نے جہوں میں ڈالا ہوا تھا۔ اور سیون کے مقابلہ میں انہیں زک اٹھانی پڑی۔ آدھ گنٹہ میں افغانوں کے پانچ سو آدمی مار گئے۔ اور روسیوں کا صرف ایک ترکمان افسر کامیاب و سرتر کمان قتل ہوئے اور بیس زخمی ہوئے۔ ۲۱ مارچ ۱۸۸۱ء کو اسل آف گرینول نے سر پیٹر لمسڈن کو بذریعہ تار برقی مطلع کیا کہ اب اگر افغان سرتر اٹھائیں تو روسیوں نے ہمیں اطمینان دلایا ہے کہ وہ حملہ نہ کرینگے

امیر صاحب مارونڈی کس دربار کے موقع پر آئے تھے کہ انہیں پنجہ کے حیرت انگیز واقعہ کی اطلاع ملی۔ اس ملاقات کو سنکذرتہ بھی انکی خاطر پریشان نہ ہوئی۔ امیر صاحب نے لکھا کہ مجھے ترکمانوں کی وفاداری پر مطلق اعتبار نہیں ہے۔ اگر وہ اسلام کے پیرو ہیں تو انکو چاہیے کہ اپنی بیویاں اور بچہ افغانستان میں

پنجہ میں  
اور افغانوں  
ملائی +

بہیدیں۔ جنگ کہ وہ ایسا نہ کرینگے مجھے انکی وفاداری پر شک نہ پکڑا۔ پھر اس نے بیان کیا کہ اگرچہ میں روسیوں کی آگے قدم نہیں بڑھانے دوں گا۔ لیکن میں اس بات پر زور نہیں دیتا کہ ضرور پنجہ ہمارے سرحد میں واقع ہے۔ امیر کی یہ رائے تھی کہ اگر مروچک حد مقرر ہو جاوے تو وہ اس سے زیادہ محفوظ ہو۔

آخر کار ۱۸۸۸ء کو کچھ عہد نامہ مرتب ہوا اور پنجہ روسیوں کے قبضہ میں آگیا۔ لیکن انہوں نے ذوالفقار خالی کر دیا۔ اور مروچک حد مقرر کی گئی۔ جب یہ معاملہ اس طرح پڑے ہو گیا تو امیر نے ایک لمبا چوڑا خط لارڈ ڈفرن کے نام لکھا جس میں انگریزی کی گورنمنٹ کا شکریہ ادا کیا اور اس تصفیہ پر اطمینان ظاہر کیا اور یہ بھی لکھا کہ اس قرار نامہ کی ایک کپی نقل چہر روسیوں اور انگریزوں کے درمیان کے دستخط ہوں نہیں بھی بجاتے۔ اس سے یہ نتیجہ نہ نکالنا چاہیے کہ امیر صاحب پنجہ کے سامنے کا افسوس نہ ہوا۔ جنگ کہ وہ راولپنڈی میں تھے انہوں نے چند اہل ظاہر نہ کیا۔ لیکن جبہ کابل میں واپس آئے تو اپنے خیالات اس طرح پر ظاہر کیے۔

”افسوس ہے کہ مشہور سرسٹن نے اسلئے روسیوں کو کھاتہ ہارا جنگ میں لے دیا۔ کہ اسکے دلیس بہرہ یونی سماجی تھی کہ تا وقتیکہ روسیوں اور فغانوں میں جنگ نہ ہوئے وہ ہمارے دوست نہیں ہو سکتے۔“

افسوس ہے کہ امیر صاحب نے جو اپنا کشتہ سرحد کے تصفیہ کے لیے مقرر کیا تھا وہ اس کام کے لائق نہ تھا۔ قاضی سید الدین بشیک ایک فاضل شخص تھا۔ مگر ملٹاری میں اسے بہت کم درک تھا۔ اسلئے معاملہ نے بہت طویل کینچا اور خاطر خواہ تصفیہ جلد ہی ہو سکا۔

جون ۱۸۹۰ء میں ایک نئی افسر نے جو پنجہ کے باہر میں تھا ملٹری نوپہ کی کچھ اور کرنا چاہا۔ مگر حکام ملے نے معاملہ کو رفع دفع کر دیا اور اس افسر کو قرار و قبی سرزنش

پنجہ حدود کی  
ملکیت اور جنگ  
حد مقرر ہوئی

کی گئی۔ پھر پچھلے سال بایر سر کے دروازہ میں فساد کی آگ بھڑکنے لگی جس کے واقعات کرشنا  
 گڑ میں اس طرح پریشان ہوئے کہ ۳۴ جولائی کو کرنیل یاٹوف کے پاس کمانڈر  
 پنہجیس کہ افغان نہیں ستاتے ہیں۔ ۴ جولائی کو پنجے صبح کے کرنیل صاحب نے  
 گئے تاکہ انتظام کر کے فساد کو رفع کریں جب ٹانچا ہوئے تو افغانی اہلکار اس کو  
 میں سوا ہوا تھا۔ روسی افسر نے ترجمان کو کہا کہ کپتان غلام حیدر خاں کے بلالائے  
 غلام حیدر خاں ٹی ٹی کے بل سے ملے ہو کر آیا کرنیل یاٹوف نے اسے کہا کہ مجھ کو  
 عہد نامہ ۱۸۵۷ کے یہ جگہ ہماری ہے تم لوگوں کو شورش نہیں بچالی چاہیے ہے۔ اس  
 اُسے جواب دیا کہ میں سوائے امیر کے اور کسی کو نہیں جانتا۔ پھر کرنیل نے اپنا آؤٹ پوسٹ  
 کو لکھا کہ افغانوں سے تہیہ چہین لو سکر لڑائی ہو پڑی اور کپتان اور پانچ آدمی  
 مایہ گئے۔ لیکن جو رپورٹ گلگت میں پہنچی وہ اس طرح پر سچ کہ شمس الدین جا کم تاش  
 اپنے خیمہ میں سویا ہوا تھا کہ کرنیل یاٹوف وہاں گیا اور اس کو نکرار کرنے لگا۔ اُس نے  
 جواب دیا کہ میں امیر کے حکم کا نوکر ہوں چہرہ روسی افسر نے ایک طلحہ اس کے ہتھ پر  
 اور افغان ہر مار نے غصہ میں آکر پستول روسی کرنیل کی طرف جھونک دیا لیکن گولی  
 خالی گئی اور پاس کا سپاہی زخمی ہوا۔ پھر لڑائی ہو پڑی۔ اور شمس الدین اور پچیس  
 دیگر کام آئے۔ افسر کے واقعات لکھنا رہتے ہیں۔ آخر ۱۱ مارچ ۱۸۹۵ء کو شہر  
 نے ان فسادوں اور جھگڑوں کا خاتمہ کر دیا۔ اور اس کی صورت قائم ہو گئی۔  
 اگر یزول کی طرف سے ایک سلمان افسر بطور ایجنٹ انگریزی کے امیر صاحب کے بار  
 میں جتا ہے اس موقع پر اس قدر لکھنا بہت ضروری ہے کہ امیر صاحب کے دربار میں  
 آج تک تین سیف ہندوستان کی جانب سے رہ چکے ہیں۔ اور چوتھا اب گیا ہے نہیں  
 پہلے نواب محمد افضل خاں۔ دو سکر لفٹ کرنل راجہ عطا اللہ خاں اور تیسرے کرنیل  
 اکرم خاں تھے مگر بہت عینوں نے افسر تھے کہ جنہوں نے اس شخص سے پہلے کوئی

سودا  
 کا دھڑ

سیف انگریزی  
 دربار کا بل ہیں

پولیٹیکل خدمت انجام نہیں دی تھی۔ غنیمت ہو کہ گورنمنٹ کو سمجھ گئی ہے اور کئی ایک سال فسر کو اس فوج مقرر کیا ہے مگر ضروری معلوم ہوتا ہے کہ سفیر انگریزی سرحدی باشندہ اور حالات افغانستان کا واقف ہونا چاہیے جبکہ ڈائریکٹرون بہادر و ایسے ہند ہوئے تو مناسب ہوگا کہ ایک سفارت کابل کو بھیجی جاوے۔ کیونکہ اس ارشاد میں چند باتیں ایسی پیش آنے لگی ہیں کہ جن سے ناچاقی کا حال تھا۔ مثلاً امیر صاحب نے باجوہ وغیرہ کے معاملات میں دست اندازی شروع کر دی تھی جہاںگریزوں کو کسی طرح منظور نہ تھی۔ لارڈ لٹینڈون نے لارڈ رابرٹس کو اس سفارت کے لئے منتخب کیا۔ لیکن امیر صاحب نے لکھ بھیجا کہ آجکل میں ہزار جات کی شورش کے اتصال میں مصروف ہوں۔ سفارت کو استقبال کے لائق تیار نہیں ہو سکتا اور اگر راہ میں بھی کچھ نقصان ہو گیا تو میں ذمہ دار نہیں ہوں گا۔ چنانچہ وہ سفارت ملتوی رہی اور دوسرے سال جنرل رابرٹس ولایت کو چلے گئے کیونکہ انکی میعاد ملازمت ختم ہو چکی تھی۔

انگریزی  
۳۵  
خط

بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ امیر صاحب نے اس سفارت کو دست بردار کیا تھا کہ کسی طرح جنرل رابرٹس کا قدم دوبارہ افغانستان میں نہ آئے۔ لیکن سہل سہل گزیرنے جو بہت لوگوں سے زیادہ معاملات افغانستان کے واقف ہیں۔ اس پر ناظرین گورنمنٹ کو صلاح دی تھی کہ جنرل رابرٹس کی سفارت بھیجنا بڑی غلطی ہے۔ کیونکہ اس کو اس بھی کابل کی طرف متوجہ ہو جائیگا اور امیر صاحب کو طرفہ بازی کہیل ہے ہیں وہ اس کے خلاف ہیں لیکن سہل سہل ہو کہ جنرل رابرٹس بمعیت مس ہزار فوج کے افغانستان کے مشن پر جانے کو آمادہ تھے اور جیسا کہ شخص سمجھ سکتا ہے امیر صاحب افغانستان میں غیر ملک کی اتنی فوج کسی طرح بھیجنا نہیں چاہتے تھے۔

۹۱ء میں ایک اور واقع پیش آیا جس سے ہندوستان میں بھی اندیشہ پیدا ہو گیا کہ انگریزوں اور افغانوں میں بگڑ جائیگی۔ امیر کی رعایا کے چند گانہنگا جو دریائے ہلمند کے کنارہ پر آباد تھے نقل مکان کر کے بہستان میں چلا آئے۔ اس تبدیل مکان کی وجہ یہ تھی کہ امیر صاحب کے کارندوں کو معاملہ بھاریت سختی سے تحصیل کرتے تھے۔ گو رز قندھار نے انکا تعاقب تو نہ کیا مگر ان لوگوں کے جو قوتی جاگہ واقع بلوچستان میں رہتے تھے ناکردو گناہ پکڑ کر قید کر لیا۔ اس کے انگریزوں سخت غصہ آیا۔ کیونکہ جاگہ انکے خیال کے بموجب افغانستان سے باہر بلوچستان کے علاقہ میں واقع ہے انہوں نے امیر صاحب کی طرف ایک سرسلب بھیجی جسکے لفظ بہت سخت تھے۔ لیکن اگر چشم انصاف سے دیکھا جائے تو امیر صاحب کو بھی انگریزوں سے بہت سی شکایتیں تھیں۔ انگریزوں نے خوجاک کی چھاڑیوں اور نیوچین کے اطراف میں یل جاری کر دی تھی اور انکا ارادہ تھا کہ قندھار تک اس سلسلہ کو جاری کر دیں۔ اور امیر صاحب اس بات کے سخت مخالف تھے چلو ریل گاڑی خوجاک کے زیر زمین راستہ سے ماہ تمبر ۹۱ء میں جاری ہوئی ایک دن امیر صاحب نے اپنے مصاحبوں سے لکھا کہ دیکھو یہ انگریز دوستی کا دھرم ہے ہیں حالانکہ خوجاک کا زیر زمین راستہ مثل ایک چاقو کے ہے جو انہوں

سرحد افغانانہ  
بلوچستان کا چھگا

۹۱ء میں عجیب نظیر سے امیر صاحب کی خاص فہم کی طبیعت کا پتہ ملتا ہے۔ جب باوجود انکے انکا کے انگریزوں نے اپنے چین سے سات سیل آگے جدید چین تک پہنچے تو امیر صاحب یہ امر بہت ہی گنہگار تھی سی آگے بڑھوہ انگریزوں کو بگاڑ نہیں سکتے تھے تاہم اپنی تاریکی وار غصہ کے لہجہ کے پتہ سے امیر صاحب نے اپنے لازموں کو تاکید کی کہ انکا قندھار کے یہ جدید چین تک پہنچنے کو نہ دیکھیں کہ انکے لوگوں سے ہرگز منتظر نہ کریں کہ انکو انگریزوں نے اپنے چین میں آگے بڑھنے دیا ہے انگریزوں کی راہ خود انکو لادیں تاہم اپنی اس طرحی عجب قسم کی مستقل اور اسل طبیعت سے کہتا ہوں



خبرکش

یہ سب دل میں گہر نہ پڑا ہے۔ نیوجین کی نسبت امیر نے خباثت زدہ شور سے کہا کہ اُنکے قلمرو میں واقع ہے۔ حالانکہ انگریزوں کے پیمانہ کے بموجب امیر صاحب کی سرحد سے دس میل اوپر ہے۔ انگلستان کے مدبروں کی یہ خیال تھا کہ اگر افغانستان کی سرحد تک ریل جاری ہو گئی تو برٹش انڈیا اور جنوبی افغانستان کے مابین تجارت خوب رونق حاصل کریگی۔ لیکن امیر صاحب نے حکم نامہ دیا کہ کوئی شخص ریل پر سوار نہ ہو اور حسب معمول قافلے اونٹوں پر اسباب لا کر لے جایا کریں جس بات سے یہ گمان نہیں کرنا چاہیے کہ امیر صاحب ہمیشہ خود سری اور لپے پر وائی سے انگریزوں کے ساتھ برتاؤ کرتے رہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ امیر صاحب پر لے ورجہ کے رمز شناس ہیں جب موقع دیکھتے ہیں ویسا ہی کام کرتے ہیں۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ امیر صاحب نے اپنے گماشتہ کی معرفت انگلستان میں آرڈر دیا کہ وہ چکس کی توپیں اور بند و قیں اُنکے واسطے تیار کر کے بھیجی جائیں۔ سودا گروں نے یہ جان کر کہ وہ فکرمظاہر کے دوست ہیں فوراً اُنکے حکم کی تعمیل کی۔ لیکن جب یہ خوفناک آلات حرب کو انجی بندر میں پہنچے اور امیر صاحب کا گماشتہ انہیں کابل بھیجنے لگا تو شملہ سے لاٹ صاحب نے حکم دیا کہ توپیں مٹی جانیں اور کابل کو ہرگز نہ جانی پادیں چنانچہ وہ وہیں رک گئیں۔ جب امیر صاحب کو خبر ہوئی تو ناراض تو وہ ضرور ہوئے ہونگے۔ مگر غصہ کو ضبط کر کے کہا کہ بیشک انگریز حق بجانب ہیں۔

۱۹۲۳ء میں امیر صاحب نے انگریزوں کو اطلاع دی کہ اب میں تیار ہوں سفارت بیشک آجائے۔ لارڈ لینڈون نے محکمہ خارجہ کے سکریٹری سر مائیر ڈیویڈ کو اس کام کے لیے پسند کیا۔ یہ شخص واقعی اس سفارت کے قابل تھا۔ امیر

امیر صاحب کی  
نہیں خوشنودستان  
میں مٹی گئیں۔



سرمانہ محمد دیوبند

صاحب کے مزاج سے بوجہ اس تعلق کے جو اسے کئی سال سے حیدر خانہ میں  
 امیر صاحب کے معاملات سے رہا تھا بخوبی واقف تھا اور غائبی ہی بخوبی  
 بول سکتا تھا پہلی بات عقلمندی کی سرٹیمریڈیورینڈ سے یہ ہوئی کہ اس نے  
 کہہ دیا کہ میں تو امیر صاحب کا مہمان ہوں میں فوج کی سپرٹیمریڈیورینڈ بکریاں کو  
 نہیں مانا چاہتا چنانچہ سفیر مذکور کی اس دانائی اور فراست نے اس کی فوج  
 کو امیر کی نگاہوں میں دوبالا کر دیا۔ اور انہوں نے اس کی حد سے زیادہ  
 تواضع اور خاطر کی۔ ۹ اکتوبر ۱۹۱۲ء کو سرٹیمریڈیورینڈ پشاور سے روانہ  
 ہوئے۔ سرحد کابل پر جنرل غلام حیدر سفارت کے استقبال کے لیے موجود تھا  
 یہ سفارت مندرجہ ذیل ممبران پر مشتمل تھی:-

(۱) سرٹیمریڈیورینڈ صاحب۔

(۲) کرنل ایلس صاحب۔

(۳) کپتان میکمرٹن صاحب۔

(۴) کپتان سمیٹھ صاحب۔

(۵) کپتان میرز صاحب۔

(۶) مسٹر کلارک صاحب۔

(۷) مسٹر جن بیچرمن صاحب۔

ان لوگوں کے علاوہ پنجال ایٹنر نمبر ۱ سے بارہ ہفتان بطور اردو دیوان  
 ہمراہ تھے۔ اور اس وقت ہندوستانی کلرک اور ترجمان تھے۔ غرض کل جمعیت  
 کلرک کوٹلی تین سو آدمیوں کی بھیڑ بھاڑ تھی۔ اس قافلہ کے ساتھ دو سو اونٹ

۱۰۰۰ ایک اچھی پوٹیکل طبع تھی۔ وزیر ہند سرٹیمریڈیورینڈ کو افغانستان میں جا کر مدت پورس  
 آٹھ ماہ بعد شہر تہران سے زندگی کا یہ کچی کپٹیوں میں اپنی زندگی کا یہ کرا دیا تھا۔

سرٹیمریڈیورینڈ  
 کی سفارت

اسبقہ خچریں اور پچاس گھوڑے بھی تھے۔ جلال آباد میں سفیر اسی مکان میں  
 اُتار گیا جو امیر صاحب اپنے لیوٹو بنوارہ سے تھے۔ جب سفارت کابل کے گردواج  
 میں پہنچی تو مسٹر بین جواب سر سالٹر پین ہیں امیر صاحب کی طرف سے سفیر کے  
 خیر مقدم کے لیے آئے۔ م۔ اکتوبر کو یہ لوگ کابل میں داخل ہوئے اور کابل کے  
 توپخانے سے انکی سلامی ہوئی۔ جہانوں کے لیے شہزادہ حبیب اللہ خاں کا مکان  
 آراستہ کیا گیا تھا جو خاص کر کے قابل دید تھا۔ خوابگاہ میں جو پلنگ بچا ہوا تھا  
 اسپر سونیکا کام آنکھوں کو چونڈیانا تھا۔ اور اس پلنگ کے گرد علیہ محض کچھ پوپ  
 کے تھے۔ پردہ آسمانی ساٹن کے اور قریب کچھ ایک جی اینو با جا رہا ہوا تھا۔  
 دوسرے دن سفیر انگریزی امیر کابل کی ملاقات کے لیوٹو گیا۔ امیر صاحب نے بڑے  
 تپاک سے مصافحہ کیا اور ہنگام گفتگو بیان کیا کہ ہم غایت خوش ہیں کہ آپ کی آمد  
 شخص جو سرکار انگریزی کا معتدلیہ ہے ہمارے ملک میں سفیر بنکر آیا ہے۔ اور  
 بڑی خوشی کا مقام یہ ہے کہ وہ ہمارے ساتھ فارسی زبان میں گفتگو کر سکتا  
 ہے۔ پھر امیر صاحب سر مارٹین ڈیورینڈ سے مختلف مضامین پر بحث کرتے رہے مثلاً  
 مرض نفرس پر جبکہ امیر صاحب کو عارضہ ہے۔ حکمیریل پر اور اپنے سیر پور کے  
 ارادہ پر۔

سفارت گری  
 اور امیر صاحب

دوسرے دن سفیر اور انکے ہمراہیوں کو امیر صاحب کے نئے محل کی سیر کرائی  
 گئی اور وہ اسکی آرائش اور جھاوٹ دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ اس محل پر  
 امیر تیمور کی تصویر بھی آویزاں تھی۔  
 ۱۲۔ ڈومبر کو خلیفہ الشان دربار ہوا۔ اس دربار کی کیفیت اس طرح پر ایک اخبار  
 میں درج تھی۔

”سر مارٹین اور انکے ہمراہیوں کا استقبال مکان دربار پر امیر صاحب کے دونوں

شہزادوں حبیب اللہ خاں اور نصیر اللہ خاں نے کیا اور مکہ و بارہ میں انہیں  
لیجا کر بٹھایا۔ سفر کے مقابل میں امیر صاحب کے فوجی اور رسول افسروں کے لئے  
چوکیاں چھٹی ہوئی تھیں۔ علاوہ دیگر اشخاص کے اس وقت جنرل جان مچھو حکم  
تو پٹنہ جنرل میر محمد اور خان ملا موجود تھے۔ امیر صاحب کے تخت کے پانداز میر  
شیر کی کھان بچی ہوئی تھی جب امیر صاحب تشریف لائے تو تمام اہل دربار و مقرر  
استادہ ہو گئے۔ بٹے ہی انہوں نے تمام انگریزوں سے مصافحہ کیا اور تخت پر  
بیٹھ گئے۔

قصہ مختصر جب سرائی پور ریڈ ویاں سے رخصت ہوئے تو تمام کام نکالت  
خوش اسلوبی کے ساتھ ہنگا کر آئے۔ گورنمنٹ انگلشیہ کا منشا پر راہو گیا و فیض  
کی کشیدگی رفع ہو گئی اور پھر سسٹنڈنسی مستحکم ہو گیا۔ امیر صاحب نے وعدہ کر لیا  
کہ آئندہ میں چترال۔ ہاجور۔ سیات اور آفریدیوں کے معاملات میں دخل نہیں  
دوڑکا۔ اور انگریزوں نے ان کے وظیفہ کو ڈیوڑھا کر دیا یعنی سجالے بارہ لاکھ  
روپیہ سالانہ دینے کے اشارہ لاکھ سالانہ مقرر کیا۔ اور امیر صاحب کو کافرستان  
فتح کر نیکا بھی حق حاصل ہو گیا۔

۲۳ جنوری ۱۹۱۴ء کو مارکولین آف لینڈون نے جو سپیج رخصتہ اندکی  
ہمس میں سرائی پور ریڈ ویاں کے حسن انظام کی بہت تعریف کی اور کہا کہ تہا رسی  
سفارت میں غلط خواہ کامیابی ہوئی ہے۔

اکتوبر ۱۹۱۳ء میں سرائی پور ریڈ ویاں نے جو مبارکہ کابل میں کیا وہ ایک  
پارلیمنٹ کے کاغذ سے حربہ نقل کیا جاتا ہے۔

چونکہ دربارہ سردار خاں کے کچھ گفتگو پیش آئی ہے جس کا تعلق ہندوستان

نے وہ ایک دوسری سماجی میں معلوم ہوا ہے کہ سردار خاں کی حفاظت کے لئے امیر صاحب کو  
پچاس ہزار روپیہ سالانہ سرکار انگریزی کو منظور کیا ہے۔

ہے اور ہنزہ ٹینس امیر کابل اور گورنمنٹ انڈیا رن باتوں کا فیصلہ دوستانہ طریقہ سے کر کے دوستانہ سمجرت قائم کرنا چاہتی ہے اور ہر دو مقامات کی حد متقرر کرنا چاہتی ہے تاکہ بائے آئینہ کوئی اختلاف رہے ہر دو گورنمنٹوں میں نہ ہونا ہندوستان کے لئے وجہ قرار دیے گئے۔

شری چندر

اول۔ مشرقی اور جنوبی سرحد عملداری ہنزہ ٹینس کی داخان سرحد فارسی حساب میں نقشہ منسلک ہوگی۔  
دوم۔ گورنمنٹ انڈیا کسی وقت میں اس عملداری سے مداخلت نہ کرے گی جو حدود و افغانستان میں ہوگی اور ہنزہ ٹینس امیر کسی وقت میں اس عملداری میں مداخلت نہ کرے گی جو اس کے باہر جانب ہندوستان ہوگی۔

سوم۔ برٹش گورنمنٹ تسلیم کرتی ہے کہ ہنزہ ٹینس امیر پر قابض رہا اس کے اس جانب وادی چندک تک آنکو اختیار ہو۔ اور ہنزہ ٹینس اس بات کو منظور کرتے ہیں کہ کسی وقت میں وادی سوات سے کسی طرح کی مداخلت نہ کرے گی۔ اور سوات باجوہ چترال۔ اردوئی۔ یا وادی شغل سے کوئی تعلق نہ رکھیں گے اور برٹش گورنمنٹ رضامند ہے کہ ہنزہ ٹینس کو ہیریل کا حصہ دیدیے جو اس نقشہ سے مفصل طور پر ظاہر ہوگا۔ جو ہنزہ ٹینس کو دیا گیا ہے اور ہنزہ ٹینس تے وزیریں اور داردار کے ملک اور چار گاہ سے قطع تعلق کیا ہے۔

چہارم۔ سرحدی لین لین کو شرح طور سے قرار دیا جائیگی جس کی کارروائی برٹش اور افغانی کٹمنٹوں کے ذریعے ہوگی اور اس کا منشاء دیج ہوگا کہ باہر سمجھوتہ سے ایک سرحد قائم کجائے۔ اسکے بارہ میں حتی الامکان لین موافق نقشہ منسلک کیے ہوگی اور مستحق مواضع حوالی سرحد کا بھی لحاظ رکھا جائیگا۔

پنجم۔ گنگوٹے چمن کے بارہ میں امیر اس عرض کو دلپس تو ہیں جو چوہدری ملٹر

کمپو قائم کرنے پر تھا اور برٹش گورنمنٹ کو اپنا وہ استحقاق اپس میں دیتے ہوئے سرکاری  
اور تلیس کے پانی کا خرید کیا تھا۔

ششم چوٹی خواجہ عمران کی شاخ پھاڑی واقع متصل شاہ کوتل سے جو برٹش  
عملداری میں بیگا سرحدی لین ایسی سمت بجائی گئی تاکہ مرغ چمن شراد کا چترہ افغانان  
کے لئے چھوٹ چلے اور یہ سرحد جدید چمن کے قلعہ اور افغانی بیرونی تہا نہ کر کے  
سے گزریگی جو کہ لشکر ڈانڈ کر کے مشہور ہے۔ وہاں سے بائیں کیلوسے اسٹیشن اسپتال  
بلاک کے گزریگی اور جنوبی جانب چائے کی دہاں سے خواجہ عمران کی پھاڑی سے شریک  
ہوگی۔ گو چترہ کا تھانہ برٹش عملداری میں ہوگا اور شراد کو جو سڑک لگنی ہے وہ  
مغربی جانب ہسکی۔ اس کے جنوب میں گورجہ واقع افغانستان ہوگا۔ اس سڑک کے  
نصف میل تک برٹش گورنمنٹ کو مٹی مدد ملے گی۔

معاهدہ مذکور گورنمنٹ انڈیا اور امیر افغانستان ایک قابل کمین  
فیصلہ خیال کرتے ہیں۔ جس میں کوئی اختلاف رائے نہیں ہے جو کہ  
حال میں بائیں گورنمنٹ ہند اور امیر افغانستان کے پیش آیا تھا اور  
تفصیل کے بارہ میں گورنمنٹ ہند اور امیر افغانستان میں عن کرتے ہیں کہ  
اس کا فیصلہ دوستانہ طریقہ سے وہ افسر کریگی جو سرحد قائم کرنے پر مقرر ہو  
گا۔ اگر برائے آئندہ کوئی شک ہے شبہ اور باعث غلط فہمی ہو تو گورنمنٹوں  
میں نہ پیدا ہو۔

مہتمم۔ چونکہ نقینہ کال ہے کہ ہرنٹنسن برٹش گورنمنٹ کی طرف سے نہایت نیکی  
اور رنجش کے ساتھ افغانستان آزاد ہو چھوٹا ہو گا۔ گورنمنٹ انڈیا سامان جنگی کے  
طلب کرنے میں ہرگز مدد غلت نہ کریگی۔ بلکہ اس بارہ میں گورنمنٹ انڈیا خود اس کی مدد  
کریگی۔ علاوہ انہیں اس لحاظ سے کہ ہرنٹنسن امیر نے دوستانہ طریقہ سے اس فیصلہ

منظور کیا ہے مگر سنٹ انڈیائی علاوہ اس بارہ لاکھ کے جزیرہ ٹینکس ملتے ہیں  
چہ لاکھ روپیہ اور زیادہ کر دیئے ہیں \*

جس وقت ہندوستان کے چار نوکیسوں کو معلوم ہوا کہ امیر صاحب کے وظیفہ میں  
اس قدر اضافہ ہو گیا ہے تو انہیں سے بعض نے وہ واویلا کیا کہ تو بہ۔ انہوں نے اس  
بات پر نہ رو دیا کہ کیوں سرکار نگلشیہ ہندوستانیوں کا لاکھ کاٹ کر افغانوں کا پیٹ  
پال ہی ہے۔ اگر خدا نخواستہ روسیوں نے ہندوستان کا رخ کیا تو یہ لوگ ہرگز ہماری مدد  
نہیں کر سکیں گے۔ سرکار کو ان کے چکوں میں نہیں آنا چاہیئے یہ بڑے مطلبت ست  
ہیں۔ مگر یہ کہ چاہیے کہ ہندوستانیوں کے حال پر رحم کرے۔ اور جو روپیہ کہ وہ نہایت  
عزیز سی سے پیدا کرتے ہیں مفت خوروں کی نذر نہ کرے۔ ہم لوگ نان شبینہ کو مخرج  
ہیں اور افغان ہلا دروسر کے گوشت پلاؤ اور اڑتے ہیں۔ کیوں نہیں مگر فغانستان  
کو علاقہ انگریزی بنالیتی اور ہر روز کے محمد کا تصفیہ کر دیتی۔ کئی بار انگریزوں نے  
افغانوں کو آدھا یا ہے بیچ ان کے تہہ کندوں سے بخوبی وقف ہیں۔ پھر خدا جلنے انکی  
سجھ کو کیا ہو گیا ہے۔ کہ اس معاملہ کی تہہ کو نہیں پہنچتے اور فتح کر کے بھی کابل کو اپنے  
قبضہ میں نہیں کھنچتے۔ مگر یہ ایک تہ اندیش گردہ کے خیالات ہیں۔ جو لوگ اصل حال  
سے واقف ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ انگریز ایسے بیوقوف نہیں کہ ایک سو بیس مفت  
دیں۔ روسیوں کا مرت ورت سے ہندوستان پر ہی۔ ایک ایک نے ضرور آئیگا کہ  
ہندوستان کی طرف بڑھیں۔ مگر اس طرف آئیے لئے ضروری ہے کہ وہ افغانستان کو  
موافق کرین فتح کر لیں۔ سرکار نگلشیہ کی پالیسی یہ ہے کہ افغانستان کو ایسا  
طاقتور بنا دے کہ روسی اسکو فتح نہ کر سکیں۔ افغانستان کوئی زرخیز ملک نہیں ہے

۱۔ اخبار پاریس نے ایک عجیب نوٹ میں امیر صاحب کے وظیفہ کی زیادتی کو مذہباً بتایا ہے  
وہ لکھتا ہے کہ سر ڈیوڈ ریسٹن کی معرفت جو یہ وظیفہ ۱۲ لاکھ سیڑھا کر ۱۲ لاکھ کر دیا گیا اسکی نسبت  
(دیکھو صفحہ ۹۷)



اسکی آمدنی اُسکے اخراجات کے لئے مشکل سے کفایت کرتی ہے۔ اسکا منہ کرنا اگر زیروں کے لئے کی طرح مفید نہیں ہو۔ قطع نظر اسکے افغان ایسی ٹیڈری اسامی میں کھانا باج رکھنا بڑا کٹھن کلم ہے۔ وہ اپنے مفہوم اور ہم مذہب ہی کو اپنا بادشاہ تسلیم کرتے ہیں۔ اُسکے بغیر وہ کسی افلاطون کو بھی کچھ نہیں دانتے۔ اس لئے سرکار انگریزی بہت اچھی پالیسی چل رہی ہے۔ جو اُسکے اگر انقدر ذاتی تجربہ پر مبنی ہے۔ میر صاحب کو بیشک ایک کثیر رقم زردی جاتی ہے اور علاوہ اسکے اسلحہ وغیرہ سے بھی مدد دی گئی ہے تاکہ وہ اپنی سلطنت کو ایسا مضبوط کر لیں کہ روس سہولیت سے ہندوستان کی طرف منہ نہ کر سکے لیکن میر صاحب اس وظیفہ کا ایک حصہ ہندوستان کے شمال مغربی سرحد کی اخراجات کو بھی دیتے ہیں۔ تاکہ وہ سرحد پر امن قائم رکھیں۔ بہت کم ناظرین کو معلوم ہو گا کہ یہ سرحد کا وظیفہ کونسی انگریزوں کی ایجاد نہیں۔

افغان غیر خود بادشاہ اپنے میر کرتے

کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا جہاں تک نظر غور سے دیکھا جاتا ہے۔ اسکا تسلیم ہونا ہے۔ میر کے وظیفہ میں ضرور زیادتی ہو نا چاہیے تھی۔ ہندوستان اور افغانی سرحد کے معاملات میں بہت سی جنگیں ہوئیں انہوں کی کو شمالی کے یوکرینی برٹانی نہیں اور ان میں بہت کچھ صرف جو جاتا تھا اسکے سامنے یہہ لاکھ کا اضافہ کچھ بھی نہیں ہے۔ یقیناً یہ لڑائیاں اب بند ہو جائیگی۔ پہاڑی قومیں جو حملے کیا کرتی تھیں اُنکے بندوبست کو سرحد پر چوکیاں باندھ بھائی ہوئی جنگ کے سامان کی ٹوٹ پھوٹ نہ ہوگی جو ادھر ادھر یا پراچھڑا تھا اُنکے سامنے اس سرحد سے بھی اس معاملہ کو دیکھ لینا چاہئے۔ جب پہلے ہی یہ سرحد اس سرحد کو ایک لاکھ روپیہ ہمارے لئے خرچ ہوا تو درہم یہ ۲۰ پٹیس کا تھا جس طرح رہ گیا ہے تو دیکھنا چاہیے کہ کابل کے خزانہ پر اسکا کیا اثر ہوگا۔ میر صاحب کو ہر وقت اپنی فرج تیار رکھنا پڑتی ہے اور ہتھیار اور سامان جنگ کی درستی میں اُنکا بہت کچھ خرچ ہو جاتا ہے اور وہ سب سامان اُنکو پورے انگریزی سکے دیکر خریدنا ہوتا ہے۔ انہیں بھی سب لوگوں کی طرح یہاں ایک پٹر کے سوا یا ستر روپے نہیں پڑتے ہیں۔ پس اُنکے یہ چھ لاکھ روپیہ زیادہ ہو کر ہیں اس حالت میں کچھ بھی حقیقت نہ رہیں گے۔ جب اس سرحد پر کچھ بھی (دیکھو غور)۔

بلکہ شاہان مغلیہ بھی ان آزاد اقوام کو جو افغانستان اور ہندوستان کے مابین سکونت رکھتی ہیں دیا کرتے تھے۔ فیض صاحب کی تاریخ افغانستان سے معلوم ہوتا ہے کہ جب نادر شاہ نے مہم ہند کا قصد کیا اور اس علاقہ سے گزرتے دیکھا تو چڑھ کر پٹھانوں نے درخت کاٹ کاٹ کر دروں کے راستے بند کر دیئے۔ اور چڑھوں پر سے نادر کی فوج پر اس قدر پتھر پھینکے کہ نادر اسی شخص کو ان سے مصالحت کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ اور جب نادر نے انہیں ان کا حق دیکر راضی کر لیا تو یہ اس کی فوج میں شریک ہو گئے۔ اس کا ظاہر ہے ہندوستان کے امن کے لیوان افغانستانی قبیلوں کو کچھ دینا ضروری ہو اور وہ امیر صاحب اس روپیہ سے انہیں ہی تقسیم کرتے ہیں۔

سرحدی آزاد قوموں کے وظائف

## باب ہشتم

### کچھ اور پیشکشیں اور کامیابیاں

بہت کم لوگ ہندوستان میں جانتے ہیں کہ امیر عبدالرحمن خان صاحب پنجاب بہت عمدہ کھیلنے ہیں۔ لیکن یہ بات کسی سے پوشیدہ نہیں کہ پولٹیکل شطرنج بازی میں انہیں کوئی بھی ہار کا حاصل ہے۔ یہاں تک کہ اس میں ان کے کھلاڑیوں میں انہیں وہ رتبہ حاصل ہے جو شطرنج کے کھلاڑیوں میں البتہ زیادہ مشہور ہے۔

یورپ میں جہج کرنے پر تیس گے ہمیں یہ بھی سچا دکھتا چلائیے کہ یہ کھیل کون سے خدوئیں افغانستان کی دروغت نہیں کی تھی کیونکہ شرفی ریس الی گنگو کو میوین سمجھتے ہیں۔

بکرا کی نسبت یہ کہنا ہی ناموزوں نہیں کہ

ابو زید را سپش سر زین پد

۵ مئی ۱۶۷۷ء کو بروز جمعہ الفجی امیر عبدالرحمن خاں صاحب نے کابل میں ایک عظیم الشان

دور بار منعقد کیا کہ جس میں تمام ملک کے بیکل اور قوموں کے سرگروہ اور سردار شریک

تھے اور ہمیں غلام صاحب نے اپنے ہاتھ سے ایک بیش قیمت تمغہ مشکل سجا ہوا میر

صاحب کے سینہ پر چسپاں کیا یہ تمغہ اس رقم سے تیار کیا گیا تھا جو تمام افغانستان

خطبات امیر  
مولین آیتا

کے رئیسوں نے اپنی سینا و رغبت سے امیر صاحب کے خطاب ضیاء ملت کے آئینہ

افشاں کرنے کی خوشی کے موقع پر ملک کی طرف سے چندہ کر کے انہیں ہدیہ کرنا سب

سمجھے تھے۔ دراصل یہ کارروائی بیخبر امیر صاحب کی گہری پولٹیکل سیاست کی ایک

عملی چال کا ہے جو وہ حال میں چلے میں۔ جو لوگ کہ افغانستان کی تاریخ سے

کیفیت و اقیفیت رکھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ اس بڑھیب ملک کی خرابی کا بڑا باعث

یہی رہا ہے کہ بادشاہ وقت کے بعد خاندان شاہی کے تمام متوسل تخت گیری

کی فکر میں ہو جاتے ہیں اور جا بجا بغاوتیں اور فتنے پیدا کر کے سلطنت کو ایک

مسلسل باہمی کی حالت میں مبتلا رکھتے ہیں۔ بلکہ اس سے بڑھکر شاہی خاندان

کے متوسل کبھی کبھی تخت سلطنت حاصل کرنے میں بھی کامیاب ہو جاتے ہیں کہ

جیسا کہ انیدان راق میں امیر شیر علی خاں کے زمانہ حکومت کے ابتدائی اور آخری

واقعات سے ظاہر ہے۔ اسکے علاوہ افغانستان کے زیرِ کلا در و زمین شناسان

کا سب سے پہلا فرض یہ ہونا چاہیے کہ اس ملک کے جاہل مگر ذہبی سرگرم عایا

کے تقصبات نہ ہی کو غیر مسلم قوموں کے خلاف ہمیشہ بھڑکائے رکھنے اور اپنے

حقوق شاہی کے نگاہ اور محفوظ رکھنے کے لئے احکام شہ جی کی پابندی کی

تائید کرنا رہے کیونکہ دین اسلام میں اولی الامر یعنی بادشاہ وقت کی اطاعت

اور حفاظت فرمے گئے کافروں سے مقابلہ کرنے کے متعلق بکثرت احکام موجود ہیں  
امیر عبدالرحمن خاں الیہ شخص نہیں ہو جو ایسی باتوں سے فائدہ اٹھانے میں مل کرے  
امیر صاحب کو یہ بات ابتدا سے ذہن نشین ہو چکی ہے کہ قوم یا قوم کے سرگرد ہو کر  
رضا مندی حاصل کرنے یا کم از کم ایسا ظاہر کرنے سے بہت بڑے فائدے حاصل ہوتے ہیں  
چنانچہ انہوں نے روسی ترکستان سے لوٹ کر تخت افغانستان انگریزوں کے ہاتھ سے  
کاہرہ وادی کی سختی اور جواب دہی میں بڑا انتظار کر لیا تھا۔ بلکہ جواب میں یہ بھی لکھا  
تھا کہ میں تنہا کوئی قطعی فیصلہ نہیں کر سکتا۔ جناب میرے اہل قوم جو میرے گرجم  
ہو گئے ہیں کسی امر پر متفق نہ ہو جائیں۔

ان سب امور کو مد نظر رکھ کر حال میں امیر صاحب نے اپنی اعلیٰ قابلیت کا ثبوت دیا  
ہے۔ اور تمام اہل افغانستان کے خورد و کھان موضع و شریف سے ایک عہد نامہ پر دستخط  
کرائے ہیں کہ جس کے مطابق وہ باندھ ہو گئے ہیں۔ کہ سوائے امیر عبدالرحمن خاں کی آل و اولاد  
کے سرکار پائیدہ خاں کی نسل کے اور کسی سردار کی طاعت نہ منظور کریں گے۔ امیر  
صاحب کو خطاب ضیاء الملت و الدین سے یاد کریں گے اور ان کی جان نثاری و وفاداری  
سے کہی سرتابی نہ کوئیں گے۔ اپنے ملک ایک چپہ زمین جب تک کہ میں ہم کیے گئے  
لیئے نہ دیں گے۔ اور ہر آئندہ آدمیوں میں سے ایک کی حفاظت ملک کے لئے پہنچائی کر  
واسطے وقف کر دیں گے۔ ظاہر کیا گیا ہے کہ انہیں سے چار شرائط عہد نامہ کے بلا کر ادا  
و فریب خود بخود ایمان و اکابر فرقہ محمد زئی نے مرتب کر کے امیر صاحب کو نصیرت  
میں پیش کی تھیں۔ اور جب امیر صاحب نے اپنی رعایا کے دوسرے فرقوں سے دست  
کیا کہ انہیں بھی ان باتوں سے اتفاق ہے تو سب نے امیر اتفاق ظاہر کیا اور  
پانچ شرائط امیر اور اضافہ کر دی۔

امیر صاحب کی  
دولت کے افغان  
کسی کی طاعت نہیں  
منظور کریں گے

نہ پہنچا جو اس طرح کی جتنی حد تک اس کی طاعت میں جکا  
دیں تو اس طرح متین کی حمایت اور امیر علی راہم جو اس سے اور طریقے



شہزادہ حبیب اللہ خاں و شہزادہ نصرت اللہ خاں امیر صاحب کی تقدیم ہو  
یہ اس وقت کا نظارہ ہے جس میں شہزادہ نصرت اللہ خاں و شہزادہ حبیب اللہ خاں  
میرزا احمد علی شاہ کی خدمت میں تشریف لائے ہوئے ہیں۔

وینداری اور شرائط اسلامی سے تمام مسلمان عایا بوجہ احسن فائدہ حاصل  
ہے۔ مساجد و معابد جو کھنہ اور منہدم ہو گئے تھے ان میں نو انجی تعمیر و آبادی ہوئی  
علماء و خطابت موزنین وغیرہ ہر قسم کی نعمتیں و رعایتیں وغیرہ ہمیں بطفیل شاہی  
میں سے ملیں۔ اسکے علاوہ قوانین مملکت واری روز بروز بہتر اور خوشتر ہوتے جاتے  
ہیں۔ اور آلات حربیہ اور دیگر اسباب روات بہت ہی ضرورت وقت کے مطابق  
ہمارے لیے تیار ہوئے ہیں لہذا ہم نے بالاتفاق مناسبتاً ان کے نام تاحی کے ساتھ  
امیر المومنین ضیاء اللہ دین بھگت خطاب پڑھایا جائے چنانچہ ان الفاظ مبارک کو  
قطعہ نشان میں درست کر کے حضور میں پیش کر دینے لگوں ہم لائے ہیں۔

فقیر دوم بیچہ تھا کہ چونکہ زمانہ سابق میں ہماری سلطنت اور مملکت تباہ و برباد  
در میان حد بندی شخص نہ تھی اور نہ کوئی اس قسم کی رشتا و رشتہ تھی جس سے اپنی اور غیر کی  
سلطنت میں امتیاز ہو سکے۔ اس لیے اپنے ملک کی مگرانی ہمیشہ خیریت و خوش حالت  
میں رہا کرتی تھی۔ اب چونکہ حضور و الہامی سعی و توجہ سے چاروں طرف کی حد بندی  
ہو چکی ہے تو گو یا کہ ہمارے مکان کی چاروں دیواری کھینچی گئی ہے۔ اور اس چاروں طرف  
کے اندر ہماری دولت و دین و ملک ناموس وغیرہ محفوظ ہو گیا ہے۔ اس لیے ہم تمام  
رعایا اس بے پایان احسان شاہی کے بھی نہایت ممنون اور خدائے تعالیٰ کے نہایت  
شکر گزار ہیں اور اپنی زمین سرحد کو جان کی طرح عزیز رکھتے ہیں۔ ایک ایک  
ایٹل کے ٹکڑے پر ہمارا سر لگا ہوا ہے۔ اور کسی زمانہ میں یہی ہم اپنے حق میں سے  
یا فہرہ کسی دوسرے کو نہ لینے دینگے۔

فقیر سوم بیچہ تھا کہ جس کمرانی کے زمانہ کثیر میں غایات و توجہات شاہی سے  
رجو احوال و احوال سے ہم پر صادر ہوتے رہے ہیں۔ ہمارے دولت و ملک کو بے انتہا  
فائدہ پہنچا ہے۔ نیک اور لائق آدمیوں کو علی قدر مرتبہ رتبے اور نعمتیں بخشی  
گئیں۔ اور شرع و انفس لگ جو موجب اختلال امور مملکت واری تھے وہ ہمارے دریا  
سے دور کر دیے گئے۔ اسکے علاوہ وہ باتیں جو ہم نے دینی اور دنیوی کاموں  
میں جوڑ دی تھیں اب ہم اپنی جان کے ساتھ انہیں وابستہ نہ سمجھتے تھے۔  
مگر کہ ان انتظامات کو ہم نے اپنی کما حقہ جواب دہی کرتے ہیں (دیکھو صفحہ ۱۰۲)

اور ہم اپنے بادشاہ پر جان نثاری سے کبھی ہرگز دینے نہ کریں گے اور نہ کبھی طاعت اور فرمانبرداری سے سرنانی کریں گے۔

اور فرما کر

فقیر چھام یہ یہ تیا کہ اس عرصہ واز حکمرانی میں حضور دالاک کی طرف سے لیت گسری اور رعیت پروری میں کبھی کسی قسم کی فروگزاشت نہیں ہوئی۔ اور ہم اپنے ملک کی اُسلانیت واری کر حضور کے ہاتھ پروری، اہلستان اور منت پذیر ہی کے ساتھ تسلیم کرتے ہیں۔ ہندو ہم تمام رعایائے افغانستان عہد و پیمان دشت کرتے ہیں کہ حضور کو اس ملک کا صاحب الحاج اور تخت اور خود کو رعیت خدمتگذار اور دین و دولت کا دہانہ جانتے رہیں گے اور اولاد و امجا حضور کو بھی ہملوگ اسی عہدہ و منزلت پر تسلیم کر لیں جس پر کہ حضور کی طرف سے وہ معین ہونگے۔ ہمیشہ انکے رتبہ و درجہ کے مطابق اونکی طاعت اور خدمتگزاری کیا کریں گے۔ اور اگر کوئی شخص اقوام افغانستان سے خواہ قوم محمدیائی سے چوں یا غیر آں طائفہ داخلی سے ہو یا خارجی سے ہو مگر وہ ہو کر خیال بغاوت بھی و لیس لایمگا تو ہم سب دین و ملت کے حکم کے مطابق اسے باغی جاننا اسکی سزائے جانی و مالی کو اپنا فرض عین سمجھیں گے اور ان تمام اقوال و عہد و پیمان کی بات ہم خداوند تعالیٰ اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ضامن دیتے ہیں اور اس عہد نامہ کو برادر منظور ہی قبولیت حضور میں پیش کرتے ہیں۔

باغی کی سزا

فقیر انچہمہ اضافہ شدہ یہ تھا کہ چونکہ استحکام سرحد ملک ہمارے حکام دین کے مطابق دہیات سے چر لہذا اب جبکہ ہماری سلطنت کی حدود و محض مرتب ہو گئیں تو اونکی حفاظت کے لئے کافی سپاہ بھی لازم ہے۔ پس ہر جگہ کے مردمان کاری میں سے ایک شخص کو صلحہ اور فکر معاش سے سبکدوش کر کے وقت ضرورت کے لئے ملک مشق قواعد نظامی اور کتب فنون پابگری میں صرف کریں گے تاکہ جس وقت ضرورت پیش آوے یہ ہم تمام آدمی اپنے ملک کی حفاظت کے کام آسکیں۔

میں نے فرمایا

چونکہ ان لوگوں کی تجویز بھی آخر بینی اور دور اندیشی پر مبنی تھی۔ لہذا انکے اتفاق و اخلاص سے بھی ہم خوشنود ہوئے۔ اور چونکہ معاہدہ تذکرہ بالائے تمام خطوط و عراقین حنین و لایث محروس کے باشندوں کی طرف سے (دیکھو صفحہ ۱۰۱)

مسلوٹم ہوا ہے کہ امیر صاحب نے بہر شریط عہد نامہ کے تحت بہت سی آیات قرآنی اور حدیثات تائیدی کے ایک تین بالشت جوڑے اور سو اکر لمبے ہتھار

۱۰۳

۳۴ ماہ اسد ۱۲۷۵ء شمسی مطابق ۲۷ جولائی ۱۲۷۵ء تک سلاطین کی تمام دکان جمع ہو گئیں اسلئے روزند کو رکھیا کہ وسیع ہو کر ہر سال اس تاریخ پر ایک شاد روز تمام مملکت افغانستان کے اندر جشن و بزم چراغان کیا جائے اور خوشی منائی جائے اور اس جشن و خوشی کا نام جشن شفقہ رکھا گیا ہے۔ ۱۲

اس کی زیادہ تفصیل کی کیفیت اکثر شہر کے پتے اخبار سے نقل کی جاتی ہے۔ وہ ہوا ہے۔ بقریعہ کے دنوں میں کابل میں ایک عظیم شان منی یادگار واقع پیش آیا کہ جناب امیر عبدالرحمن خان صاحب کی وفات اور قابلیت کی ایک عجیب مثال ہے۔ یعنی عید کے روز ایک عالیشان دربار منعقد کیا گیا۔ اور اسی میں ایک بیش قیمت نمونہ نکال جو اسرات امیر صاحب کے کرسی پر کیا گیا۔ جو ماکہ علوم صاحب نے پہنایا۔ تمام ملک کے رؤساء اپنی خوشی سے ایک قسم پرے کی فراموشی کے پہنچنے تیار کر کے اپنی طرف سے امیر صاحب کی خدمت میں برکیا ہو۔ اور امیر صاحب کو خطاب کیا۔ اللہ والہ الدین امیر المومنین امیر عبدالرحمن خان مٹلی افغانستان کا کار کیا ہے۔ اسی خوشی یادگار میں امیر صاحب نے جو کچھ لکھا ہے اس پر بھی یہی کتبہ درج کیا گیا ہے اور اس موقع پر کئی لاکھ کاپیاں ایک شہر کی چابکداری کی گئیں۔ یہ شہر تہا تخمیناً تین بالشت چڑا اور لوگ لمبا سفید کاغذ پر چھاپا ہوا ہے جس کے چوکور تین انگل طوائف ہل ہے۔ اس بہت سی آیات قرآنی کے بعد مندرجہ ذیل مطلب کی چار شریط درج ہیں۔ جن کے نیچے تمام ملوک افغانستان کے نمایان بزرگواران۔ رؤساء و رعایا کے دستخط کرے ہر ہیں اور وہ لوگ خدا و رسول کو گواہ اور ضمانت رکھ کر ان شریط پر دستخط کر رہے ہیں۔

جشن قبول خطاب کی تفصیل

۱۱۰۱۔ یہ کہ جو خطاب ہم لوگوں نے امیر صاحب کو دیلے ہم ہمیشہ انہیں اسی سے ملنے لگیں گے۔

دوم۔ جو حکم امیر صاحب نے شریعت اسلام کے حاد کیا کر نیچے منسلک کی طاعت کرے۔ سوم۔ کفار ہندوستان و تجارتی اس طرف سے ہر سال ہر شہر کی ہر گز



پر چہا پ کر کے جسکے گرد سنہری پیل جو اسکی کئی لاکھ کاپیاں اپنی قلمرو میں شائع کی ہیں۔ ان اشتہارات کو سواروں کے تمام ملک بدینہ کی کرکڑوں کو گروں سے دستخط کیے ہیں۔  
لوگ ان سے غرا کر گئے۔

چھکامہ ہم میر عبد الرحمن خاں کو اور انکی نسل سے جو گرو عالتشین ہوں کو بٹاوا بھیجیں گے۔ اولاد مندر پائندہ خاں سے اور کسی کو بادشاہ نہ بھیجیں گے۔  
ان اشتہارات پر سوار تمام ملک میں لہجہ کر دستخط کر رہے ہیں اور لوگ بڑی غشی سے دستخط کر رہے ہیں۔ کیونکہ جعفر سائیش اور امن عایا افغانستان کو امیر عبد الرحمن خاں کے زلیں میں نہیں ہوا ہے کبھی نہیں ہوا۔

اسکے بعد قریب دو ہفتے روز امیر صاحب نے بلخ بالائیں نماز گزاری۔ قریب تیس ہفتے بعد چھوٹا تہار مندر جلیب خاں اور نصر اللہ خاں نے شہر کابل میں نماز گزاری۔ جنکے پیچھے قریب ایک لاکھ مسلمان نے نماز ادا کی اور امیر صاحب کے تخت و تاجت کے لیے دعا مانگی۔ بعد ازاں نماز امیر صاحب کے اعزاز میں کابل میں ۲۵ توپیں گونجی۔ اور ہر شہر و گانہ نے سلام غلنے میں ہزاروں سچے پٹے شہر کی تقسیم کی۔ سب فوجوں کے منصبوں اور خاقانوں میں کو انواع و اقسام کا کھانا دیا گیا۔ کہتے ہیں کہ فایض ہو کر دونوں شہزادوں سے تمام خوافین اور فاضروں کے لیے امیر صاحب کی خدمت میں بلخ بالائیں عید مبارک کہنے کے لیے جو حاضر ہوئے۔ امیر صاحب نے سبے مبارکباد دی۔ اور امیر صاحب نے جواب کے لیے جو بڑے پرسی ماکر کے مبارکباد دی۔ اور شیرینی اور قند تقسیم ہو کر لوگ کابل کو رخصت ہوئے۔ دو دوسرے روز امیر صاحب کب میں سوار ہو کر قلعہ ششم خاں میں جہاں حکم سکھ حایہ تشریف رکھتے ہیں۔ تشریف لیگئے۔ آٹھ روز وہاں رہے۔ بعد ازاں کابل میں تشریف لاکر سردار نصر اللہ خاں کے ہجانہ رنج دو سرے روز سردار مصیب اللہ خاں کے ہجانہ رنج دو سرے آدھریوں کو کہا۔ اور شیرینی دی گئی۔ پھر امیر صاحب چلے گئے۔ پھر سوار ہو کر ارگ کا لاکھ کیا۔ انکار خانہ میں تشریف فرما ہوئے۔ یہاں سے بوشان سرگ۔ گلستان سرگ (دیکھ صفحہ ۱۰۵)





سردار نصرت خان

امیر صاحب نے خطا خیال ملت اختیار کرنے کی یادگار میں ایک نیا سکہ بھی حضور کیا ہے۔ کہ جس پر ایک طرف یہ خطاب رودوسی طرف بابل کی مسجد منقش ہو۔  
 امیر صاحب کی ایک بہت بڑی آرزو یہ ہو کر سلطنت افغانستان کی بہ نفع خود مختار کرنے میں کامیابی حاصل ہو۔ لیکن وہ اپنا تعلق بجائے وائسرائے ہند سے رکھنے کے براہ راست حضور ملکہ مظفر انگلستان سے رکھنا چاہتے ہیں۔ وہ خود بادشاہ ہیں اور اپنے سے کتر بڑے کے وائسرائے کو تعلق رکھنا انہیں گوارا نہیں۔ چنانچہ انہیں نے اس امر کا فیصلہ کرنے کے لئے لندن کا سفر مناسب سمجھا اور سفر بجائے اپنے اپنے پہنچے بیٹے شہزادہ نصر اللہ خاں کو مستعمل خدمت حوشم کے لندن کو روانہ کیا۔ لندن کے خیالات اور رعایا اور حکام نے بڑی گرمجوشی سے انہیں جاکر اور انہیں ہر طرح خوش کرنے کی کوشش کی۔ اور شہزادہ نصر اللہ نے بھی ان کی سے ہر امر کا برتاؤ کیا کہ لوگ ان کی تدبیر اور دلنش کو بلا ساختہ اولاد سر لایا۔ لکھا کر تعبیر کرتے تھے۔

بلت نصر اللہ  
لندن میں

جون کو شہر لندن کی طرف سے گلڈ ہال میں ان کو مہربان کرنے کے لئے ٹیوٹن کے لارڈ میر نے ایک عظیم شان جلسہ کیا۔ اور ایک مہربانی ایڈریس لندن کا رپورٹیشن کی طرف سے ایک بڑے بڑے طلائی صندوق میں لکھ کر شہزادہ صاحب کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ جو اس نے جوان شاہی زبان کی شالہ نہایت میں کوئی قبیحہ اوٹھا نہیں رکھا گیا تھا۔ امیر صاحب نے پہلے ہی فیصلہ کر لیا تھا کہ انہیں سفر میں مظہر شہزادہ نصر اللہ خاں سے ایسی مدارات کیجا جو جسے صلح کہ

اور وہاں خانہ بدید کی جسر بہت بڑی ہو رہا ہے میر کی پر لگی پر وار ہو گیا تھا کہ شریف کیلئے شیخ محمد حسن مجدد الاسلام کا بیان ہو کہ شیخ ویدی ملت میں امیر صاحب کا آٹھ سال کے بعد کہ ترکستان سے آئے تھے اب کوڑے برسوں کا یہاں کیو کہ کوچہ ہمارے کے آپ کوڑے برسوں میں ہو گئے تھے۔

۱۰۵

کسی دوسرے تاجدار مہمان سے کیجاتی ہے۔ اور اسے شاہی اقبالے آداب سے ملتا  
 کیا جاوے۔ چنانچہ تمام ولایت کے اخبارات انہیں برابر ”ہزنٹائنس“ ہی پرنس  
 کہہ کر پکارتے رہے ہیں۔ امیر صاحب نے اپنی طرف سے شہزادہ کے سفر کے لیے خواجہ  
 سفر کا فیاضی سے تحفہ کیا تھا۔ اور شہزادہ صاحب نے اس امر کے ثبوت میں لندن  
 میں فیاضی کے ساتھ کوئٹہ صاحب کی سلم انسٹیٹیوٹ اور لائٹنٹنر صاحب کی مسجد کے لیے تحفہ  
 دیئے۔ تاہم مہانداری اور سفر کے اخراجات گورنمنٹ انگریزی کے ذمہ تھے۔  
 شہزادہ نصر اللہ خاں نے اپنے ایام حکمرانی میں حضور ملکہ معظمہ قیسرہ ہند  
 سے برائے ملاقات کی ۱۲ درپرنس آف ویلز اور شاہی فاؤنڈیشن کے دیگر اہل  
 پرنس کے شاہی ملاقات  
 نے انکی اس قدر خاطر و مدارات کی کہ اخبارات میں شائع ہونے لگا کہ پرنس  
 ویلز شاہزادہ کے ساتھ نماز میں شریک ہوتے ہیں۔ اور صاحب نے یہ عظیم انگلستان  
 اور سکریٹری آف سٹیٹ ہند جب ملاقات کو جاتے ہیں تو انہیں گھنٹوں نظر  
 کرنا پڑتا ہے۔ شہزادہ صاحب نے انگلستان کے کئی مقامات کی سیر کی۔ اور مختلف  
 کھلیں کا رخائے صنعت و حرفت کو دیکھے۔ تفریح کیجاتی ہے کہ ان جہتیں کی تجربات  
 سے کابل میں بہت جلد فائدہ اٹھایا جاوے گا۔ بلکہ برقی سرکاری کرنے کا  
 معاملہ تو خیال کیا جاتا ہے کہ ابی سے امیر صاحب کے زیر تہجد ہے۔ جیسا کہ اوپر  
 بیان ہو چکا ہے امیر صاحب نے شہزادہ کو اپنا ولیعہد نامہ نہیں کیا۔ اس لیے بعض لوگ  
 امیر صاحب کے شہزادہ جیب اللہ خاں کے سفر انگلستان پر روانہ نہ کرنے  
 کو بھی اسی حکمت عملی سے متروک کرتے ہیں۔ انکا خیال ہے کہ شہزادہ جیب اللہ  
 خاں کو جو درجہ امیر صاحب بڑا بیٹا ہو نیکیا حاصل ہے اور اسکے مطابق دہلی  
 ریاست ہی قابلیت سے انجام دے رہے ہیں۔ اگر امیر صاحب ہمیں مکر سفارت  
 انگلستان کے لیے بھی نامزد کرتے تو انکے دعاوی قیسرہ کی بہت مضبوط

ہو جاتے۔ اور شاید حرم سے پہلے میں ناخوشی کا خیال پیدا ہوتا۔

شہزادہ حبیب اللہ خاں کی زبان میں کس قدر رگت ہی بچپن میں انہیں ہر  
خواب کی کوشش کی گئی تھی کہ جگایا اڑا ہی باقی ہے۔ شہزادہ نصر اللہ خاں  
اپنے بڑے بھائی کی طرح حبس میں نہیں۔ اور نہ اس کی طرح ڈاڑھی منڈواتے ہیں۔

ہر چند کہ جناب امیر صاحب کی خدمت میں حضور ملک معظمہ نے دعوت انگلستان  
کے لئے ایک تھیلی چھپی آنریبل مسٹر کرنل کے ساتھ لکھا کہ روانہ کی جاتی ہے جو ۱۹۰۵ء

میں کابل میں گئے تھے لیکن نہ اصل سفر انگلستان کے ارادہ کا اظہار شروع میں  
امیر صاحب کی طرف سے ہوا تھا کیونکہ جیسا کہ پیشتر بیان کیا جا چکا ہے ان نکات  
سے خیال ہے کہ افغانستان کے تعلقات براہ راست انگلستان سے ہو جائیں

اور روس کے ہندوستان کی مداخلت کا سلسلہ پس میں ہی اُنہیں جاوی اور اسی  
ارادہ کی تکمیل کے لئے وہ خود انگلستان جاکر تصفیہ کرنا چاہتے تھے۔ لیکن یہ بات وجہ

افغان سفیر  
سینٹ جیمز

علالت طبع اور یا باذیتہ کہ نشان جیسا کہ اُس زمانہ میں عام خیال تھا امیر صاحب  
خود تو عازم انگلستان نہ ہوئے مگر شہزادہ نصر اللہ خاں کے سفر کا اہم فرما

مقصود یہ ہی قرار دیدیا کہ وہ پھر چھٹی ملکہ انگلستان مقیم ہندو امیر صاحب کی خواہش  
کے نام سے خواہش ظاہر کریں کہ جی طرح دیگر دول مختار کے سفیر و بار برطانیہ

میں مقرر ہیں ویسے ہی افغانستان کے سفیر کو بھی دربار سینٹ جیمز میں مقیم  
ہونے کی عورت بخشی جاوے۔ بہر حال شہزادہ صاحب نے ایک نہایت بیش قیمت

طلائی صندوق میں امیر صاحب کے مراسلہ ملک معظمہ کی حضور میں پیش کیا اور اس

۱۰ جولائی ۱۹۰۵ء کے لیڈیز پکٹوریل نامی اخبار سے اُس صندوق کی تصویر لے لی گئی

ہے اور وہیں اس بیش قیمت صندوق کے کچھ اور حالات لکھے جاتے ہیں۔ امیر صاحب کے چھٹی  
مشرقی مسارٹن نے انگلستان کے عازم انگلستان اور کپتی لیڈ سے اس کی تکفیر کی دو تین ہفتہ  
(دیکھو صفحہ ۱۰)

ہے کہ ہر چند کہ انگلستان میں انکی عزت اور توقیر میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا گیا تھا مگر امیر صاحب کی اس آرزو کو پورا کرنے میں ناکام کیا گیا۔ اور بالواسطہ امیر صاحب کو جتلا یا گیا کہ براہِ رست انگلستان سے تعلق پیدا ہوجانے سے جو عورت یا درجہ سلطنت افغانستان کو حاصل ہوگا وہ ابھی انگلستان کو اسکو دینا منظور نہیں ہے اس وقت امیر صاحب کے تعلقات بجائے گوڈنٹ ہند سے جاری رہنے لگے گوڈنٹ انگلستان سے قائم کرنے کے تعلق سٹراپی کے رابنسن نے رسالہ فارٹائیٹلری بویک میں ایک بہت اچھا مضمون لکھا تھا۔ اسکا خلاصہ یہ تھا کہ جب سے لارڈ لینڈن وائس راج ہند نے امیر صاحب کے افغان ترکمان کی بغاوت کو انواع و اقسام کے ظلم کے ساتھ فرو کرنے پر عزم لیا تھا امیر صاحب جو گوڈنٹ ہند سے ناراض ہیں۔ اور وہ چاہتے ہیں کہ بجائے ایک پہلے سے چھوٹے نائب السلطنت سے تعلقات درست کرنا رکھنے کو اپنے سے بڑے شہنشاہ سے رکھیں۔ یہہ انکی مدت کی آرزو ہے۔ اور اپنی سلطنت کو خود مختار بنانے کے لیے اس آرزو کے برآئے کے وہ بہت خوشنمید ہیں

افغانستان اور  
سلطنت بنگالہ

۱۱) (تذکرہ امیر صاحب)  
کے اندر تیار کر لیا کہ جس سے بڑا اور پیش قیمت صندوق پر یہ کیلکولی کیا نہیں ہو۔ اسکا طول ۱۹۔ انچ عرض ۱۳۔ انچ۔ اور ارتفاع ۱۴۔ انچ اور شکل میں قیل مشق ہے۔ غافل سے لے گا کثرت سے قیمتی جواہرات سے آلودہ ہے۔ چار کونوں پر چار نیم تارے ہیں۔ صرف انہیں سے ہر ایک میں ۸۰ انچ بھرتی سے کاٹے ہوئے جواہرات نصب ہیں۔ اور سرے پر جو چہ ہلال نظر آتے ہیں انہیں سے ہر ایک میں ۴۴۰۲ ہیرے لگے ہوئے ہیں۔ جسے اوپر افغانستان کا اول درجہ ۱۶ گولہ کا دالاجا ہر رنگا ستارہ نصب ہے جس کا قطر ۳۴۔ انچ ہے۔ صرف اس ستارہ کے گرد ۱۶۰۰ پیش قیمت ہیرے جڑے ہوئے ہیں۔ انکے مرکز میں جو بہت بڑا بے عیب ہیرا۔ چین چوہنائی انچ چوڑا ہے۔ صرف انکی قیمت لاکھوں روپے جو ہری ڈیڑھ ہزار روپے ڈنٹا ہے۔ میں صرف اس شخص امیر صاحب کا یہ ہزار روپے یا ایک لاکھ روپے سے زیادہ خرچ آیا تھا۔

جبکہ سرسارٹاؤن نے شملہ میں پہنچ کر امیر صاحب کے ارادہ سے اطلاع دی تو ٹیڈرٹ  
ڈیورینڈ کا بل پہنچے اور ملکہ معظیہ کی جانب سے امیر صاحب کی خدمت میں دعوت کا  
پیغام پہنچا یا۔ امیر صاحب نے اس کا میا بی کو اپنی کوشش کا پھل بھل تسلیم کیا اور  
اپنے بیٹے کو مکمل ہدایات دیں کہ لندن میں افغان سفارت قائم کرنے پر پورا زور دے  
مگر اس میں اسکو کامیابی نہ ہوئی اور وہ لندن ہی تاخوش واپس آیا۔ مسٹر ٹاؤن  
کی رائے میں افغانستان کو بھی لندن میں سفارت قائم کرینکا اور یہاں ہی قیام حاصل  
ہے۔ یہاں کہ ایران کو بھی۔ اور اب چونکہ سلطنت افغانستان بہت وسیع ہو گئی ہے  
اسکے سوا کوئی چلہ نہیں ہو کہ اس سے یہ حمایت مرعی رکھی جائیگی۔

جب ہندوستان خاں لایت سے واپس آئے تو اس سے عہدہ برتاؤ کرنے  
کی شکریہ ادا کی۔ امیر صاحب نے حضور ملکہ معظیہ ہند کی خدمت میں بہت بیش  
قیمت تحائف کئی لاکھ روپیہ قیمت کے ارسال کیے۔ اسکے جواب میں انگلستان سے  
امیر صاحب کی خدمت میں ایک ایسی شاہی گاڑی کہ حبیر حضور ملکہ معظیہ شاہی  
جلوس کے موقعوں پر سوار ہو کر نکلا کرتی ہیں اور شاہی خاندان کی تصویر و کتبہ  
اور چائے نوشی کا تقرری سامان پہنچا۔ امیر صاحب کا مقولہ ہمیشہ "سب سے اعلیٰ ہے"  
اور تحائف دینے میں بھی وہ ہمیشہ اسکو مد نظر رکھتے ہیں۔

وہ بڑے بڑے پولیٹیکل کام جو میر عبد الرحمن خاں کی زندگی میں چلے رہے  
کا فرشتا کی طرح رہے۔ انہیں سے ایک اہم کام ہے۔ یہ وہاں وسط ایشیا میں  
سینکڑوں سال سے ایسا محفوظ چلا آیا ہے کہ کوئی مسلمان سلطان یا فاتح وہاں  
نہیں گھسا اور نہ کسی نے اس قوم کو مستح کیا ہے۔ آخر اسکی قسمت میں  
عبد الرحمن خاں کے ہاتھ سے فتح ہو کر سلطنت افغانستان کا ایک موروثی لکھا تھا۔  
اٹھارہ سال قبل میں ہندوستان اور پاکستان میں امیر صاحب کے اس اہم کام



پہنچی تو عیسائیوں اور بعض ہندوؤں نے اسپر بڑی راہنسی ظاہر کی کہ کافروں کو  
 فتح کر کے کہیں جسب یا مسلمان کیا جاتا ہو۔ انگلستان کی عیسائی گورنمنٹ خود راج  
 کافر لیج سمجھی جائے گی۔ وہ بیچارے بے شمار اور امن پسند لوگ ہیں جو ظالم غفلانوں  
 سے دہک کر ایک کونے میں اپنے سنگلاخ اور وشنو گرگزار ٹاکس میں پڑے ہیں۔  
 انگلستان میں ایک موسیٰ اٹھی دنیا کی قدیم قوموں کی نسلیں معدوم نہ ہونے پر  
 کے فہم دار ہو۔ جب ان لوگوں کو معلوم ہوا کہ کافر لوگوں پر ایسا صلہ جسے قدیم  
 کی ہے۔ اور یہ ایک نضایت قدیم قوم اس خط ملک میں زمانہ دار سے بد  
 ہے کہ جسے اپنا مذہب اور رسم و رواج تبدیل نہیں کیئے۔ اسکے علاوہ بعض عقول  
 کا یہ بھی خیال ہے کہ سیاہ پوش کافر اسی نسل سے نکلے ہوئے معلوم ہوتے  
 ہیں کہ جس سے انگریز ہیں۔ کیونکہ کافرستان کے باشندے ہی بہت صاف سفید  
 رنگ کے ہوتے ہیں اور انکی آنکھیں بھی نیلیوں انیکلو سکس اقوام کی طرح ہیں  
 تو ان لوگوں نے گورنمنٹ ہندوستان کو بہت سخت سخت کھا کر کیوں  
 امیر عبدالرحمن کو ان کافروں پر ہمہ جہت کھینچ کر انھیں فتح کرنے اور مسلمان  
 کی اجازت دی گئی ہے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ گورنمنٹ مسلمانہ ڈیویسٹ  
 مش کے مطابق کسی قسم کی دست اندازی نہیں کر سکتی تھی۔ اور ساتھ ہی  
 صاحب کی غرض اس مہم سے کافرستان کا فتح کرنا اور وہاں کے باشندوں  
 کو جبراً مسلمان کرنا نہیں تھا جو راجی کے اسٹراٹین نے بیان کیا کہ امیر صاحب  
 کی غرض اس مہم سے صرف یہ ہو کہ چونکہ خط کافرستان بڑا وسیع اور سنہریز  
 ہے۔ امیر صاحب اُسے افغانستان کے لیے تجارت کے واسطے کھولنا چاہتے  
 ہیں۔ اور وہاں کے لوگوں کا اہل افغانستان سے ربط و ضبط بڑا ناچاہ  
 ہیں۔ اور اس کام کے لیے کچھ کافر افغانستان کے بعض مواضع کے حکمران

فتح کافرستان پر  
 امیر صاحب سے  
 ناراضگی

امیر صاحب کے درجہ  
 فتح کافرستان کے متعلق

میں تعلیم کئے گئے ہیں کہ وہیں انہیں کاشتکاری کے طریقے سکھلائیں اور دین سپاہیوں  
 کی بھی تعلیم دیں۔ تاکہ یہ لوگ اپنی حقوقوں میں جا کر مثال قائم کریں۔  
 اسکے علاوہ امیر صاحب کے ایک سرے ملازم پورپن لیڈی ڈاکٹر مسز جملٹن  
 نے اخبار لندن ٹائمز میں ایک چٹھی امیر صاحب کے ہاؤسٹائن نسخہ کرنے کے ارادوں کے  
 متعلق چھپائی تھی اس پر چٹھی کا اکثر حصہ نقل کرنا مناسب ہے۔ وہ ہذا۔۔۔ امیر صاحب  
 کہتے ہیں کہ شاید تم کو تعجب ہوگا کہ میں اس حملہ کا فرستان کے ایسی موسم کیوں  
 مقرر کیا۔ اس کا ردوائی کے عمل میں لانے کی بہت سی وجہیں تھیں اگرچہ موسم  
 گرمی کا فرستان پر چڑھا ٹی کر نیک حکم دیا ہوتا تو اس زمانہ میں جبکہ راستے  
 کھلے ہوئے ہیں ان کے اور میرے افغانی سپاہیوں کی بھی ایک بہت بڑی تعداد  
 کام آجاتی اور بہت سے لوگ روس کو بھاگ جاتے جہاں ان کے ساتھ بڑی مہربانی  
 کا برتاؤ کیا جاتا۔ آخر میں وہ فوج روس میں داخل کر لیے جاتے اور انھیں  
 قدم کے پٹے رہبروں کی ایک جماعت مل جاتی۔ جن کے ذریعہ سے روسیوں کو  
 کا فرستان کے فتح کرنے میں مدد ملتی اور اس وقت بھی یہ ممکن تھا کہ گوٹنٹ  
 روس اور کافروں کے درمیان کوٹھی عہد نامہ ہو جاتا اور اگر اس عہد نامہ  
 کے ذریعہ سے ان کافروں کو منجانب روس سے بات کی مدد ملتی کہ وہ اپنے ملک  
 کو دوبارہ فتح کر لیں تو ان کے معاوضہ میں وہ اپنے آپکو روسیوں کی خدمت  
 میں سپرد کر دیتے اور پائیکل طریقہ کے موافق یہ کارروائی بننے لگے تھی کہ  
 روسیوں کی اطاعت قبول کر لیں میں خود اس بہادر اور قدیمی گونہایت  
 ہی مفلس قوم کا بڑا معترف ہوں اور میری خواہش ہے کہ زیادہ  
 یہ تھی کہ جہانک ممکن ہو اس قوم کے لوگ بہت کم ہلاک ہو کر رہ جائیں  
 پائیں میں جانتا ہوں کہ ان کو اپنی زنادار عقیدہ مند رعایا میں داخل کرنا

خود کا فوکل  
اس میں بہتری ہو

کیونکہ وہ نہایت عمدہ سپاہی بن سکتے ہیں جنہیں جانوں کو عزیز نہ کرینگے اور مرتے  
وہ نہ ہاتھ قمار داری کا دم بہرتے جائیں گے اور انہیں ایسے ذمی علم لوگ ہی پیدا  
ہو جائیں گے جو میرے ملک کو مدد پہنچائیں گے اور اس غرض سے کہ کچھ عرصہ تک  
وہ میری ہی آنکھوں کے سامنے رہیں اور بناوٹ نہ کرنے پائیں جس سے میں ان پر  
سخنی کرنے کو مجبور ہو جاؤں۔ میں نے قرار کیا ہے کہ نپسان کے گروہ میں ایک ہر ایک  
ایک حصہ پراس مفت ہزارہ فرقہ کے لوگوں کا قبضہ پایا جاتا ہے ان کے حوالہ کر دیں  
جہاں پہاڑ اور دریا کثرت سے موجود ہیں جن سے وہ بہت خوش رہیں گے۔  
جنکے وہ ہمیشہ عادی شہنائے ہیں اور اس مقام کی آب و ہوا بھی کافرستان  
ہی کے مشابہ پائی جاتی ہے۔ ان لوگوں کے لیے یہ بات دشوار ہے کہ مفید مقام پر  
اور کابل ایسے ایک گنجان شہر میں رہ سکیں اور وہاں کی بدبو کو برداشت  
کر سکیں اور یہاں ہزارہ فرقہ کے جو لوگ آباد ہیں انکی نسبت میرا راہ یہہ ہو گیا  
ہے کہ ان کا اصلی ملک جو غزنی کے قریب واقع ہے پر ان کے حوالہ کر دیا جائے کیونکہ  
اسکے لیے وہ کئی مدتبہ عرضیاں دیکھتے ہیں اور وہ ملک خالی پڑا ہوا ہے اور اس  
طور پر بہت ساری انتظام سب کی خوشی کا باعث ہوگی۔ نپسان میں یہہ نئے  
لوگ جا کر آباد ہونگے انکی نسبت میرا راہہ ہے کہ انکو ہمیشہ ایک جدا گانہ فرقہ  
کے آباد رکھوں۔ انہیں سے بارہ ہزار آدمیوں کے قریب تو میں اپنی فوج کے  
سپاہیوں کے طور پر بہرنی کر لوں گا اور ان کے اطفال کو کتبوں میں تعلیم دیا جائیگی  
تاکہ آخر کار وہ کچھ یوں وغیرہ میں ملازم ہو سکیں۔ اسکے سوا اور کسی طرح پر  
ان کے امور میں مست انداز ہی نہ ہوگی نہ تو انکی عورتیں اور نہ بچے کو مذہبی تعلیم  
کے طور پر فروخت کیے جائیں گے۔ کوئی بھی قیمت کیسی ہی گراں کیوں نہ لگا دی جائے  
لیکن اگر وہ خود میری دوسری رعایا کے لوگوں سے شادی بیاہ کرنا چاہیں گے

تو شریعت اسلامیہ کے مطابق انکی شادی بیاہ ہونے میں مانع نہ ہو سکتا۔  
 اصل یہ ہے کہ پھان میں انکو اسی طرح کی آزادی دینے کی جیسی انکے خاص  
 وطن میں انکو حاصل تھی اور جس ملک کو انہوں نے خالی کیا ہے۔ سپر قریحہ بار  
 کے افغانی جرگے قابض ہو جائیں گے۔ جنکو فوجی خدمات کے عبادتہ میں راضی  
 دیا جائے گی۔ کو کوم میں ایک چھاونی علاوہ دیگر میزوں کے قائم کر دیا گیا۔ وفاق جاری  
 اسکی کا بھی ایک چھوٹا سا کارخانہ جاری کیا جائیگا۔ کیونکہ قرب و جوار میں خشک  
 بہت کثرت سے موجود ہیں جنگلی لکڑی کا رخانہ مذکور کے ایندھن میں کام  
 آسکتی ہے۔ کافرستان کی دوسری جانب افغان اور پامیر کے سامنے مناسب  
 قلعجات تعمیر کیے جائیں گے۔ تاکہ بعض اسکے کہ یہ مقام کمزور خیال کیا جائے وہ  
 اس قابل ہو جائیگا کہ دیر سے دیر غنیمت کا اچھی طرح سے مقابلہ کر سکے گا۔ لیکن فتح  
 کافرستان سے بہت بڑا فائدہ افغانستان کو یہ حاصل ہوگا کہ جلال آباد  
 کابل پنج شیر پوز بان وغیرہ سے پامیر اور بدخشاں جانیگا بہت کچھ سید  
 راستہ کافرستان میں ہو کر نکل آئیگا بعض صورتوں میں تو نصف مسافت  
 کی کفایت ہو جائے گی۔ اور اس صورت میں شمالی سرحدات کو فوجیں بڑی  
 عجلت کے ساتھ روانہ ہو سکیں گی۔ علاوہ بریں بالخصوص اس امر کے جو اس وقت  
 پایا جاتا تھا کہ ہمارے اور ہمارے دشمنوں کے مابین ایک ایسا فرقہ جو اپنا  
 دوست نہو آباد رہتا اب اسے افغانی سپاہی دہاں موجود رہیں گے جنگی فطرتی  
 خواہش یہ ہوگی کہ روسیوں کو حملہ کی صورت میں اپنے وطن اور ملک محفوظ  
 رکھیں۔

امیر صاحب نے جس دراندیشی اور مصلحت سے کافرستان کو زیر کیا ہے  
 اسکی حقیقت تو دو انگرنی گواہوں کے اظہار سے کھل گئی۔ ان حالات کو

فتح کافرستان سے  
 انسانیت کی فائدہ

دیکھ کر امیر نہیں کہ کوئی معترض اب امیر صاحب کی اس حکمت عملی پر اعتراض کر سکے کہ انہوں نے کافروں کو بلا ضرورت مطیع کیا۔ یا انہیں صرف غلام اور مسلمان بنانے کی غرض سے تابع کیا ہو۔ اب صرف ایک اعتراض معترضین کا باقی رہ گیا ہے کہ امن پسند کافروں کو خواہ مخواہ مصیبت اور تباہی شکار بنایا گیا۔ اس کا جواب بھی میں ایک انگریز مصنف ہی کی زبان سے دینا چاہتا ہوں۔ مندرستان کے اخبار پڑھنے والے لوگ تاوقف نہیں ہونگے کہ ایک صاحب جو اکثر رابرٹس جو بعد میں اپنے چترال کی خدمات کے صلہ میں سر جارج رابرٹس بنائے گئے ہیں۔ مدت تک کافرستان میں رہے ہیں۔ اور وہ اصل ہی ایک انگریز شخص ہے جو کافرستان کو وسط ملک کا ہے۔ کافرستان کے حالات پر ان کی معتبر شہادت ملنا مشکل ہے۔ انہوں نے حال میں ایک کتاب لکھی ہے جس میں ثابت کیا ہے کہ کافرستان سے جو سلوک امیر صاحب نے کیا ہے وہ نہایت متحسن ہے کافروں کو بڑی شہرہ شفی اور قاتل ہوتے ہیں۔ انکے اپنے لفظ یہ ہیں:-

کافروں کے فضائل

”کافر جو لوٹوں کا بادشاہ ہے اور ایسے جو بڑے جسمیں کامیابی حاصل ہونے تک ہر قسم سے قتل کرتا ہے۔ اس کو آنا دوسی سے اہل ہوتے ہیں۔ مگر اپنے گھروں میں غلام نہ کہتا ہے اور مسلمانوں کو قتل کرتا اور داخل اصول سمجھتا ہے۔“

ایکے فیافہ کی نسبت سر جارج رابرٹس لکھتے ہیں:-

”ہم اس کا چہرہ آفرین طرز کا ہے اور اس کی رنگت بہت کھلی ہوئی نہیں ہے عورتیں بہت قدر صورت اور قوی ہیکل ہوتی ہیں۔“ بحالیکہ اس سے بیشتر کافر عورتوں کو خوبصورت بیان کر کے بھی وجہ انکے غلام بنانے کی بتلائی جاتی تھی مصنف کا بیان ہے کہ مجھے ایک کافر سے ملاقات تھی وہ ہمیشہ فخر یہ کہا کرتا تھا کہ میں اپنے ہتھ سے تقریباً سو شخصوں کو مارا ہے جس میں خاص کر ناچار عورتیں اور بچے

تھے۔ ایک دوسرے کافر نے سر جارج کو یقین دلایا تھا کہ کل کافر چورہ تو اس کے پاس ہیں۔ اب اُن خطرات کی ایک مثال بیان کروں سر جارج کو پوچھیں کہ اگر وہ اس سے بچنے کے لئے پڑے۔ وہ کہتے ہیں:-

”میں نے اور ڈوگل نامیوں نے سر قوہ کے کافروں کے ایک جہرگ سے جبرائیل ہو ستر مسی بہادر کی سرگردی میں سخر کر رہے تھے۔ ڈیہیڑ ہو گئی۔ بہادر مزاج کا بڑا سخت تھا۔ گر دلش کے قریب جہاں میں ایک چھوٹے جہو پڑے میں مقیم تھا بہادر میرے کمرے میں گھس آیا اور میں سو بکچھ کھا کر اُسے جانے سے نہکار کیا۔ آخر غیظ ہو گیا دیکھ لیا کہ باہر نکال دیا۔ وہ اُس وقت بڑا تھکا ہوا چلا گیا۔ لیکن جب ہم درہ پڑے سے گذر رہے تھے تو بہادر کے کئی شخصوں نے مجھ کو پکڑ لیا اور میرے پٹھان ملازم کی طرف غرائے اور انیس سو ایک تھے جلدی سے اپنی ڈھری کمان میری طرف کر دی اور چلا کر کہا ”بناٹ گاٹس“ یعنی بکو نذر دو حالانکہ میرا پٹھان سپاہی انتھکا تھا لیکن وہ یکبارگی کافر پر ٹوٹ پڑا گو میں اُسکے پیچھے سے چھٹ گیا لیکن میں نے سامنے چلا آیا اور ایسی صورت اختیار کی گویا میں اُسکے سوال کا مطلب نہیں سمجھا اور دل لگی دل لگی میں بیٹھا۔ وہ اپنی کلائی پکڑ لی اور زور سے بہاڑی کی طرف دیکھ دیا۔ وہ اور دوسرے شخص مجھ کو ہنستے ہوئے دیکھا کیئے اور ہم جلد ہی جلدی قدم بڑھائے چلے گئے حتیٰ کہ اُس مقام پر پہنچے جہاں بہادر کہتا تھا اور اُسکو فوراً پکڑ لیا اور کہا کہ کھانا لاؤ۔ اُس نے مجھ کو کھانا لا کر دیا لیکن کہتا تھا کہ اگر ہم تم ایک ساتھ کھانا نہ کھاتے تو نہ معلوم تمہارے آج کیا مصیبت نازل ہوتی۔ اُسکے بعد اُس نے غور کے ساتھ بیان کیا کہ میں نے بیشمار آدمی اپنا ہتھیار دیا تھا جبکہ کافر سچ سج کے کافر تھے اور قتل اور شنگھلی اُنکا شعار تھا۔ دنیا کی شانگلی سے وہ کوئی حصہ نہ رکھتے تھے۔ سلطنت افغانستان کے لئے باعث خطر تھے۔

ان حالات میں اگر امیر صاحب نے انہیں ایسے طور پر فتح کر کے کہ جہانناک ہو سکا ان کے بہت کم آدمی مارے دیئے گئے۔ بلکہ کونسا بڑا کام کیا۔ بلکہ حجاب بنی نوع انسان کو امیر صاحب کی اس فتح سے متاثر ہوا اور شاعت تہذیب کے لئے ایک شکر ہو گیا۔ چاہیے۔ کافرستان کی فتح کا بیان کبھی مکمل نہیں ہو سکتا۔ جتنا کہ اس مہم کے کارناموں کی تفصیل نہ لکھی جاوے۔ جو امیر صاحب کو نامور جنرل اور غلام حیدر خاں کی سرکردگی سے کافرستان کو سر کر چکی ہو لیکن اس شخص کا نام میں اس تفصیل کی گنجائش نہیں۔

امیر صاحب کے حالات سے جنگ چترال کو ظاہر کوئی تعلق نہیں لیکن چونکہ ان تمام صدی ریاستوں میں صاحب نے سر کے آباد و جدا و کارسوخ جہنم سے جلا آتا تھا اس لئے کوئی ایسا شخص واقع پیش نہیں آ سکتا۔ کہ جس سے امیر صاحب کو پیش نوشتہ نہیں بشیر فضل خاں نے امیر صاحب کی قید سے بہاگ کر چترال پر قبضہ کر لیا تھا اور عمر خاں نے اس کی حمایت کی تھی اس پر کارخانچہ پری انیس ہزار فرج کی جمعیت کے ساتھ حملہ آور ہوئی اور کئی لاکھ روپیہ خرچ ہو گیا۔ مگر عمر خاں بہاگ کر امیر صاحب کی حمایت میں چلا گیا۔ اور گو امیر

جنگ چترال

سال ۱۲۰۱ء میں غلام حیدر خاں جو جی۔ یہ وادی لوگوں کے ایک دن جرح نامی رہنے والا ہو سکا خاندان ریستہ ملی ہو کر گزین نامت گزین ہوا تھا۔ امیر شیر علی خاں کو عہد میں ہر منصب پر لایا۔ ۱۲۰۱ء میں شیر علی نے علی محمد بن گزین کی ہر کام کیا۔ یہاں تک کہ شیر علی خاں کا بل ہو کر آئے اور اس نے حاضر ہو گیا۔ شیر علی نے اس کے ساتھ راولپنڈی آیا تھا۔ تب یہ جلال آباد کا گزین رہا۔ اسی حیثیت سے امیر خیر خاں ہند کی قسطنطنیہ کے علاوہ کوئٹہ کے شہزادوں کی تادیب کی۔ نیز کافرستان کو فتح کیا۔

۱۲۰۲ء میں سالار غلام حیدر خاں اور گزین جولست قدر ہوئی وجہ سے لٹا اسی کے نام سے افغانستان میں مشہور ہے۔ ایک بہادر سپاہی جو سوار شہزادوں کی لڑائی میں اسے اچھا اور شجاعت دہی تھی۔ اس نے غزنی گھاگ میں ساقی خاں کے لشکر کو شکست دیکر منتظر کر دیا۔

علاوہ بریں شمالی ہزارہ کا ملک بھی اسی نے فتح کیا ہے۔ یہ امیر کا ایک نہایت عقیدت مند افسر ہے۔

(۱۳) جنرل غلام حیدر خاں تاجی۔ یہ غلامی فرقہ کا شخص ہے۔ امیر شیر علی خاں کے وقت میں یہ سالار رہا۔ مگر وہ بڑے پٹان میں پناہ گزین ہے۔

(۱۴) جنرل غلام حیدر خاں درگ۔ یہ پہلی امیر شیر علی خاں کے وقت میں ہزار شریف کا جنرل تھا۔ جو نور علی شاہ نے امیر عبدالرحمن خاں سے قندس روانہ ہوئے اور درگیاں اس کے بعد جو گزین بڑے خاں ہو چکے تو انہیں ایام میں درگ نے امیر کے ایک پیچھے کو جو اس کی ملاقات سے لگو آیا تھا۔ مار ڈالا۔ اور خود بخوار بہاگ گیا۔ جہاں وہ ایک امیر سبھا را کا ملازم رہا۔ امیر صاحب نے اسے کرایا۔ مگر اس نے افغانستان میں واپس لوٹ آئے کو

شہزادہ سبھا را کو یہودیوں نے مار ڈالا۔

صاحب سرکار انگریزی نے اسکو انگلہ لیکن امیر صاحب نے سرکار کو خوش کر کے  
 عراخان کو سپرد نہ کیا۔ بلکہ بڑی عزت کے ساتھ اپنے پاس رکھا اور کبھی کبھی  
 یہ بھی سننے میں آتا ہے کہ اُسے کافرستان یا کسی دوسرے صوبہ کی گورنری  
 بھی سپرد کرنا چاہتے ہیں۔ وزیرستان میں ملا پانڈہ کی ترغیب سے معلوم کہ  
 انگریزوں کے سرکٹ گھومتے۔ اور اُس کے بعد حال کے مہندوں کے فساد میں نقصان  
 کیا ہے امیر صاحب نے اُس کے سر کے لئے انعام مقرر کیا ہوا تھا۔ لیکن جب ملا پانڈہ  
 ایک سو ملائوں کے گروہ کے ساتھ قرآن مجید پڑھتے ہیں لیکن یہ صوبہ کے خطاب  
 ضیاء الملت والہ دین اختیار کرنے کے موافق پر ہمارے بادوینے گیا تو انہوں نے  
 عزت کے ساتھ اسکو مہمان رکھا۔ اور اسکی مالی مدد بھی کی۔ اُس کے بعد حال ہی  
 میں جنرل غلام حیدر خاں نے سرحد باجوڑ کے ایک ایسی مقام پر قبضہ کر لیا جو  
 بموجب معاہدہ ڈیورنڈ کمیشن کے انگریزی حلقہ رسوخ میں پڑتا تھا تو اس  
 گورنٹ انگریزی چوکتی ہوئی۔ پہلے تو اندیشہ تازہ مشکلات پیش آئیں  
 ہوا تھا۔ مگر بعد بہت سی فیصل و قال کے انگریزی کمیشن مقام متنازع کے  
 فیصلہ کے لئے سرحد افغانان پر پہنچی۔ امیر صاحب کی طرف سے جنرل  
 غلام حیدر خاں مختار تھے۔ دو چار روز کی سرگوشی کے بعد کمیشن واپس لگئی  
 اور مہندوستان کے نیم سرکاری اخبارات نے لکھ دیا کہ فیصلہ حسبِ خواہ ہو گیا لیکن  
 سرحد کی خبروں سے معلوم ہوا کہ حسبِ خواہ سے مراد امیر صاحب کی حسبِ خواہ  
 ہوگی۔ کیونکہ امیر صاحب نے اس موقع پر مذمتی اختیار کرنے کی پالیسی کو اختیار کیا تھا۔  
 اور اُس کے وکیل نے کہا تھا کہ جبکہ سرکار انگریزی اتنی دوستی کا دعویٰ  
 کرتی ہے تو ایک ذرہ سی غلطی جو معاہدہ ڈیورنڈ مشن کے متعلق چھوٹ  
 سے علاقہ کی ہو گئی ہے۔ اُسکو نظر انداز کر دے۔ اس علاقہ کی قومیں کیا

ایک رگتی  
 سچہ گئی



کہنیک کی کہ سلطان امیر تے مسلمانوں کو فرنگیوں کے ہاتھ فروخت کر ڈالا۔ اسکو  
 ہر نہج، علاقہ افغانستان کی حکومت میں رہنا چاہیے۔ چونکہ اوہ کوئی تفصیل  
 اس جب وخواہ فیصلہ کی نہیں چہی۔ اسلئے معلوم ہوتا کہ اس جہگڑے میں  
 بھی امیر صاحب فائدہ میں ہے ہیں۔ بہر حال امیر صاحب ایسے معاملات میں سیکار  
 انگریزی کو رام کرنے میں ایسا ید طولی رکھتے ہیں کہ زمانہ انکی کامیابیاں  
 دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے۔

## باب پنجم

### ذاتی عادات طبعی صفات و حالات اور صلاح حکومت

امیر صاحب کی تصویر اس کتاب کے شروع میں ناظرین کے ملاحظہ ہو گذر  
 چکی ہے۔ اسکو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ امیر عبدالرحمن خاں ایک مرد و فرزند شیر  
 شہزادہ ہیں۔ بدن و ہارے۔ قد میانہ ہے۔ اور چہرہ سے رغبت و سلطنت  
 نمایاں ہے۔ پیشانی پر ہوشمندی کا ستارہ چمکتا ہے۔ آنکھیں بڑی بڑی اور  
 اور دلکش ہیں اور ریش مشین اور مقلع ہے۔ بقاضائے عمر امیر صاحب کے نت  
 لوط گئے ہیں اور مصنوعی دانت لگائے ہوئے ہیں۔ سر سبز لکھن نے امیر  
 صاحب علیہ ان الفاظ میں بیان کیا ہے کہ امیر عبدالرحمن خاں ایسا ذات  
 مگر مضبوط آدمی ہے۔ اس کے چہرہ پر پورے درجہ کی ذہانت برتی ہے۔ آنکھیں  
 بھوسے ہیں۔ ہنستا ہوا چہرہ پیشانی کشادہ اور اطوار پسندیدہ ہیں۔ کسی

صورت مجھے اور میرے ہمراہیوں کو بہت بھی معلوم ہوئی۔ میری رائے میں وہ تمام بارکزی سرداروں سے جو آج تک مجھے فوج میں بڑھا تھا۔ اور اُسکی گفتگو سے دانائی اور ہر قسم و فراست ظاہر ہوتی تھی۔ ہنگام گفتگو تھوڑے لمحے میں طلب پر نہایت قابلیت سے نکتہ چینی کرتا تھا۔ اور اُسکی رائے لیاقت اور ذہانت سے معلوم ہوتا تھا کہ اُسکی تہ تیہ یہ کہ سلطنت انگلشیہ سے ربطہ تیار کر کے۔

مسٹر سکرا امریکہ کا مشہور ستیا جی امیر صاحب کو شش ماہ میں دیکھا تھا بیان کرتا ہے کہ "امیر تنہائی میں زندگی بسر کرتا تھا اور اپنی نیشن میں صرف مبلغ پانچ ہزار سالانہ صرف کرتا تھا۔ وہ ایک جتن ان رعنا اور مضبوط آدمی ہے۔ اُسکا سر بڑا سا ہے۔ ڈاڑھی گہنی اور گہنگریالی ہے وہ نہایت رعیت داری کے ساتھ چلتا پھرتا ہے اور اُسکی حرکات اور سکناات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بات کا پکا اور حکمرانی کا عادی ہے۔"

گکا پاڈین پاشینو جو جلاوطنی کے زمانہ میں امیر صاحب کی تہجان تھا بیان کرتا ہے۔ "عبدالرحمن بمشکل فارسی لکھ پڑھ سکتا ہے۔ وہ ایک سیانہ تامت گمر مضبوط آدمی ہے۔ اُسکی ڈاڑھی بطور مناسبت کٹی ہوئی ہے۔ ناک باقاعدہ ہے آنکھیں سیاہ اور بڑی بڑی ہیں۔ وضع قطع سے وہ زیادہ زائریانی معلوم ہوتا ہے۔ بارکزی نہیں معلوم ہوتا۔"

جب امیر عبدالرحمن خاں کو تخت نشین کر کے انگریز ہندوستان کی طرف لوٹے اور امیر انہیں سخت کرنے کو آئے تو اُس وقت اخبار طائیس کا ایک نامہ نگار موجود تھا۔ اُس نے اخبار مذکور میں یہ خط چھپوایا۔ "امیر کو دیکھ کر جو کچھ میرے دل پر تاثیر ہوئی وہ یہ ہے کہ اُسکی صورت افغان سرداروں

جیسے نہ تیرے، نہ کسی شش نگہزنانہ کی در سہیل میں نہ کسی آنکھوں میں خاموشی  
اور اس نفا بہیوتا ہے۔ اس کے ہونٹ سطر میں برادر موہن چڑا ہے۔ مگر کئی  
وانتوں کے ڈٹ چاہیے اس کا چہرہ بہتر ہو گیا ہے۔ وہ میانہ قاست ہے۔  
اس کے گل چہچہ ڈاڑھی اور موچھیں ہنسی اور سیاہ ہیں۔ مگر اس کا چہرہ بحالت  
مجموعی دلکش نہیں ہے۔

مسٹر کرزن نے اپنے خطوط میں جی امیر صاحب کی ملاقات کے بعد اخبار ٹائٹل میں  
شائع کر لئے ہیں۔ امیر صاحب کے سر پاکی نسبت حسب ذیل رائے دی ہے۔  
”امیر عبدالرحمن جاں بہت طویل القامت قوی الجسامت ہیں اور عالم شباب  
میں بہت طاقتور رہے ہونگے۔ اگر راولپنڈی کے دربار کے نوٹ سے جو ۱۸۵۶ء  
میں لیگی تھی ملائے جاویں تو اب بیماری کی وجہ سے بہت تغیر پایا جاویگا۔ مگر  
میری رائے میں اب بھی رو بصحت ہوتے جاتے ہیں۔ ایک قوی الجسم شخص ظہور  
کے مندر پر ٹھیٹھا رہتا ہے جو نیچے پٹنگ پر کبھی رہتی ہے۔ اور کل جسم تنگ پٹینڈ  
سے ڈھکا رہتا ہے۔ ایک بیدار ریشمی عمامہ افغانی نوکدار سنہری بار پھل کلاہ  
پر بندھا رہتا ہے جو پیشانی تک آیا ہوا ہوتا ہے خط و خال چوڑے اور بڑے  
ہیں مگر حال کی علالت سے کچھ زرد سے ہو گئے ہیں۔ ابرو بوقت فکر یا بحث کبھی  
سکڑ جاتی ہے۔ آنکھیں سیاہ اور چمکدار ہیں۔ جنکی نظر بلا خستہ یا حرکت کو یہی  
معاہدہ رہتی ہیں۔ سیاہ خشخاشی مچھلیاں اور مقطع واڑھی جو نہ لنبی سے نہ گہنی اس  
دھن کو مزین کرتی جسے بوقت خندہ دو سلسلہ دندان کال کے نمودار ہوگی  
آواز بلا میل تلخی شیریں صاف و زور دار ہے۔۔۔۔۔ علاوہ بریں میں کئی سکتا ہوا  
کہ انہیں ہوس آف کا منہ کی اگلی پنج پر بٹھلایا جاوے تو مدلل تقریر کرنے  
میں اپنا جواب نہیں رکھیں گے۔“

سراپا کے متعلق گو مندرجہ بالا بیانات میں کسی قدر اختلاف ہو مگر اس میں شک نہیں کہ ہندوستانیوں اور افغانوں کے انرازہ کے مطابق امیر صاحب کی خوبصورت اور عجب دارالسان ہیں اور یہ بہ خط ہے کہ انکا چہرہ بحالت مجسمی بلکش نہیں معلوم ہوتا۔

ایسے قیافہ اور البسی کل و شباهت اور توجہ کش کے ساتھ ہی بوجہ ذکر کر دینا چاہیے کہ امیر صاحب نے دیر گزشتہ کام کرنے والے ہیں۔ دراصل امیر صاحب تمام دن اور رات تک ہمیشہ کام کرتے رہتے ہیں کہ کسی نیت تکنت نہیں۔ ایک مرتبہ ایک سفیر کابل نے مجھے ذکر کیا تھا کہ دراصل امیر صاحب خود ہی اپنے سرشتہ دار اپنے وزیر اپنے محراب اپنے خزانچی اور اپنے محافظ دفتر ہیں۔ یورپ کے ایک اخبار نویس نے لکھا تھا کہ شاید تمام یورپ میں اس کے زیادہ محنت کام کرنے والا اور محنت کش شخص سلطان ملکی ہے۔ جو شب و روز کام میں مصروف رہتا ہے۔ مگر امیر عبدالعزیز خاں کی جفاکشی کے حالات دیکھ کر مجھے یہاں تک کہنا پڑتا ہے کہ شاید ایشیا میں امیر کابل سے بڑھ کر محنت کش کوئی شخص نہ ہوگا۔ امیر صاحب عموماً صبح بونے اٹھتے ہیں غسل اور ناستہ کے بعد دربار میں کام شروع کرتے ہیں۔ دوپہر کا کھانا دربار ہی میں تناول کرتے ہیں۔ شام کو دربار سے اٹھ کر پائیوٹ مکان میں جا بیٹھتے ہیں اور یہاں ہی عموماً کام کرنے میں مصروف رہتے ہیں۔ بات کے بارہ ایک بجے دریافت کرتے ہیں کہ کیا آج کوئی کام کیا نہیں لایا گیا اور کھانے سے فراغت پا کر دو تین بجے سوئے کو جاتے ہیں۔

امیر صاحب نے تمام دنیا تر باطنت کو ایک مکان میں کھوایا ہے اور خود ان کے منظم اور سرپرست ہیں۔ نہ صرف ایک ایک پرزہ کو فراہم حال جانتے ہیں اور فیصلے خود لکھتے ہیں یا امیر دستخط کرتے ہیں بلکہ ایک پیشی پرچہ سلطنت

امیر صاحب کی  
محنت کشی اور  
مصروفیت

خاص کاموں کے  
خاص دن

انہی منطوقی کے تحت نہیں ہو سکتا۔ شاہ ہمایوں کی طرح آپ نے بھی خاص دن  
خاص کاموں کے لیے مقرر کر رکھے ہیں۔ چنانچہ دوشنبہ کے دن آپ نے ہمارے  
اور ہرات کے معاملات کا تصفیہ کرتے ہیں۔ شنبہ کے دن منجھی دربار کرتے  
ہیں اور تمام فوجی دستوں کو دیکھ کر ساتھ کھانا کھلاتے ہیں۔ چار شنبہ اور  
شنبہ کے دن دربار عام کرتے ہیں جبکہ ہر امیر و وزیر کی عرض کرنے کے لیے باریابی  
حاصل ہوتی ہے۔ پنجشنبہ کے دن ہندوستان کی خطا و کوتاہی بت کرتے ہیں۔ شنبہ کے  
دن خانگی معاملات کی طرف غور کرتے ہیں اور جمعہ کو آرام فرماتے ہیں۔ لیکن قاعدہ  
کالیہ نہیں ہے۔ کیونکہ اگر عرصہ میں امیر صاحب نہیں جاتے تو کوئی آرام نہیں لے  
بلکہ کام کرتے رہتے ہیں۔ امیر صاحب جب رات پر بیٹھتے ہیں تو ایک تہہ قبضہ شمشیر  
پر رکھتے رہتے ہیں۔

شاہ کابل کا قانون پولیس مختصر اور صاف ہے۔ اگر کوئی شخص سید کی شان میں  
ناشائستہ الفاظ کہے تو اسکو بیس ضرب تازیانہ اور دس روپیہ جرمانہ کی سزا

ملے۔ دراصل یہ قانون زیادہ تر شریعت اسلام کے تابع ہے۔ مگر خاص صورت کی سزاؤں  
میں امیر صاحب کی زبان بمنزلہ قانون کے ہے۔ شریعت کی پابندی کے لیے تو امیر کابل کا سرکلر جو ۱۸۹۰ء  
میں ہندوستان کے اجہرات میں شائع ہوا تھا تب ذیل ہے۔

امیر عبدالرحمن خاں نے اپنے مختصروں کے نام دوبارہ حفظ قوانین شریعت و پابندی  
اسلام مندرجہ ذیل بنایت جاری کی ہے۔ ”بعد حضرت اوند نعت بنیر اور تعریف سچے اسلام  
کے ہر اہمیت جو کہ خواب غفلت میں سونے والے بیدار ہوں۔ ہر سیرگاری اور توہمیں حکام  
الہی کے موافق شریعت ہوں۔ جو شخص خفشی کے عہد سے پرستار ہو چاہیے کہ خدا ترس  
نیک طبیعت اور متعلق ہوتا کہ لوگ اس کی عزت کریں اور کوئی دوس سے حرمت نہ رکھے  
اس کا کام پولیس جی نہیں بلکہ مذہبی تعلیم دینا ہے۔ جو شخص غنا زکا پابند نہیں یا کافی رنج

کابل کا نون  
پولیس

دیجاتی ہے۔ اگر کوئی کسی کو گالی نکالے تو دس ضرب تازیانہ اور دس دپیہ جرنہ کی سزا دیجاتی ہے۔ جرائم متعلق جائیداد کی نسبت بڑی سختی سے سزا دیجاتی ہے۔ اگر کوئی شخص مسجد میں آکر شور مچائے تو وہ بھی قابل سزا ہے۔ اگر کوئی شخص نماز نہ پڑھے تو پہلے اسکو ملائمت اور نرمی سے سچایا جاتا ہے۔ اگر نہ ملے تو درگاہی سے۔ اسکو بھی نہ ملے تو چوب چاق سے دعوت کی جاتی ہے۔ اگر پھر بھی نہ

۱۲۴  
وجود پائے گا اسکو مہربانی اور سہولیت سے سچایا جائے گا اگر سہولت میں ناکام ہو تو فہاش کرے۔ اگر پھر بھی ناکامی ہو تو محتسب اسپر چس بہ جیس جو اور سخت کلامی سے صرف اسقدر خطاب کرے کہ لے بے وقوف یا اسکی بی بی سے زیادہ تیز کلامی نہ کرے۔ پھر بھی نہ ملے تو تہدیک کرے۔ اور سپاہیوں سے کلام لے پھر بھی نہ ملے تو حاکم وقت سے رپوٹ کرے۔ وہ جو کچھ سنا سچے کرے۔ سپرنٹنڈنٹ پولیس جس سے روکی زیادہ دیکھی نہ دے صرف اسقدر کہ وہ عمل کرے۔ لوگوں کی خفیہ باتوں کا تجسس نہ کرے کیونکہ یہ امور احکام الہی کے خلاف ہیں۔ سزائے تازیانہ کی نسبت امیر نے چند پابندیوں کی ہیں جنکو اس کے درج کیا جاتا ہے۔ تازیانہ کا ایک ہزار نو نمونہ تمام مقامات میں بھجوا گیا ہے۔ اسمیں ادنٹ گائے یا پیڑ کی کہاں کے تین قسم ہیں۔ ہر ایک قسم چار انگل چڑا ہے۔ انگل کا شمار چہ جو کا ہے۔ اور ہم مہنگل مہا ہے۔ جو موافق شمار حروف کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے ہے۔ کیونکہ اس کلمہ کے حروف بھی م ہیں۔ نہ تو تسے کی ستر موئے اور بار یک ہیں نہ اسمیں گہ ہے جس سے زیادہ چوٹ لگے۔ تسے کا دستہ چوب زیتون کا ہے۔ ہدایت ہے کہ جب تازیانہ کی ضربیں لگائیں تو کلمہ پڑھیں۔ ہلکی ضرب لگائیں۔ ضرب لگائے تو تازیانہ سے بلند نہ ہو۔ تاکہ محتسب کو غور نہ ہو۔ اس سے کہا جائے کہ تمکو مجرم کی حالت پر غور کرو چاہیے۔ کیونکہ مسلمان ایک جسم میں۔ یہ بھی ملحوظ رہے کہ غلطی کے مقابلہ میں جو کوئی نہ جگہ۔

ملنے تو امیر کو خبر کیجاتی ہے۔ اور پھر جو سزا اسکی قسمت میں ہو اسکو بجاتی ہے۔ مگر امیر صاحب کی بندت کرتے صاحب پانی کناب میں صاف صاف لکھتے ہیں کہ درجہ نماز کے پابند نہیں۔ ہر چند کہ وہ بڑے پکے اور پورے مسلمان ہیں۔ بدھ رمضان میں ونے نہیں آکھتے۔ بلکہ اس لیے کہ آدمی روزہ رکھ کر بیمار ہو جاتا ہے۔ وہ کبھی رمضان کو "رمضان" بھی کہتے ہیں۔ البتہ عیدین کی ناز میں امیر صاحب ضرور شریک ہوتے ہیں۔ مگر بعد میں معلوم ہوا کہ اگر کسی صاحب کی باتیں بہت معتبر نہیں۔

اگر کوئی شخص شارع عام میں محض بکنا ہو یا کسی سید یا ملا وغیرہ کو گال دیتا ہو تو بیس تازیانہ اور پچاس روپیہ جرمانہ۔ اگر کسی عامی کو گالیاں دیتا ہو تو دس تازیانہ اور دس روپیہ جرمانہ۔ اگر مسلمان مذہبی گالی مسلمان کو دے تو دونوں میں کسی تعزیر نہ کریں صرف مسلمان ہونا کافی ہے۔ اول مرتبہ گالی دینے پر ۲ تازیانے اور ۲ دن کی قید رکھیں کہ اسلام میں ۲ ہی مذہب ہیں (اور بارہ جرم پر ۲ تازیانے اور چھ ماہ کی قید تیسرے مرتبہ کے ارتکاب پر پانسی روپیہ کہ اسلام میں خدا و اتا ہے) اگر کسی شخص کے جسمانی اعضاء یا روح کو گالی سے تو یہی قابل تازیانہ و قید ہے۔ اگر باٹ یا پچانکم ہو تب بھی سزا ہے۔ ناقص اشیاء کی خرابی بے پروہ نہانے۔ مگر وہ اشیاء کے کھلانے۔ قمار بازی۔ ترک صوم و صلوٰۃ۔ مسجد میں بیجا حرکت کرنے پر سزا ہے۔ تعزیر فرودخت کرنے۔ خیرات پانے کے لئے قرآن پڑھنے کی سزا ہے۔ محاسب تمام شہنہ اور عیب آدمیوں کی لگانی رکھے۔ بوڑھے ضعیف اور کمزور آدمیوں کم سن بچوں کی خبر گیری کرے جب تک گزارہ کی کوئی صورت نہیں۔ عورتوں کی عصمت کا محالہ رکھے۔ اگر مرد کسی غیر عورت کا بوسے تو بیس تازیانے اور قید۔ اور اگر کسی عورت یا مرد کی زنا کاری ثابت ہو تو نو نگوں گساڑ کیا جاوے۔

امیر صاحب کی  
جنگی طاقت

امیر صاحب نے فوج میں بھی اصلاح کی ہے۔ تنظیم جدید کے بموجب مال ورجہ کو  
جنرل کی تنخواہ چھ سو روپیہ کا بنی ہے۔ بریگیڈیر کی تنخواہ اڑھائی سو روپیہ ہے۔  
کرنل کی تنخواہ دو سو روپیہ ہے۔ بھجڑ کی ۱۲۰ روپیہ۔ کپتان کی اسی اڑو سیالہ کا ہو۔  
اگر لپٹن کا ہو تو صرف تیس روپیہ ہے۔ سوار کی بیس روپیہ اور پیدل کی ۱۰ روپیہ ہے۔  
جرجنٹ میں ایک ملا۔ ایک حکیم اور ایک جراح ہوتا ہے۔ حوالدار سے نیچے رکب نصف  
تنخواہ نقد اور نصف تنخواہ کے عوض میں جنس اور غلہ وغیرہ دیا جاتا ہے۔ ایک  
امیر صاحب کی فوج میں اصلاح طلب یہ بھی کہ وہاں ترقی یافتہ پر نہیں دیتی  
عموماً عمدہ وار لوگ اعلیٰ فائزین کے بیٹے ہوتے ہیں۔ امیر صاحب کو فغانوں  
کی جھلنت پر بڑا انوس جڑ۔ انہوں نے ڈاکٹر گرے کو کہا تھا کہ میں ان میں سے  
کو تعلیم دینا چاہتا تھا۔ مگر یہ کچھ نہ سیکھے اور اب فوج میں کام کرینگے۔

باقاعدہ فوج کے علاوہ اور بہت سی فوج امیر صاحب بوقت ضرورت جڑ گئے  
جیتا کر سکتے ہیں۔ علاوہ انکے انہوں نے ایک بہت عمدہ ڈیپارٹمنٹ تیار کر رکھا  
ڈال ہوا ہے۔ ۱۹۱۹ء اور ۱۹۱۹ء میں امیر صاحب کی فوج تہ تیغ کر دی گئی۔

تفصیل	۱۹۱۹ء	۱۹۱۸ء
لوٹ فائز کی فوج	۱۷۰۰	۱۶۰۰
سوار اور رسالہ	۹۰۰۰	۹۷۵۰
پیادے اور پلٹین	۴۰۰۰۰	۳۰۰۹۵۰
ریگلر (باقاعدہ) سوار	۱۰۹۹۰	۷۵۰۰
خاصہ دار	۱۰۰۰۰	۹۰۰۰
الوتاب	۳۰۰ تقریباً	۱۸۰

۱۔ حال میں امیر صاحب آفغانستان میں فوجی ملازمت لازمی کر دی ہے۔ ۲۔ درغلان جاری کیا ہے  
کوہر آباد آدمی بچے ایک آدمی کو جنگی ملازمت اختیار کرنی ہو گی۔ امیر صاحب کی ۱۰ ہزار ریگلر فوج  
ہر وقت کابل میں تیار رہتی ہیں۔ بانی جلال آباد۔ ہرات۔ مزار شریف (دیکھو صفحہ ۱۲۶)



اگرچہ امیر صاحب نے یہ منظور نہیں کیا کہ کوئی انگریز رزٹینٹ کابل میں مقیم ہو۔ لیکن انہوں نے بلاتامل دوسرے کاموں کے لیے انگریزوں کو ملازم نہ کیا۔ لیا ہے۔ پہلے پہل امیر صاحب نے ایک شخص مسمیٰ جبروم کو جو فرانسیسی مخبر تھا کارخانہ اساتذہ کے لیے ملازم رکھا۔ اس شخص نے عہد السبحان خان کشمیری کی صلاح و مشورہ کے بعد کارخانہ جاری کرنے کا وعدہ کیا۔ یہ عہد السبحان پہلے انگریز کے سرحدیاریٹ میں ملازم تھا۔ اور بڑا ہوشیار آدمی تھا۔ جنگ افغانستان میں انگریزوں کے ساتھ کابل گیا تھا۔ جنگ کے خاتمہ پر اس کی خاطر خواہ قدر نہ ہوئی کہ جس سے وہ دل برداشتہ ہو کر کابل میں ٹھہر گیا۔ یہ شخص امیر صاحب کی فوج میں برگسٹڈیر ہو گیا تھا۔ اور بہت بڑی عورت حاصل کی تھی۔ مگر کسی سازش کے جرم میں قتل کیا گیا۔ اس شخص کی صلاح سے جبروم ہندوستان

کابل کے کل کے  
کارخانہ کی بنیاد

تذکرہ دیگر مقامات میں ہے۔ پائونیر لکھتا ہے کہ بیچ بوڈر بند تیس تو اچھا ہے۔ کس پاس بقدر کافی میں کہ پچاس ہزار فوج کو فروغ دے سکتے ہیں۔ لیکن پانڈاری کی مشق نہیں کہ ایسی جاتی۔ کیونکہ وہ سکڑی پراکتش میں روپیہ ضائع کرنا مقبول سمجھتے ہیں۔ فی سپاہی صرف ۴۰ روپے سالانہ نشانہ بازی کے لیے دیتے جاتے ہیں۔ پائونیر کی رائے ہے کہ بجائے ۴۰ روپے دے کر اسے چاہیے کہ افغانی فوج کی قابلیت نشانہ بازی کو ترقی دیں۔ یہ کہ جس قدر روپیہ پیشہ می کرے وہ جب تک ہماری فوج میں نہ پہنچے وہ اسکو روک سکے۔ وہ فوج کو انہیں سے کچھ تو یہ بل کی ڈہلی ہوئی ہیں اور باقی انگریزی میں۔ مگر میرے خیال میں یہ بہت کم ہے۔ اس کا حساب یہی صحیح نہیں۔ اور بہت پورا ہے کہ حسین علی شاہ بہت کم فوجت ہے۔ کیونکہ کوئی شک نہیں کہ اس عرصہ میں امیر صاحب نے جمعیت فوجی اور نوپوں بند و قوں میں بہت اضافہ کر لیا ہے۔ بند و قیں توڑے دار سے لیکر نہر ٹیٹی تک ہر قسم کی ٹیٹی ملی ہیں۔ مگر توڑے دار بہت کم رہ گئی ہیں۔

۱۱۵  
۱۱۶  
۱۱۷  
۱۱۸  
۱۱۹  
۱۲۰  
۱۲۱  
۱۲۲  
۱۲۳  
۱۲۴  
۱۲۵  
۱۲۶  
۱۲۷  
۱۲۸  
۱۲۹  
۱۳۰  
۱۳۱  
۱۳۲  
۱۳۳  
۱۳۴  
۱۳۵  
۱۳۶  
۱۳۷  
۱۳۸  
۱۳۹  
۱۴۰  
۱۴۱  
۱۴۲  
۱۴۳  
۱۴۴  
۱۴۵  
۱۴۶  
۱۴۷  
۱۴۸  
۱۴۹  
۱۵۰  
۱۵۱  
۱۵۲  
۱۵۳  
۱۵۴  
۱۵۵  
۱۵۶  
۱۵۷  
۱۵۸  
۱۵۹  
۱۶۰  
۱۶۱  
۱۶۲  
۱۶۳  
۱۶۴  
۱۶۵  
۱۶۶  
۱۶۷  
۱۶۸  
۱۶۹  
۱۷۰  
۱۷۱  
۱۷۲  
۱۷۳  
۱۷۴  
۱۷۵  
۱۷۶  
۱۷۷  
۱۷۸  
۱۷۹  
۱۸۰  
۱۸۱  
۱۸۲  
۱۸۳  
۱۸۴  
۱۸۵  
۱۸۶  
۱۸۷  
۱۸۸  
۱۸۹  
۱۹۰  
۱۹۱  
۱۹۲  
۱۹۳  
۱۹۴  
۱۹۵  
۱۹۶  
۱۹۷  
۱۹۸  
۱۹۹  
۲۰۰

کو آیا اور زر کثیر صرف کر کے بہت سی قیمتی کلیں خریدیں مگر خیر و م زیادہ مدت نہ ٹھہرا۔ آخر عبدالسبحان خاں کی صلاح سے امیر صاحب نے مسٹر پین کو جواب سطر لٹرائن ہے اور جو علم جبر ثقیل میں مشاق اور انجینیئری میں ہر جہے ملازم رکھا۔ سطر لٹرائے ستر لٹرائے میں درکشاپ یعنی کلون کا کارخانہ جاری کیا اور ستر لٹرائے میں کئی بند و قیس اور توپیں کابل میں ڈھالی گئیں۔ کابل میں بہتر نمونہ اور یورپ کی اصلاح یافتہ طرز کی کل سی بنی ہوئی توپیں اور بند و قیس تیار ہونا دنیا کی

لہ لندن میں روڈر کے ایجنٹ سے سطر پائون نے اوپل ستر لٹرائے میں اپنی کامگذاری اور افغانستان میں سربل شائستگی کی ترقی اور امیر صاحب کی خدمت میں اپنے داخل ہونے کی کیفیت اس طرح بیان کی تھی کہ جسکو دلچسپ سمجھ کر میں نقل کرتا ہوں۔

جبکہ لارڈ ڈفرن و ایئر لے ہند ہوئے تو انہوں نے بعض استحکام تعلقات یا گریٹ برٹن اور افغانستان کے امیر صاحب کو ہندوستان میں بٹلایا امیر صاحب نے اس دوستانہ طلبی کو قبول کیا اور حضور و ایئر لے بھادر سے راولپنڈی میں ملاقات کی۔ یہاں امیر صاحب نے عائد اور چیزوں کے ایک قافیہ انجن بھی دیکھا۔ امیر صاحب نے اسکو پتہ کیا اور کابل میں کلون کا کارخانہ جاری کرنے کی طرف خیال رجوع ہوا اور دار الخلافہ کابل میں گویا ایسے کاموں کی بنیاد اس طرح سے ہوئی۔ ایک فرانسیسی جو راولپنڈی کی کلون کا انچارج تھا امیر صاحب نے اسکو کابل لیجا چاہا۔ لیکن اسنے نیز کسی یورپین کے جو اسکا ہمراہی ہو جانے سے انکار کیا اور اس غرض سے اسنے مجھے سٹکلکٹہ میں خط و کتابت کی اور مجھ کو اپنے ساتھ لیجا نا چاہا۔ میں ماضی ہو گیا۔ لیکن حضور و ایئر لے بھادر نے باخیاں کر دیا کہ خطرناک معاملہ ہے مجھے اجازت نہ دی۔ وہ فرانسیسی افغانوں کے ہمیں مل کر کابل کو چلا گیا اور سفر کی دقیق جہیکو دار الخلافہ میں پہنچا اور ایک ہفتے کے بعد امیر صاحب نے اسکو کلیں خریدنے اور کابل میں درکشاپ قائم کرنے کا حکم دیا۔ نیز امیر صاحب نے گورنمنٹ آف انڈیا سے بھی درخواست کی کہ انجنیئروں کو بھان آسنے کی اجازت ہو جائے۔ لیکن اسکا کچھ نتیجہ نہ ہوا۔ کیونکہ گورنمنٹ اپنے قدیمی عہد پر جمیا کہ میرے ساتھ تھا ہر ہوا تھا قائم تھی اور انگریزوں کو وہاں جانے سے منع کیا۔ وہ فرانسیسی مجھ کو اور اسکو کابل کو واپس نہ جانے کا ارادہ ظاہر کیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ امیر صاحب کو بھی اس آدمی سے

تاریخ میں کوئی خفیف بات نہیں اور اس خاص احسان کے لئے قوم افغان راہ اور  
افغانستان کی آئندہ نسلیں امیر عبدالرحمن خاں کی جتنی مشکور و مومنوں ہوں تو راہ  
اسی حرا ہے۔ دیگر ایشیائی تجارت تیار کرنے کے کاخانے بنا کر امیر صاحب نے افغانستان کے  
لئے وہ کام کیا ہے جو سپر اعظم نے روس کے لئے کیا تھا۔ اگر افغان بہت پرست

کچھ شبہ ہو گیا تھا اسلئے اسکو چند افغانی افسروں کی سخت نگرانی میں ہندوستان کو  
روانہ کیا تھا اور ہر ایک افسر کو شدید حکم تھا کہ اسکو آنکھ سے جدا نہ کریں۔ اس عرصہ میں  
انگلین جو فرانسیسی نے منگائی تھیں یورپ کے کراچی میں پہونچ گئیں۔ امیر صاحب نے ایک  
ایجنٹ کے حوالہ کی گئیں۔ اس نے سر ایسی غائب ہو گیا اور خیال کیا جاتا ہے کہ کسی قوت پھر سے  
واپس کو غافل بن کر رات میں یورپ پٹے والے کسی جہاز میں چلا گیا۔ کئی مہینے کے بعد جبکہ امیر  
صاحب نے دیکھا کہ فرانسیسی کی بل کو واپس نہ آیا تو گورنمنٹ انڈیا کو انجنیکر کے واسطے لکھا جسکا  
جواب دیا گیا کہ سکرری طور سے ایسی درخواست کی تمہیل نہیں ہو سکتی لیکن اگر کسی ذمی  
کی تشریح ہو جائے تو اسکو اجازت ہو سکتی گی۔ آخر کار مجھے اجازت ہوئی اور ۱۲ مارچ ۱۸۷۷ء  
کو میں اپنے آپکو بالکل افغانی سواروں کی سپردگی میں دیکر جو مجھے لینے آئے تھے پشاور سے  
کابل کو روانہ ہوا۔ اور چھوڑ کر اسی یہی معلوم ہوا کہ یہ سوار اس میں اپنی تو بہین سمجھتے تھے  
کہ انکو فرنگی کے ساتھ جائے حکم دیا گیا۔ سر زمین افغانستان میں میری پہلی رات مقام  
وٹم میں بسر ہوئی جو خیبر کے بعد افغانستان کی تہذیب ۳ ورہ وہ رات تھی جسکو میں کبھی  
نہ بھولوں گا۔ شکاری جو ایسے مطیع نہ تھے جیسے کہ بالفعل ہیں آخر حصہ رات میں گاؤں پر  
حملہ آور ہوئے اور اسکو لوٹ لیا۔ کچھ لڑائی ہی ہوئی جس میں بہت آدمی مار گئے۔ اور زخمی  
ہوئے۔ مجھے میرے محافظین نے بنظر احتیاط ایک چھوٹے حجرہ میں جو شہر پناہ کی دیوار میں  
تھا بٹھا دیا۔ اس کو ٹھہری میں زمینہ نگار ایک کمائی دار دروازہ کی راہ سے جانا چاہا اور  
جبکہ زمینہ تھاپا زمین مثل ایک قیدی کے ہو گیا۔ جسکے چار طرف گولی چل رہی تھی یہ زمین  
اس وقت کی حالت کا بجائے تحریر میں لانے کے خود ہی بہت اچھی طرح اندازہ ہو سکتا ہے  
ابنہ اپنے دوسرے دن ہندوستان کو واپسی کا مقصد کیا۔ لیکن معلوم ہوا کہ یہ غیر ممکن  
ہے۔ یعنی امیر نے مجھے کابل میں لائیکا حکم دیا ہے اور افغانی افسر میری رسید دیکھا ہے

قوم ہوتی تو میں انکو صلح دیتا کہ اُس شکر گزاری کے لہو جو امیر نے تمہاری قوم کو آج کل دنیا میں ایک زبردست قوم اور تمہاری سلطنت کو دنیا کی سلطنتوں میں ایک نامور سلطنت بنا کر حاصل کیا ہے اسی ثبوت کو پوجا کرو مگر احمد مذکورہ دودھ است

اور علاوہ اسکے درہ خیبر بھی بند ہے۔ اب بجز آگے بڑھنے کے کچھ چارہ نہ تھا۔ اس کے روانہ ہوئے اور باریکاب میں پہنچے۔ لیکن میں بہت ہی خستہ اور دل شکستہ تھا۔ نیند آگئی۔ صبح کو جب سوکر اٹھا تو پہلی چیز یہ دیکھی کہ ایک فقیر تہہ پیر بندہ ہوا صحن میں بیٹا ہوا۔ میں نے اسکا سبب پوچھا۔ شخص کے ساتھ جواب ملا کہ رات میں مجھے قتل کرنا چاہتے تھے اور میرے پٹاک سے صرف دو قدم کے فاصلہ پر افغانی چہرا تہہ پیر میں لٹے ہوئے تھے۔ پوچھا تھا۔ اگر نہ بڑا جاتا تو میرا کام تمام ہو چکا تھا۔ گزرا کیا گیا ہے۔ خیر اسکو کا بل لگئے اور وہ اسکا فیصلہ ہوا۔ کئی روز کے بعد جلال آباد پہنچے۔ یہاں غلام حیدر خاں مکا نڈرہ نجیف نے بہت اچھی طرح تواضع کی اور اس تکریم سے خوش ہو کر دار الخلافہ کو روانہ ہوئے۔ اور بجز ایک واقعہ کے کہ باریکاب میں میرے قتل کا ارادہ کیا گیا۔ ہجرت تمام کابل میں پہنچ گیا۔

کابل میں پہنچ کر دس روز تک یہیں آرام کیا اور اس صدمہ میں امیر صاحب کی وارات کے متعلق میں نے ایسے عجیب و غریب قصے سنے کہ مجھے انکی ملکیت میں آنے سے شبہات عائد ہونے لگو۔ مقصد میری پہلی ملاقات کو واسطہ ایک نافرمان سفر ہوا۔ اُس دن ایک عظیم الشان دربار عام تھا اور مجھ پر شایہ سنجیدگی کے ساتھ امیر عبدالرحمن خاں کے حضور میں حاضر کیا گیا۔ لیکن مجھے بہت ہی تعجب ہوا کہ امیر صاحب نے اپنا تہہ بڑا یا اور دیر تک مصافحہ نہ کیا اور یہ امید بظاہر کہ میں کابل کو مثل اپنے گہر کے سمجھوں گا۔ دربار میں خوش و خرم ہو گا۔ کرسی ملے گی جو اس وقت کابل میں ایک انوکھی چیز تھی اور مجھے اپنے سامنے جیسے کورشاں کی بہرہ دار نظر آئے۔ ایک رات امیر صاحب بیشتر میل پر گھٹکے کرتے تھے۔ دوسرے دن بھی مجھے ہنسے کہ کہا اور اسی طرح میں دُھتے تھکے روز جاتا رہا۔ اسکے بعد بلا کسی تخصیص کے کہا کہ دیکھو کابل میں ایک کتاب جس سے ملکی ضرورتیں ہم پہنچیں تو ہم کرنا ضرور ہو۔ میں نے

میں۔ اسلئے میں انکو یاد دلانا ہوں کہ ”من لم یثکرا الناس لم یثکرا اللہ“ کابل  
میں امیر صاحب کو سرکاری کارخانوں میں اس وقت چار ہزار کے قریب دمی کام  
کرتے ہیں۔ یعنی شہر کابل کی آبادی کا سا تو اس حصہ روٹی و رکشاپ کی بہت حاصل  
کرتا ہے۔ ہر روز دس ہزار ماٹینی کارٹوس اور دس ہزار سائیڈر کارٹوس تیار

کارخانوں  
کا قاعدہ

جلدی سے نکارو بارادریہ شروع کر دی۔ بے لحد اور وسیع مزدور مجبوزے گئے۔  
تین جیسے کے بعد امیر صاحب میرے کام کو دیکھنے آئے اور ملاحظہ کے بعد بلا کسی شرح کو  
مفصلہ ذیل تقریر فرمائی۔ ”اگرچہ کاؤن میری زندگی میں سب سے زیادہ مسرت کا دن  
ہے۔ میں آج اس کام کی بنیاد دیکھتا ہوں جو افغانستان کے واسطے ایک معاملہ عظیم ہوئے  
والا ہے۔ قبل ازاں کہ یہ درکشاپ ختم ہوتی چیزیں ضروری ہیں۔ اوّل خدا کی مدد و عین  
میرا روپیہ تسلیم تھا۔ اور میرا اور میرا روپیہ بغیر خدا کی مدد کے بیکار رہے۔ خدا کی  
مدد اور میرا روپیہ بغیر تمہارے کام کے اور تمہارا کام اور میرا روپیہ بغیر خدا کی مدد کے بے  
حقیقت ہیں۔ میں روپیہ لگاؤں تم کام کرو اور خدا کی مدد برامید رکھنی چاہیے جب عمارت  
ختم ہو جائے تو میرے پاس آؤ“

عمارت کے ختم ہونے میں کوئی تین مہینے اور صرف ہوئے اس کے بعد امیر صاحب نے مجھ پر  
اور کلیں لایا حکم دیا۔ اگر ایسا آدمی میرا حامی نہ ہوتا جس نے ناکامیابی کی مشکلات کو کسی طرح  
راہ نہ دی تو عمارت ہی پر میرے کام کا خاتمہ ہو جاتا۔ پہاری کھول کے لائیکو بے ہتھارہ  
اور نکال پٹ اور سٹے ریل کے بعد پہاڑوں میں لیجانا معمولی آدمی کا کام نہ تھا۔ کلون کے  
بہم پہنچانے اور انکی مخصوص تیاری میں اٹھارہ مہینے انگلستان میں لگے اور اتنے میں  
جو کچھ کابل سے غیر حاضر رہا اور یہ کچھ تعجب تھا اگر مجھے بھی فسرانہی مفرد کی طرح خیال  
کر لیا جاتا۔ لیکن قبل کسی الزام کے ایک کمرانی چیرنے کی کل جاری ہو گئی اور اس سبلی ہی  
کل کا نتیجہ ہوا اور امیر اور انکی رعایا کو ہر قدر تعجب ہوا کہ ساری ناگزیر تاخیر معطلی و  
کے ساتھ فراموش ہو گئی۔ اس کے بعد کسال جاری ہوئی جس میں لاکھوں روپیے تیار ہوئے  
ہیں۔ سکوں کا نقشہ بنایا گیا اور ٹھپے لگائے گئے۔ یہ کام افغانستان کے کاریگروں کو بہت  
مشکل معلوم ہوا۔ لیکن بہت سے لوٹ پیر کے بعد وہ چاندی کے سکے اور لکڑی کے

ہوتے ہیں۔ ہفتہ وار دو توپیں مکمل سامان متعلقہ اور پندرہ یفلیس یومیہ بنتی ہیں۔ جلد جلد چلنے والی توپیں بھی ہفتہ میں تیار ہوتی ہیں۔ گولوں کے ڈالنے اور بارود بنانے کے لیے جدید کھلیں منگوائے گئے ہیں۔ کسانوں میں یرتہ ایک لاکھ بیس ہزار مختلف سکے مضر و بھرتے ہیں۔ چمڑے دیا سلامی صابونائی سی کارخانوں کا کام وغیرہ کے کارخانوں کے عباوہ حال میں کلٹ سازی کا کام بھی شروع کر دیا گیا ہے۔ کچھ خانے اگر سیدھے خط میں رکھے جاویں تو انکا طول پچاس میل و عرض سو گز تہو۔

کا بنایا گیا۔ جنکو میں خیال کرتا ہوں ایسے ہیں جیسے کہ اگر کسی سال میں نئے جاتے نیز نئے سکوت کے رواج نے افغانیوں کی لائے کو اپنے حکمران کی نسبت بدلاؤ دیکھی ترقی کرنے والی پالیسی کے بہت ملاح ہوتے۔ لیکن ہمیشہ شبہ کرنے والے افغان سپریم کوششوں کی اور حضرات کو پہلے کسی جھانے کے منتظر رہتے تھے اور پھر کتنا واضح کیا گیا کہ اسباب کے جو صاحب کارنوس اور لڑائی کا سامان ہمارے واسطے نہیں آتا۔ کوشش کارنوس کے کاخانے سے وقف ہو وہ ان مشکلات کی ضروری قدر کر گیا۔ جو مجھے بس کام میں بغیر کسی ہوشیار کا ریگہ کے پیش آئیں۔ تاہم صبر اور استقلال کے ساتھ اس مشکل کو بھی طے کیا۔ اور ہم سات ہزار کارنوس ماتیسی کے اور نو ہزار سائیڈ کے روزانہ تیار کر سکتے ہیں۔ اس سامان سرب کے کاخانے نے افغانوں کے شہر کو ٹھنڈا کر دیا اور انکو یقین ہو گیا کہ انگریز انکے دوست ہیں درنہ وہ اپنے ایک ہم وطن کو ہتھیار چھوڑ سکیں گی اجازت نہ دیتے۔ دو سکر تو جہ مارٹینی بندوق ڈھلنے کی طرف متعلق ہوئی۔ ہذا ایک ہوکنی اور تہوڑا دغانی طاقت سے چلنے کے لیے لگا یا۔ سال گذشتہ میں کوئی پچاس منہ کی طرف سے بھرنے والی اور بچھ لوڑ توپیں بنائی گئیں۔ یہ تو تھیک نہیں کہ انکو وینچ کے کاخانے سے مقابلہ کیا جاوے۔ لیکن بر توپ بت کی کوئی سے عمدہ ہے۔ اور میں یقین کر سکتا ہوں کہ بہت ہی خوفناک حربے ہیں۔

بھانٹا کالہیوں کو مطمئن کر کے ہنر صابون اور بتی اور بوٹ ناٹا شروع کیا۔ بوٹ کے ۵۰ جوڑے روزانہ فوجی استعمال کے لایق تیار ہوتے ہیں اور ۵۰۰ تاک بن سکے ہیں۔

افغانی  
کدھالت

شہنشاہ میں امیر صاحب نے مسٹر امیر حکیم ندان کو کابل میں بلایا تھا اور  
اُس سے اپنے دانت نبوائے تھے۔ وہ بیان کرتا ہے کہ امیر صاحب راہ چلتے ہوئے  
بلخا کا قریب آئے سے اونے آدمی سے عرضی لیتے ہیں اور ہر بات پر خود  
توجہ فرماتے ہیں۔ ایک دن ہنگام گفتگو میں امیر صاحب نے فرمایا کہ ڈاکٹر صاحب  
افغان لوگ بڑے سرکش ہیں۔ مالیدی یعنی معاملہ کی ایک چوہنہائی نوہ آسانی میں  
چوہنہائی ہے۔ ایک چوہنہائی ادا ہوا کر وصول ہوتی ہے۔ ایک چوہنہائی حقہ ل

اور برائٹی کی آٹھ سو تول روزانہ بن سکتی ہے ان تمام حالات سے معلوم ہوگا  
کہ کابل میں کیا کام ہوتا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ ہم کا گورنار و تملوار  
فریج چکڑیاں زبرد اور ہر چیز پر مطلوب ہو کابل میں بن سکتی ہے۔

امیر صاحب کو کابل میں اس کام کی تکمیل سے اس قدر اطمینان ہوا ہے کہ انہوں نے جہاں آباد  
میں جہاں کنارہ کابل نامی ندیوں کا سنگم ہے ایک دسک شاپ ٹائم کریم حکم دیا ہے  
وہاں انہوں نے جنگل سے بہت قیمتی لکڑی آسکتے ہیں درست کر کے ہندوستان کو فروخت کے  
واسطے بھیجے جاویں گے اور اس طرح ہم ایک بارہ کی تجارت جاری کرنے والے ہیں۔  
آخر وہ فرمایا کہ امیر صاحب نے ورکشاپ کھلائی تھی تو اسکو اس قدر پسند کیا اور شوق غالب آیا  
کہ وہ خود بھی کام کرنے لگے۔ پس امیر کو دیکھنا کہ وہ ریتی سے وہاں کو گرہ لگاتے تھے اور لکڑی  
کو خراہ پر لگاتے تھے میں کہیں نہ ہوا لگتا۔

آخر میں مسٹر یارن نے کہا کہ ان سب باتوں کا اثر آئندہ حالت افغانستان پر ایسا ہوگا کہ  
جقدرہ اسکو بیان کریں کم ہے۔ امیر نے کبھی میدان کی بھی اور وہ خود کھتے تھے کہ ان کاغذوں  
سے اونکو کوئی مالی فائین مقصود نہیں ہے بلکہ اپنے مذہبی گروہوں کو جذبہ رشائستہ  
بنانا ہے یہ وہ برس سے پہلے جبکہ امیر صاحب سخت نشین ہوئے جو افغانستان کی حالت تھی بالکل  
ان کے مفاد پر جواب دے سکی کیفیت ہو۔ اسی طرح اسے دس برس بعد اگر بھی امیر حکیم ندان ہے  
تو کچھ اور ہی صورت ہوگی۔ چہرٹی چیز سے بڑے نتائج نکلتے ہیں۔ اگر امیر صاحب چوہنہائی  
راولپنڈی میں نہ ہو کچھ تو آج اس طرح کا خزانہ کا جس میں لاکھوں کی مالک کروڑوں روپے  
صرف ہوا ہے وہ نہ ہوتا اور وہی عداوت و خوف جسکے سبب کابل چلتے تھے سچ دس لگتا ہوتا۔

امیر صاحب کے  
مصنوعی دانت

وصول نہیں ہوتا۔ اور ایک چوتھائی وہ لوگ نہیں جانتے کہ کس کو دین پس یہ  
اسی طرح خوردبرد ہو جاتا ہے۔ ڈاکٹر گرے کا بیان ہے کہ ایک فٹہ امیر صاحب نے  
شریف میں تھے اور علم امیر صاحب نے اپنے مصنوعی دانت جو مسٹر امیر نے بنائے  
تھے۔ منہ سے نکال کر برش سے صاف کیڑا دیر پر منہ میں دھر لیئے۔ انٹانوں کی بڑا  
تعب ہو اور وہ بہت ڈرے یہ عجیب امیر ہے خواجہ لائے بدن کو یہی حسرت  
چاہے ریزہ ریزہ کر سکتا ہے۔ یا تو وہ زمانہ تھا کہ کابل کے نام سے غیر قوم مذہب  
کے لوگ گہراتے تھے کابل کیا پشاور میں جانا غیر ناموں سمجھتے تھے۔ یا رب زمانہ  
ہے کہ خاص کابل میں یورپین لڑیاں جاتی ہیں اور امیر صاحب کی فیاضی کو  
بہرہ ور ہوتی ہیں۔ بیشک اس امن اور انتظام کے فخر کا لڑکھانا امیر صاحب  
کے گھلے میں ہے اور وہ ہر طرح سے تحسین اور تعریف کے قابل ہیں۔ علاوہ مسائل  
پائین کے مفصل ذیل انگریز امیر صاحب کے مازمہ بچکے ہیں۔

انٹانوں کے  
بیمہ میں ملازم

ڈاکٹر جان گرے۔ ایم۔ ڈی۔ (حال مستعفی)

پکٹان گرسباچ۔ ماہر علوم طبقات اور ریاضیات

مسٹر آر تھر کالٹس ہائیف جی۔ ایس جی اور کیا کا ہنا۔ (حال مستعفی)

مسٹر کلینٹن میرا صطبل۔ (حال مستعفی)

اسکے علاوہ مس کلینٹن بہت وقت کابل میں ہیں۔ مس کلینٹن کی حکمت کی

سلاٹریز کیا کلینٹن نے ہی امیر صاحب کے میر صطبل سے ہے۔ خود ہی کلینٹن نے ہی انٹانوں  
میں ایک کچھ امیر صاحب کے گھر پر درجنی شائستگی کو ترقی دینے کے متعلق دیا تھا۔ بچپ سے یہ کہاں تھا کہ  
کیا جانتا ہے۔

امیر صاحب انٹانوں کی تہذیب میں بڑی کوشش کر رہے ہیں۔ وہ عقل ہوشیار اور محض  
صاف اور سچے ہیں اور جو کوئی انکی مرضی کے موافق کام کرتا ہے اس سے بہت خوش ہوتے ہیں اس  
اور جو وہ کھتا ہے وہی کرتے ہیں۔ ذرا انہیں معلوم ہوتا چاہیے کہ یہ انٹانوں کی ترقی چاہتا ہے



ایسی ترقی کہ کابل میں جو عسکی کرلوگ اُسے بظرافتانی اور جالینوس زمان سمجھنے لگے مسز کلیمینس اور مسز وائسٹ ۱۹۰۹ء میں کابل گئیں اور موسم بالستان میں گزارا مسز کلیمینس کا

پہر جو وہ مانگتا ہے اُسے دیتے ہیں۔ امیر نے اپنی ہی پوشاک محل دار سلطنت اسباب جنگی اور فوج کو یوروپ کے ڈپٹنگ کانہیں بنالیا ہو۔ بلکہ وہ اپنی سیکڑاری کو یورپین بنایا چاہتا ہو۔ میں۔ یہاں تک کہ گھوڑے اور لیشی بھی دیے ہی کر لینے ہیں انکی فوج میں سوار بہت ہیں۔ ایسے گھوڑے ہی اسی نسل کے اپنے ہاں پیدا کرانے ہیں۔ عرب آسٹریلیا اور ویلی گھوڑوں کے بچے لینے جاتے ہیں اور انگریزی علم گھوڑوں کی نفس میں بڑی ترقی کی ہے۔ مسز کلیمینس کہتے ہیں میری سخت میں جو گھوڑوں کا کارخانہ ہے اسیمن، پورے گھوڑے پرنس آف ویلز نیو مارکیٹ ٹافوک اور پشایر سے مول منگوائے گئے ہیں اور ۳۰ ہزار گھوڑیاں آسٹریلیا کی ویلر عربی ترکمانی الی اور عام کابل میں۔ ہاں عہدہ گھوڑے پرنس آف ویلز سے آئے ہیں اور جہاں کی سمجھ نفس سنی جاتی ہو وہیں سے منگائی جاتی ہے۔ پھر ہندوستان سے خریدے جاتے ہیں۔ خوشک بہار کا رخاندہ خوب چل رہا ہو اور ہر صورت سے ترقی ہے۔ انگریزی نسل کے بچے جہے جہے کے خوب پیدا ہوتے ہیں۔ ابستہ تہی کی دستی میں کچھ زمانہ صرف ہوگا۔ امیر زمین سواری کو پسند کرتے ہیں یا گاڑی کو؟ وہ زمین سواری کے بہت شوقین ہیں۔ لگ بھگ پانچ قسم کی گاڑیاں بھی آنگے پاس ہیں۔ انکے میں اصل میں ۸ گھوڑے ہیں اور اب بے عرصہ میں کہ اگر کہیں ہونگے تو ایسے ہی ہونگے۔ انہیں تو عربی ہیں اور باقی سب ویلی ہیں اور سب سے بہتر ہیں۔ افغانی گھوڑے بھی کچھ بُرے نہیں ہوتے چار برس پہلے تو یہاں گھوڑے کا ساند دسان مشرقی ہوتا تھا مگر جب مسز یائس نے یہاں جڑنے کا رخاندہ کیا ہے۔ بڑے بڑے لوگ کابل کی زمین کا استعمال کرنے لگے ہیں۔ یہاں کی زمینیں عام انگریزی شکار کی نقل کی ہوتی ہیں۔ افغان شہلاہو ہوتے ہیں اور سب بڑے جاتے ہیں۔ سگو شکار کا شوق کم ہے چار نوشی اور مٹھائی کھانے سے دل بھلاتے ہیں۔ کیسی کہی تھوڑی گولی سے شکار کیلئے یا ہار کے شکار کو نکل جاتے ہیں۔ جاڑ میں تو وہاں انگلستان سے بھی زیادہ دھڑی پڑتی ہے کابل کے خوب پرندے کچھ بھجاتے ہیں اور برف کے مارے بہرے پائے پہاڑیوں سے آتے آتے ہیں۔ انکا چاہو تو شکار کر لو۔ پہاڑی بکریاں بجاتی ہیں مگر بڑے جانور نہیں ہتے۔ حالانکہ ترکستان میں جنگل سو اور شیر بھی ہوتے ہیں۔ امیر کا ایک منہ شیر کا

ایسا کچھ بچا

چھوٹا سچا بھی اُنکے سپاہ تھا۔ وہ بیان کرتی ہیں کہ جب ہم گاڑی میں سوار ہو کر  
امیر صاحب کے در دولت پر گئے تو راہ میں لوگ ہمیں جھک جھک کر سلام کرتے تھے

۱۳۴۴

بچہ ترکستان سے لاؤ تھے۔ اور ابھی ہندوستان سے یہاں لائے گئے ہیں۔ امیر صاحب  
گہوڑوں کے شوقین ہیں ویسے ہی بہیڑ کی طرف بہت رجوع ہیں۔ اُنکے لیے بہیڑوں کے  
بچے بھی لیے جاتے ہیں۔ سو بہیڑیں مختلف نسل کی انگلستان سے منگائی ہیں اور سب  
میں جلی اون بہت عمدہ ہوتی ہے۔ افغانستان کی بہیڑ کی اون اونٹوں کے درجہ کی ہوتی ہے۔  
اور بڑے کے بال ہو جاتی ہے۔ اب کہیں کہیں انگریزی بہیڑ کی نسل سے یہاں کی بیوی نکلتا ہے۔  
اگر اون یہاں جیتی ہوئے مکی تو کپڑے کے لیے اسکی بڑی مانگ ہوگی۔ یورپ کے فیشن کی تہش  
کے کپڑے تو افغانوں میں پہن گئے ہیں۔ یہ حکمہ مسٹر وائس کے ہاتھ میں ہے۔ جو اب انگلستان  
گئے ہوئے ہیں۔ وہاں سے امیر اور ان کے دربار کے لیے بہت مال خرید کر لائیں گے۔ اور کافرانہ  
کے لیے کپڑا بھی آویگا۔ انگریزی پوشاک افغانوں میں بہت رائج ہو گئی ہے۔ سب کا کٹ ڈکٹ  
پتلون قمیص مگنڈا اور کٹائی کا استعمال کرنے لگے ہیں۔ امیر تو اب بالکل یورپین معلوم ہوتے  
ہیں۔ مسٹر وائس انگلستان سے امیر اور شہزادوں کے لیے کپڑے اور پوشاکیں خرید کے  
لاؤنگے بلکہ اگر افغانان کے لیے بھی انگریزی پوشاکیں آویگی۔ بعض وقت امیر آرام  
کے لیے اپنی اصلی ڈھیل ڈال پوشاک پہنے ہوتے ہیں۔ مگر ہندو انگریزی ہی پوشاک  
ہے اور پہنی ہی آپکو خوب ہے۔ انگریزی وضع میں آپ پہلے معلوم ہوتے ہیں۔ ٹوپی ہاتھوں  
نرکانی نہتے ہیں جو عموماً وہاں متعل ہے۔ جاڑوں میں وہاں عموماً پوسٹین پہنا جاتا ہے یہ  
ایک کٹ بہیڑ کی کپال کا ہوتا ہے جسکی اون اندر رہتی ہے اور چڑا ہا ہوتا ہے۔ جیسے  
پیارا رنگ لیتے ہیں اور اکثر آپس کا کام بھی کرایا جاتا ہے۔ وہ بچے درزی انگریزی کپڑا خوب  
بناتے لگے ہیں۔ اور پھر مسٹر وائس قطع کرتے ہیں۔ انچین لوگوں کو انہوں نے اپنا شاگرد کیا  
ہے وہ سی نہتے ہیں۔ یورپین خیالات افغانی گروہ میں سمجھاتے جاتے ہیں۔ انگریزی  
بولنے والی نیا کی شاخ اب بل میں پہنچی ہے۔ افغانستان کی عاتقان فامیسی گرامر پڑھتی  
سی انگریزی بھی بول لیتے ہیں۔ اور درباری حجامان نے شہزادہ حبیب اللہ خاں کی جیتی

بہیڑ بچا اون

افغانوں کی  
پوشاک

اور یہ آواز بلند دعائیں دیتے تھے۔ اور کہتے تھے ماندہ نباش۔ مسز و اطراف نے کہا ہاں  
کہ مکہ یعنی بی بی علیہ نہایت خوبصورت شائستہ اور بااخلاق سلیم ہے مسز کلیمینس بھی

طے انگریزی بولنا سکھا دیا ہے۔ ارک کے محل میں بہت سے یورپین اسباب  
ہیں سکروں میں یورپین میزیں اور کرسیاں ہیں۔ اور دیواروں میں انگریزی  
تصویریں لگی ہیں۔ اور انگریزی کھاک اور گہریاں قفٹ بتاتی ہیں انگریزی پاز سچو ہیں  
۱۳۵۔ امیر صاحب یورپین لوگوں کو کیسا اچھا سلوک کرتے ہیں۔ اور کابل میں یورپین لوگوں  
کی زندگی کس طرح ہوتی ہے۔ امیر صاحب کی لیڈی ڈاکٹر مس ملٹن کی ہمیشہ کی اس گفتگو  
سے معلوم ہو سکتا ہے جو اسے ہندوستان میں ایک اخبار کے نامہ نگار کو کہتی تھی۔ اس میں سو ایک صحت  
اغذ کیا جاتا ہے۔۔۔ میری ہمیشہ و میزیں کرسیاں اور اس قسم کی دوسری چیزیں اپنے ساتھ  
لیتی گئی تھیں۔ پھر امیر صاحب نے بھی انکو بعض نفیس قالین وغیرہ مرحمت کیو اور ہارڈ رام  
کی چیزیں اس طور پر بخوبی ہتیا ہو گئیں۔ بازار کابل میں کہاں نے بیٹے کا بہت اچھا سامان  
پایا جاتا ہے۔ ہکوانی ضرورت کی چیزوں کی محتاجی کسی نہیں ہوئی۔ وہاں ہیرا کا گوشت  
بہت اچھا ملتا ہے۔ لیکر تیار یاں بستہ کم ہیں۔ خاص کر عاڑوں میں اور یہی کم ملتی ہیں۔  
ہم لوگوں کی خبر گیری کے لیو طلبہ کوئی چہرہ سپاہی متعین کیج گئے تھے بعض اوقات تو  
سب سے سب ہیں تھے اور کبھی تین ہی آدمی رہا کرتے تھے۔ لیکن اس کے ہمو کچھ سردار  
نہ تھا۔ ہم جس وقت باہر نکلا دیکھتے تھے تو ایک سپاہی ضرور بالضرور گھوم گھوم کر دروازے  
کے پاس موجود رہا کرتا تھا۔ زیادہ تر تو ہمو انجی وجہ سے اس امر کا اطمینان رہا کرتا تھا  
کہ ہمارے بیگانہ وغیرہ وہی لیجا کرتے تھے۔ پہلے تو میں چہل قدمی کر نیکو شہر میں پیدل  
نکلا کرتی تھی۔ بعد اسکے جب لوگوں نے مجھے بیان کیا کہ پایادہ چلنے کی حالت میں  
دو می باشندہ و نمکو حرات سے بچتے ہیں تو اس وقت سے سواری پر نکلتی رہی۔ جب  
ہم لوگ باہر جاتے تھے تو ایک سپاہی ساتھ چلتا رہا۔ کابل کی گلیاں نایت کی ناگسہ میں۔

اس بات کی تائید کرتی ہے۔ جب یہ دونوں عورتیں امیر صاحب کے سامہ کو  
گئیں تو مسٹر کلیمنس کا چہرہ ٹاپچہ دوڑا کر امیر صاحب کے پاس جا کھڑا ہوا۔ اور منہ اٹکے  
کر دیا کہ چومو۔ امیر صاحب اس سے بہت خوش ہوئے۔

مدریہ امیر

اور بازار میں نہایت ہی جھوم رہا کرتا ہے۔ لیکن ایسی باشندہ عورتیں ایک عجیب  
شے تصور کرنے چھو۔ باغ میں ہم زیادہ ٹہل نہیں سکتے تھے کیونکہ وہ بہت ہی  
چوڑا تھا۔ لیکن اسپر ہی بیوہ بات کے درخت سے بہرہ نہوا تھا۔ خوبانی۔ سبب۔ انگو  
اکھیرہ وغیرہ سب ہی قسم کے درخت موجود تھے اور گائے چارے گہر میں خاص اپنی پلی  
ہوئی تھی اس وجہ سے بڑی لطف سے گزران ہوتی تھی۔ امیر صاحب نے نہاد کچھ مہمان  
رہتے تھے مثلاً ایک تہہ ہم لوگ افوس کر رہے تھے کہ سکول میں دل و زبان کی گان میں نہیں  
ہیں۔ یہ شکر سی فریاد سے امیر صاحب کو بھونچ گئی انہوں نے ٹو کری بلیوں اور ناکیاں  
جھجھکیں۔ جب میں کابل گئی صرف چہرہ تیرا میر کی ملاقات کی ذبت آئی۔ آج کو معلوم ہوا  
کہ وہ ہمیشہ بیمار رہا کرتے ہیں۔ لیکن میری بہن ایک زمانہ میں تو اُن سے ہر روز ملاقات  
کیا کرتی تھی۔ جب پہلے پہل کابل میں پہنچی تو اُس وقت امیر بہت ہی علیل تھے اور  
کارخانہ جات کے قریب انجو ایک باغ میں رہا کرتے تھے اور میری بہن ہر وقت اُن کے  
احاطہ میں بیٹھی رہتی تھی۔ آپہنٹے ہوئے کہ میری بہن دنوں ٹاکری کی جیت سے کہیں  
گئی تھی بلکہ کچھ کے طور پر گئی تھی۔ اور امیر صاحب چونکہ علیل تھے انکو معلوم ہوا کہ ایک  
ڈاکٹر مل سکتی ہے تو انکو بلوا بھیجا۔ اور بعد ازاں میری بہن کی جہارت فن عیلا امیر صاحب  
پر بہت اثر ہوا۔ انہوں نے ترغیب دی کہ میری بہن کچھ زمانہ تک کابل میں مقیم رہیں۔  
وہ اس منتقل طور پر رہنے کا کوئی انتظام نہیں کیا ہے۔ اور امیر کے حالات سے انکو کوئی واسطہ  
نہیں رہا۔ جب امیر جیتے ہوئے نہ رہے تو انہوں نے وہ مکان جس میں ہم لوگ رہتے تھے حیات فرما  
اور وہ خود اپنے مکان کو چلے گئے جو ایک نفیس خشتی عمارت ہزار برس کی تھی۔  
مشہور ہے۔ نامہ نگار کے اس سوال کے جواب میں کہ امیر قبوٹے مرنے کے آدمی تھے  
میں پہلے نے ایسا جواب دیا کہ ایک عورت ہی اچھی طرح دیکھتی ہے کہ جو شخص انکو

امیر صاحب کی  
مہربانی اور  
مدد رات

جلا وطنی سے پہلے امیر صاحب کی شادی سردار فقیر محمد خاں کی دختر سے ہوئی  
 تھی جو امیر دوست محمد خاں کا بیٹا تھا۔ اس وجہ سے امیر صاحب کے ہاں ایک لڑکا  
 پیدا ہوا تھا جس کا نام عبداللہ خاں تھا لیکن یہ دونوں ماں بیٹے پریشانیوں  
 کے ہتھ آ گئے۔ جب امیر بیچارہ جلا وطنی میں ٹھہرا تو ہاشم علی خاں نے امیر  
 کی والدہ کے ساتھ ان دونوں کو بھی قید کر دیا اور وہ طح طرح کی اذیتوں  
 میں مبتلا رہے۔ جنوری ۱۸۴۸ء میں جرنیل ڈائلڈ سیڈورٹ نے قندھار پر  
 قبضہ کیا تو سردار عبداللہ خاں جبکی عمر اس وقت اسی سال کی تھی جرنیل  
 کی ملاقات کو آیا۔ بیچارہ کی والدہ اور نانی ضایت محتاج تھیں اور بیچارہ  
 نے اپنے بچے بچائے زیر پرکچ عبداللہ خاں کے لئے کسب طے خرید کر آدھوں  
 کی صورت میں جرنیل کے پاس جائے چندون کے بعد عبداللہ خاں کی والدہ  
 ایسی بیمار ہوئی کہ اس کے بچنے کی امید نہ رہی۔ آخر عبداللہ خاں نے انگریز  
 علاج شروع کیا اور وہ تندرست ہو گئی۔ امیر صاحب کی بیوی تو اچھی ہو گئی  
 مگر بیچارہ عبداللہ خاں خود فوت ہو گیا۔ اور اس کو باپ کا منہ دیکھنا  
 نصیب نہ ہوا۔

امیر صاحب کا  
 پہلا بیٹا

دیکھیں پسند کر لے۔ وہ ایک سطح کے آدمی ہیں جس کو جاذب القلوب کہنا چاہیے اور  
 کہی کہی تو وہ ہمہ گیر خاص طور کی مہربانی کیا کرتے تھے۔ امیر صاحب نے ایک تہہ نہا تھا  
 کہ ہم لوگ دیسی دینی رنجت سے نہیں کہاتے۔ اسپر انہوں نے اپنے باورچی کو حکم دیا کہ وہ  
 انکس طریقے کی روٹیاں یعنی پاؤروٹی تیار کر دے اور بعد اسکے کھو ہوتی تھیں جی میں  
 خوب ہی کہائیں گئیں۔ گو بوجہ کام کم ہونے کے باراجی ہاں لگتا تھا۔ تاہم ہم لوگوں کے پاس  
 ایک پانوں تھا جس کو امیر صاحب نے مستعار دیا تھا اور میری بہن نے امیر کے بعض کم غلاموں  
 کو پانوں کے جانے کی قسم دے لی۔ انہیں ایک شخص چھوٹا سا تھا۔ پر کوشی ایک بسوں دیسی  
 سریش سریش کے علاج کے لئے مکان آ گیا کہ تہہ جو اس پر وقت کٹ جائے کہتا تھا۔

دواؤ شہزادہ

امیر کی دوسری بیوی دختر جاندار شاہ ہو۔ جو کنی نامہ میں امیر بدخشاں تھا اس نے وجہ سے امیر کے ہاں کوئی لڑکا پیدا نہیں ہوا۔ لیکن اُسکی ایک بیوی تھی کینز کے بطن سے جسکا نام گلریز ہے سردار حبیب اللہ خاں اور سردار نصرت اللہ شہزادہ پیدا ہوئے۔ اول الذکر عمر خند میں ۱۷۷۷ء میں اور آخر الذکر ۱۷۸۷ء بہائی سے تین سال بعد پیدا ہوا۔ لیکن امیر صاحب کی چاہتی بیوی اور حرم کی ملکہ بی بی حلیمہ بی بی جس جہاں دختر امیر دوست محمد خاں کی صاحبزادی ہیں۔ بی بی حلیمہ کے والد کا نام عتیق اللہ خاں تھا جو شہور ملا سید میرزا عطا کا بیٹا تھا۔ ان سے امیر صاحب کو نہایت شغف ہو اور انہیں امیر صاحب کے مزاج پر بڑا قابو ہے۔ اور کابل میں سلطانہ کے نام سے مخاطب کیجاتی ہیں۔ یہ بڑی دانا اور دقیقہ فہم ہیں اور فیاضی میں بھی بہت نام پایا ہے۔ ڈاکٹر گرے جب کابل میں تھے تو یہ کسی کبھی ملکہ کا علاج بھی کیا کرتے تھے۔ بی بی صاحبہ ایک پردہ کے باہر اپنا ہاتھ پیلا دیا کرتی تھیں اور ڈاکٹر صاحب نبض دیکھ لیا کرتے تھے۔ وہ ڈاکٹر صاحب سے گفتگو بھی کیا کرتی تھیں۔ ایک دفعہ انہوں نے اپنا موقع آنکھ دکھایا اور اپنے پیٹنے کی چند انگریزی وضع کی ٹوپیاں بھی دکھائیں۔ ایک ٹوپی سیل چھلکی کے چمڑے کی تھی جس پر نگلہری کی دم اور مصدق پھول لگے ہوئے تھے۔ اور اپنا نام بھی خود بتلایا۔ یہ سخت پیٹنے کے بعد شایق ہیں۔ اور باوجود ڈاکٹر کے اصرار کے بھی نہیں چھوڑا۔ بلکہ رات کو نیند لانے کے لیے کھڑا رہا۔ کہا نے کہ بی بی امیر ہیں۔ جو ہر چند کہ نہ مرے۔ مگر یہ ہر شام کسی قسم سے کہا جاتے ہیں۔ جولائی ۱۷۷۷ء کو بی بی حلیمہ کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ جس کا نام شمس الدین رکھا گیا۔ مگر یہ نہ چھتہ ستمبر ۱۷۷۷ء میں

میں فوت ہو گیا جس سے بی بی صاحبہ کو بہت صدمہ ہوا۔ لیکن وہ کبھی  
 میں خدا نے انہیں بمقام مزار شریف نعم البدل عطا کیا۔ اور اس نے مولود  
 کا نام محمد عمر رکھا گیا۔ جو اس قدر ہونہار اور امیر صاحب کا ہمشکل نظر آتا ہے  
 کہ امیر صاحب اس کے بڑی محبت کرتے ہیں اور اس کے بچپن ہی میں شادانہ  
 عادات اور رعیت و اہل ظاہر کرنے پر خوش ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر گرس نے اس  
 بچہ کے پیدا ہونے پر امیر صاحب کے خوشی منانے کی مفصل کیفیت لکھی ہے۔  
 امیر صاحب نے ایک سال کی عمر ہی میں شہزادہ محمد عمر کو علیحدہ دو مکان  
 بنام گمان سرائے دوستان سرائے اور علیحدہ نوکر چاکر اور کل سامان دیا  
 تھا اور اس کا مکان اور سامان ابھی سے اپنے دونوں بڑے بہائیوں شہزادہ  
 حبیب اللہ خاں اور نضرت خاں سے بہت عمدہ اور بیش قیمت ہے۔ شہزادہ  
 حبیب اللہ خاں امیر صاحب کے بڑا بیٹا اور تخت کا حقدار موجود ہے۔ امیر  
 صاحب کے مزار شریف کے سفر اور اقامت کے ایام میں انکی غیر حاضری میں  
 حبیب اللہ خاں نے بڑی لیاقت سے کابل کی حکومت کا کام سرانجام کیا ہے۔  
 جو بڑا مشکل کام تھا۔ وہی امیر صاحب کے ولیعهد ہی سمجھے جاتے ہیں۔ مگر چونکہ انکی  
 والدہ شاہی نسل سے نہیں کیے خیال کیا جاتا تھا کہ شہزادہ محمد عمر آخر کار  
 امیر صاحب کا جانشین قرار پائیگا۔ کیونکہ انھوں نے ان کی نظر میں شاہی ماں کے  
 لہجے سے پیدا ہونا بہت بڑی قسمت رکھتا ہے۔ اور اسی نظر سے امیر دوست محمد  
 خاں نے کئی بڑے بیٹوں کے ہوتے ہوئے شیر علی خاں کو جو چوٹا تھا اپنا جانشین  
 مقرر کیا تھا۔ شہزادہ حبیب اللہ خاں جب محمد عمر کی والدہ کے سامنے جاتا ہے  
 تو بلا اجازت بیٹھ نہیں سکتا۔ کیونکہ اسکی والدہ شاہی نسل سے نہیں تھی۔ گویا  
 صاحب شہزادہ حبیب اللہ کو ولیعهد بنانے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ لیکن اسکو شہر نہیں کیا۔

محمد عمر کا تولد

تقریر لکھنے والا



سرشار شعیب اللہ خان



ہر نام و منتفی کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن بقول ڈاکٹر گرے کے ابھی سے کابل میں  
 فریق موجود ہیں۔ ایک حبیب اللہ خاں کے طرفدار سجھا جاتا ہے اور دوسرا سلطان  
 کا شہزادہ حبیب اللہ خاں بڑا باتیز اور خوش مزاج خوبصورت نوجوان ہے  
 جسم مضبوط اور اعضا قوی مثل امیر صاحب کے ہیں، شکل بھی اُن کے ملتی جلتی ہے  
 کس قدر سنگریزی بھی سیکھی ہے اور بہت ہر لحاظ میں۔ تاہم گرے صاحب  
 رائے میں یہ طبیعت اور عزم کبھت بڑے مستقل نہیں۔ اور اس لیے پختہ طور پر  
 نہیں کہا جاسکتا کہ امیر عبدالرحمن خاں کا بائشین کون ہوگا۔ مگر آرمیل جی  
 این کرنل خاں نائب سرکاری خارجہ نے افغانستان کے دلچسپ حالات جو خبر  
 ٹائمز میں شائع کرے تھے ان میں سردار حبیب اللہ خاں کی نسبت بہر طرقتی ہوئی ہے  
 ظاہر کی تھی۔ بقول ان کے سردار صاحب نہایت باخلاق نوجوان ہیں۔ تمام ملک  
 ان کو پیا۔ اور عزت کی نگاہ سے دیکھنا ہے۔ اور ان کی قابلیت بدرجہ غایت عمدہ  
 اور قابل تعریف ہے۔ جو شخص اُن کے ملاقات کرتا ہے بے اختیار ان کے خلاق کی تاثیر  
 اور ریافتوں کی فہمی کا قائل ہوتا ہے۔ فی الحقیقت سردار حبیب اللہ خاں بڑے  
 سے اس قابل ہیں کہ ولیدہ تصور کیے جاویں۔

شہزادہ نصر اللہ  
 کا سفر انگلستان

شہزادہ حبیب اللہ خاں کا چھوٹا بھائی ایک ہی والدہ سے شہزادہ  
 نصر اللہ خاں ہے کہ جس کی سرگذشت سفر انگلستان نے اُسے دنیا پر میں مشہور  
 معروف کر دیا ہے۔ یہ بڑا دیندار اور صالح نوجوان ہے جو صوم و مملوہ کا  
 بالخصوص پابند ہے۔ جب امیر صاحب نے شہزادہ نصر اللہ خاں کو سفر لندن  
 کے نیچے نامزد کیا تو ہر طرف تعجب ظاہر کیا گیا تھا کہ امیر صاحب نے اپنے بھائے  
 اپنے بڑے بیٹے کو بھی نہیں بلکہ اُس سے چھوٹے بیٹے کو روانہ کیا ہے۔ اور  
 یہی شاید ایسی ذمہ داری کے کام سے بخوبی عہدہ برائے ہو سکے گا۔

نصرت و خاں نے جس طرح اس ہم منصب کو انجام دیا اس کو لوگوں کو ملنا پڑا کہ وہ بیشک لایق باپ کا لایق بیٹا ہے۔ ایک اور بیوی کے بطن سے امیر صاحب کا ایک لڑکا حفیظ اللہ ہے جسکی عمر سترہ اٹھارہ سال کی ہوگی۔

امیر صاحب نے اپنے زمانہ میں افغانستان کے محصل کو بھی بہت کچھ ترقی دی

ہے۔ گو افغانستان کے سرکاری داخل و خارج کا اندازہ تو گورنمنٹ ہند کو بھی میر

صاحب نے نہیں بتلایا ہوگا۔ لیکن ظاہر ہے کہ اس کے زمانہ میں ہر طرح سے کسی

ملک کی سرکاری آمدنی بڑھ جاتی ہے۔ مگر امیر صاحب نے اس کو بڑھانے کے لئے

طرح طرح کے طریقے اختیار کیئے ہیں۔ محصول جنگی تو اس قدر بڑھا دیا ہے کہ افغانستان

کی چیزیں جو مالاکس غیر کو آتی ہیں۔ انکی لاگت دفعتاً دو چند ہو گئی ہے۔ کابل کی ٹوٹ

کابل کی پوستیں اور پستہ بادام کشمش وغیرہ اسکے شاہد ہیں۔ بلکہ بعض صورتوں

میں امیر صاحب نے سہولت اس بات میں سمجھی ہے کہ وہ خود ہی کسی خاص چیز

کی فروخت کا اجارہ رکھیں۔ چنانچہ اس وقت افغانستان کی پستینوں

یا دانوں پستہ منزا اور کشمش کے وہ خود اجارہ دار ہیں۔ تمام ملک کی پیداوار

ایک خاص سبب نفع سے اگے آئے پاس فروخت کرتے ہیں۔ اور وہ جس قیمت

سے چاہتے ہیں ان چیزوں کو مالاکس غیر میں فروخت کرتے ہیں۔ پشاور میں

امیر صاحب کا بادام بیچنے والا عہدہ دار ایک بہت بڑا انجان فسر موتا ہے۔

اسکے علاوہ افغانستان میں چھوٹی چھوٹی پلوں اور چوکیوں پر امیر صاحب

نے محصول لگا رکھے ہیں۔ گورنمنٹ ہند جب تجارت کی ریپورٹیں چاہتی

ہے تو افغانستان اور ہندوستان کے درمیان کی تجارت کو کم ہو جانے پر رائے

دیجاتی ہے کہ امیر صاحب تجارت کا کھلا کھولتا ہے۔ اور کہ وہ اس کو اپنی

افغانستان کے  
محصل بہ ترقی

لے جبکہ ہم امیر صاحب پر تجارت کو نقصان پہونچا نیکاراہم دیتے ہیں (دیکھو صفحہ ۱۴۳)

آمدنی کا یہی نقصان کر رہے ہیں۔ لیکن یہ خیال میں وہ اپنی آمدنی کے  
نفع نقصان کو بخوبی سمجھتے ہیں اور انہوں نے اپنے عمدہ انتظام اور ٹیکسوں کے  
بڑا دینے سے جو ترقی افغانستان کی آمدنی میں کی ہے اگر اسپر گورنٹ ہند کی  
سالانہ آمد اور امیر صاحب کے بڑے بڑے جرنلے اور تاجران وہ اپنی رعایا اور

تو اس وقت ہم ان کے سب معاملات سے وقف نہیں ہوتے وہ اپنی خاص طرز میں اپنی تجارت  
کو ایسا ہی زندہ ہی کرنا چاہتے ہیں جیسا کہ کابل کو مہذب اور اہل کابل کی نشاۃ  
بنا کر چاہتے ہیں۔ اس کے متعلق مجھے ایک تاجر سے معلوم ہوا ہے کہ جب امیر خسرو راولپنڈی  
سے واپس جا رہے تھے تو دور دراز پشاور میں قیام کیا۔ اور وہاں ایک پارس جسے جنرل مرچنٹوں کی ٹھکان  
کو جبکہ نام چاہیے انگریز ٹیکس پیسہ تھا دیکھا۔ امیر صاحب نے چاہا کہ یہ دوکان ایک شاخ کابل میں بھیج دے  
چنانچہ امیر صاحب نے اس دوکان کو کئی ایک عایتیں کر لیا ہے وعدہ کیا۔ اور اپنی وعدہ کو پورا  
کیا۔ دوکان کو کئی عایتیں کر لیا ہے وعدہ کیا۔ اور اپنی وعدہ کو پورا  
پرسہ کار می ٹیکس جنگی وغیرہ معاف کیا گیا۔ دوکان کے مالکوں کو ایک لاکھ روپیہ پیش  
دو سال کے لیے قرض دیا۔ دوکان کی حفاظت بندہ سرکار رکھی اور دوکان کے ایک بندہ کو  
دھولی ٹیکس روک کے ذکر دیا۔ اصل لاکھ اور خرچہ پر ہم فیصدی نفع دینا منظور کیا۔ ان  
سب باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ امیر صاحب اپنے دار الخلافہ میں ایسی دوکان کھولنے کا قصد کرتا تھا  
لہذا وہ ان کے متعلق اس قدر ضروری بیان کر دینا چاہیے کہ امیر صاحب کی نسبت مشہور کیا جاسکے  
کہ وہ اس معاملہ میں کہ کسی رئیس یا امیر کے پاس بارہ روپیہ دیکھ نہیں سکتا۔ اور کسی کسی حلیہ و اس وجہ  
کو خزانہ شاہی میں داخل کر لیتے ہیں چنانچہ جنگل کی جلجلی مسجد امیر صاحب نے تعمیر کرائی تھی تب ہی  
مشہور ہوا تھا کہ وہ ایک سو دو لاکھ مال ضبط کر کے اس قوم سے تعمیر کی گئی ہے۔ اگر میں اس کا یہی  
وہی جو ان دنوں کے بوجہ فتنوں ایسی سخت قوم اور جاہل اور بددیانت دیکھتا ہوں ان سے سابقہ کرنے  
کے امیر صاحب کی نیک نیتی کی غلط تاویلیں کی جاتی ہیں۔ جو ان کا رعایا کو لوٹ لوٹ کر مٹا رہا ہے

اہلکاروں سے وصول کرتے رہتے ہیں بڑے دے جائیں تو یقیناً افغانستان کے  
معاصل معقول مقدار تک پہنچ جاتے ہیں۔

امیر صاحب کے انتظام حکومت کی بڑی سے بڑی باتوں میں انکا سلسلہ خبریں  
کا انتظام ہے۔ اور میرے خیال میں انکی زندگی کے حالات خواہ کیسے ہی ختم ہونے کے  
ساتھ لکھے جاویں کہ کبھی ممکن ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتے جناب کہ انکے محکمہ خبری  
کا ذکر نہ کیا جاوے۔ امیر صاحب نے ہر قسم کی خبریں افغانستان کے اندر اور اسکے باہر  
صحت کے ساتھ خفیہ طور پر حاصل کر لیا اساعداہ انتظام کر رکھا ہے کہ جس سے بہتر  
کی خواہش نہیں ہو سکتی۔

قدیم زمانہ میں ہمالاک شرقی خصوصاً ملک عجم کے بادشاہ وہیں ہر لکرات کو علایا  
کے حالات معلوم کر لیا کرتے تھے۔ مگر معلوم نہیں کہ امیر صاحب کیا کرتے ہیں انکا  
اور خصوصاً کابل کے ایک آدمی اور ایک اقدہ کا حال امیر صاحب کو معلوم ہوتا رہتا  
ہے۔ کابل کی دوکانوں اور مکانوں میں جو گنگ باتیں کرنے لگتے ہیں تو انہیں ہمیشہ  
اس بات کا شک ہے کہ امیر صاحب انکی بات کو جھنسنے لگے ہیں لیکن  
اس سے بھی عجیب بات یہ ہے کہ کہا جاتا ہے کہ امیر صاحب نے ہندوستان میں ایسا

اور امیر صاحب کے محاسب میں پورے نہیں اترتے انکا مال اباب امیر صاحب ضرور  
ضبط کرتے ہیں اور دراصل جیسا کہ انکے مالک طریق انصاف جو اسکے روبرو کیا  
کے جوئے اور کوئی چارہ بھی نہیں۔ اب ضبط کیا ہوا مال اگر خزانہ سرکاریں جاوے تو  
اور کہاں جاوے۔ سلطنت انگریزی میں بھی جرمانہ کاروپہ سرکار کا ہی حق ہوتا ہے ایک  
شخص نے جو امیر صاحب کے دربار میں رہا حاضر تھا ہے مجھے بیان کیا کہ امیر صاحب قتل ہو کر آگرا  
انکی بیٹ طبع نہ تو علایا سنو رہی ہو مگر یہ بتا دی کہ اپنی بیٹی کو اس طرح ہر کے جو کچھ امیر صاحب نے بیٹا  
اور انصاف کی غرض سے کر لیا ہے اپنی بیٹی کو مطابق وہ سکاثرہ ہی کہہ رہی ہیں (مؤلف)

اچھا انتظام خبر رسانی کا کیا ہوا ہے کہ بیسی میں کوئی افغان امیر صاحب کے خلاف  
ایک لفظ زبان سے نکالتا ہوا جیسا کہ ہے اور اسے شک ہوتا ہے کہ میری  
یہی بات امیر صاحب کے کان تک جا پہنچے گی۔ شہنشاہ محی الدین عالمگیر اور غازی  
کی نسبت مشہور ہے کہ اس کو اپنے کسی اہلکار پر اعتبار نہیں تھا بلکہ ہر ایک پلائیے  
چوڑ کر کہا تو اگر امیر صاحب کی نسبت مشہور ہے کہ نہ صرف بلکہ رول پر بلکہ عایا پر  
بھی خمر چوڑ رکھے ہیں۔

امیر صاحب کے  
باخبر چھوڑ

کچھ عرصہ گزرا ہے ہندوستان کے کسی انگریزی اخبار نے ایک دلچسپ امیر  
صاحب کے اس خبر رسانی اور ماسوسی کے متعلق لکھا تھا۔ جو غالباً ایک فرضی  
قصہ تھا۔ لیکن چونکہ وہ امیر صاحب کے اس ضروری حکم کی کارروائی کی بہت عمدہ  
مثال ہے اس لیے میں اس کا خلاصہ ذیل میں درج کرتا ہوں۔

چند روز کا ذکر ہے کہ تین شخص مسافروں کی حیثیت میں سفر کرتے ہوئے کابل  
پہنچے اور نان باغی کی دکان پر جا بیٹھے۔ ایک مسافر سے ایک شخص نے پوچھا  
کہ تم کابل کو کیوں جاتے ہو۔ اس نے جواب دیا کہ سفید پوش آدمی ہوں۔ اس کے کسی دی  
در پیش ہے۔ پانسو روپیہ نقد ہو تو کار خیر ہوتا ہے۔ نہیں تو ناک کشی ہو۔ اب کابل کو  
امیر صاحب کا نام سنکر جاتا ہوں لیکن ہو کر حاجت پوری ہو جائے۔ سائل نے  
یہ سنکر فریشتہ قہقہہ مارا۔ اور کہا ارے میاں ہوش کی دار و کرد۔ اور عقل کے  
ماخن لو۔ امیر صاحب وہ ذات شریف ہیں کہ جبکا دیدار خدا کسی دشمن کو خواہ  
میں بھی نفید نہ کرے اور اس کی شر سے بچاوی۔ آپ اسے پانسو روپیہ پیش کیا  
جاتے ہیں۔ یہ ہنک رہا صاحب تو خاموش ہو گئے۔ اور ایک اور صاحب نے اسی  
جماعت میں شریک تھے بولے کہ اب امیر صاحب مدد مست ہو جائیں گے۔ خدا نے  
ان کا علاج کر نبوال پیچیدہ ہے کہ وہیں منحوس آ رہا ہے۔ یہ ہیں بیٹھے تھے

انہی باتیں اُسی وقت امیر صاحب کی خدمت میں پہنچ گئی تھیں امیر صاحب نے ان  
تینوں کو دربار میں طلب کیا۔ سب سے پہلے امیر صاحب اس شخص سے مخاطب ہو کر  
جس نے پانچو روپیہ کی آرزو ظاہر کی تھی وہ ڈر کے مارے بول نہ سکا لیکن کئی نوکرو  
سبح سحر بولنا پڑا۔ اُسکا حال سُکر امیر صاحب نے اُسکو پانچو روپیہ دلا کر رخصت کیا۔  
اُسکے بعد اُس شخص کی نوبت آئی جو امیر صاحب کا دیار نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اُسکا  
حال سُکر امیر صاحب نے اُسکو دو سپاہیوں کی حراست سے ملک بدر کر دیا۔ پھر وہ  
اجل رسید پیش ہوا جس نے کہا تھا کہ امیر صاحب کی مزاج پُرسی کے واسطے روئے  
آ رہا ہے حکم ہوا کہ اس شخص کو غلامانے میدان میں درخت کی چٹائی پر باندھ کر کہو  
پھر اس شخص کی طرف مخاطب ہو کر بولے کہ خبردار ہوشیار رہنا جب جس آواز ملے  
ہکو خبر کرنا۔

ابھل بعض انگریزوں نے اخبارات میں امیر صاحب پر یہ الزام لگایا ہے  
کہ انہوں نے اپنے چند ارمنی ملازمین کو افغانستان سے یہ کہہ کر نکال دیا ہے کہ  
تمہاری اہل قوم نے سلطنت عثمانیہ میں سلطان المعظم کے خلاف بغاوت کر کے  
اس سلطنت کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی ہے۔ اسلئے میں تمکو اپنی قلمرو سے  
خارج کرتا ہوں اور اس بنا پر یہ اخبارات امیر صاحب کو ایک متعصب بادشاہ قرار  
دیتے ہیں مگر میری رائے میں امیر صاحب کا اپنی رعایا اور ملازمین سے برتاؤ اور  
انہیں اُصف کرنے میں امیر صاحب کے طریق عمل پر اعتراض کرنا مشکل ہے۔ افغانستان  
میں ہندو بھی بہت آباد ہیں مگر امیر صاحب کے انتظام اور اُصف کے متعلق انہیں  
ہرگز کوئی شکایت نہیں اپنی بغاوت کے وقت ہندو دھڑتے سے ناقوس بجاتے  
ہیں۔ البتہ اذان کے وقت نہیں بجاتے۔ ویسے ہی امیر صاحب کی ملازمت میں نہ تو  
مستمان یا کسی عیسائی غرض بردار اور قوم کے لوگ رہ سکتے ہیں اور

امیر صاحب  
متعصب نہیں

رہتے ہیں لیکن کبھی مذہب کے خیال نے انہیں کسی سے خاص سلوک یا بدسلوکی کرنے کی سخریا نہیں کی۔ وہ صرف لیاقت کو دیکھتے ہیں اور اسی کے مطابق عزت کرتے ہیں۔ جن چند آرمینوں کے کابل سے نکالے جانے کی شکایت کی گئی ہے انکی صورت پر غور کرنے کے لیے امیر صاحب کے مندرجہ ذیل خط کو ضرور پڑھ لینا چاہیے۔ وہ ہونڈا۔

”بعد اظہار عنایات و مکارم کے گلشنہ کے ارمنی عیسائیوں کو معلوم ہو کر مرحوم نادر شاہ کے عہد دولت میں ارمنی عیسائیوں کے چند خاندانوں نے جنہیں ایک سو آدمی شامل تھے کابل میں کر سکونت اختیار کی اور آرام و راحت کو ساتھ اپنا گذر اوقات کیا۔ آجکل صرف ایک خاندان ارمنی عیسائیوں کابل میں باقی رہ گیا ہے جس میں بڑے جوان اور بچے سب ملا کر اکیس آدمی ہیں۔ انکی ہتھم کے عیاش ہونے کے سبب انکو تنہائی کی تکلیف ہے۔ ہمارے مابین فرماؤں اور موجودہ حکومت میں انکو کسی طرح کی تصدیق و تکلیف نہیں پہنچنی بلکہ بڑے جوان سب نے ہنی لوگوں کو سرکاری خدمات اور محقول وظائف دیئے جاتے ہیں جس سے انکی زندگی گالی حدیث و آرام کے ساتھ بسر ہوتی ہے۔ تمہاری مذہبی اور فوجی ہمدردی کے لحاظ سے میری خواہش ہے کہ تم اپنے ہتھم کو دین اور خاندانوں کی جنیں تعلیم یافتہ اور اصلاح یافتہ اشخاص شامل ہوں انخاست ان میں بود و باش کرنے کے لیے کابل کو روانہ کر دو۔ جن سے یہاں کے ارمنیوں کی تنہائی کی تکلیف رفع ہو جاوے اور سب ملکہ عیش و آرام کے ساتھ اوقات بسر کریں۔ ہمارے ملک میں سکونت جو نیکی بارہ میں ہم تم کو یقین دلاتے ہیں کہ تمکو مرتبہ اور نصیب اور رہنے کے لیے مکان ہر ایک شخص کی حیثیت اور لیاقت و تربت کے موافق عطا کیئے جائیں گے اور یہ کہ تمہاری جان و مال کی کابل طور سے حفاظت کی جائے گی۔“

آرمینوں کو  
دعوت و

یہ خط امیر صاحب نے غالباً اپریل یا مئی ۱۹۰۶ء میں لکھنؤ ہندوستان کو بھیجا ہے۔  
اور کلکتہ سے ارمینوں کو کابل میں پہنچنے کے لیے بلایا ہے۔ اظہار ہے کہ اپریل یا  
مئی ۱۹۰۶ء میں ارمینوں کے ترکی میں خساد کرنے کی خبر اظہار من لکھنؤ سے بھی گئی  
وہ بہت عرصہ پہلے سے شورش مچا رہے تھے۔ اور امیر عبدالرحمن خاں ایسے لشکر نہیں  
کہ انہیں ارمینوں کے ترکی کے خلاف مفیدہ پرداز کی کی پہلے خبر نہ ہو۔ پھر جبکہ انہوں نے  
اس بات سے بخوبی واقف ہو کر ارمینوں کو بلایا تھا اور بعد میں انکو بہت جلد  
نکال دیا تو ضرور کسی آنکھ کے ذریعہ تصور سے نہیں نکالا ہوگا۔ یہ امر باور کرنے کے  
وجوہات موجود ہو سکتے ہیں۔ کہ امیر صاحب کو سلطنت ترکی سے ہمدردی اور انصاف  
سے ارادت ہو لیکن اس صورت میں بھی ارمینوں کو کابل سے نکال دینا لازم نہیں آتا  
جبکہ قسطنطنیہ میں وہ ہزاروں اور لاکھوں موجود ہیں۔

ادریل ۱۹۰۶ء میں امیر صاحب نے اپنی رعایا کی بعض سرکش قوموں کو شیعہ  
مذہب لکھتی تھیں بوجہ انکی شورش بخشی کے خوب سرزنش کی تھی۔ ہزار ہا  
کے لوگوں کو جو ہمیشہ سرکش چلے آتے تھے طبع کیا تھا اور کسی وجہ سے اپنی  
ایک شیعہ جنبٹ بالکل توڑ دی تھی۔ اس پر اعتراضات میں امیر صاحب شیعہوں  
کا دشمن ہو گیا الزام دیا گیا تھا۔ اس وقت بعض لوگوں نے یہ بھی کہہ دی تھی کہ  
یہ اثر شہزادہ حبیب اللہ نے جو شیعوں سے بہت بیزار ہیں امیر صاحب ڈالنا  
ہے مگر بعد کے محاملات نے ثابت کر دیا ہے کہ امیر صاحب مذہبی اختلاف کی وجہ سے  
اپنی رعایا کے کسی سرور بشر سے دشمنی نہیں کہتے ہنکے ٹک میں ہندو بھی بہت  
سے آباد ہیں مگر امیر صاحب ان سے ویسا ہی سلوک کرتے ہیں جیسا کہ مسلمانوں  
سے کرتے ہیں۔ اس سے پہلے افتخار تان میں دور عایا کے لیے ضروری تھا کہ سرخ  
پگڑی پہنکر بازار میں نکلیں مگر آج کل یہ قانون بھی منسوخ ہو چکا ہے۔

امیر صاحب کا  
مذہب سکوک



امیر صاحب نے کافرستان میں اسلام پھیلانے کا ارادہ کیا ہے۔ لیکن سختی سے ہدایت کر نیک ہرگز حکم نہیں۔ صرف پوائیکل مصاحفوں کے لحاظ سے ان لوگوں کا کلمان ہو جانا محسن سمجھا گیا ہے۔

امیر عبدالرحمن خاں صاحب کی اگر سب تحریریں فرمان اور مراسلات جمع کیے جائیں تو رقعات بلوم کے مقابلہ کی کتاب تیار ہو جاوے۔ لیکن کوئی ایسی کتاب تیار ہو یا نہ ہو امیر صاحب کے مصنف ہونے میں کلام نہیں رہتا۔ امیر صاحب نے اپنے تئذ کے ایک حصہ لکھا ہی مصنفوں کی جماعت میں قدم نہیں رکھا بلکہ ایک دوسری تصنیف تقویم الدین نے ہی انہیں مصنف کہلایا مستحق کر دیا ہے اس کتاب میں جیسا کہ ذیل کے خلاصوں اور اقتباسوں سے ظاہر ہوتا ہے اہل افغانستان کو قرآن اور حدیث کے حکام کے مطابق اپنے باب کی حفاظت کے لئے مذہبی جنگیں کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ اور مسلمانوں کو حفاظت ہتھیاری کے لٹوکافروں سے جہاد کرنے اور شہید ہونے کی تاکید کی گئی ہے۔

تقویم الدین مسعود میں فارسی زبان میں بہت خوشخط اور عمدہ چھاپنی کے ساتھ قریب ۸۰ صفحہ کے حجم پر امیر صاحب کے مطبع واقع کابل میں چھاپی گئی۔ امیر صاحب کو اس کی تصنیف میں تیسرے علماء نے مدد دی کہ جسکی ہوا اخیر میں ثبت ہیں۔ امیر صاحب کا اپنا دستخط بھی کتاب کے اخیر میں اس طور پر چھپا ہوا ہے:-

امیر عبدالرحمن خاں دست خط دوم فقط

امیر صاحب کے حکم سے میر محمد عظیم خاں صاحب بٹیسو اور عبدالرزاق دھلوی کے اہتمام سے چھپنا چھپی ہے جو چھ فصلوں یعنی چار ابواب آکے بنا چھ اور ایک فائزہ پر مشتمل ہے۔ اور کل کتاب میں ۳۶۰ آیات اور حدیثیں متناس

امیر صاحب پر  
مصنف۔

تقویم الدین  
خلاصہ طلب

کی گئی ہیں۔

جہانیاں میں کچھ سکتا ہوں کچھ کتاب کسی فرد عا یا مؤانگریزی و قبضہ میں یا قلم و کلامی میں نہیں پائی گئی۔ اور جو کچھ اس کتاب کے مطالب کی نسبت لوگوں کو علم ہوا ہے وہ صرف دو تین انگریزی اخبارات کی تحریرات سے ہوا ہے۔ سب سے پہلے پاؤنیسٹریٹ ٹائمز آف انڈیا نے اس کتاب کی کیفیت سے اطلاع دی تھی۔ اور پھر سول نیڈ ملٹری گزٹ نے ۱۹۰۴ء میں اسکا خلاصہ شائع کیا ہے۔ چنانچہ میں ان خطا صوں کو ذیل میں نقل کرتا ہوں۔ امیر صاحب نے قرآن حدیث اور فقہ سے وہ تمام سائل جمع کر لیے ہیں جن حفاظت سلطنت، خدمت بادشاہ اور مذہبی جنگوں کے متعلق وارد ہیں۔ اور جنہیں مسلمانوں کو اپنا ناک کا فرد کے دستہ سے بچانے کی تاکید کی ہے عیسائیوں کا اسمیں کہیں کر نہیں سہ۔ ساتھ ہی ایک جگہ یہ بھی لکھا ہے کہ تہار می بادشاہ کا خواہ کیا مذہب ہو اسکی اطاعت کرو۔ بعض اخبارات نے اشارہ کیا ہے کہ یہ کتاب ہندوستان کی مسلمان فوجوں میں امیر صاحب نے تقسیم کرائی جو گریہ بالکل غلط معلوم ہوتا ہے۔ مندرجہ ذیل انتخاب تقویم الدین کا سول نیڈ ملٹری گزٹ نے شائع کیا تھا۔

سبب تالیف کتاب کے متعلق تقویم الدین کے دیباچہ میں لکھا گیا ہے کہ ایک روز امیر صاحب نے محل میں بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے علما کو طلب کر کے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ ایک ایسی کتاب تصنیف کجائے کہ جس سے مسلمانوں کے دلوں میں جہاد کا جوش پیدا ہو۔ اور انکے مذہبی اعتقادات انکی منسیا ہوئے۔ محفوظ رہیں۔ اس بارہ میں جب قدر معنائیں لکھے جائیں وہ پہلے میرے گوشہ گدا کر لیے جائیں تاکہ مجھے بھی انپر غور و خوض کر نیکا موقع ملے۔ اور اس طرح ایک سو زون رسالہ مرتب ہو جائے۔ علماء و رجال امیر کے پاس کتابیں لکھ کر لگیں۔ جنہوں نے اکثر مقامات میں اضافہ و ترمیم کے علاوہ قرآن کی بعض آیتیں ہی و اس

کردائیں۔ اور ایک لفظ کو بلائے کا حکم دیا۔ لوگ غلطی سے دیوانہ جانتے ہوئے لکھنے لگے۔  
 نے کہا کہ میرا یہ مطلب نہ تھا۔ خیر! اب چونکہ یہ کتاب بلا طلب پہنچ گئی ہے۔ اس لئے  
 اس سے شکون لینا چاہیے جب امیر صادق نے کتاب کہوئی تو حسبِ میل مضمون کا شعر لکھا۔  
 ”نسیم سحری کل یہ مژدہ دیکھ کر پہنچی کہ تیری تکلیف کا زمانہ ختم ہو چکا ہے۔ اور۔“

جب لفظ وصلِ جنت ہو گا تو اس کی فتح و نصرت کا پہرہ آسمان تک پہنچ جائیگا۔  
 امیر صاحب اس شعر کو پڑھ کر باغِ باغ ہو گئے۔ گہڑی دیکھی تو سارے بارہ بجے  
 دوپہر کا وقت تھا۔ اُس وقت نماز جمعہ کی اذان کان میں پہنچی۔ شاہی خیمہ کو  
 بلا کر پوچھا کہ کیا یہ اچھا وقت ہے؟ اُس نے سچ بچار کر کہا کہ ”خدا سے دعا کیجئے اور علماء  
 کو فراہم کرنے کے لئے یہ نہایت ہی مبارک ساعت ہوئے عین اُسی وقت بارش بھی  
 شروع ہو گئی جو مسلمانوں کے اعتقاد میں رحمت کی علامت اور اجابت دعا کا عمدہ  
 وقت سمجھا جاتا ہے۔ چنانچہ ہزار ٹینس نے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی جس کا خلاصہ یہ ہو۔  
 ”اے قادر مطلق خدا! اپنے پیغمبر کے دین کی قیام قیامت تک حفاظت کر۔  
 انھانوں کو آفات ارضی و سماوی سے بچا تمام مسلمانوں باخصیوص انھانوں کو  
 نرا مستقیم کی ہدایت کر جس سے تیری خوشی حاصل ہو۔“

و جو ب جھاد بچھلی فصل میں لکھا ہے کہ قرآن کی اس آیت کے بموجب ”ان  
 بُت پرستوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں“ جہاد تمام مسلمانوں پر واجب ہے لیکن  
 بعض مفسدین نے جہاد کو فرض کفایہ لکھا ہے۔ گویا یہ ایک ایسا فرض ہے کہ جب کو  
 اگر چند مسلمان بھی انجام دیں تو سب سے ساقط ہو جاتا ہے۔ لیکن جب چاروں طرف  
 سے مسلمان کا فرد سے محصور ہو جائیں تو اُس وقت یہ کفایہ نہیں رہتا۔ بلکہ واجب  
 ہو جاتا ہے۔ ایسی حالتیں مجاہدین کو کفار سے اس وقت تک لڑنا چاہیے جب تک  
 کہ فساد فرما رہے ہو جائے۔ یا کفار طاعت نہ قبول کر لیں۔ یا خدا کی وحدانیت کے

مسئلہ کی انہیں اشاعت نہ ہو جائے۔ مزید برآں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ”تم میرے واسطے  
ان سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں۔ لیکن اپنی حار سے تجاوز نہ کرو۔ اور نہ تجاوز نہ کرو۔“  
کو دوست رکھو۔“

موجودہ نواب سید احمد خدا ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اپنے اور مذہب کے قوم  
کے بچانے کے لیے مزارعہ دار لڑتے ہیں۔ پنہنہ پنہنہ کہیں ”خدا مجاہد کے ان تمام گناہوں  
کو معاف کر دیتا ہے جو کسی اور سے تعلق نہیں رکھتے۔“ قرآن کی ایک آیت کا مضمون یہ  
ہے۔ ”وہ لوگ جو آپ کے پیغمبر پر ایمان لائے ہیں اور جان مال کو دکافروں سے لے کر خدا کی  
راہ میں قربان کرتے ہیں اور جو آپ کے پیغمبر کے ساتھ ہیں۔ دوسری آیات میں بہت سی نیکو عطا  
ہونگے۔“ پیغمبر کی ایک حدیث ہے کہ ”جو بجا بہشت میں داخل ہوگا تو خدا اس سے  
بڑائیگا کہ تو ہاری خاص شفقت اور عنایت کے سایہ میں آگیا۔ اور یہ عظیم عظیم بہشت  
کی تمام نعمتوں پر فوق کہتا ہے۔“

قرآن میں وارد ہے کہ ”جو کچھ تم مقدس جہاد کے قائم نہ کہنے میں نہ کرو گے۔ ہلا  
نا کامی اسکا بھٹ بڑا اجر ملیگا۔ وہ شخص جو اشاعت اسلام میں مصیبت سہہ کرتے  
ہیں۔ انہی گھوڑوں کو ان کی کسی مثال ہے کہ ایک ایک میراث خاندان لگتے ہیں اور ہر ایک  
خوشے میں نہالنے۔ خدا اس سے دگنے بھی عطا کر سکتا ہے۔ کیونکہ وہ بڑا فیاض اور عظیم ہے  
اور جو اپنے سرمایہ کا کچھ حصہ ان میں خرچ کرتے ہیں وہ سچے مسلمان ہیں اور انہیں کچھ سبب  
مسا فی اور بہشت ہو۔“

پنہنہ پنہنہ کہیں کہ ”وہ شخص جو خود تو میدان میں نہ جائے مگر مجاہدین کے واسطے تیار  
خوراک اور دیگر ضروری سامان جنگ عطا کرے اسکو سات سو گنا اجر ملتا ہے۔ اگر وہ  
خود بھی شامل جہاد ہو تو سات لاکھ گنا ثواب عطا ہوتا ہے۔ جو لوگ اسلامی ممالک کی  
حدود کی محافظت کریں ان کی ایک سو گنا ان لوگوں کی پانچ سو گنا دوسرے برابر ہو جو گھروں میں رہا

کیجائیں

جب اسلامی ممالک پر کفار حملہ کر رہے ہوں ہر ایک مسلمان پر خواہ مرد ہو یا عورت سب کو  
 ہو یا بوڑھا۔ آقا ہو یا غلام۔ جہاد فرض ہو جاتا ہے۔ نگوشتوں ہوں۔ آقاؤں۔  
 محافل و غیرہ کی بلا اجازت فوراً میدان جنگ کا رخ کرنا چاہیے۔ مسلمان بڑا  
 پابند ہیں کہ وہ کسی بادشاہ کے جہنڈے کے نیچے خواہ وہ عادل ہو یا ظالم جہاد  
 کریں۔ انکو مقدس جنگ کے واسطے اپنی جانوں و سب سے بڑا ذرا بھی خیال نہیں ہوتا  
 چاہیے اور اپنی عزت اور ایمان کی ذلت ہرگز گوارا نہیں کرنی چاہیے۔ خدیجہ  
 فرماتا ہے کہ تم ان لوگوں کو جو خدا کی راہ میں میدان جنگ میں شہید ہو کر  
 نہ سمجھو۔ نہیں بلکہ وہ زندہ ہیں اور خدا کی بخششوں سے خوش و خرم ہیں یہ پیغمبر کا  
 قول ہے کہ مجاہد کے واسطے یہ چھ خاص اعزاز ہیں (۱) اسکے تمام گناہ بخشے جاتے  
 ہیں (۲) ان کا قبر سے مامون ہوتا ہے (۳) روزِ بارِ پس کے تفکرات سچ جاتا ہے  
 (۴) سر پر جلال کا تاج پہنتا ہے (۵) شہر یا چشمِ حوریں اسکو عطا ہوتی ہیں۔  
 (۶) نیز وہ اپنے ستر شہداءوں کو بھی اپنے ساتھ بہشت میں لیجاتا ہے جو حضور  
 جہاد کے ارادہ سے گھر سے نکلے اور رستہ میں مر جائے خواہ گھوڑے سے گر کر  
 یا کسی زہریلے جانور کے ڈسنے سے یا اجلِ طبعی سے وہ بھی شہید سمجھا جائیگا۔ اور  
 بہشت میں داخل ہوگا۔ اور جو جہاد سے زندہ مرجھ کر رہے۔ انکے بھی اپنی جہنم  
 لڑائی میں ثوابتِ قدیمی ہے۔ قرآن میں لکھا ہے کہ اے پیغمبر! مسلمانوں  
 جب تم کسی گروہ کفار سے مقابلہ کرو۔ تو استقلال سے ٹپے نہ ہو۔ اور اگر خدا کو  
 یا رسول کو ہمتا کہ تمہیں کامیابی ہو۔ خدا اور اس کے رسول کی طاعت کرو و مفرور نہ ہو۔ بلکہ  
 نصرت تم سے رخصت ہو جائے۔ بلکہ ثابت قدم اور صابر رہو۔ کیونکہ خدا صابر و  
 دوست رکھتا ہے جب تم بت پرستوں کے مقابلہ کو جاؤ جو بہت بڑی تعداد سے

تھارے سلمے آئیں تو انکو پٹھنہ دکھاؤ کیونکہ جو شخص اسدن پٹھنہ دکھائیگا۔ یا  
 لڑائی سے نہ روکشی اور اسلامی جماعت سے علیحدگی اختیار کرے گا۔ وہ خدا کی سخت  
 سزا سے مستوجب ہوگا جہنم میں بھیگا۔ اور یہ ایک نہایت ہی بڑا سفر اسکے لیے ہوگا۔  
 فرض اطاعت بعد اسلام دنیا کے مناسطام کے واسطے خدا نے جو حکم یا ہے تمام  
 مسلمانوں کو اس پر خود کرنا چاہیے جو یہ ہے کہ خدا اسکے رسول اور اپنے بادشاہ کی فرمانبرداری  
 کرو۔ خواہ بادشاہ کون کونسی ہی منصب کیوں نہ ہو۔ رسول خدا فرماتے ہیں۔ اپنے بادشاہ  
 کے حکم کو سنو۔ اور اسکی اطاعت کرو۔ خواہ وہ حبشی ہی کیوں نہ ہو۔ اگر تمکو بادشاہ  
 کے ہاتھوں سے کوئی تکلیف پہنچے تو صبر سے برداشت کرو۔ اور اسکی اطاعت سے  
 مومنہ نہ سڑو۔ بادشاہ ظل شدہ ہوتے ہیں۔ اور مظلوم انکی پناہ ڈھونڈتے ہیں۔  
 جو شخص بادشاہ کی امانت کرتا ہو وہ گویا خدا کے غضب کو اپنے اوپر نازل کرتا  
 ہے۔ اور جو عورت کرتا ہے۔ خدا کی برکتیں اسکے شامل حال ہوتی ہیں۔ برہنہ عام  
 بد نظمی کے ایک ظالم بادشاہ کا ہونا بہتر ہے۔

بادشاہ کی ضرورت :- تقویم الدین کی دوسری فصل میں لکھا ہے کہ تمام  
 مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ اپنا فرمان روا منتخب کریں۔ تاکہ وہ رعایا کا پشت پناہ  
 اور انکے مذہب کا محافظ ہو۔ ہر ایک بادشاہ کو اون اوصاف سے متصف ہونا لازم  
 ہے کہ وہ مسلمان۔ آزاد۔ مرد بالغ اور فہمید شخص ہو۔ اور بادشاہ کے یہ تین فیاض  
 ہیں (۱) اسلام سے پر جانے والوں۔ اور دہریوں۔ اور دین میں تغیر و تبدل  
 پیدا کرنیوالوں کا قلع و قمع کرے۔ اور کشتوں۔ دغا بازوں اور چوروں کے شر سے  
 لوگوں کو امان دے (۲) مدبرانہ خیالات۔ عقلی طاقتوں۔ فیاضی اور بہادری  
 کے اوصاف سے متصف ہو۔ (۳) اور اسلامی محافظوں اور سرداروں پر  
 مہربان ہو۔

رعایا پابند ہے کہ وہ اپنے بادشاہ کی نسبت حسبِ قریب فریض انجام دے۔ بادشاہ کی اطاعت اور اس کے نائب کو احکام کو مانیں۔ ایک دفعہ اپنا بادشاہ منتخب کر لیں تو پھر اس کی متابعت سے سرتابی نہ کریں۔ خواہ اس میں مندرجہ بالا اوصاف ہی موجود نہ ہوں۔ اُن کے ظاہری خط وخال اور لباس میں عیب نہ نکالیں۔ گفتگو کے وقت ہنایت مودبانہ لہجہ اختیار کریں۔ اس سے محبت کریں۔ اس کی تعریف و توصیف اور تعمیل احکام میں ہمیشہ مستعد رہیں ضرورت کے موقع پر بادشاہ کو مدد دیں۔ اپوزیشن اس کو دینا تدارکی سے مشورہ دیا کریں۔

وہابیوں کے اقوال: بتیسری فصل میں وہابیوں کے اقوال کا رد کیا گیا ہے جیسا کہ وہ کہتے ہیں کہ پیغمبر اور اولیاءوں سے دعا مانگنا درست نہیں ہے۔ مگر وہ کسی بات کو سن نہیں سکتا، پیغمبر اور اولیاء کسی کو نفع یا ضرر پہنچانے کی طاقت نہیں رکھتے، اُن قسم کے نام کہنے بھی درست نہیں جیسے کہ غلام محمد وغیرہ۔ مسئلہ نبوت کے متعلق وہابیوں کے اُن اعتقادات کی ہی تردید کی گئی ہے کہ پیغمبر صلعم کسی بات میں عام آدمیوں پر فضیلت نہیں رکھتے۔ اور حضرت محمد صلعم خاتم الرسل نہ تھے۔ اس بات کا یقین نہیں کہ قیامت میں شفاعت ہی ہوگی یا نہیں اگر اس کو تسلیم ہی کر لیا جاوے تو یہ معلوم نہیں کہ شفاعت کرنے والا کون ہو گا؟ علاوہ بریں وہابیوں کے اُن خیالات سے ہی انکار کیا گیا ہے کہ جو عالم قرآن اور احادیث سے خود مسائل استخراج کرے اس کو نفع میں چار اماموں کی تقلید کی ضرورت نہیں۔ عوام الناس ہی ان اماموں میں سے کسی ایک کی تقلید کرنے کے پابند نہیں ہیں، تمام مسلمانوں کو کسی ایک عالم ہی کی پیروی نہیں کرنی چاہیے بلکہ ہر ایک شخص آزاد ہے کہ وہ جس عالم کی رائے کو درست سمجھے اس پر عمل کرے کیونکہ ان چاروں اماموں کے اکثر مسائل غلط ہیں حضرت رابع

نے فرمایا ہے کہ کرکوع میں جاتے ہوئے اپنے ہاتھوں کو اٹھا لو۔ اسی طرح دوبارہ  
سپاہ کھڑے ہونے کے وقت کرو۔

خاتمہ الکتاب :- وہابی اگرچہ بظاہر یارِ سایہ زندگی بسر کرتے ہیں مگر عقائد  
کے لحاظ سے وہ کافروں سے کچھ بہتر نہیں ہیں۔ اسلئے انکی نماز اور عبادات  
قبول نہیں ہو سکتیں۔ اس فرقہ کا بانی "عبدالوہاب" تھا۔ چونتہ صلیب پر عیسائی  
سجود پر آمادہ۔ کہتے ہیں کہ وہ یہودی النسل تھا۔ اور دلی میں اسلام کی نسبت سخت  
عداوت رکھتا تھا۔ اسلئے اسے مسلمانوں میں اختلاف کا بیج بونے میں کھایت کر  
لی۔ اخیر میں صحت کتاب کی تصدیق کے متعلق علمائے فغانستان اور ہندوستان  
عبدالرحمن خان صاحب کے دستخط ہیں :-

دو یگانہ امیر بدھ ۲۸ ذیقعدہ جمعہ کی صبح کو پڑھوٹے سے پہلے میر نے خواب میں دیکھا  
کہ پور لوں کا ایک غنایت خوبصورت اور وسیع و عریض قالین لٹا اور قالینوں کے ساتھ  
رکھا ہوا ہے۔ اسی غنائے میں محمد خاں (امیر کا ایک ملازم) داخل ہوا۔ اور اسے کہا  
کہ "جہاں جہاں ہے" یہ کہہ کر وہ کہیں گئے۔ یہی کہتے ہیں کہ "یادہ صبح طور پر پہنچے" جمعہ لوگوں کے  
خبر ہوا۔ ہونیکا مقام (ہوگڑ) امیر اس خواب کی یہ تعبیر کرتے ہیں کہ انکی دس لیں  
فغانستان اور اس کے ملحقات پر فرمانروا ہوں گی۔

اخبار بادشیر میں اس کتاب کا اختصار حسب ذیل چھپا تھا :-

تقریر الدین کا ایک  
اصطلاح

فصل اول میں جہاد کا ذکر ہے۔ جہاد مسلمانوں پر واجب ہے اس کے قدر و ثناء اور  
انعامات مجاہد کو حاصل ہوتے ہیں اور ان لوگوں کو جو مجاہدین کے فائدہ انوں کو کھاتا  
دواور نگرانی کرتے ہیں اور انکو تہیاد دیتے ہیں اور جنگی سامان ہتیا کرتے ہیں بہت  
ثواب ہوتا ہے۔ نظیر مصنف کو معاہدہ کرنا چاہیے جس میں یہ شرط ہو کہ تمام ایما نداروں  
اور غیر کے پیروان سے مخفی نہ رہے کہ خداوند کریم نے جہاد کو تمام ایمانداروں پر فرض



اور وہاں پہنچا ہے جس کی ایک شریفی کے لئے ہر ایک کا فریاد کا بھارت  
 قرآن شریف اور احادیث نبوی سے معاف صاف ثابت ہو۔ بعد ازاں علی مرتضیٰ  
 اپنے بیان کے تحت ان چھ اور احادیث شریف وغیرہ سے بہت کچھ اقتباس کیا ہے۔  
 پھر یہ بیان بھی نہ بہت موت کا وقت قریب ہو گا تو اس سے ایک ساعت کی بھی تقدیم  
 تاخیر نہ ہوگی اور مسلمانوں کو مشورہ دیا ہے کہ تم آخر کار دنیا سے حلت کر دو گے لہذا  
 جہاد سے غافل نہ رہو۔ اُس کے اصول کے برخلاف نہ ملو کیونکہ شہادت بھی حیات ابدی ہے  
 اور اگر کوئی شخص جہاد نہ کرے اور مر جائے تو منافق ہو گا۔

۲۶ صفحہ میں قرآن شریف کی ایک آیت ہے۔ اُسکی تفسیر کی ہے۔ منشا آیت کا  
 یہ ہے کہ تم کافروں سے لڑو جو تمہارے قریب ہوں اور یہ ضرور ہو گی کہ دشمنان مذہب سے  
 تاملائے گفتگو کرو۔ اور قبل از جنگ لڑو جنگ کے وقت تم جفاکشی اور بہادری ظاہر کرو۔  
 موت سے نہ ڈرو اور اپنے دشمنوں کو کامل نہ کر دو اور اگر گاہ ہو کہ خداوند کریم صالحین کے  
 ساتھ ہے جسکی وہ یاری کرتا ہے اور انکو وہ نصرت دیتا ہے اور مشرکوں اور کافروں  
 کی نصرت نہیں کرتا ہے۔ بعد اسکے حدیث شریف کا مضمون بھی کہ اے میرے لوگو  
 مشرکوں سے لڑو۔ اپنی جان و مال لہ خدایں صرف کرو۔ اور کلام خدا کی بزرگی  
 کو قائم کرو۔ اگر تمہارے پاس مال دنیا نہیں ہے تو تم خود کافروں سے لڑو۔ اگر تم  
 ضعف نقاہت علامات وغیرہ کے سبب نہیں جاسکتے ہو تو ایسی صورت میں تم انکو  
 لٹٹے یا ہتکے خلاف شان زبان سے کام لینے میں تامل کر دو گے۔ کافروں کو قتل اور  
 لوٹ کے خوف لادو انکی ہزیمت اور شکست کی دعا کرو اور فتح اسلام اور مال غنیمت  
 ہاتھ آئے کی دعا طلب کرو۔ لیکن دوسرے صفحہ کی ہدایت کی تقدیر مذکورہ بالا کے  
 برخلاف ہے۔ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ عمر ایماذار وہ لوگ ہیں جو راہ خدا  
 میں اپنے جان و مال سے لڑتے ہیں۔ لیکن یہ جہاد صرف بزرگی کلام خدا قائم کرنے کے لئے

یہ کہ بغرض شہرت فضول فانیس رزق و حلالی پوری کرنے غم شہادت پر  
یا دنیا بہ ہونے مال غنیمت کے ہو۔

پہر جہاد کی بابت دو رکھ کر خواہش ظاہر کی ہے کہ حکام مل بھی عمل کرو۔ آرات  
جہاد اصل کرو۔ تہیار خریدو۔ اور غازیان فہم ب اور سچے مجاہدین کو تقسیم کرو اور  
اپنے اعزاز اور یکنامی کو نہ چھوڑو۔ اس ٹی خوشی کے جہاد میں بہت کچھ کشش کرو  
اپنے مذہب کو قوت دو اور جنت کے لیو قابل بنو۔

مذہب کے تمام ایماندار جہاد کو نکلیں اور عورتوں کے مانند خانہ نشین نہ ہوں  
مثل جہادوں کے انکو راہ خدا میں غزالا لازم ہے۔ موت سے نہ ڈریں۔

**دوسرے باب میں ذکر ہے۔** خدا کا فضل اور عنایت ان مسلمانوں کے شامل حال

ہو گا جو حیرت پر بخشنش کی حفاظت کے جائیں گے۔ یہ بات ان لوگوں

کو حاصل نہ ہوگی جو اپنے گہروں میں بیٹھے رہیں گے۔ ان مجاہدوں اور غازیوں

کا بڑا مرتبہ ہی چاہئے گہروں سے غیر حاضر رہیں گے۔ اور یہ نہایت ضروری ہے

کہ سب آدمی کمر بستہ ہوں جبے وقت تہیار باندھنے کا آدمی۔ ایک دن ایک

جگہ پر دشمن کے لیو براہ خدا بیٹھا تمام دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ کیونکہ اگر ایک

شخص کا قبضہ تمام دنیا اور اسکی تمام اچھی چیزوں پر ہو جائے تو یہ سب ایک

وقت میں گذر جائیں گے لیکن عقبت کی عمدہ چیزیں ہمیشہ کے نیئے قائم ہیں۔ ایک

چمک پر ایک رات دن دشمن کے لیو براہ خدا بیٹھنے اور اہل سلام کی چوکی کرنے سے

تمکو زیادہ تر بہ نسبت ایک ماہ کے کامل صوم اور صلوة کے ثواب حاصل ہو گا۔

کیونکہ اگر اس طرح ایک شخص مصروف ہو اور وہ اسی عالم مصروفیت میں ہلاک  
ہو تو اپنی حرکات کا صلہ جنت میں پائیگا۔ اور قیامت تک وہ اس سے محروم  
نہ ہو گا اور تمام آزمائشات اور عذاب قبر اور سوال منکر و نکیر سے محفوظ رہے گا۔

حشر سے اور ملعون و جال اور شیاطین سے محفوظ رہیگا اور قیامت کے دن  
 شہر کے ساتھ اٹھیکگا اور اپنی قبر میں شہرہ کی مانند آرام کریگا سکونت نہ ہوگا  
 وہ دنیا سے نہ جائیگا جب تک کہ اُسکے گناہ نہ نیرنہ اور کبیرہ معاف نہوں گے جو  
 سے ایسا پاک ہوگا جیسا کہ لیلین ماور سے پیدا ہوا تھا جنت میں اسکو جگہ ملیگی اور  
 حوروں کی صحبت میں رہیگا جو اُسکی ہدم ہونگی اور اپنے بہتر عزیزوں کی بخشش  
 کا ساعی ہوگا۔

سرحد اسلام کی حفاظت کے لیو لوگوں کو مسلح کرنا قطعی امر ہے اُسپر یہ بیان بھیجیے  
 لہذا ضروری ہے کہ سچے اور پکے مسلمان خواہ پیدل ہوں یا سوار ہوں سب دست  
 کو بڑھیں اُنکی چوکی کریں اور محفوظ رکھیں۔ شریک کا فروکں روکیں عکدار اسلام  
 میں آنے دیں۔ مقابلہ کے وقت اُنسے بجا و رازہ جنگ کریں اور بڑی بڑے انعامات  
 کو اپنے ہاتھ سے نہ جانے دیں اور اپنے کو جنت کے لائق کریں۔ اور خوبصورت اور  
 مشکل جو اہل حوروں سے ہم آغوش ہوں اور اپنے مذہب کی نگرانی کی طرح کی  
 کوشش کریں۔ ہم تمام باشندگان اعلیٰ اور اعلیٰ کی کیفیت کو لیئے خواہ وہ شہر  
 قصبہ یا دیہات کے باشندے ہوں مشہر کرتے ہیں کہ سب پر ہموجب کلام خدا کے  
 واجب ہے کہ وہ اسلام کی اسی طرح مدد کریں جس طرح نماز روزہ انپر فرض ہے۔ یہ  
 فرض جہاد میں ہے اور تمام ایمانداروں کو واجب ہے کیونکہ البتہ عام تہیاء و بندہ  
 ہو ہی ہے اور سرحدا و عکدار اسلام کا ملقب شدہ ظالمین میں گئی ہے بغیر  
 ایزد و متعال مذہب مجتہدی کے قائم رکھنے میں سہم ہوں و ریشروں کی مانند  
 جنگ کو نکلیں اور شریک افروں کا جنگ میں مقابلہ کریں اور اُنکی شرارتیں  
 لاشوں کو اپنی شمشیروں سے قطع کر کے چھا دیں اور اُنکے سروں کے گیند اپنے بلوں  
 کے لیو بنائیں۔

جب تم طاعت پکارتے ہو کہ عبادہ کی سلام سے کافروں کو روک دو تو تم پر واجب ہے کہ جس مرتبہ کا سچو سچو سچو ہو جائے اور کافروں کو ملک کے اندر نہ آسے وہ وہ شریف کا یہاں ذکر کیا اور اس طرح تصریح کی ہے کہ ایمان والوں پر واجب ہے کہ ایک بادشاہ کے زیر علم جہاد کریں خواہ وہ شاہ عادل ہو یا ظالم جب تم جنگ میں فوج کا مقابلہ کرو تو جفا کشی ظاہر نہ کرو۔ بہاگو نہیں کیونکہ مسلح مسلمان کافر کافروں کے مقابلہ میں جہانگنا سخت گناہ ہے۔ جنگ کہ تہیار اُسکے ہاتھ میں ہے۔ یہ گناہ مثل گناہ خون اور زنا کے ہے۔ اگر جنگ میں تین کافروں سے مقابلہ ہو تو بھی تحمل سے مقابلہ کرنا ایسا ہے۔ بہاگو نہ چاہیے اور ایک نوع پر اُنسے بہاگو بھی درست ہے۔

بعد تذکرہ حدیث شریف کے ہمیں نہایت دلچسپ بیانِ جنت کی مکین شہزاد کا ہے۔ یہ بیان ہے۔ پس ایمان الودع جنت میں اعلیٰ درجہ حاصل کرنے کی کوثر کیوں نہیں کرتے ہو۔ خدا کا فضل و کرم حاصل کرو اور اس دنیا میں عورت اور عفت حاصل کرو اور یہ جنت میں جا کر نہایت خوش و خرم عہد سندوں پر بیٹھ جاؤ اور اُنے درجہ کے شخص کو بھی خدمت کے لٹو بہتر جو ریس ملتی ہیں اور بیاسی ہزار غلمان اور بہتر مندریں ملیں گی اور چھوٹے سے چھوٹا موتی جو حوروں کے تاج اور زیور میں لگتا ہو گا مشرق سے مغرب تک اُنسے روشنی پہلے گی اگر دنیا میں ایک حور کو جائے تو تمام دنیا منور ہو۔ اور زمین سے آسمان تک شب و پہلے جو ریس جو چادریں اٹھ رہی ہیں وہ تمام دنیا اور اُسکے مال کی بہ نسبت زیادہ قیمتی ہیں تیسری باب میں ذکر ہے کہ کتنے اعوان و غوثی و غوری ان لوگوں کو نصیب ہوتی ہے جو راہِ خدا میں شہید ہوتے ہیں اور جو لوگ جہاد پر گئے اور گھوڑے سے گر کر یا سانپ یا کبوتر کے کاٹنے سے مر گئے وہ بھی شہید اور غازی خیال کیے جاتے ہیں۔



امیر شیرازی در تاریخ ۱۳۰۲ هجری قمری

چوتھے باب میں کافروں سے جنگ کی قوت صبر و تحمل کا ذکر ہے اور دو چند تلوار دشمن سے بہا گئے اور قدم ہٹانے کا بہت زیادہ گناہ ہے۔ اگر قدا چھپسہ ہے تو گویا گنا بڑا جرم ہے تب بھی جائز کر لیا ہے کہ ایماندار تکلیف اور نقصان سہجیں۔

باب پنجم میں شاہوں کی فرمانبرداری اور لئے بغاوت کا ذکر ہے اور جن باغیوں نے سرتابی کی ہے انکو ایک آیت قرآن شریف یاد دلای گئی ہے۔ جبکہ یہ طلب ہے کہ خدا اور اس کے نبی کے مطیع رہو اور جو تم میں سے حکومت پر ہو۔ اور اس کے پر جلو جو غیب نے بتائی ہے بطور شاہ اسلام کے یہ نایب پیر ہیں جنہوں نے لکھا ہے کہ جو کوئی میرے حکم کی تعمیل کرے گا یا خدا کے حکم کی تعمیل کی۔ اور جو میری نافرمانی کرے گا یا اسے خدا کی نافرمانی کی۔ جو کوئی امیر کے حکم کو نہ مانے گا یا میرے حکم نہ مانا۔ واقعی امام ایک سپر ہے جسکے چھپے ایک شخص لڑ سکتا ہے اور ضرر سے محفوظ رکھ سکتا ہے۔ جو کوئی بات امیر مرنے لگے جسکو وہ پسند نہ کرتا ہو تو خاموش ہے۔ اور سپر سرکشی نہ کرے۔ جسے عدا اکھا مان لیا وہ انہیں لوگوں کی موت دے گا جو قبل از زمانہ اسلام کے مرے تھے۔ اگر دلی جابر اور ظالم اپنی رعایا پر ہو تو اسکا جرم بہت بڑا ہے وہ خود او سکامواخذہ وار ہو گا۔ اور یہ کارروائی شاہوں کی خود متوجہ اعمال رعایا کا ہے۔ شاہ کا اس میں قصور نہیں ہے۔

تمام ایمانداروں کے لئے یہ ضروری ہے کہ موافق آیت کریمہ اور بزرگ احادیث اور تفاسیر علماء کے شان منہب کی طاعت سے سرتابی نہ کریں۔ بلکہ انکے حکما حکما رہیں انکے حکام کی تعمیل میں دست قبضہ شمشیر ہوں۔ اور رخصت عاجزی سے انکی طاعت کریں۔ اور انکے آستانہ کی خاک سر چہ شہم بنائیں۔ وہ باغی اور سرکش رعایا وغیرہ کے شرکینہ ہوں جو کوئی شاہ سے عہد و پیمان نہ ہو ورنہ اسکو قبول کیے تو اسپر تعمیل واجب ہو اگر کوئی اور شخص آئے اور شاہ سے لڑے اور اسکی

سلطنت میں فساد اور غنا و پیدا کرے تو انکو لازم ہے کہ وہ سرکشوں کو قتل کریں اور انکے قتل کر کے حرج ایسے شخص کے شریک نہ ہوں۔ ایک فقرہ میں ایک روز فرمایا کہ حوالہ دیا ہے جس سے اسکو اپنے شاہوں کے حکم کی تعمیل خواہ وہ عادل و امین یا ظالم ہو و جب سے اول فرمایا کہ ہے کہ لوگوں کا پناہ شاہ اپنے مذہب کی حفاظت کیلئے قبل از جنگ جدل شروع ہونے کے منتخب رہنما کرنا لازم ہے جو شخص شاہ منتخب کیا جائے اسوقت اسوقت ضروری ہیں سوہ مرد ہو اور عمر طبعی تک پہنچے۔ آزا ہو و غلام نہ ہو۔ پکا مسلمان ہو اور عقل اور مضبوط ہو جو عدل کرے اور ظلم کو مٹا دے اور صلہ شریعت اسلام کو کا ملحہ بر جاری کرے۔ اور بخوبی اسکے لائق ہو کہ نبی رعایا کے فنی اور دنیوی فائدوں کی نگرانی کر سکے تاکہ اسکے ذریعہ سے انکے مذہب کی قوت ہو۔

بعد ذکر آئیمہ کہ یہ کے کتاب میں سطور ہیں۔ تہوڑے زمانہ میں خدا نے اپنا وعدہ پورا کیا جو ایمانداروں سے کیا تھا۔ انکو جزائر عرب اور عکداری کسری اور خاک مہویا۔ امیر کی گئی ہے کہ تمام ممالک مشرق اور غرب کو بموجب حکم خداوند عالم کے مسلمان ہند سے فتح کرینگے جو پیر و پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہیں۔ پتے یہ ذکر ہے کہ خلیفہ کو ان لوگوں کا قتل کرنا کیسا فرض ہے کہ جنہوں نے اسلام کو اسکے قبل کیلئے ترک کیا۔ اور ان لوگوں کی بنیاد مثلاً جو مذہب اسلام میں نئی ایجادیں کرتے ہیں اور باغیوں اور لٹیروں اور غیبت کرنے والوں کا قتل واجب ہے۔ دوسری دفعہ میں عقلمندی فراست اور فہم اور دانش بجاوری اور نیاضی شاہوں کی جانح کا بیان ہے تیسری دفعہ میں انکے اطفال اور در حکم اپنی علیا کی فہمت ذکر ہے اور بہت سی آیات اور احادیث کا بتائید مذکورہ بالا حوالہ دیا ہے۔ اسی تیسری دفعہ میں رعایا کی لائزات کا مہینہ نہایت شاہ کے بیان ہے اسکے ذمے ہیں۔

(۱) میں ذکر ہے کہ شاہ محمدی اطاعت کس طرح کرنا چاہیے تمام مسلمانوں کو دیکھئے

تعمیم الیہ  
مطالب کی تصفہ

کر وہ اپنے علما و خلفاء کے حکام کی تعمیل کریں جس سے فائدہ اسلام کا ہو اور جو برخلاف حکم شرع کے نہیں ہو وہ اسکے حکم کی تعمیل کریں خواہ وہ عادل و لایعظی یا ظالم و ظفر و زور ہو یا پرتبانیہ مذکورہ بالا کے انہوں نے بہت سے حوالے دیے ہیں (۲) میں فرمانبرداری ملی یا گوہر یا حاکم بکر امام بادشاہ اسلام مقرر کرے حدیث کا جو روایت اس طرح تصریح کی ہے۔ اگر خلیفہ کی جانب سے امیر غم یہ بعد جب حکام اٹھیں اور شیعہ کے حکومت کرتے تھے خوشی خوشی رضا مندی کے ساتھ حکموں کی تعمیل لازم ہے۔ اگر ولی مذکورہ جیسی غلام ہی کیوں نہ ہو اور اسکا مشفق کے مانند ہی چھوٹا کیوں نہ ہو یعنی یہ عقیدہ غلط ہے۔

(۳) میں سجدہ اور حالت ادن لوگوں کو ذکر ہے چاہے امام کی قطعی اطاعت کر لیں یا نہ اور انکو کیا اصلاح ملتا ہے۔

(۴) جو لوگ مسلمانوں میں شہادت اور نفاق پیدا کرنا چاہتے ہیں انکو بھی باغی اور شریہ قرار دیں حکم ہے کہ جہاں کہیں ملیں قتل کیے جائیں انکے قاتلوں کو بہت ثواب حاصل ہوگا۔

(۵) یہ مناسب نہیں ہے اور یہی بات کافروں میں مناسب نہیں ہے کہ انکی عورت اور بڑھی آدمی قتل ہوجا کر لانا نہیں چاہئے یا انکے بچوں کو قید کریں مگر انکی جائیداد ضبط کر لیں تا وقتیکہ وہ نام اور خیل نہ ہوں اس وقت انکی جائیداد پس منجائے۔

(۶) میں ذکر ہے کہ جو لوگ اپنے شاہوں کے نقص ظاہر کرتے ہیں کہ اوپر عیاں لوگ مضحکہ کریں اور قہقہہ لگائیں۔ مذکورہ اس پوشاک میں عیب جو معنی لازم نہیں ہے جو تھامے شاہ پہنتے ہیں اور نہ انکے کہنے سننے کو حقارت سے یہ کہہ کر انکو اگر تمہیں نفرت کی نگاہ سے دیکھو دیکھا تو سب کو ضرر پہنچے گا۔ کیونکہ یہ خاص کپڑے پہنے اور کوئی بات کہے تو وہ خاص مقصد اور مصلحت سے ہے جس سے مراد ہے کہ



اعزاز اور عبرت کا رعا کیا کو ہو۔

دعا، شاہوں کے حقوق کا بیان ہے۔ شاہوں کے بہت حقوق میں سہرا بکیت صحر کہ جو لوگ اُسکے سایہ میں بیٹھیں اُسے اسکی محبت کریں جب کہی اُسکا ذکر باج آئے کلمات تعریف کے ساتھ ہو۔ اور حتی الوسع اُسکے حکام کی تعمیل کریں اور بغیر طوطے ٹکس اور دیگر کاموں کو پورا کریں اور ذرا بھی اعزاز اور ادب ظاہر کرنے سے تامل کریں خواہ وہ عام ہو یا پرائیویٹ ہو اور اپنا مال ہمیشہ اوسپر تصدیق کرنے کے لیے تیار رہیں۔ کیونکہ اویسی موجودگی سے اُنکے ذہنی اور دنیوی معاملات اور اہل و عیال محفوظ رہیں۔ بعد کچھ ذکر آئی کیمید کے مسلمانوں کی نسبت یہ بیان کیا۔

بعض اقبال شفقت اور مہربانی کے جو تمپر ہوئی ہے اور بغرض اظہار شکر کے تم اپنا طریقہ اختیار نہ کرو کہ جس سے کا فر تمپر افسری کریں جس سے موجب تباہی اور استری تمہاری بلورات اور پیشوں میں پیدا ہو۔

دعا میں ذکر ہے کہ شاہ کی کیونکر مدد اسکی تسخ نصیب ہو کے لئے کریں مسلمان پر شاہ اسلام کی مدد واجب ہو۔ اگر انہیں سے ایک مصیبت اور دقت میں پہنچ گیل تو لازم ہے کہ ایک اے شاہ کی مدد کریں۔ کیونکہ کا فر ایک مسرے کی دوست ہیں اگر مسلمان ایک مسرے کی مدد نہ کریں گے تو کا فر اپنے حاکم ہوں گے۔ اسلام کو ضرر اور مذوال ہو گا۔

۹۔ خیر میں وہابیوں کا ذکر ہے۔ اور بیان کیا کہ اُنکے خیالات عقاید اور ہدایت مسلمان فرقہ سنت جماعت کے خلاف ہیں۔ اس شاعت میں عمال احادیث اور آیات کا تبرید اُنکے خیالات کے نیا گیا ہے۔

آخر میں بیان ہے کہ وہابی گو بظاہر خدا پرستی کا جاپنے ہیں مگر مسلمان کا دعویٰ کرتے ہیں کہ واقعی مکا اور ملاذ مہب ہیں اور ظاہر پرست ہیں اُنکو سلام کرنا یا اُنکے پیچھے نہ

پڑھنا درست نہیں ہے۔ وہ دشمن مذہب ہیں ہمیشہ سچے مسلمانوں میں اتفاق پیدا کر لینا ارادہ کرتے ہیں اور مذہب کو خراب کرنا چاہتے ہیں تاکہ اپنے مذہب کو ترقی دیں، اور کل اختیارات اپنی ہتھ میں لے لیں۔

امیر صاحب کے ہزار ہا مراسلات اور خطوط میں سے دو چار کا بطور نمونہ یہاں درج کرنا مناسب ہے۔ اکثر تین حبشہ وستان میں دو بائے طاعون کا زور شور پیدا ہو گیا تو امیر صاحب اپنے سیڑھے مضبوط بند وستان کو اس باکی کیفیت سے اطلاع دینے کے متعلق جب ذیل مراسلہ بھیجا۔ جس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مر کا حکام اور خاصات کو کدھ قدر تحقیقات کی نظر سے دیکھتے ہیں اور ان کے سلاطین کیسے جامع ہوتے ہیں :-

حالیہ جدت نشان غلام رسول خاں کیل دولت خدا دارا و فرخ خاطر باو

در باب کو اُف حد و ش مرض طاعون کہ در محل بمبئی و کرچی بند رساخ شائع شد کہ مسلسل انقطع است شمارا امرار شد مے شود کہ از نزد گر وہ طبهارینانی و جمہور و اکثر و غیرہ مردم دانستہ و نفہیدہ استفسار کردہ جو یا شود کہ مثلاً در تہائے سرور این ورم چچہ عنوان است صغیر الحج مثل با فلا و یا کو چکتر ازاں یا کیہ الحجسم بقدر گردگان و یا بنر گتر ازاں یا سوزش شدید موزی و متجاوز از حد چنٹانکہ مریض پندار و کہ ایش در اں موضع ہا وہ اند و یا غیر آں و اعضا غدومی ہم حاسن جوتان و پنج زبان و خضید یا اعضا غیر حاسن چھل و غفل و گنج ران پس گوش عارض مے شود و یا در دیگر موضع از بدن عارض میشود یا چہ یا غیر تب قے و غشی و خفقان و خنک طعقل عوارض دار و یا غرنگ آں بچہ و تیرہ ہفت شرخ و یا زرد گوشت و یا بائل بسیار ہی۔ و مریض چند یوم دوام میکند و یا بروز دوم و سوم مے میرد۔ و یا پنج و ہفت یوم مہلت میدہد و یا اشخاصیکہ نہر نا ازمہ مرض صحت یاب میشوند و خلاصی مے یابند۔ و کہ امراض بدن ایشان بر مے آید ہیکے مییاشد و یا متعذر و یا قابل چرک دریم میشود کہ خون ہر زرد آب

تحقیقات و با  
کے متعلق ہر  
صاحب کا فرمان

ان ازل تشریح کنایانہ اطباء یونانی درمدا و ادوات امیر آں بچہ نہجے کوشندہ از معاجبات  
اقدام بقصد و سہل و یا شرط در موضع درم شرط عبارت از پاکی زدن است  
و بعد آں مکیدن و در موضع او ف و رابتد در وادعات بارودہ در اطراف آں  
مالیدن محمول و رشتہ بکار سے برندیانہ و از ناغذیہ اشتر بہ چسپیدن ہر دواز  
سقوطیات و سقرحات و ادویہ فوایحاصیت کہ قسم را بعمل کہ و رودہ محمول میدارند  
گروہ ڈاکٹرین بچہ وضع تفقد و تمام آں بجائے آرنہ۔ طبایر یونانی ہم مثل ڈاکٹر  
بیبی علاج میکنند و یا بصد ہ مراد از مثل غیث کہ در مرض کلام از خارج و  
داخل استعمال سے نمایند از حد زیادہ سعی و کوشش کردہ کوائف آں سو و خوبہ  
مرا مل خود کردہ بزودی عریضہ نگار بارگاہ خسروی شود و زیادہ خیریت است

تقریر یوم دوشنبہ  
ہم شہر شوال ۱۲۱۳

مہر و دستخط امیر صاحب

حدر ج ذیل مراسلہ امیر صاحب ڈاکٹر جی ڈبلیو لایٹنر کی ایک چٹی کے جواب  
میں اس وقت لکھا تھا جبکہ مجھے انگلستان جانے کے متعلق رائے ملی تھی  
حقی اور مجھے ایشیاٹک کوارٹری ریویو میں چاہتا ہوں ہونا ہے۔

زبدہ ماہران علوم دکالمات و عمدہ و قفان فنون قطعات و محبت موقتیات  
ڈاکٹر جی ڈبلیو لایٹنر الملحق مولوی عبدالرشید ال۔ ال۔ ٹوی سدی۔ ادیل راہ  
بعد اظہار خیالات محبت اشفاق ہمایون والد اشتیاق ملاقات و صخ خاطر  
مروت مظاہر باد آئکہ اسلہ اس دوست از ملاحظہ و الگ شدت چوں بی بی خات  
مخیر خواندہ و دوستانہ و احوالات فتنہ می دوستال بودہ باعث شہساج و زحمت  
خاطر عاظر دالاکر و دیدہ و ریاہ اشتیاق ملاقات و تیانمودن نشین دوستانہ  
در لندن بہ حضور اینجا نبی کہ نوشہ امید چوں نیا باسید قائم است امید

ڈاکٹر لایٹنر صاحب  
کے نام امیر صاحب  
کا دو خطہ خط

از خداوند داریم کہ بکدام وقت اتفاق ملاقات حاصل شدہ موجب حفظ خاطر  
 جانبین گردد و چون عدم کاری عین کار است بدین دلیل قصد ہما نذر فی عت  
 حضور والا کہ بدین اشتید قبول منظور شدہ خورد و ایضا مندر شدم و آنچه  
 نوشتہ اند کہ در مسجد لندن بہ بحبت اتفاق دہ مسلمانان تیار کردہ ام دعا و دعا  
 عمر و حکمت سرکار والا کردہ مینویسند چون عا الغیب سبحانی الا جابہ مشہور است و امید  
 کہ دعاے غائبانہ از دست مستجاب در گاہ محیب الدعوات خدا بدو نشانیا مرقوم  
 درشتہ آید کہ بعض اشخاص بطینت بوسط اخبارات میگورند کہ جناب میر صاحب  
 مخالف دولت انگریز شدہ اند بنا بر ترمیم بد۔ او شان را بحال کشش فرما و ہم درین  
 مختلفہ کردہ ام کہ این سخن بجا بیاد است و در نسخہ ازال کتاب بمقتضی فرستادم  
 و نشان دادہ کہ کشش این دوست خالی از اثر نیست و استدعا وارم کہ یک قطعہ نصیحت  
 خود را بمع حالات خیریت مرحمت فرمایند چنانچہ بشما یک قطعہ نصیحت خود را  
 بطوریا و نگار دوستانہ برائے شما فرستادم و در اخبار خیالات مردم غرض جوئے انیکہ  
 البتہ مردم مخالف بطینت لیل و نهار در تفاف و لہائے دوستانہ بہم کردن  
 بحبت و دوستی دولین اشتعالاً و طعاماً و طبعا مدام کوشیدہ اند و میکوشند تا چون  
 از جانبین ہما صاف و پاک بشما صادق و قابل دوستان در میان بردند چنانچہ  
 تاخن زندان نیافتہ اند و سخا ہند یافتہ و عمرہ کوششہائے باطلانہ و کافرانہ  
 او شان بحرحسرت و تکامی و خجالت ناوالی تنخواہ شدہ از این خیالات صدق  
 متفالات شما کہ بینی بر فواید و منافع دولت ہر بیہ بر طمانیہ و دولت خدا داد  
 افغانستان استند بسیار خوش و ممنون خدیم و بعد از این امید خیالات خیر  
 دوستانہ از شما داریم۔ نشان دہ شدہ از کلکتہ بہم مراسلہ شما بمقتضی رسید  
 و الا نہ ضرور جواب بمقتضی فرستادیم سن بعد از حوالات محبتہ می رود و بکار

خود نویسیاں باشند کہ حال خیریت کامل دوتاں ملازمین مسلمان فحش خاطر و لاشہ  
جوابات آں از حضور رسال فرمودہ خواهند شد۔ اختتام مراسلہ ہمارے بخیالات  
محبت و آرزوئے عورت و صحت مند می آں دوست بمع و دیگر دوتاں صنفان  
رسائل خیر خواہانہ مرسولہ مذکور سفیر ایمم تحریر یا زہم صفر المنظر سالہ  
۱۴۴۰ گشت شہادت۔ امیر عبدالرحمن امیر قناتان دست خط کریم از برادر دوست  
خود ڈاکٹر لیٹ نرجواب خط و دستاویز اور نقطہ

ذیل میں امیر صاحب کے ایضاً کا ترجمہ انگریزی اخبار اسلامک ورلڈ سے  
لیا جاتا ہے جو انہوں نے مشر عبد اللہ کو تسلیم فیج الاسلام جزائرم نکاتان  
کے خط کے جواب میں لکھا تھا:-

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ خط آپ کے سچے اور محبت کرنے والے بھائی کی طرف سے بنام فیج عبد اللہ و بلیو کو تسلیم  
پیشائے مسلمانان انگلنڈ و لیو پول اور اسکے نواح کے مسلمانوں کے نام خدا  
آپ سب کے دلوں کو اسلام کے نور ہدایت اور اسکی نعمتوں سے منور فرمائے۔ اس واسطے  
کہ نیک اور پرہیزگار بندوں کا پیغمبران علیہم السلام کے نزدیک بھی مذہب اسلام ہر  
دور تر ہے نہ خود خدا اپنے پیغمبر کے نائیبوں کی طرح آپ کو پاک روحانی ہدایت اور  
دنیا کی کامیابی عطا فرماوے۔ آپ کا نوازش نامہ جسکو کہ ہم نے نہایت ہی شوق  
پڑھا اور جسکے مضمون نے ہمیں از حد محظوظ کیا۔ ہم سبھی اسکو بہت کرمطابق نمونہ  
اسلام کو کے صادر ہوا۔ الحمد للہ خدا کی راہ ہر ضعی جسکا کلام شاہد ہر جاری بھی  
جاری و ترقی و ترقی ابطال ان ابطال کان زہوتا۔ یعنی حق ظاہر ہوا۔ باطل چار مارا۔  
دور یہ کہیں عود نہ کرے پیغمبر مسلم آخر الزماں اور اسکے نائیبوں کا کمال چسپا  
اور تثلیث کا رد کرے۔ لا مذہب کے زمین پر روز افزوں ترقی پذیر ہے

مشر عبد اللہ کو تسلیم  
فیج الاسلام  
انگلنڈ کا ایک

بُست پرستی اور شدک کے تمام طریقے کمزور اور غریب اور ناداروں کے جائزے ہیں اور کیوں ایسا نہ ہو اسلئے کہ زمین اور سب سے بڑی پیدا کر سنے والا بڑا اور بڑا اور صاحبِ قوت ہو اسلئے اپنی عنایت خاصہ کی تعالیٰ بنا پر تو آپ کے مکر وہ لوگوں میں ڈال دیا کہ آپ شرفِ باسلام ہوئے۔ اور آپ کو ثلاثتِ گرامیہ کے مستحق نہ رکھا لکہ وحدانیت کے سیکر اور صاف رہنے سے بے باق اُٹھ کر نیک۔ ان الہیہ خراجِ اہمیت میں بھی خراجِ اہمیت کے لگا دیا۔ چونکہ ایسی نعمت غیر مرقبہ کا حاصل کر لینا صرف ایک ناچیز انسان کی کوشش ہو سکتی ہے ہر جہے بلکہ مختصر خدا ہی کی رحمت کا جس کا کوئی مانع نہیں جوش میں آجاتا ہے اس واسطے ہم سپردِ شکر ہے اس خدا کے واسطے کہ یہ کافی ادائی نہیں ہو سکتا یہ سچ ہے کہ نہ تو اس کی اور قادرِ مطلق خدا کو ہمارے اظہارِ اسلام کی تصدیق و جدانیت کے لئے کوئی حاجت اور نہ اسے ہماری مدد کی کوئی ضرورت کیونکہ وہ ہاک اور قادرِ مطلق ہی نام ہمارا یہ کام ہے کہ ہم اس کا شکر یہ کریں تاکہ اس کی نعمتیں ہمیں دین بدن زاہد ہوں۔ ہم آپ کی مسجد اور کتبہ کا حال شکر نہایت ہی خوش محوشے اور اب ہم آپ کے بڑے مہنون ہیں کہ آپ نے ہمارے واسطے ہمارے غیبت میں اس مسجد میں عمارت کی۔ ہمارے پیغمبر کی اس بنا میں ایک مشہور حدیث ہے کہ حاضر کی عمارت کے واسطے بہت جلد پائیے جانت کہ ہمارے پیغمبر کی دعا کہ آپ نے ہمارے واسطے فرمائی ایک نعمت سمجھتے ہیں جس کے عرض میں ہم آپ کے مہنون و مشکوہ ہیں ہم اس امر کے مقرر ہیں کہ اس شہنشاہ نے ہم کو اور مسلمانوں کی حفاظت فرمائی اور خیر گیری کے واسطے امیر المومنین مقرر فرمایا ہے اسلئے ہم جہانگیر کہ ہمارے اسکان میں ہے آپ کی مدد کرنے میں کہی اور کسی وقت دین نہ کر سکیں ہم آپ کی خیریت نیز آپ کے نئے مسلمانوں کی جماعت اور ان کی خیریت اور ترقی اسلام کی خبریں

ہمیشہ خوش ہو گئے۔ ہم اس خط کو اسلام اور سچی خیر خواہی پر ختم کرتے ہیں  
 انہر چوصراط مستقیم کے منبع میں حمت ہو جو ہو  
 دستخط امیر عبد الرحمن۔ ایک جز حامی اسلام بابت افغانیہ اور بہائی مسلمانوں  
 کا دور رس۔ مینے خاص اپنے ہاتھ سے دستخط کیئے۔

امیر صاحب کی معاملہ فہمی اور ضرورت کے وقت سچ سمجھ کر نفع جواب دینے  
 کی لیاقت کو تو گورنمنٹ ہند کا فارن آفس اور گورنمنٹ برطانیہ ہی شہ  
 جانتی ہوگی۔ لیکن کچھ پالیٹیکل مشکلات کے سچلانے سے وہ فارغ ہی ہوتے  
 ہیں تب بھی جواب ایسے ہی مانع لکھتے ہیں کہ انہی وسعت نظر پر تعجب  
 ہوتا ہے۔ حال میں امیر صاحب نے دو انگریز سچوں کو جو بھول رخصت افغانیہ  
 کا سفر کرنا چاہتے تھے مندرجہ ذیل جواب بھیجا ہوتا۔

”بعد اظہار دوستی میں کھینا چاہتا ہوں کہ تمہاری چٹھی میرے پاس پہنچ کر کشف  
 حالات ہوئی بلکہ نامیں اسکے جواب میں تحریر کرتا ہوں کہ اگر میں تمکو اجازت  
 دوں کہ افغانستان میں ہو کر براہ ہرات کابل میں میری ملاقات کو آؤ تو میں  
 خود کو چند پچیدگیوں کا ذمہ دار کروں جنکا پڑنا ممکن ہے۔  
 اول یہ کہ میں ایک رڈ مقرر کروں جسٹ روز تمہارے گروہی ماوراس  
 کارڈ کو اس سفر عظیم میں سخت تکلیف ہوگی اور یہ کارڈائی صرف اس غرض سے  
 لازم آئیگی تاکہ تم ملک کی کیفیت دیکھو۔

امیر صاحب کے  
 جامع جواب کا  
 ایک رنڈ

دوم۔ اگر میرے تمہاری درخواست منظور کی تو میں تقرار ڈکا اپنی حایا کیے  
 ایک سو دواڑہ کھوندوں جو رستہ پر رہتے ہیں۔ کیونکہ دیگر یوروپین سچوں  
 کے لئے یہ ایک نظیر ہوگی اور وہ کہیں گے۔ کہ جب ان لوگوں نے بلا وجہ سفر  
 کیا تو ہکو کیوں نہیں اجازت دی جاتی بلکہ ایسی درخواست منظور کرنا

قرین مصلحت نہیں سمجھتا ہوں کیونکہ میرے گارڈ اور رعایا کو بے حد مصائب سفر کے کوئی فائدہ نہ پہنچے گا۔

سوم۔ اگر تمکو سڑک پر کوئی نقصان پہنچا اور تمہاری جان حسن ملک میں پڑی تو ویسا ہی قصہ پیش کیا جیسا کہ مردہ بکری کے سونے کے سینگوں کا مشہور ہے۔ پس میں نہا خیال کرتا ہوں کہ ایسی کاروائی نہ کرنا چاہیے جس سے ان سونے کے سینگوں کا دعویٰ کیا جائے۔

اگر تم میرے پاس انگلش پارلیمنٹ یا ویسٹسٹری ہند کی چٹنی بھیج گے جس میں وہ تمکو اپنے دوستوں سے ملنے کی اجازت دیں تو میں تمکو براہ پشاور کابل میرے آنے کی اجازت دلیکٹا ہوں اور اگر تم ایسا نہیں کر سکتے ہو تو تم امید نہ کرو کہ تمکو یا کسی سبیل کو براہ ہرات کابل میں داخل ہونے کی اجازت دی جائے گی۔

میرے خیال میں اگر لارڈ سالبری صاحب نے یہ عظیم انگلستان ہی امیر حسن کی جگہ ہوتے تو اس سے اچھا جواب دے سکتے۔ سر و سٹاپ جو نے نے صحیح کہا ہے کہ امیر عبدالرحمن زمانہ حال کے معدود چند قابل آدمیوں سے ایک ہے۔ گو میرے خیال میں اس وقت سوائے سلطان عبدالحمید خان ثانی اور مکاڈوشاہ جاپان کے ایک شخص ہی اتنے برابر پولیٹیکل قابلیت کا کام نہیں کر رہا ہے۔ امیر صاحب نے جتنے خطوط یا مراسلات ہوتے ہیں وہ بخلاف دوسری سفارتوں کے مراسلات کے صرف ایک شخص واحد کے دماغ سے نکلے ہوئے ہیں کہ جو ایسی باتوں میں کسی وزیر کا محتاج ہے اور نہ کسی کونسل یا کیبنٹ کے مشورہ کا۔



# باب دوم

بقیہ ذاتی عمارتیں شیخ عارفی علیہ السلام کے اصلاح حکومت

ایک شہر شخص جہدت نامہ لکھتا ہے کہ میر صاحب کے شوال اور بعض دیگر حالات کا ایک شجر جس طرح پر قبضہ کرتا ہے۔

بال حصار اوڑا دیا گیا ہے۔ ریلوے ایک اور قلعہ دارک تعمیر کیا گیا ہے۔ ایک

باہر خندق ہے جسکے چاروں طرف ایک میل سے زیادہ ہوگا۔ اس ریل میں حرم شہر امیر

صاحب کی کوٹھی، صندوق خانہ، خزانہ، صیقل نگار اور کئی کوٹھیاں اور حمام

وغیرہ ہیں۔ اسکے بیرونی دروازہ پر تو پختا ہے جہاں چار بجے سے پہنچے

تک نوبت اور انگریزی باجہ بجاتا ہے۔ اسکے باہر خندق ہے۔ دروازہ مشرق

رویہ ہے۔ اسکی بیرونی فصیل کے اندر سلام خانہ یعنی مکان دربار عمام ہے

یہ بہت لمبا چوڑا مکان ہے۔ سقف نہری ہے۔ اسی کے قریب فرائیں۔ میر صاحب

ارک کو نکل کر سلام خانہ میں جاتے ہیں۔ جہاں دربار ہوتا ہے۔ شاغاس بیاریوں کو

لاکر درجہ بدرجہ بٹھلاتا ہے۔ شاغاس کے ہاتھ میں چوب طلائی ہوتا ہے۔ یہ

سلام کرنے والے کے پیچھے کھڑا ہوتا ہے۔ سلام چوک کر اور بازو دوسرے

کر کے کیا جاتا ہے۔ جواب میں امیر صاحب اٹھتے ہیں۔ پوچھتے ہیں۔ شا

جوتہ ہتھکڑی خوش ہستی وغیرہ۔ پھر سلامی کہتا ہے۔ میں صاحب چورس ہوں۔

سرشار و عوامیکم سخت سخت قائم ہوں۔ سلام خانہ کے دروازہ پر تاج ہوتا ہے۔

اور پیش خدمت کہتے ہو جاتے ہیں۔ دربار کی جانب پیش کرتے ہیں۔

امیر صاحب

کی عرضدار و مستجاب ہے۔ وہ سچ چاہتا ہے۔ نہ کسی کو نقصان پہنچائے نہ کسی کو فائدہ پہنچائے۔  
 سچا سچ آدمی جس کو عرض بھی سنا نہ دے نہ مانگ نہ دے۔ ایک ایک کی خواہش پیش  
 کرتا ہے۔ عرض بھی دو ہوتے ہیں۔ ایک تو کی عرضدار پیش کرتا ہے اور  
 ایک فارسی کی۔ اور خواہ شور مچائے ہیں اور فیصلہ امیر و احباب فی ہلالتیہ  
 میں کسی کو حاکم شرع کے پاس بھیجتے ہیں۔ کسی کو دفتر میں۔ اگر حاکم حالانہ  
 یا ترک تان سے تیار ہو تو اس کے نام فران جاری کر دیتے ہیں۔ تیار ہو چکا رہے  
 کے دن یہ دربار ہوتا ہے۔ جب غلدار ہو جاتی ہے تو امیر صاحب رباریوں  
 کی طرف منہ کرتا ہے۔ اس وقت دسترخوان بچھایا جاتا ہے اور تھوہلا کر کہا تا  
 چٹا جاتا ہے۔ دو دو پیالے شیریں اور ایک ایک ٹمکین حاضرین کو چائے ملتی ہے۔  
 بعض اوقات دو دو تین تین ہزار آدمی روٹی کہا نیکو جمع ہو جاتے ہیں۔  
 یہاں تک کہ سفید پوش ملاں بھی شریک ہو جاتے ہیں۔ امیر صاحب کے سامنے  
 دس غوریاں کھچی جاتی ہیں اور اپنے ہاتھ سے اچھے اچھے کھانے اپنے پاس  
 والوں کو تقسیم کرتے ہیں۔ امیر صاحب اس بات کی بھی بڑے شائق ہیں کہ ہر  
 وہ بہت مہربان ہوں اسے اپنے ہاتھ سے مشروبات دیا کرتے ہیں۔ طعام  
 بعد موسمی میوہ تقسیم ہوتا ہے۔ ہر ایک کو ایک ایک کٹاب میوہ تر و خشک ملتا ہے۔  
 امیر کے پاس شے والے اختلاط اور گپ شپ شروع کر دیتے ہیں۔ بچا ہوا کہانا  
 خلام کچھ کہاتے ہیں۔ دیکھ لوگ عام دربار میں نہیں آ سکتے۔ تہوڑی پیر گپ  
 ماکہ پیر امیر صاحب و اورسی میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ اور سانچہ کجے کام  
 مشورہ اپنے پیش میں۔ امیر صاحب شام کو شطرنج یا تختہ نزدیکیہ میں کبھی سب  
 ایک تھیلی یا تھوڑے چھکے کی شرط بندی کے لئے رہتی رہتی ہے۔ اور پہلے والوں  
 کو امیر صاحب سب ضرورت کمزبند یا پیش قبض گرد رکھنے پر روپیہ عرض

امیر صاحب

کسی شے

امیر صاحب

دسترخوان

عزت یزدانی

سامان

دیتے ہیں کبھی آپ کام میں مصروف رہتے ہیں اور کبھیلنے والوں میں سے ایک کو بتلائے جاتے ہیں۔ امیر صاحب پیا نو باجے کا بھی شوق رکھتے ہیں۔

اس شہر کلکتہ کے سوداگران میں انڈیا کو کے ناظم سٹریچر امیر کی فرمائش کے مطابق پیا نو باجہ خود کابل لیا کرتے تھے۔ دواہ کے قیام کے بعد یہ کلکتہ واپس آ گئے۔ اکتوبر ۱۸۷۳ء میں ایک انگریزی اخبار کے رپورٹر نے ان سے ملاقات کی اور جو بات چیت ہوئی اسے خلاصہ حسب ذیل ہے۔

”چونکہ ہمارے کارخانے امیر صاحب کی فرمائش کے مطابق خاص نمونہ کا پیا نو باجہ طیار کیا تھا۔ اس لیے امیر نے درخواست کی کہ اسکے ہمراہ کارخانہ کا ایک نائب بھی آوے۔ لہذا امیر افغانستان جانا ہوا امیر سے میری ہمیشہ ملاقات ہوتی تھی اور وہ مجھ سے نہایت مہربانی سے پیش آتے تھے۔ جولائی کے شروع میں دوپہر کو میں کابل پہنچا اور پہنچتے ہی امیر نے باجہ طلب کیا، انکا اشتیاق حد سے زیادہ تھا۔ میں نے محل کے صحن میں فوراً پیا نو باجہ شروع کیا۔ اور جب باجہ درستی سے لگا دیا گیا تو امیر صاحب نے مجھ سے فرمائش کی کہ سبکدواہ امیر صاحب کو تو باجہ بجاتا نہیں آتا تھا مگر درباری کچھ فارسی گیتیں نکال لیتے ہیں میں دو گزبہ مناسب بجا کر چلا آیا۔ تو امیر نے مس جھٹکن کو بلا کر پیا نو بجانے کی فرمائش کی۔ اور شکہ خوش ہوئے۔ مجھے امیر صاحب نے باجہ سکھانے کی فرمائش کی۔ اور میں نے کہا کہ کچھ مجھے آتا ہے اسے خوشی سے سکھلا دوں گا مگر چونکہ او نہیں نفوس کے پرانے آزار سے بے تحاشی لپٹے بیٹے کے دھی کو اپنی نشست کو پاس ایک چھوٹا سا پیا نو کرکھوٹے۔ کیونکہ کئی چھوٹے چھوٹے پیا نو محل میں موجود تھے۔ مگر انہوں نے نہیں مانا اور نئے باجہ کو طلب کر کے کہا کہ نہیں میں برابر بیٹھوں گا گو اس سے پہلے وہ کئی دن نہیں بیٹھتے تھے۔ وہ اس نئے باجہ کو کامل ذہن گنہہ تک بجاتے رہے۔ اور مجھ پر اسکے متعلق ذرہ ذرہ سی باتیں پوچھتے رہے۔ ہماری گفتگو ایک منٹ کی وساطت سے ہوتی تھی۔ بعد ازاں ایک ستری یا قوت کی انگوٹھیاں لایا۔ اور انہوں نے یہ میری منشی کو کہا کہ اول آپ پسند فرمائیے۔ امیر صاحب موسیقی کے بہت شائق تھے۔ ایک دفعہ مجھ کو کہنے لگے کہ جب میں دربار لاؤ لینڈ می میں ایک

امیر صاحب سیر شام کمر کھول دیتے ہیں۔ درمزدوں بہر مسلح رہتے ہیں۔

ہونے کے لئے گیا تھا تو وہاں فوجی باجویر بہت پسند آیا اور میں نے بھی کابل کی فوج میں جیسے باجو کو رواج دینا چاہا۔ مگر بینڈ مارٹر کے نہ ملنے سے کام نہیں چلا۔ باجو کی کتا میں فارسی میں ترجمہ کر کے خود کیا کہیں۔ اور پھر اپنے لوگوں کو سکھائیں۔ اس نے کہا کہ میں نے اپنے آدمیوں کو لکڑی کا سامان بنا کر سکھایا ہے۔ میں نے خود ایسا باب بنا ہوا دیکھا۔ اور مجھے پہلے یقین تھا کہ یہ لایت کا بنا ہوا ہے۔ مگر یہ خیال غلط نکلا۔ جہاں تک دیکھنے کا موقع ملا ہے امیر صاحب اونے سے اونے آج بھی ملتے ہیں۔ مجھے دربار عام کے کمرہ میں بہت دفعہ جانا اتفاق ہوا یہاں دیکھنے میں آیا کہ امیر خود مقدمات سماعت کرتے ہیں اور فیصلہ بھی خود ہی کرتے ہیں۔ افغانستان میں یورپین بغیر خطرہ کے سفر کر سکتے ہیں۔ جتنا کہ کابل میں رہے۔ اکثر تنہا بعض اوقات بغیر چوڑی کے چاروں طرف پہرہ دار۔ کسی نے کہا تھا کہ یہی نہیں سمجھا کہ میرے پرہ کے نیچے سیاہی ہر وقت موجود رہتے تھے۔ مگر میں نے ادب نہیں کیا ساتھ نہیں لیا۔ اہل کابل نہایت مروت اور اتھاوسی پیش آئے۔

امیر صاحب تعلیم میں نہایت شوق رکھتے ہیں۔ وہ تعلیم کو سب کے لئے لازمی قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ انہیں یقین ہے کہ تعلیم سے ان کے ملک کی حالت سدھریگی۔ وہ دربار کے محاکمات میں نہایت دلچسپی ظاہر کرتے ہیں۔ چنانچہ کابل میں انہوں نے کئی مرتبہ زرعتی پرکھ کر لے ہیں۔ سر سالٹر پائن کے زیر انتظام صنعت و حرفت کے کئی کارخانے جاری ہو گئے ہیں۔ صاحبان ہارک کا خانہ کھل گیا ہے۔ امیر کابل شراب بھی کھولتے ہیں۔ بلندی اور سوکھی کابل میں طیارہ ہونے لگی ہے۔ غالباً ادویات کے استعمال کے لینے۔ یورپین لوگوں کے ساتھ کابل میں کیسا اچھا سلوک ہوتا ہے۔ مسٹر کلینسن کے دواخانہ و عیال میں اور امیر صاحب میں پرفرنس و دیگر کے عیال کی بھی نسل موجود ہے۔ ولایت کے گھوڑوں کو بہانچی آج ہوا موافق ہے۔ اور بہت عمدہ اور طیارہ ہیں۔ امیر کے خیاں مارٹر والٹر ہیں جنہوں نے فارسی

پتھر کی اور سیڑھی کے ساتھ بیٹھتے ہیں۔ راستہ کو اتار دیتے ہیں تاکہ تم کو نشان مل سکے۔ ان لوگوں کی طرح یاد رکھو کہ جب تم کو کچھ بھی ملے تو اسے اپنے پیچھے نہ لے کر لے کر آؤ۔

امیر محمد شجاعی

یہ سنہ اور وضع کر کے تعلق اب اس کتاب لکھی ہے۔ ایمر شریف کی بہت قدر کرتے ہیں۔ اس جہلن کو دلوں کے قیام سے کوئی خطرہ نہیں معلوم ہوتا۔ وہ کابل کی سگو کو پس کرتی ہیں۔ انکی بڑی خواہش یہ ہے کہ فغان جوہر نو کے علاج معالجہ کے لیے کابل میں ایک شفا خانہ جاری کریں۔ کابل میں تین انگریزی میڈیٹار ہیں۔ ایک لڑکا صاحب کی سیم۔ دوسرا کلینس صاحب کی سیم۔ اور انکی خادمہ میں جہلن لائیکے علاوہ ہیں۔ ایمر بہت اچھے آفاہیں وہ چاہتے ہیں کہ اپنے ملک کو ترقی دیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر کابل میں کوئی شخص تجارت کا بڑا کارخانہ کھولے تو وہ روپیہ بغیر سود پیشگی دینے کو آمادہ ہیں۔ مینے ایمر صاحب کے کارخانجات دیکھے۔ فی الحقیقت بہت ترقی پزیر ہیں۔

۱۷ امیر صاحب لباس اکثر انگریزی وضع کا زیبہ کرتے ہیں۔ اور یورپین فیشن کو پسند کرتے ہیں۔ صبح شام کبھی کبھی دیسی لباس پہنتے ہیں۔ اور اسکے ساتھ سیفڈ مل کی گڑھی باندھتے ہیں لیکن یورپین لباس کے ساتھ اسٹرخانی ٹوپی پہنتے ہیں۔ امیر صاحب کے یورپین لباس پسند کرنے کے باعث کابل میں یورپین طرز پوشاک کو بہت ترقی ہو گئی ہے۔ اکثر رئیس اور بڑے بڑے لوگ بالائیکلف کوٹ پہناتے ہیں۔ عوام اُن میں سے بھی یورپین فیشن کا خیال پھیل گیا ہے جبکہ امیر صاحب نے یورپین دوزی ہندوستان سے بلوا کر کابل کے درزیوں کو کاٹنے اور بننے کا کام اُن سے سیکھوایا ہے۔ تب سے جو دوزی انگریزی فیشن کے اچھے کپڑے قطع کرتے ہیں اُن کا کام بہت پسند کیا جاتا ہے۔ علاوہ اسکے انگلستان فرانس کے پورے سول اور ملٹری کوٹ ہندوستان کی راہ سے کابل میں جا کر ہزار ہا روپیہ سالانہ کئے جاتے ہیں۔

گہڑی اور ایک میں سلطنت کی ٹہر ہوتی ہے۔ ٹہر کے ساتھ ایک قبلہ نما بھی ہوتا ہے۔ فرش پر بوٹا اذتار دیا کرتے ہیں۔ شب جمعات کو آدھی رات گھنگھٹی کے گرد باجے بجاتے ہیں۔ اور ساز و آواز گاتے ہیں۔ انکے ساز طاووس وغیرہ ہوتے

روزمرہ

ہیں۔ اگر دربار کا دن ہو تو امیر صاحب ایک بجے دوپھر کو بیدار ہوتے ہیں۔ منہ ماتہ دھو کر ناشتہ کر کے کاغذ دیکھنے شروع کرتے ہیں۔ تین بجے کھانا کھاتے ہیں۔ حرم سے ہر روز امیر صاحب کی روٹی پچاس آدمی کی مین بجے کے قریب آتی ہے۔ یہ خاص لوگوں کے لینو ہوتی ہے۔ اور عام دسترخوان کو کھانے سے پر تکلف ہوتی ہے۔ امیر کے دسترخوان پر چہا چہا اور وہی چہی ضرور

ہوتی ہے۔ وائیسرے بند کے نام جو امیر صاحب ڈاک لکھتے ہیں وہ دبیروں سے لکھوتے ہیں۔ اور سکندر اسپر ٹہر لگا دیتے ہیں۔ فوج کا ریوایہ سپر جن بھگوان

تہا کو کا

ہے۔ امیر صاحب اس سے بھی استعمال کرتے ہیں۔ انکے دیوان خاص میں درباری جو کی پاتے ہیں چنگی تختہ اور چہنہ سورویہ داناوار سے ادب ہے۔ اور یہ دربار

میں کرسیاں نمینہ کا دستور۔ امیر صاحب کے مزار شریف سے واپس کر جائی کیا ہے۔ علاوہ اسکے اب امیر صاحب اب عام مزار شریف کے حادثے بعد غور نہیں کرتے۔ یہ خدمت سرور حبیب اللہ خاں کے سپرد ہے۔ امیر صاحب اب تہا کو کا

میں جو سرور اسر خان فرزند حرم مقبول کے لیے تعمیر کیا گیا ہے رہتے ہیں۔ یہ لکھنا

۔ امیر صاحب کو تہا کو کا کہتے ہیں۔ لیکن جب پتہ میں تو ترکی کے رگزار پتہ میں۔ مگر شہزادہ حبیب اللہ خاں بند رستانی سے رہتے ہیں۔ امیر صاحب کے چچا دیو سنگھ خاں۔ ان کے ایک تہا کو کا پتان بائیں میں۔ لکھتے ہیں۔ یہ چچا چاہتی ہیں کہ شہزادہ تہا کو کا کر جائی صحت میں رہے۔ امیر صاحب کے تہا کو کا پتان بائیں میں۔ لکھتے ہیں۔ یہ چچا چاہتی ہیں کہ شہزادہ تہا کو کا کر جائی صحت میں رہے۔ امیر صاحب کے تہا کو کا پتان بائیں میں۔ لکھتے ہیں۔ یہ چچا چاہتی ہیں کہ شہزادہ تہا کو کا کر جائی صحت میں رہے۔

بڑا ہونٹھار ہے اور امیر صاحب بڑا لاڈلا ہے۔

امیر صاحب بڑے فیاض ہیں جسکو کوئی وزیر امیر پیش کر دے اُسے انعام ملتا ہے۔ ہندوستانی ہنرمندوں کی بھی قدر افزائی کرتے ہیں۔ حرم سرسے میں ستر تیس چوتھے ہیند ایک دفعہ جاتے ہیں۔ اور دو تین شب قیام رکھتے ہیں کابل شہر کی کل

مسعود  
کا خرچ

مسجدوں میں تین نو پید باہوار اول درجہ کے ملاں کو۔ دس روپیہ درجہ دوم کے ملاں کو۔ اور چھ روپیہ موزن کو ملتا ہے خراج تیل اور آب گرم کا سب سرکاری ہے۔ امیر صاحب ہر عید کی نماز مسجد میں پڑھتے ہیں۔ لوگ ملاؤں کو کچھ نہیں دیتے۔ باوجود اسی کہ شراب ہونیکے لوگ گہروں میں شراب بنا کر پیتے ہیں۔ کابل میں

حد بار خلیفہ

سب بڑا خطاب بار کا عالیجاڈ ہے جس عورت کا خطاب شہرت نشان ہو صرف وہ ملک کے و ستر خوان پر بیٹھ کر کہا نا کہا سکتی ہے۔ باوام کا بیٹا امیر صاحب کا بیٹا ہے۔ امیر صاحب کے کتہ چین امیر سب بڑا الزام یہ لگاتے ہیں کہ وہ بڑا ظالم۔

سنگدل اور بے رحم ہیں۔ انسان کو سخت ترین سزا دینے اور جان سے مار ڈالنے کا حکم دینے کے وقت ان کی طبیعت پر ذرہ میل نہیں آتا۔ ہندوستان کو انگریز اخبارات نے وقتاً فوقتاً اور خصوصاً نارٹو رابرٹس کی مشن سے انکار کر کے وقت امیر صاحب کو جھوٹا بڑا پہلا کہا ہے اور ان کے ظلموں اور سختیوں کے واقعات کو

روحان قاز ملکر پہلے کے پیش کیا ہے۔ ان سے ثابت ہوتا ہے کہ امیر عبد الرحمن ایسا سفاک اور ظالم بادشاہ ہے کہ چنگیز خاں اور امیر تیمور کے سامنے طفل شب

سہ جس زمانہ میں سرٹھیل ڈورینڈ کی کشن کابل میں موجود تھی اور کابل کے حالات ہندوستان کے حالات چل رہے تھے ایک اخبار نے یہ بھی لکھا تھا کہ امیر صاحب نے اپنے حوٹے کے کرہ میں چنگیز خاں کی تصویر آویزاں کر رکھی ہے اور ان کے ساتھ یہ یاد دلایا گیا تھا کہ امیر عبد الرحمن خاں اس وسط ایشیا کے حبیب پالار کے نقش قدم پر چلنا چاہتے ہیں۔

تھے۔ میں نے اس وقت بھی ”سپاہِ خاں“ میں ان مبالغہ آمیز الزامات کی تردید اور امیر صاحب کی حالتِ مجبوری کا ذکر کیا ہے۔ اور اب چونکہ کس قدر زیادہ مناسب موقع ہوتا ہے میں زیادہ تفصیل سے اپنی رائے ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ جسکا چھٹے باب کے اخیر میں بھی وعدہ کر چکا ہوں۔

جس قدر حالات امیر صاحب کے سخت سزائیں دینے کے مختلف سائل سے معلوم ہو چکے ہیں انہوں نے کوئی شبہ نہیں چھوڑا کہ وہ سزائیں عموماً سخت دیتے ہیں۔ اور اس طرح بڑے ظالم اور ستم گر مشہور ہو گئے ہیں۔ بتلایا جاتا ہے کہ رحم اور شفقت نے ان کے سینہ میں ذرہ بھر جگہ نہیں پائی۔ مگر یہ باتیں صحیح نہیں۔ ہمیں کلام نہیں کہ امیر کی قسمت نے بابر کی طرح استغناء پلٹے کہا ہے کہ اُسے اُسے پختہ سزا اور تجربہ کار بنا دیا ہے۔ طبعاً وہ مستقل مزاج اور اپنے ارادہ پر قادر ہے۔ اور جب کلام کو وہ کرنا پسند کرتا ہے ایک ہی دفعہ ہمیشہ کے لیٹو اسکا فیصلہ کر دینا چاہتا ہے۔ وہ خود ان قابلیتوں کے ساتھ ایک پکا افغان ہے۔ اور جاہل فہمی سرکش اور شورہ پشت جنگجو افغانوں کے ساتھ اسے واسطہ ہوتا ہے۔ ان سب باتوں کے جمع ہونے سے وہ نتائج پیدا ہوئے ہیں کہ جبکہ لوگ امیر کے ظلم و ستم سے منسوب کرتے ہیں تو امیر عبدالرحمن خاں نے اپنی پرانویٹ زندگی کے کئی واقعات سے ثابت کر دیا ہے کہ اسکی طبیعت میں شغفِ محبت اور رحم بھی موجود ہے۔ گو ان صفات کو عمل میں آنیکام موقع ملتا ہے۔ تاہم ناصر شاہ کی طرح امیر عبدالرحمن نے اپنے اکلوتے بیٹے کو اندام نہیں کرا دیا۔ نہ نپولین بونا پارٹ کی طرح اپنی فوج کے ایک بہت بڑی حصہ کو اپنے سامنے مرداؤ والا کہ فوج ضرورت سے زیادہ تھی۔ بلکہ جنگیز خاں یا امیر تیمور نے جس جہاں سوزی اور غارتگری سے یہ نام پایا ہے اس قسم کے واقعات امیر عبدالرحمن جن کو پیش ہی نہیں آئے۔ اس نے ایک سلطنت کو مستقل کرنے اور ایسی قوم

امیر صاحب  
سختی اور نا  
کے الزامات  
تردید۔



رام بنانے کے لئے بیشک سختی کا برتاؤ کیا ہے جو مدت سے غیر مستقل اور سرکش رہنے کے عادی ہو گئے تھے۔ اور اسلئے اُسے ضرورت سے زیادہ سختی کا برتاؤ کرنا پڑا۔

تاریخ افغانستان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ امیر عبدالرحمن خاں شاہ زماں سدوزی کی طرح افغانوں کو سختی سے زیر کرنا چاہا ہے کہ اُسے دن بجاویش کرنے کا انہیں حوصلہ ہی نہ رہے مگر ساتھ ہی اسکے باپ تیمور شاہ کی نرمی اور اُسے سکے ادا احمد شاہ کا تدبیر بھی اسکی ذات میں جمع ہے جو سزائیں تعزیرات ہند کو مطابقت ہندوستان کی اگر نرمی رعایا کو دیکھاتی ہیں یہ بیشک زیادہ شائستہ اور کم ہونا ک ہیں۔ لیکن بد معاشوں کی نظر میں یہ بچائے جرم کو کم کرنے کے جرم کو بڑائی میں مٹاتی ہیں۔ مگر اسپر بھی ہندوستان اور افغانستان کی رعایا یا کویسان سمجھک و دونوں کی اصلاح کے لئے یکساں وسائل عمل میں لانا سرخ غلطی جو افغان تپھروں کی سرزمین میں پڑتی ہیں۔ اور اس میں شک نہیں کہ انہیں طبیعتیں اور مزاجیں ہی ایسی ہی تپہریلی دی گئی ہیں۔ اس لئے امیر عبدالرحمن خاں کو انہیں قابل عبرت سزائیں دینی پڑیں۔ امیر عبدالرحمن خاں کا عزم اور استقلال قوت فیصلہ اور ارادہ کی مضبوطی اسی بات کی مقتضی تھیں کہ وہ افغانستان ایسے ہر وقت ڈگر گانے والے تخت کو مستقل بنیاد پر نصب کرتے۔ انکے ملک کی تاریخ سے انہیں یہ سبق ملا اور ہر شخص جو افغانستان کی دو تین گذشتہ صدیوں کی تاریخ کا غور سے مطالعہ کریگا وہ اُس سے ایسا ہی نتیجہ نکالے گا۔ احمد شاہ ابدالی نے سختی کے ساتھ اپنی وسیع سلطنت میں اپنا رعب قائم رکھا ہوا تھا کہ اس کے بیٹے تیمور کے نرمی سے سلطنت میں جا بجا بغاوت شروع ہو گئی۔ افغان کے خیال کے مطابق بادشاہ کی رحمدلی اور نرمی کا مطلب یہ ہے کہ وہ مضبوطی سے

حکومت کرنے کے قابل نہیں ہے۔ اور جو ہیں کہ رعایا کو اس بات کا شبہ پیدا ہوتا ہے۔ قوموں کے سرکش سردار خود سری و کھلانے کے لیے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ اور اگر انہیں سخت سرزنش نہ کیجاوہی تو وہ تخت کو نئے نئے عیویدوں کی اوٹھیں بادشاہ کو چین نہیں لینے دیتے۔ امیر صاحب نے ہر موقع کی بغاوت کی سختی کے ساتھ فرو کیا ہے۔ اور ہر مجرم کو نہایت سنگدلی کے ساتھ سزا دی ہے۔ چنانچہ کہ بارہا ہم لوگوں کی زبان سے بے تحاشا خوفناک کلمات ایسی حشیانہ سزاؤں کو شکر نکل گئے ہیں مگر زیادہ غور اور فکر کے بعد قائل ہونا پڑا ہے کہ سخت افغانستان کی حفاظت اور افغانوں کی سربسری اور بہتری کے لیے یہی سزائیں ضروری تھیں۔ دانشمند طبیب خوب جانتا ہے کہ اگر ایک ناکل مزاج آرام طلب لکھنؤ کے امیر زادہ کو ایک تولہ گلفندہ کی گئی ہے تو اسی مطالب کے لیے ایک پنجابی رہبانی جفاکش جاٹ کو ایک تولہ جمال گڑ دینا پڑیگا۔

یہ میں تفاوت رہ از کجاست تابکجا

اس بیان سے یہ نتیجہ نہیں نکالنا چاہیے کہ میں ایسی سخت اور خوفناک سزاؤں کو پسند کرتا ہوں جو وقتاً فوقتاً ہندوستان کے خبرات میں ملتی ہیں۔ بلکہ میں انہیں حشیانہ سزائیں قرار دیتا ہوں لیکن یہ جہاں افغانوں کے مزاج کے کی قدر موافق ہیں ساتھ ہی افغانوں کے طریقہ حکومت کے لیے موزوں ہیں۔

۱۷ جون ۱۸۹۰ء میں ایک اخبار کے ایک نامہ نگار نے امیر صاحب کے وینس میں لکھا تھا کہ امیر عبدالرحمن خاں سب کو سزا ہی نہیں دیتے ہیں بلکہ جنکو سزا دی جاتی ہے وہ اگر انکو معاف کیا جاتا ہے تو انکے تھوڑی سی جھلکی سے سلوک کرتے ہیں جیسا کہ میر محمد حسین خاں مستوفی و میر احمد شاہ ضابطہ و غیرہ کے ساتھ عمل ہوا اور بادشاہ شہنشاہ

امیر صاحب نے خود اس قدر قتل کی سزائیں دینے کی وجہ ایک شخص سے یہ بیان کی تھی کہ جبکہ بادشاہ کا فرض ہے کہ رعایا کو جرم سے بچا دے لیکن یہ کام کوئی بادشاہ اپنی ساری عمر بہر میں بنگی نہیں کر سکتا۔ اور نہ کوئی قانون لوگوں کو اس کتاب جرم سے روک سکتا ہے۔ اس لیے اپنے سزائے قتل میں یہ شرط دیکھا کہ نہ مجرم کو کبھی سزا دے کہ اسے اس کتاب جرم سے روک نہی ہے۔ بلکہ دوسروں کو بھی اس کی مثال سے عبرت پڑا ہوتی ہے۔

امیر صاحب کا سخت سزائے قتل کا جواب

یہی قاعدہ ہمیشہ سے چلا آتا ہے۔ یہیں امیر عبدالرحمن خاں کی شکایت بھی سامنے آئی۔ عبدالرحمن خاں کمال دیکھ کر رعیت پر ورہیں۔ ان دنوں بل کی عیا کی جو رام چوروں قزاقوں۔ ریزنوں عہدہ داروں کے ظلم اور غارت گری سے ہلے وہ اس ملک کی عیت کے لیے کوئی کسی ایسے زمانے میں چل نہیں ہوا۔ جنہوں نے پچھلے زمانے کے ظلم اور جبر اٹھائے ہوئے ہیں ان سے پوچھنا چاہیے کہ امیر عبدالرحمن خاں کا زمانہ امارت کیسے آرام و آسائش کا ہے۔ امیر کسی رعیت کو کبھی بے ثبوت جرم سزا نہیں دیتے اور مجرم کو اس خیال سے سخت سزا دیتے ہیں کہ ہر کسی کو حوصلہ جرم کر سکا نہ ہو۔ اس سے پورا پورا رعب امیر کا بد معاشوں اور ظالموں اور جرائم پیشہ لوگوں کے گلوں پر چھایا ہوا ہے۔ جس کام کی وہ ممانعت کرتے ہیں اگر کوئی اس جرم کا ترکیب ہوتا ہے تو اس کو بے تامل دیتے ہیں۔ ان ملاں پولیس کا انتظام ایسا ہے کہ چور اور قزاق اس کا شکار نہیں ہو سکتے۔ یہیں پہلے امیروں کے زمانہ میں کوئی دو میل شہر سے باہر تہا نہ جاسکتا تھا۔ ہ تمام ملک میں سونا چھاپا تھا۔ تو کوئی نظر ہر کے نہیں دیکھتا۔ پچھلے زمانے میں جیسا ہی خود کا نذرانوں کو تنگ کرتے تھے۔ ہر شے سفت لے تو اور کچھ دیکھ نہ دیتے تھے۔ اب کسی پٹاری کی یہ مجال نہیں کہ معوی کی چیز کوئی دکاندار سے بھرے یا کوئی تکی بڑی گری زمین سے اٹھالے۔ چنانچہ ایک دو مال کی جہیز پیسے بند ہوئے کہ متصل گڑا کسی نہ چاہا جبکہ تال کا گدڑ دھرتو تو دکاندار نے ظالم کو تالے ٹاٹا کر کوئی بیچا یا جیر ظلم کی بنیاد کو دکھا کر کے ہینک یا پس بلامن اسٹیر

دکاندار نے تالے ٹاٹا کر کوئی بیچا یا جیر ظلم کی بنیاد کو دکھا کر کے ہینک یا پس بلامن اسٹیر

امیر صاحب کی سوکڑا سال کی حکومت نے ہمیں اس قابل کر دیا ہے کہ ہم اس سے  
 انکے سخت سزاوینہ کے طریقہ کے نتائج پر غور کر سکیں۔ رست بڑی بات ہمیں  
 کبیر دوست محمد خاں کی اولاد میں کسی حکمران کو نصیب نہیں ہوئی۔ یہ ہمیں افغانستان  
 کا تخت اب بالکل محفوظ اور کافی طور سے مستحکم ہے۔ بیرونی حملوں کے قطع نظر کہ  
 حالات موجودہ کے مطابق انکا کسی طرف سے اندیشہ نہیں (اندرونی شورشیں  
 بیسی اس وقت بند ہیں کبھی افغانستان میں بند نہیں ہوئی تھیں۔ امیر کے  
 خاندان کے کسی شخص یا انکے صاحبزادوں سے ایسا خیال ایسا ہی غیر متوقع  
 ہے جیسا کہ ملک کے کسی زبردست قوم کے سرغنہ سے ہو۔ دوسرا فائدہ اس  
 سخت گیری سے یہ حاصل ہوا ہے کہ افغانستان میں جرم کی تعداد و مقابلہ ہندوستان  
 یا دیگر خند ب ملک کے بہت کم ہے۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ چند سال میں ہندوستان  
 میں مقدمات فوجداری و دیوانی کی تعداد کس سرعت سے بڑھ گئی ہے۔  
 ہر ایک ضلع اور اسکے ماتحت تحصیلوں میں کتنے کتنے مجسٹریٹ ہیں۔ اور انہیں سے  
 ہر ایک ہر روز کتنے مقدمات فیصلہ کرتا ہے۔ اس کام پر انہیں ہوا چھوٹا  
 میں دو سال کی تائید پیشی پڑتی ہے۔ لیکن افغانستان میں امیر خود عدالت  
 ابتدائی اور خود ہی عدالت اپیل ہے۔ انکے سوائے صرف صوبجات کو گورنر اور  
 بڑے بڑے مقامات میں قاضی فیصلے کر دیتے ہیں۔ یہ ماننا کہ سبکار دیوانی  
 زبانی ہوتی ہے۔ لیکن اگر ہندوستان کے برابر مقدمات کی اوسط تعداد ہندوستان  
 عدالتیں امیر صاحب کو ہی رکھنی پڑیں۔ امیر صاحب کی سخت گیری کی وجہ سے  
 دیوانی اور مال کے صرف سچے مقدمات پیش ہونے ہیں وہ ہی عرضی دیوانی  
 اور وکیلوں کی زبردستی اور رائے سے پاک ہوتے ہیں۔ فوجداری اس سے  
 بھی کم ہوتے ہیں کیونکہ سخت سزا طبعاً جرم کی مقدار کم کر دیتی ہے مثلاً

افغانستان  
 مقدار جرم

ایک فوج لگایا تھا کہ ایک شخص نے افغانستان کے ایک راستہ پر دو پیوں کی  
تھیلی پڑی پائی۔ وہ اٹھا کر امیر صاحب کے پاس لے آیا۔ اسے امید تھی کہ امیر  
صاحب میری دیانت پر خوش ہونگے۔ مگر امیر نے اس سے دریافت کیا کہ کون تھا  
سے اسے تھیلی اور اٹھا لی تھی جب اس نے دیا تو امیر نے اس کے کان میں  
حکم دیدیا۔ اور ساتھ ہی کھا کہ اگر تم اس تھیلی کو کہہ رہے ہو تو اسے  
اس کا نام لگاتے ہو نہ پتا ہوا اور ہرے گزرتا اور اسے اٹھا لیجاتا۔ اگر یہ واقعہ  
صحیح ہے اور غالباً صحیح ہوگا تو اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ افغانستان میں  
جو رسی کتنی کھم ہو گئی ہے۔

رہت میں بڑی تھی  
چیز کوئی نہ اٹھاتا

مگر اس سخت گیری اور شدید عقوبات کا جو امیر صاحب کی پیشکشہ منہ عام طور پر  
رہنوں ڈاکوؤں اور قاتلوں سے مرعی رکھی گئی ہیں نہایت عمدہ نتیجہ نکلا ہے  
کہ جسے آج افغانستان کو پندرہ بیس سال گذشتہ کے افغانستان سے امن و  
آسائش کے بہتہ میں بہت فاصلہ آگے بڑھا دیا ہے۔ آج افغانستان کے رہنے  
قاتلوں اور ڈاکوؤں سے بہت کچھ پاک و صاف ہو گئے ہیں۔ ذیل کی مثالوں سے اندازہ  
ہو سکتا ہے کہ سابقہ اور حال کے افغانستان میں اس جھلومیں کتنی فرق ہو گیا ہے  
افغانستان کے ایک رستہ پر ایک سا فرگز رہے۔ ایک اور شخص نے کچھ دور سے

زمانہ سابق کے  
افغانستان  
کی وضعیت میں

فرض کرو کہ ایک پھاڑی کی چوٹی سے اسے دیکھا۔ اس کے ذہن میں فوراً سما گیا  
کہ مسافر کوئی مالدار آدمی ہے۔ غالباً ہندو ہے جو پاس کے گاؤں سے کچھ ترخصہ  
کر کے لایا ہے۔ یا شاید اس کے بچوں میں جو بیٹھ پر ڈالے جا رہے چاندی سونے  
کے زیور رات ہونگے۔ فوراً بندہ وق میں گولی ڈال کر بد نصیب فر کو نشانہ بنالیتا ہے  
وہ کمبخت گر گیا۔ قاتل نے پاس جا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ چاندی سونا تو کچھ نہیں  
البتہ ایک ہندو نے مقلب جسے اس کو دھوکا دیا۔ اور اپنے ایک خایر کے بارہ دھانے جو ان

افسوس کرتا ہوا دل پس چلا گیا۔ ایک دوسرا مسافر جو بہت غریب اور کمزور حال تھا کسی دوسرے راستے پر جا رہا نہ تھا۔ اس کے پیچھے کمین گاہ سے ایک اور شخص نمودار ہو گیا۔ اور پہرتی سے پکارت کر تلوار کے ایک ٹار میں مسافر کا سترن سی جدا کر دیا۔ اس کو بھی پیچھے اپنی غلطی معلوم ہوئی۔ جبکہ مقتول کے کپڑے ایسے دیدہ نکلتے اور سوکڑے روٹیوں کے اُسکے پتلے سے اور کچھ برآمد نہ ہوا۔ یہ دو قحط سابقہ فغان لینا کے ہیں۔ لیکن ہر کہ ان پر مبالغہ کا رنگ زیادہ چڑھ گیا ہوتا ہے اس ہی اندازہ ہو سکتا ہے کہ جس ٹاک میں انسان کی جان کی قدر استقدر کم تھی۔ اب ان کی نسبت انگریز مسافر شہادت دیتے ہیں کہ جب وہ سفر میں رات کی تاریکی میں تھیں سے اگات گئے تھے تو افغانوں نے انہیں مدد دی ہے۔ اور یہ سب تغیر امیر عبدالعزیز خاں کی اُس سختی کا نتیجہ ہے جو وہ مجرموں سے برتا کرتے ہیں۔ ان کے سزا دینے کے ڈھنگ نرالے اور ہولناک ہیں۔ پہانسی یا قتل تو معمولی باتیں ہیں۔ لیکن رات کے وقت لوگوں کا گہروں سے غائب ہو جانا یا جینا نہ میں گلا گھونٹ کر مارا جانا یا فاقوں سے مارنا بھی ان کی سزائیں ہیں۔ ڈاکٹر گرے جو امیر صاحب کا ملازم تھا کہلا گھونٹ کر ہے جینا نہ میں گلا گھونٹ کر مارے کی سزا کی نسبت حسبِ اہل کیفیت لکھتا ہے۔

”امیر صاحب نے میری حفاظت کے لئے جو کارڈ مقروض کیا ہوا تھا انہیں سے ایک کا یہ کام تھا کہ جب میں گھر پہنچتا تو میری سواری کے بوٹا ڈالنا اور جب میں

سے جرم دوسے لال پور تک انگریزی اسکورٹ مسافروں کی حفاظت کیلئے جاتا ہوں تو قافلہ لکھا ہوا جو کوئی شخص جانے کی جرات نہیں کر سکتا۔ پہلی ہفتہ میں سے زیادہ قافلے یعنی میری سواری کے سو نہیں جاتے۔ لیکن جب ان پور میں قافلہ پہنچتا ہے تو حفاظت کے لئے امیر صاحب جاتے ہیں۔ اس وقت کسی اسکورٹ کی ضرورت نہیں رہتی اور قافلہ کی حالت بھائی چرخ فریڈا کی دیکھا جہاں علی چلا جاتا اور یہ امن و امان کی بنا پر جو امیر صاحب کے منکے نکتہ چین منسوب کرتے ہیں۔

بستر پر لیٹ جاتا تو یہ چلنے نکل کر دیکر اتھا۔ یہ خوبصورت اور قد اور آدمی تھا اگر اسکی آنکھوں میں ایک عجیب ہی آنکھ نظر موجود تھی۔ یعنی دریافت کیا کہ میرے گھر کی حفاظت کے سوا کچھ شخص اور کیا کام کرتا ہے تو مجھے بتلایا گیا کہ کیا تم نے کبھی خیال نہیں کیا کہ بعض بعض باتوں کو کوئی دوسرا شخص اسکی جگہ کیا کام کرتا ہے۔ مینو اس بات کو پہلے بھی نہاڑا تھا تب مجھے اطلاع دی گئی کہ شخص سرکاری جلا دہی اور اسکا کام یہ ہے کہ جیٹا نہ میں بعض آدمیوں کا گلا گھونٹ کر مار دیا کرے۔ بد قسمت قیدی کو کہا جاتا ہے کہ آج رات تم ایک الگ کمرے میں سو رہو جیٹ دن جاتا ہے تو دیکھتا ہے کہ ایک اور شخص بھی وہاں موجود ہے جیٹ سو جاتا ہے تو دوسرا شخص یعنی میرا دوست سونے کی گروں کے گرد آہستہ سے ایک چھانسی کی گڑھ کھینچ کر دفعتاً اسکو گھونٹ دیتا ہے اور جیٹ سر اپنے شکار کے سینہ پر سوار ہو کر سارا زور آسیر ڈالکر دلیر خوب ضربیں لگاتا ہے۔“

یہی مصنف ایک دوسری جگہ لکھا ہے کہ نائب میرسلطان جو بڑا ظالم آدمی تھا جسکو امیر صاحب نے بعد میں پہانسی بھی ولادی کئی طرح لوگوں کو خفیہ مروادیا کرتا تھا ایک اسکایہ بھی طریق تھا کہ شام کی تاریکی کے بعد لوگوں کو گہروں سے منگو کر مروادیتا۔ مثلاً آدھی رات کے پس پوئیں کسی شخص کے دروازہ پر دستکڑی پیسے جب اُس نے باہر نکل کر دیکھا تو دو تین خصوصی پھر پولیس کی دروی پہنے کھڑے تھے اُسے بتلایا کہ امیر صاحب نے اُسے یاد کیا ہے۔ چونکہ امیر صاحب اکثر رات کو بہت دیر تک بیٹھ کر کام کرتے ہیں۔ وہ بیچارہ چھٹ پٹ کھڑے بہن اُنکے ہمراہ روانہ ہو جاتا ہے پھر دوسرے فیسے روز اُسکا سر کہیں اور تن کہیں ہی بڑا پایا جاتا ہے۔ اسکی بیوی امیر صاحب کی خدمت میں فریاد کرتی ہے کہ میرے شوہر کو اپنے بلایا تھا۔ امیر صاحب انکار کرتے ہیں۔ اور آخر نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ یہ مقتول کی کسی

آدمی رات کو  
امیر صاحب نے  
ماؤ کیا ہے

ذاتی دشمن کا کام ہے۔ ساتھ ہی اس شخص کا قاتل کہتا ہے کہ اس واقعہ کے مینے اور بی بی بیانات سنے ہیں۔ یعنی یہ کہ امیر صاحب ہی کے حکم سے اس طرح بھی روگ قتل کئے جاتے ہیں اور جن لوگوں کو یہ پرایہ صاحب کو شک ہو تا ہو گا اس طرح قصہ پاک کر دیں۔ مگر اسپر غرض اس امر پر ہوتا ہے کہ جبکہ امیر صاحب کو روز روشن میں گولی اُس شخص کے قتل سے روک نہیں سکتا تو وہ رات کو خفیہ کیوں ایسا کرنے لگے ہو۔ اور دراصل یہی بات صحیح بھی ہے۔

مسجد جوئے  
کے جرم میں  
نکلا دیں

ایکے فوجیہ ایک کلبی نے سنا یا تھا کہ ایک کنبخت مسجد کی جوتیاں جلا تا ہوا پکڑ گیا۔ امیر صاحب نے اسکی دونوں آنکھیں اس جرم کی سزا میں نکلا دیں۔ اور ایک جوڑہ جوتیوں کا جو اسے چورایا تھا دو سی پانڈھکرا کے کندھوں سے نیچے لٹکا یا گیا۔ اور باس ہینٹ اسکو شہر میں پہرا یا گیا۔ جبکہ اسکی ماں بھی اس کے ہوا تھی۔ آہ کیسا دک اور دلگداز نظارہ ہو گا۔ مگر امیر صاحب نے اسکو بے شک سزا سجا ہوا تھا۔ اور یقیناً اس کے یہ طلب حاصل ہوا ہو گا۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ کسی جھنڈ میں کچھ فتور ہو گیا۔ یہ جہرہ سو پاسہ نیکی آنکھوں میں چوہا لے ایک بار صبح میں اس نے امیر صاحب کی خدمت میں پہنچا۔ اب پچکا ہوا اس کی لپٹوں کی سزا کے متعلق مجھے یقین ملا کہ یہ کام نایب میر سلطان کا تھا تھا۔ امیر صاحب اسکا بہت بڑا اعتماد تھا اور وہ ظالم و کور کسی کی نگاہوں اور دیرینہ کیوں ان چاروں کو بڑی جرمی کی طرح طرہ دیا کرتا تھا۔ اسکی اس ایک بختی کے جس میں خفیہ پوٹیں لٹک کر اوڑھ کر کے اسکو سرخیز تھیں یہ جاکر آتا تھا۔ امیر صاحب اس کو جب ڈک کرہ میں چڑھ کر اسکی ہڈیوں میں پوٹیں ڈالتے تھے اور انہیں حکم دیتے تھے اور انہیں اس طرح اسکو سرخیز کر کے نایب میر سلطان کے پاس بھیجتے تھے۔ اس میں کسی شخص کی نسبت بھری ہوتی کہ ظالم کیوں اس شخص کو اس قدر کا پڑا امانت ہو تھی۔ صاحب کے حکم کو اس کے ہول کن کر۔ اور اسے نکالتے خارج کر دے۔ یہ شخص رو بہ قبول کر کے اسکو ایسی سزا سے مراد تھا کہ وہ دیکھ کر اسکو علم نہ ہو کہ یہ امیر صاحب کی تہوار پڑی ہو باقی آپ کو پتا۔



بہرہ وادیا گیا۔ ایک شخص جس کے کسی دوسرے کو زمانہ میں داخل ہونے کا ارادہ کیا تھا اسکے بدن کی کہاں اوتا روٹا لی گئی۔

ایک مرتبہ امیر صاحب نے کوہ تباہ کے قراقوں کو گرفتار کیا اور اُنہیں پوچھا کہ وہ اس مذموم کام کو کیوں نہیں چھوڑ دیتے۔ انہوں نے کہا کہ یہ بڑا ظالم ہے۔ امیر صاحب نے

خدا کی قسم  
کھینٹا

کہا کہ تم کو دس دس پے ماہوار سرکاری وظیفہ مل جائیگا۔ اگرچہ کام چھوڑ دو ورنہ سب نے نظر کیا۔ مگر انہیں سہرا کیسے کہا کہ امیر صاحب جیسی تو یہ عادت مرنے دم تک نہیں چھوڑے گی

امیر صاحب نے خفا ہو کر عبرت کے لئے اسکو ایک ٹم سے چوبلی خیمہ میں بند کر کے پھر غری کو لکڑی کے بہت بلند پٹے کے سرے پر نصب کر دیا۔ اور وہ بے آب دانہ چند روز میں

بڑے عذاب کے اسی معلق حالت میں گیا۔ وہیں اسکا گوشت ہی سہا گیا۔ اور پانی نہ

ہٹریوں کو صاف کر دیا۔ لیکن ابھی تک ہڈیاں اسی خیمہ میں آویزاں ہیں۔

پوچھا چڑھا چڑھانے  
پر تہہ کاٹا گیا۔

اور جب تک کہ وہ جلی خود بخود نہ گر جائے وہ عبرتناک تجربہ وہیں کھڑا رہیگا۔

ایک شخص نے صرف دو پے کا چڑا ایک کان سے چور کر کے قرآن شریف میں

لکھ کر دیا تھا اسکو پہلے تو پالسی کی سزا کا حکم ہوا۔ مگر ایک یورپین کی بڑی کوشش اور سفارش سے صرف اسکا ایک ہاتھ کاٹنے پر اکتفا کیا گیا۔

ایک دفعہ ایک بد نصیب سردار نے خیال خیر خواہی امیر صاحب کی خدمت میں

عرض کیا کہ روسی قریب آ رہی ہیں۔ ایک شریف آدمی نے جو اس وقت امیر صاحب کی خدمت

میں حاضر تھا مجھے یقین دلایا کہ اس وقت امیر صاحب بہت خوش بیٹھے ہوئے ہیں اور

بہتے بہتے امیر صاحب نے اسے حکم دیا کہ ہاں ایک بلند درخت پر چڑھ کر دیکھو کتنی دور

ہیں۔ اور جیسے اجل رسید درخت پر چڑھ گیا تو نیچے پہرہ مقرر کر دیا کہ جب تک

روسی نہ دکھلاوے اسے نیچے نہ ترے دو۔ بلکہ یہ اوپر ہی بیٹھا ہوا روسیوں کو

تا کا کرے چنانچہ وہ تھک کر اور کھری ہو کر اکر درخت سے گرا اور مر گیا۔ یقین ہو گیا

روسی اور  
یہاں سے

اس سے موثر علاج روسی اندیشہ کو افغانوں کے دلوں سے قطعاً دور کر دینے کا  
دوسرا نہیں ہو گا۔ اور اسی لیے امیر صاحب کو اس شخص کے عبرتناک مثال قائم کرنی  
میں تامل نہ ہوا۔ امیر صاحب کی طبیعت کی یہ بھی ایک خصوصیت ہے کہ جیسے بات  
کرے ہوں تو کوئی اُمید دخل نہیں دیکھتا۔ اور غالباً اس شخص سے اس کی تمام خصوصیات  
سرزد ہو رہی تھیں۔

امیر صاحب نے افغانستان کے تخت پر بیٹھنے کے بعد سب کلام نہیں کہ جن بزاروں  
بندگان خدا کو غلامانہ طرز پر قتل کیا ہے، ان میں زیادہ تر وہ لوگ تھے کہ جنہیں  
صاحب کو کسی یکسی قسم کا شبہ یا یقین بناوٹ یا سرکشی کا تھا۔ افغانستان کے  
بہت بڑے بڑے سردار کچھ تو ہندوستان میں انگریزی مفید پڑا پڑے اور کچھ  
امیر صاحب کی ناراضگی سے جانبر نہ ہو سکے۔ ایک مرتبہ ایک فطحا راخان سردار  
افغانوں کے ساتھ ذکر کیا تھا کہ امیر صاحب بیک بڑی بڑے سرداروں  
افغانوں کو مار کر اپنے تخت کو محفوظ کر لیا ہے۔ لیکن یہ انہی حیات تک ہی ایسا  
مضبوط رہا۔ اور اُس نے جو وجہ اپنے اس بیان کی بتلائی تھی وہ ہر ایک  
اہل الرائے کے غور کے قابل ہے۔ اس بوڑھے سردار نے بیان کیا کہ افغانستان  
میں سب سے بڑی خوبی کہ جسکی وجہ سے بڑی بڑی سلطنتیں اس چھوٹے سے  
ملک کی قدر کرتی ہیں یہ ہے کہ قوم افغان کسی غیر قوم کو اپنا بادشاہ بنانا  
منظور نہیں کرتی۔ وہ چاہتی ہے کہ اسکا بادشاہ ضرور اسکا ہمو قوم ہو۔ لیکن  
جس طرح امیر عبدالرحمن خاں نے افغانوں پر سختی کی ہے۔ اور قوم کے سرداروں  
آدمی چنوا چنوا کر مڑا ڈالے ہیں۔ اس طرح افغان امیر کی حکومت سے  
دل سے ناخوش ہو گئے ہیں۔ اور اگر اب انکو موقع ملے کہ امیر صاحب کی  
حکومت سے کسی دوسرے کو بدل سکیں تو وہ بخوشی اسکو بدل دیں۔ میں نہیں

اس سختی کا قہر  
پر بڑا اثر

لکھ سکتا کہ یہ خیال کہاں تک صحیح ہے۔ لیکن امیر صاحب نے جو دو تین سال کا وعدہ گزرا ہے بعض بعض پناہ گزین افغان سرداروں کو ہندوستان ہی واپس طلب کر لیا تھا وہ دم قدم ضرور اس پر روشنی ڈال سکتا ہے۔ امیر صاحب کو یقیناً ضرورت محسوس ہوئی ہوگی کہ ٹاک میں سربراہ آورہ آدمیوں کی موجودگی ضروری ہے جو بہت کم ہو گئے ہیں۔

انتظامی ضروریات امیر صاحب کو مجبور کرتی ہیں کہ وہ اس قدر سختی کریں کہ وہ نہ وہمی اور چشم پوشی بھی کر جاتے ہیں خصوصاً صاحب کو کسی شخص کے روبرو بچنے والے حالات بیان کر دے تو وہ درگزر کرتے ہیں کبھی کبھی درباریوں کے مذاق کا شوق بھی کرتے ہیں چنانچہ کئی سال کی بات ہے کہ ایک مرتبہ جب امیر صاحب چٹوڑ کا ٹیکہ کھیلنے کے لئے ایک جماعت کثیر کے ساتھ جنگل کو گئے تو اٹھائے راہ میں ایک ندی پڑی جس میں کچھ ماہر تھے۔ امیر نے کہا کہ جو شخص اسکو پہنچا کر نکل جائے اسکو بہار النعام دیا جائیگا۔ بہت سے لوگوں نے آزمائش کی اور دو ایک آدمی اس میں کامیاب بھی ہوئے لیکن ایک بالخصوص کو دینے کی کوشش میں سر کے بل کچھ پانی پڑا۔ اور اسکی اڑیاں اوپر کو ہو گئیں۔ اسپر بڑا فراموشی قہقہہ بلند ہوا اور اسکو فوراً دو گونس نکال لیا اور خوب ہی ریشخند بنایا ہاں ہمہ امیر نے کہا کہ انعام اس شخص کو ملنا چاہیے کہ اس نے ایسا کام کیا ہے جو کسی سے نہ ہوتا۔ درجہ لوگ مقابلہ میں کامیاب ہوئے تھے۔ انہیں سے کیسے کچھ نہ ملا۔ اور وہ یوں ہی رہ گئے۔ امیر نے یہ بھی بیان کیا کہ اپنی جوانی کے زمانہ میں خود اس نے کو بہت آسانی سے پہنچا تھا۔ ایک مرتبہ اخبار اکسپریس نے لکھا تھا کہ ”امیر صاحب میں یہ کمزوری بھی ختم ہو پائی جاتی ہے کہ جب اُن کے کوئی شخص کوئی بات بیان کرتا ہے تو وہ اسکو کچھ مٹانہ کہ کسی طرح کی ایک حکایت خود بھی بیان کر دیتے ہیں چنانچہ

امیر صاحب  
یا مذاق

جس وقت اُنہی ایک سوٹن کی قد اور قوت کی توپک حال بیان کیا گیا۔ تو انہوں نے کہا یہ تو کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ سبب میں سفر کرتا تھا تو اُٹھائے راہ میں ایک مرتبہ بیٹے ایک ایسی توپ دیکھی تھی کہ جبکہ گولہ اتنا بڑا تھا کہ جتنی بڑی توپک ابھی تھنے ذکر کیا ہے۔ اور یہ توپ اتنی لمبی تھی کہ اس دروازہ سے جتنی دور تک تمہاری نظر جاسکتی ہے۔ میرے خیال میں امیر صاحب ایسی بات اس شخص کو مذاقاً کہتے ہیں کہ جنگی مبالغہ آمیز بات انہیں غلط معلوم ہوتی ہو۔ اور وہ چونکہ کسی بات میں بند رہنے والے نہیں۔ ایسا جواب دیتے ہیں کہ قائل حیران رہ جاتا ہے۔

اسی طرح ایک پارسی سوداگر نے مجھے بتلایا تھا کہ بیٹے ایک مرتبہ چند بڑی بڑے جا پانی پہولدان چلے گئے۔ مگر تنگ ہوئے ہیں امیر صاحب کے لئے منگوائے تھے۔ مگر جب امیر صاحب کے پیش کیے گئے تو انہوں نے دریافت کیا کہ یہ کیا چیز ہے؟ سوداگر نے پہولدان بتلائے۔ لیکن امیر صاحب نے اسکی بات کو باور نہ کیا اور فرمایا کہ یہ ضرور کلفندہ یا مرتبہ کے مرتبان ہونگے۔ اور اگر مرتبان نہیں تو جہیں انکی ضرورت نہیں۔ چنانچہ سوداگر چارے سے مجبوراً اپنا ہاتھ ہٹا دیا۔ امیر صاحب کے خزانچی کو پیش کیا تو انہیں انکا نام مرتبان لکھا۔ بصورت پہولدان لکھنے کے اسکا خیال تھا کہ امیر صاحب انہیں لینا منظور نہ کرنے۔ کیونکہ اس صورت میں انہیں اپنی لاعلمی یا غلطی تسلیم کرنا پڑتی تھی۔ اور یہ بات کرنا وہ کبھی منظور نہیں کرتے۔ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ امیر صاحب کو یہ جتنا ناگہبی منظور نہیں کہ کسی بات سے وہ ناواقف ہیں۔ اور دراصل انکے ایسے خود مختار اور زیرک بادشاہ کے لئے جو افغانوں کی ایسی جاہل قوم کی قدرت پر حکمران ہو ایسا ہی کرنا شایاں بھی ہے۔ کیونکہ امیر صاحب کا رعب قائم رہنے میں یہ بات بڑی

اپنی لاعلمی  
تسلیم نہیں کرتے

بددیتی ہے۔ علاوہ اسکے امیر صاحب ایسا واقف اور باخبر شخص کم موجود ہو گا۔  
 اسمیں کلام نہیں کہ امیر صاحب میں ایک کمزوریاں بھی ہیں جس بددیانت،  
 اہلکار کے پاس انہیں بہت سارے پیہ نظر آئے اس کو کسی کسی حیل سے وہ روپیہ  
 کہہ سکتے ہیں۔ اور بعض اوقات انکا یہ فعل قرین انصاف ہوتا ہے چنانچہ ایک دفعہ  
 کا ذکر ہے کہ ایک نوجوان امیر صاحب دربار میں بیٹھے تھے تو ایک شخص نے جو ایک نوا  
 پیش کرنے آیا تھا امیر کے سامنے چند شرفیاں فرش پر گر ادیں۔ ایک ہی مرتبہ  
 شخص جو امیر کے خاص مقربوں میں تھا اور جہاں امیر بربلندت دوسرے شخصوں  
 کے زیادہ اعتبار کرتے تھے اس پر بھی طع غالب ہوئی۔ اور پاؤں کھجائے بجاتے  
 جھد شرفیاں بلکیں اپنے بوٹ کے اندر ڈال لیں اس واقعہ کی جانب حرم کی  
 ایک کنیر نے جو کہ اسکر امیر کی پشت پر چلی آئی تھی انکو توجہ دلائی۔ امیر نے ٹوٹی  
 دیر تک خاموش رہے۔ بعد ازاں ہر شخص سے خطاب کر کے کہا کہ میں اس بات کا تجربہ  
 کیا ہے کہ ہر شخص کے خیال اسکے پاؤں کی منیت سے معلوم ہو جاتے ہیں چنانچہ  
 اس آزمائش میں میں نے کبھی خطا نہیں کی اور ایک شخص خاص کی طرف اشارہ کر کے  
 کہا کہ تمہارے پاؤں بہت بڑی ٹپے معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن تمہارے خیال  
 بہت عمدہ ہیں۔ اس وقت جو لوگ یہاں موجود ہیں سب اپنے اپنے بوٹ اوٹا لیں  
 کہ میں بہر اس بات کی آزمائش کر لوں۔ امیر کے اس حکم پر ہر شخص نے اپنے اپنے  
 بوٹ بھر ایک شخص خاص کے اوٹا لے لیکن وہ شخص کانپنے لگا اور یہ بہانہ کر کے  
 کہ جھکویا یک کیا جائے کیا عارضہ ہو گیا ہے چاہے کدو سے چلا جائے۔ لیکن امیر نے  
 اسکو روک کر کہا کہ تمہیں جب تک میں تمہارے پاؤں نہ دیکھ لوں نہ جانا اب جو  
 اسکے بوٹ اتارینگے تو اس شرفیاں کہن سے زمین پر گر پڑیں اور سلطنت کا سب سے  
 زیادہ ذیلی شخص اور سب سے زیادہ امیر آدمی اس طرح سے علانیہ دلیل کو ڈالے گا۔

امیر صاحب کو اس  
 پاؤں سے انکے  
 خیال ہی جان  
 سکتے ہیں

اس وقت تو امیر نے اسکو اور کچھ نہیں کہا لیکن بعد کو اس پر چار لاکھ روپیہ جرمانہ کر دیئے اور ایک برس قید کی سزا دی۔

امیر صاحب ہر چند کہ اکثر ہتھ پتھتے رہتے ہیں مگر ان کا رعب اس قدر بڑا ہوا ہے کہ کوئی شخص ان کے سامنے جا کر حواس بے شکل درست رکھ سکتا ہو یہ یہ قول ایک ایسے تعلیم یافتہ

نان بائی کی قید  
نند و بی بی خان

ہندوستانی کا ہے جو دو تین سال تک امیر صاحب کی خدمت میں رہا ہے اور اس پر وہ بہت مہربانی کیا کرتے تھے۔ ایک قصہ مشہور ہے کہ امیر صاحب کی خدمت میں ایک

نان بائی کی نسبت شکایت پہنچی کہ وہ کم وزن کی روٹی پکا کر بیچتا ہے۔ وہ اس پر

کی خدمت میں طلب کیا گیا۔ تو امیر صاحب نے اسکی وجہ دریافت کی۔ اس نے بتلایا کہ میرے

آٹا تولنے والے کا قصہ ہے۔ مگر امیر صاحب نے یہ سمجھ کر کہ کم وزن فروخت کرنے سے آخر

غایزہ تو اسی کو ہوتا ہے۔ نان بائی کو حکم دیا کہ جاؤ اسی تور میں جا کر گرجاؤ اور

اپنے وارثوں کو کہہ جانا کہ وہ تمہارے گرنے کے بعد تور کا منہ بند کر دیں چنانچہ

پانچ کرناں بائی کو سوائے امیر صاحب کی حکم کی تعمیل کے کوئی چارہ نہ پڑا۔ امیر صاحب

اسکی گھرانے کے لڑکوں کو بھی سپاہی متعین نہ تھا۔

امیر صاحب کی علمی لیاقت ہر چند کہ بہت کم ہے مگر وہ بڑے ہوشیار اور ایک

امیر صاحب  
مذہبیت

محاط سے عالم آدمی ہیں۔ ڈاکٹر گرو امیر صاحب کی ہمدردی پر تعجب ظاہر کرنا ہے کہ جب کوئی معاطہ پیش ہوا ہے امیر صاحب کو اس میں نہایت باخبر ہوا گیا ہے۔ مثلاً اگر طب یا ڈاکٹری کا ذکر آ گیا ہے تو معلوم ہوا ہے کہ امیر صاحب نے خاصہ طبیب میں اس کے متعلق مجھے ایک قصہ یاد آ گیا ہے۔ ایک دفعہ ایک انگریز کے حلق میں پھوٹا نکل آیا اور اتفاق سے اس نے اپنی یہ حالت امیر سے بیان کی جنہوں نے اپنی بڑی ہمدردی سے ظاہر کی اور اس بات پر صراحت کیا کہ مجھ کو اس کا ایک حکمی علاج معلوم ہے۔ اسکی تم بھی آزمائش کرو۔ وہ علاج یہ تھا کہ ایک چڑیا کو اس کے حلق پر رکھا جائے

اور جب تک ٹھنڈی نہ ہو جاوے اس وقت تک کسی طرح کبھی ہر چنانچہ چھ پرطیاں  
فرج کر کے کسی طرح سے یکے بعد دیگرے اسکے حلق پر رکھی گئیں۔ اور اس بات کی بیان  
کرنے کی حاجت نہیں معلوم ہوتی کہ دوسرے روز عارضہ بالکل ہی مٹا رہا اور اگر ایسا نہ  
ہوتا تو دوسرے روز پہر وہی ترکیب کیجاتی۔

ڈاکٹر گرس ایم ڈی کر جسکو امیر صاحب نے ایک معقول تنخواہ پر ملازم رکھا تھا وہ مین  
سال تک انکی خدمت میں رہا۔ اور اس دوران میں امیر صاحب کئی مرتبہ بیمار  
ہوئے۔ مگر ایک مرتبہ بھی اس ڈاکٹر کا علاج نہ کرایا۔ بلکہ صرف یونانی طب کا علاج  
انہی مرضی کے مطابق کرتے ہے۔ اور ڈاکٹر گرس کا بیان ہے کہ میں نے اسی علاج کی وجہ سے  
انکی ملازمت چھوڑ دی کہ انہوں نے میرے علاج پر اعتبار نہ کیا۔ خواہ وہ جو ڈاکٹر  
سے علاج نہ کرنے کے ہو مگر اس میں شک نہیں کہ امیر صاحب کو ہر بات میں اپنی ذات پر  
بڑا اعتماد ہی رہا یہی وہ بات ہے کہ جس سے دنیا میں لوگوں نے بڑے بڑے کام کیے  
ہیں۔ ڈاکٹر گرس خود بہت اچھا مصور تھا۔ مگر جب امیر صاحب حکم سے اسے امیر  
صاحب کی تصویر کینچی تو امیر صاحب نے اس میں ہی اصلاح کی ضرورت دیکھی اور ڈاکٹر  
مصور کو انکی تصویر فہمی کی دیات کا قائل ہونا پڑا۔ بلکہ امیر صاحب کو مصوری اور  
نقاشی کا خاص شوق ہے۔ انہوں نے گرس صاحب کا بل کے مصوروں کو شاگرد  
بنانا کام سنبھال دیا۔ میں نے کسی اخبار میں یہ بھی دیکھا ہے کہ امیر صاحب لندن کے تصویر ساز  
اجنٹسٹرٹھ لندن فیوز کو شوق سے دیکھا کرتے تھے۔ یہ مرض وہ زائد جو امیر صاحب نے  
تلمیذ روس میں جلا وطنی میں کاٹا ہے۔ اس میں ہر انہوں نے دنیا کے ہر ایک معلومت  
فرام کر لیے ہیں اور نہایت پختہ مغزی حاصل کی ہے یہ عربی ترکی فارسی اور پشتو  
زبانوں میں مانت چیت کر سکتے ہیں۔ اور وہ سمجھ سکتے ہیں مگر بول نہیں سکتے۔

امیر صاحب کا  
مصور کی کا  
شوق

انکی بلذاتی

امیر صاحب کی اولاد میں اور بلند ارادوں کی نسبت ایک سنگبار نے ایک تہ

اس طرح لکھا تھا کہ ایسے بلند ارادوں کو دیکھ کر کوئی شخص اور کئی اور عمری سے  
انکار نہیں کر سکتا۔ اُنکے پوشیدہ خیال پر اُنکے دوست اور درباری بہت کم  
اطلاع رکھتے ہیں۔ انکی طبیعت میں یہ بات پیشی ہوئی ہے کہ ایک ہوشیار شخص  
برائیت ایک مجمع کے اچھا کام کر سکتا ہے کبھی کسی دہانہ کو درباریوں پر  
بھی ظاہر کرتے ہیں۔ مگر اُنکا زبردست رعب کسی شخص کو مخالفت کی جرأت نہیں  
دلاتا جبکہ حکومت کی باگ اُنکے ہاتھ میں آئی ہے اُس وقت سے اُنکے قریبی  
خیالات دن بدن نفوذ ہوتے جاتے ہیں۔ انخلاص کی چوٹی چوٹی رہتیں  
جو ایک آزاد نہیں اُنکی آزادی کا خاتمہ ہوتا جا رہا ہے۔ کافرستان چنانچہ  
باشندوں سے دوسری قوم سیل جول نہیں کر سکتی تھی اور چنانچہ رفتاری ہٹاؤ  
اور پھار گھٹایاں دوہری سے اپنی طرف آنے والوں کو اشارہ کرتی تھیں کہ اس  
مصیبت خیز خط میں تم قدم نہ دہرناؤں اب میر کا رعب اور فہم بد پریشنا  
جاتا ہے۔ ان کامیابیوں کی وجہ سے وہ کبھی کبھی ہرے دربار میں آہٹ  
یعقوب خاں اور اُنسے پہلے امیروں کو بولا اور کم ہمت اور کم عقل کہہ دیتے  
ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ریاست کابل کو انہیں لوگوں نے ضعیف کر دیا تھا لیکن  
میں اپنی زندگی میں پہلے سے زیادہ وسیع اور خوشحال کر کے چھوڑ دینگا۔  
سر بسیل گرین ہی وہ انگریزی افسر تھا جنہو سرکار انگریزی کی طرف سے  
تخت کابل امیر صاحب کے سپرد کیا تھا۔ اُس نے امیر صاحب کی طبیعت کی سیاسی  
اور بلند نظری کے متعلق اپنے ایک مضمون میں حسب ذیل رائے دی تھی۔  
”امیر نے اپنا استغنا تخت نشینی کے وقت ظاہر کر دیا تھا وہ تخت نشینی سے پہلے  
ایک بے مایہ شخص تھے جو اُنکے ہر ایسے تھے وہ ہر شے کی حالت میں تیار وقت  
کابل پر انگریزی فوج کا قبضہ تھا۔ امیر صاحب تخت نشین ہونے کے لیے آئے تو

امیر صاحب  
سیاسی اور  
بلند نظری



انہوں نے ایسی بے پردہ دہائی سے ملاقات کی جس سے معلوم ہوتا تھا کہ انہیں کچھ بھی پروا نہیں کہ سلطنت طے پانہ ملے گا یا نہ ملے گا انکو سلطنت کا کچھ اشتیاق نہ تھا۔ انہوں نے مجھے زردیوں کی بُرائی بیان کی نہ انکی عداوت کا اقرار کیا نہ انکی موقع برتہا کہ وہ بطور خوشامد کے سلطنت حاصل کر سکیں گے۔ اس قسم کی باتیں بہت کچھ کرتے تھے انہوں نے ایسی باتوں کی طرف کچھ بھی توجہ نہ کی جب ان سے زراعت کا وعدہ کیا گیا اور وہ تمہارا دیئے گئے جو انکے دینے کے لئے تجریز ہوئے تھے۔ ان امور کو بھی بڑی بے پردہ دہائی سے انہوں نے منہاجو بات پر پہنچی گئی اسکا صاف جواب دیا کچھ جاری خوشامد نظر نہ رکھی۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ ہم لوگ صرف اس وجہ سے بہت تلخ ہو چکے ہیں کہ یہ باد آت تمہاری اڑھلے نہیں اڑھتا ہے اسلئے اسکو آت میری پچھ بولا دے دیتے ہو کہ ہمیشہ اساطیر کو رشتہ انگریز کے ساتھ رہا ہے ہمارا کشتی کو کاٹ چا پنا لئے یہ بھی کھا گیا تھا کہ آج کشتی میں اب تفریک کا خطا رہیں گے۔

اس سے پہلے امیر صاحب کے مذہبی خیالات کی نسبت ذکر ہو چکا ہے کہ ہر چند کہ وہ پختہ مسلمان ہیں۔ تاہم دیگر مذاہب کی نسبت ان کے خیالات سے نہایت وسیع اور دو شاہیہ فوہر غرضتہ کی میل و سوسائٹی کی ریپورٹ میں امیر صاحب کا ایک عجیب طے چرایا ہے۔ جو غرضتہ میں انہوں نے پادری اور ڈنکشن صاحب کے نام لکھا تھا۔ اس خط کے لکھے جانے کا باعث یہ ہوا کہ پادری صاحب نے امیر صاحب کو ایک جلد ایشن کی انجیل بھیجی تھی۔ امیر صاحب نے اس انجیل کی ریڈ بھیجی اور حسبِ قیل جواب لکھا:-

اپنا خط وصول ہوا۔ اے انیسویں قلمبر کہ جس کے پیچھے سی ملاقات بوجہ کم فرستی نہ ہوگی، مجھ پر بھی بہت انیسویں ہر کہ میں سرحد ہندوستان پر پہونچا۔ اور نگلستان کے سے زیادہ عالم اور عقلمند آدمی سے ملاقات میری آئی کی کہ کل اسی طرحوں

مگر شاہجہاں کی  
منت پر نصیب  
حالات

باقا تھلا جو جلد انجیل کو اپنے مجھے بھیجی ہے وہ مجھے پہنچی اور میں نے بہت تعظیم کر ساتھ  
اسے قبول کیا۔ اگرچہ ہکڑا کے مضامین سے کوئی سروکار نہیں مگر چونکہ وہ منزل الٰہی  
ہے ہم اسکی تعظیم کرتے ہیں میں بہت خوشی سے اسے پڑھونگا اور اسکی جو آیات ہمارے  
قرآن شریف سے ہم معنون ہیں انکا خلاصہ دنگا۔ علاوہ ازیں مضامین عجیب ہیں انپر  
عمل دنگا مگر اس شخص کے حال پر تو بہت شرمی حال ہوئی کیونکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ شخص ہے۔

## باب نادم

### ہندوستان کی حد شمال مغربی پر عسکری شورش اور صلح کے تحت

ہر چند کہ یہ اوراق ۱۹۰۷ء سے پہلے کے لکھے ہوئے ہیں لیکن ابھی چھپکر شائع نہیں  
ہوئے تھے کہ وسط ایشیاء میں ہندوستان کی سرحد شمالی و مغربی پر سرحدی قوموں  
نے آتش فشاں و فساد بلند کر دی اور یہ آگ اس تین سو سال لمبے سرحد کا ایک  
سر سے دیکر دوسرے سر تک تمام پہاڑی قوموں میں پھیل گئی جب کہ گورنٹ  
انگریزی نے پنجاب پر قبضہ کیا تھا اور اسکو ان سرحدی قوموں سے سابقہ پڑا  
تھا نہر چند کہ ایک ایک اور دو دو قوموں سے گورنٹ کو ضرور اڑتا پڑا تھا۔  
لیکن کہی یہ واقعہ پیش نہیں آیا تھا کہ تمام سرحدی قومیں جو سرحدات  
افغانستان و بلوچستان و ہندوستان کے مابین آزاد ہیں وہ ایک ہی قوت  
میں اور آپس میں اتفاق اور مشورہ کر کے بگڑ جائیں اور گورنٹ انگریزی  
کے علاقہ پر حملہ کر دیں۔ ان قوموں کے دفعتاً آتش فساد مشتعل کر دینے سے  
بہت لوگوں کو ہلکا خود سہا کر کہی گمان ہوا کہ شاید امیر عبدالرحمن خان  
کی ترغیب و تحریک سے قوموں نے فساد بلند کیا ہے۔ یہاں تک کہ انگریز علی بابا

بلحا با امیر صاحب کے ایک جنرل غلام حیدر خاں کو اس فساد میں شریک بتلایا۔  
 اور بیان کیا کہ ابتدائے فساد میں خواہ امیر صاحب کی سرحدی چوکیوں کو سپاہی  
 سرحدی پٹھانوں کے ساتھ شریک ہو کر انگریزی فوج کے مقابلہ میں آئے تھے یہ  
 اور یہ شک تو اخیر تک باقی رہا ہے کہ سرحدی قوموں کے پاس تنا گولی بارود  
 اور اتنی بد وقتیں کہاں سے آگئیں جو یہ اس کثرت سے جو سات ماہ تک استعمال  
 کرتے رہے ہیں۔ ہو نہ امیر صاحب نے انہیں بہم پہنچائی ہو تھی۔ لیکن بعد قیامت  
 اور نیز امیر صاحب کے طریق عمل نے ان شکوک کو بالکل غلط اور بے بنیاد بنا  
 کر دیا ہے۔ اور چونکہ ان واقعات کو بالواسطہ امیر صاحب کی ذات سے تعلق پیدا  
 ہو گیا ہے۔ اس لئے انکو قصہ کے ساتھ بیان کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

۱۰ جون ۱۸۵۷ء کو سرنگی پولیٹیکل آفیسر وادی توچی میں سکھوں اور پنجاب  
 انفنٹری کی تھوڑی سی جمیٹ کے ساتھ ایک سرحدی فوجی جو کی کئیے بتجوئے  
 کر رہے تھے کہ وزیر یوں نے اس جماعت پر حملہ کر کے کئی افسر مار ڈالے۔ اور اگر  
 ایک وقت پر نہ جا پہنچتی تو ساری جماعت ماری جاتی یا گرفتار ہو جاتی۔  
 اس واقعہ کو سرحدی شورش کے ایک لمبے چوڑے سلسلہ واقعات کی ابتدا  
 سمجھنا چاہیے، جون کو گورنمنٹ ہند نے ان لوگوں کی دغا بازی اور شورش  
 کی سزا دینے کے لیے ایک مہم بھیجنے کا فیصلہ کیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ وادی توچی کے  
 واقعہ کی خبر جنگ کی آگ کی طرح تمام سرحد پر پھیل گئی اور ۲ جولائی کو وادی  
 سوات میں یہی کہ چانکی قومیں دوست سمجھی جاتی تھیں فساد کھڑا ہو گیا۔  
 ایک یوازہ ٹانے سوائیوں میں جہاد کا وعظ کہنا شروع کیا۔ پڑا امیر  
 جہان آؤسپے اسکے جہڈے کو گرد جمع ہو گئی۔ اور ان لوگوں نے فکدہ الکنٹ  
 پر حملہ کر کے بازار کو لوٹ لیا۔ اور اس سے آگے فکدہ چکر رہا یہی محاصرہ کیا

امیر صاحب پر  
 سرحدی فساد  
 میں شریکوں

وادی توچی  
 فساد

سوائس میں  
خاندان

قلعہ مالاکانڈ سے یہ لوگ پسپا کیے گئے۔ مگر دوسرے روز تمام داوی فساد پر آمادہ  
پاٹی گئی۔ تعزیری نہیں جو وزیر یوں کے خلاف بھیجی گئی تھی وہ اس شام ویشلی  
میزر کے دیہات تباہ کر رہی تھی۔ مردان سے فوراً لٹاکٹا لکٹا کر بھیجی گئی اور جنرل  
سر بنڈن بلڈ تمام فوج کے سپہ سالار مقرر ہوئے۔ مالاکانڈ سے دشمن کو ہٹا کر آگست  
کو چکدرہ کو محاصرہ سے جوڑا گیا۔ اور قوموں کے بہت آدمی مار گئے ابھی  
یہ فساد فرو بھی نہ ہوا تھا کہ ایک شخص ملالے پڑا لے کر جبکا فغانستان اور سرحدی  
قوموں میں بہت رسوخ اور اعتبار تھا ہندوں اور دوسری قوموں کی ایک  
بڑی فوج تیار کر کے دیارے کابل کے شمالی کنارہ پر جمع کی کھا جاتا ہے کہ انیس  
بہت لوگ امیر صاحب کی حایا تھے۔ اور وہ۔ آگست کو قلعہ شہدہ (شکر گڑھ) پر جو  
پشاور سے صرف دس میل کے فاصلہ پر ہے حملہ کر دیا۔ لیکن نقصان اٹھا کر  
پسپا ہوئے۔ اس وقت یہ خیال عام طور پر پھیل گیا تھا کہ اگر امیر صاحب ہوں کو  
اس فساد کے لئے مدد نہیں دیتے تو غماض تو ضرور کرتے ہیں چنانچہ گورنمنٹ  
ہند نے اس بارہ میں امیر صاحب کا جواب طلب کیا۔ اور امیر صاحب نے بتلایا کہ یہ بیٹہ  
بالکل بے بنیاد ہے۔ جو کچھ اخبارات سے معلوم ہو سکتا تھا اس سے بہت ملتا ہوتا کہ  
امیر صاحب کے ان فسادوں سے بے تعلق ہونیکا اس وقت کیسے یقین نہیں  
ایا تھا۔ لیکن اس سے بعد کے زمانہ میں جبکہ آخریوں اور اورکز یوں کا ایک  
ڈیپویشن انکی خدمت میں آندا کہ لیو گیا تھا تو جو جواب امیر صاحب نے اس  
ڈیپویشن کو دیا تھا اور جو آگے چکر درج کیا جاتا ہے۔ اسے امیر صاحب  
کی صدفقت کا یقین دلایا تھا۔

بسر کرولی سر بنڈن بلڈ کے ایک بہت دست فوج نے داوی فسادات  
میں بڑھ کر تہانہ کے قریب لڑو لٹی میں۔ آگست کو دشمن کی جمعیت کو پریشان

اور اسکے بعد اس اوی میں قوموں نے طاعت منظور کر لی۔ لیکن کچھ عیسائی اسکے  
ایک سب سے بڑی قوم نے سراوٹھا لیا۔ یہہ آفریدی تھے جو دریائے کابل کے  
جنوبی کوہستانی علاقہ میں دور تک آباد چلے گئے ہیں۔ اور ششمہ سے  
گورنمنٹ انگریزی نے آنکو درہ خیبر کی حفاظت سپرد کی ہوئی ہے۔ ساتھ ہی قوم  
اور کڑی کی طرف سے بھی خطرہ کے اشارہ نمودار ہوئے جو کواٹ کو شمال خیبر  
کے جنوب کی پہاڑیوں میں آباد ہیں۔ آفریدیوں نے حملہ کر کے قلعہ علی مسجد  
۱۲۔ اگست کو اسبورین کو جو خیبر رائفلز کے آدمیوں کو جو آفریدیوں سے  
برقی کئے ہوئے تھے نکال دیا۔ اور ۲۳۔ اگست کو قلعہ ڈاڈ پر قبضہ کر کے درہ خیبر کو  
بالکل بند کر دیا۔ اور ۲۴۔ اگست کو لنڈی کوتل پر حملہ کر کے اس پر بھی قبضہ کیا  
اور پھر یہ لوگ کچھ عرصہ کے لئے منتشر ہو گئے۔ اب مرکز یوں نے فوراً کواٹ کو باہر  
شور برپا کر کے محمد زئی اور سلسلہ کوہ سامانہ کے دو سر قلعوں پر ۲۵۔ اگست کو  
حملہ کیا۔ اس وقت تمام سرحدی قومیں آمادہ فساد نظر آئے لگیں چنانچہ  
گورنمنٹ انگریزی نے جنرل سر ولیم لاکہارٹ ایسے تجربہ کار اور بہادر فوجی کو جو  
عسقریہ فوج ہندوستان کے کمانڈر انچیف ہونے والے تھے یہ عظیم نشان  
کا سپرد کیا۔ اور بہت بڑی فوج کہ جسکا اندازہ ساٹھ ہزار کے قریب کیا گیا  
سرحد پر جمع کی گئی تاکہ اگر امیر صاحب بھی اس قلعہ پر نادرہ دستہ اختیار  
کریں تو پھر زیادہ فوج نہ جمع کرنی پڑے۔ عرض سر ولیم لاکہارٹ کو حکم دیا  
گیا کہ پہلے مہندوں پر اور پھر آفریدیوں اور اودھ کوئیوں پر فوج کشی کریں۔  
اور گورنمنٹ نے ستمبر کو اپنا ارادہ ظاہر کر دیا کہ اسکا ارادہ منتقل طور  
پر اُنکے ملک پر قبضہ کرنے یا قوموں کی آزادی میں دخل نیسے کا نہیں ہے  
بلکہ لٹا ہوا اور اسکے ساتھیوں کو متروک دینا منظور ہے۔ آفریدیوں کو کہ جس

آفریدیوں اور  
اور کڑیوں کا  
جگہ

گورنمنٹ نے  
مہم



لارڈ ایملن گورنر جنرل ہند

ساتھ کوہ سامانہ پر قلعہ گلستان اور دوسرے قلعوں کے حملہ اور محاصرہ کرنے پر  
 شریک ہو گئے اور قلعہ سارا گڈھ ہی پر تمام محصورین کو کہ جنہوں نے بڑی بہادری  
 سے مقابلہ کیا تھا قتل کر کے قابض ہو گئے۔ لیکن ۴ اکتوبر کو انگریزی فوج نے سخت  
 نقصان کے ساتھ انہیں ہر گادیا۔ بڑا ملاں اور صوفی ملاکہ جنہوں نے علامتہ  
 مہندیس فوجیں فراہم کی تھیں ۴ اکتوبر کو شکست فاش کھا کر ہلاک ہو گئے۔ اور بہت سے  
 بچ اور قتلے کرانے کے بعد ۴ اکتوبر کو ۳ ہفتہ کے بعد مہمند خانہ ہو گیا۔ مہمند  
 ایک دوسری قوم ہے اور اسے بھی بہت تکلیف دی تھی۔ لیکن آخر کار اسے  
 بھی خاموش کیا گیا اور اب تیرہ میں پھینکے لیو جو آفریدیوں کا اصل ملک ہی  
 ایک بڑی مہم تیار کی گئی کہ جسکی پہلی لڑائی ۱۴ اکتوبر کو درگئی بہاڑی پر لڑی  
 گئی۔ پہلے روز تو دشمن سے بہاڑی آسانی سے خالی کر لی گئی۔ لیکن دوسرے روز  
 انگریزی فوج کا بڑا نقصان ہوا۔ ۲۰ اکتوبر کو درہ سہیانگ اور اس کو درہ  
 ارہنگ سے انگریزی فوج بالکسی سخت جرح سے گزر گئی۔ اور آخر کار وادی میں  
 میں کہ جہاں پہلے کبھی انگریزی فوج نہیں پہنچی تھی سولیم لاکہا رٹ کی مہم پھیل گئی  
 اس وقت آفریدیوں کو سو جہاں انگریزی فوج سے مقابلہ کرنے کے وہ قابل نہیں  
 لیکن جب کبھی انگریزی فوج کی کوئی جمعیت چارہ اور سامان رسد صحیح کر کے لیو  
 آفریدیوں کے دیہات کو جاتی تو اس کے شام کو واپس لے کر آفریدی تیار ہو کر  
 اس کے عقب اور زمین میں سارے پر حملہ کرتے اور اس طرح ان لوگوں نے بہت نقصان  
 جان مال انگریزی فوج کو پہنچایا۔ اور اس کے سوا راقوں کو بھی وہ لوگ انگریزی فوج  
 میں گمیاں کرتے رہے۔ اس لشکار میں برف سخت پڑنے لگی اور انگریزی فوج کو  
 واپس لے جانے کی ضرورت معلوم ہوئی۔ اور جلدی میں نوبر کو آفریدیوں کو شہر اٹل  
 صلح بنا لی گئیں۔ ہوسو سال کا خیل اور اکا خیل دو آفریدی قوموں کے اور سب

مہمند خانہ

مہمند خانہ

قوموں نے منظور کیں۔ وہاں سے فوج نے باڑہ وادی کی طرف کوچ کیا جو پشاور سے  
کچھ دُور ہے اور یہاں کی مقدار کم جمعیت کے ساتھ قوموں کی گوشمالی شروع کی۔

آفریدیوں کے ملک سرانگریزی افواج کے اس طرح بلا تصفیہ معاملات کو دیکھ کر  
آجانبہ پر لڑائی کے اس قدر طویل کینچنے پر اور انگریزی فوج کا اتنا بھاری نقصان دیکھ کر  
پرانگلستان کے پولیٹیکل فرقوں میں اس بات پر بحث چہرٹ گئی کہ یہ سرحدی لڑائی  
بھی بلا ضرورت تھی۔ فرقہ لبرل کے ارکان اور اسکے اخبارات فریق کنسرویٹو کو  
الزام دینے لگے کہ تمام سرحد کے مشتعل ہو جانے کی وجہ یہ ہے کہ گورنمنٹ انگریز  
نے چترال پر قبضہ کیا تو سوایتیوں سے وعدہ کیا تھا کہ اس کا متناصف عمر خاں کو  
سزا دینے کا ہے اور ان کے ملک پر قبضہ کر لیا گیا نہیں۔ لیکن آخر کار گورنمنٹ نے چترال  
پر خلاف اپنے معاہدہ کے قبضہ کر لیا اور یہ زائد علاقہ میں چترال کی سرحد کھلی رکھنے  
کے لئے قلعے قائم کیے۔ اس سے قوموں کو گورنمنٹ کو کچھ پیمانہ پر اعتبار نہیں ہے اور  
سب قوموں نے اتفاق کر کے سرکار انگریزی سے مقابلہ کر لیا۔ عہد و پیمان کر لیا چنانچہ  
معلوم ہوتا ہے کہ وجہ غلط فہمی کیونکہ آفریدیوں اور اوزبکوں نے بھی دست  
امداد میں صاحبِ خدمت میں بھیجی تھی اُس میں ہی انہوں نے اپنے جہاد پر آمادہ ہو کر  
پیش قدم کیا اور امیر صاحب نے اس کی تردید کی تھی کہ سرکار کا تمہارے ملک پر قبضہ کر لینا  
ارادہ نہیں۔ بلکہ صرف روس کے آسنے کی روک تھام کے لئے سرکار انگریزی نے

سرحدی جنگوں میں انگریزی فوج کا کل نقصان سرکاری اندازہ کے مطابق ۱۱ جون ۱۸۹۹ء  
یعنی وادی ٹوچی کے واقعہ سے لیکر فروری ۱۹۰۰ء یعنی شکار کے حادثہ تک حسبِ ذیل ہوا ہے۔  
۱۔ انگریز ہلاک اور ہجرت ہوئے۔ ۲۰۔ انگریز ناکندہ اور مادی ہلاک اور ہجرت ہوئے۔ ۳۰۔ انگریز ہلاک  
اور ہجرت ہوئے۔ ۳۵۔ انگریز ناکندہ اور مادی ہلاک اور ہجرت ہوئے۔ ۴۰۔ انگریز ہلاک اور ہجرت ہوئے۔  
۴۵۔ انگریز ہلاک اور ہجرت ہوئے۔ ۵۰۔ انگریز ہلاک اور ہجرت ہوئے۔ ۵۵۔ انگریز ہلاک اور ہجرت ہوئے۔  
۶۰۔ انگریز ہلاک اور ہجرت ہوئے۔ ۶۵۔ انگریز ہلاک اور ہجرت ہوئے۔ ۷۰۔ انگریز ہلاک اور ہجرت ہوئے۔  
۷۵۔ انگریز ہلاک اور ہجرت ہوئے۔ ۸۰۔ انگریز ہلاک اور ہجرت ہوئے۔ ۸۵۔ انگریز ہلاک اور ہجرت ہوئے۔  
۹۰۔ انگریز ہلاک اور ہجرت ہوئے۔ ۹۵۔ انگریز ہلاک اور ہجرت ہوئے۔ ۱۰۰۔ انگریز ہلاک اور ہجرت ہوئے۔



چترال پر قبضہ کیا ہے۔ بلکہ چترال کے ایک حصہ اراضی کا محصول عوام کو عافیت دیا ہے۔ اسکے سوائے ایک اور وجہ سوائیوں اور دوسری قوموں کی ناراضگی کی یہ معلوم ہوئی ہے کہ جب وہ انھوں صاحب کی مرقد کی زیارت کے لئے کہ جسکے وہ سید معتقد ہیں جاتے تھے تو راستہ میں سرکاری انڈیا علاقہ میں بڑھ جانے کی وجہ سے انہیں تکلیف ہوتی تھی۔ پھر ان لوگوں نے شکایت کی ہے کہ ننگ کی کان پر سرکاری قبضہ ہو جانے سے ننگ پربت گراں ہو گیا ہے۔ اور جو عورتیں لوگوں کی انگریزی علاقہ میں بھاگ جاتی ہیں وہ واپس نہیں دیا جاتیں۔ یہ چند وجوہات انہی ناراضگی کے ہیں۔

انگلستان لبرل فریق اور ہندوستانیوں کا تعلیم یافتہ گروہ اعتراض کرتا ہے کہ ہندوستان کی ان قدرتی حدود سے سرکار کو آگے ہی نہیں بڑھنا چاہیے کہ چونکہ انگلستان کے ایک نہایت قابل زیر اعظم لارڈ سکنس نے ہندوستان کی علمی سرحد دکھائی ہے۔ کیونکہ واقعی یہ سب کہ ہندوستان کی قدرتی سرحد اور بیرونی دشمنوں کے مقابلہ میں ایک مضبوط دیوار ہے۔ لارڈ جارج ملٹن ہمارے لئے جو آجکل وزیر ہند برٹش تقریر میں بیان کیا کہ ایسی مشق علمی کی ہندوستان کی حفاظت کے لئے سخت ضرورت ہے کیونکہ سلطنت روس کا علاقہ بہت قریب ہے۔ اور اگر ہم آگے نہ بڑھیں تو وہ بڑھ آئیگا۔ ایسے اندر دسی ہے کہ ہم علاقہ تیراہ کے راستے کھینے رکھیں اور ان کی حفاظت کے لئے تلے بنائیں۔ اور کسی طرح ہمیں آزادیوں کی

آئندہ سرحد  
پالیسی فیضا

آزادی میں داخل دینے کی ضرورت نہیں۔ لیکن سبب آخر جو ضروری شہدہ کو حضور ملکہ مظفر قیصر ہند نے افتتاح پارلیمنٹ کے وقت تخت سے تقریر فرمائی ہے اس میں فرمایا ہے کہ سرحدی قوموں سے سلوک اور ملائمت کا برتاؤ کیا جاوے گا۔ اور امید ہے کہ درجہ سرحدی حفاظت پر آزادیوں ہی کے سپرد کیا جاوے گی جب تک

سرحد کی آئندہ پالیسی کا فیصلہ نہیں ہوا تھا مختلف دُور مختلف رائے دیتے تھے۔ یہاں تک کہ بعض گرجو شل انگریز تیراہ پر قبضہ کرنے اور تمام سرحدی قوموں کے ہتھیار چھین لینے کی صلاح ہی نہیں دیتے تھے۔ بلکہ انہی رائے میں انگریزی قبضہ کو ہندو کش تک بڑھانے کا یہ پہلا قدم تھا اور اسکے کہنے کے سوا چارہ نہیں تھا۔ بلکہ آخر کار تخت شاہی کی تقریر نے ان سب تہمات کا فیصلہ کر دیا۔

چونکہ آئندہ کی نسبت کارروائی کا اتنا فیصلہ نہیں ہوا تھا جنرل لوکھارٹ حضور وائسرائے سے گفتگو کرنے اور آئندہ کی کارروائی کے متعلق احکام لانے کے لیے ٹھہر گئے ہوئے تھے کہ انکے پیچھے شل کمار کی چراگاہ پر کہ جہاں آفریدیوں کے مویشی چرا کرتے ہیں انگریزی فوج نے، فروزی کو حملہ کیا۔ اور چونکہ آفریدی یہاں بھی کہوڑوں اور پھاڑیوں سے خوب قف تھی۔ انگریزی فوج کا سخت نقصان ہوا گو تیسرے روز زیادہ جمعیت کو ساتھ انگریزی فوج کا انتقام لیا گیا۔ اس اثنا جنرل لوکھارٹ صاحب حضور وائسرائے سے ملاقات کر کے سرحد پر پہنچ گئے۔ بعض لوگوں نے گمان تھا کہ اب سختی کے ساتھ آفریدیوں کی سرکوبی کیجا دیگی اور جب تک کہ بستی صلح کی التجا نہ کیئے انہیں امان نہیں دیجا دیگی۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ انگلستان میں ٹائمز کی تدبیر کو پسند کیا گیا تھا۔ اس لیے جنرل صاحب نے آفریدیوں کو آخری اطلاع دیدی کہ اگر آخر رمضان (۲۳ فروری ۱۹۰۶ء) تک تم لوگوں نے شرائط صلح نہ قبول کیں تو پھر تم سے جنگ کیجا دیگی۔

سرحدی قوموں کے فساد اور بغاوت اور انگریزی علاقہ پر حملے کرنے اور سرحدی سہول کی تہذیبیت ہجوم مختار کے ساتھ اوپر بیان ہو چکی ہے۔ لیکن اس کے اس کتاب میں درج کرنے کی ضرورت صرف اس لیے پڑی کہ بعض لوگوں نے امیر عبدالرحمن خان کو اس عام شور میں کا توڑیک کہنا یا اس سے غماض کرنا یا انکار دیا۔ لیکن یہ بات

بالکل غلط تھی اور امیر صاحب نے جو جواب ان قوموں کو دیا ہے اس میں بھی انہوں نے لکھا ہے کہ اگر کبھی جہاد کی ضرورت پڑی تو معلوم نہیں تم لوگ کھان ہو گے۔ بلکہ میں ایسا بیوقوف نہیں ہوں جو تمہاری خاطر سرکار انگریزی سے بگاڑ لوں۔ تم لوگ تو بس میں لگا کر الگ ہو جاؤ گے۔ بادی النظر میں بھی یہ بات صحیح نہیں معلوم ہوتی کہ امیر صاحب کی تحریک سے تمام سرحدی قومیں اپنے آپ کو نباہی میں ڈالنے پر آمادہ ہو جاویں۔ امیر شیخ علی خان نے سرکار انگریزی سے بگاڑ کیا تھا تو اس وقت اس نے سرحدی قوموں کے پاس ملندہ بی جنگ کا وعظ کرنے کے لیے سوار ہوئے۔ سامان جنگ کے ہیچ نہ تھے مگر قوموں نے سرکار انگریزی سے لڑنا نا منظور کیا تھا۔ تو اب جب تک کہ خود انہیں کوئی تکلیف نہ پہنچی ہو وہ کبھی سرکار کا مقابلہ کرنے کے لیے نہیں اٹھ سکتی تھیں۔ اور نہ آپس میں اتفاق کر سکتی تھیں۔ بلکہ کو ان آپس میں اتفاق کر کے کارروائی کرنا ایک بالکل زالی بات ہے۔

اگر امیر صاحب نے ان قوموں کو جنگ کی ترغیب دی ہوتی تو جب آفریدیوں اور اورکزویوں کے سرکردہ لوگ امیر صاحب سے مدد مانگنے کے لیے قابل کو گوتے امیر صاحب انہیں کبھی ایسا روکھا پہنکا جواب دیتے جیسا کہ انہوں نے دیا۔ وہ جواب اس قابل ہے کہ اسکو بختہ ذیل میں درج کر دیا جاوے۔

امیر صاحب کا اعلان  
آفریدی اور واکہ  
طیبتہ طریش

امیر صاحب نے اپنی شہر کی کوتوالی میں ایک اعلان اور اس چٹھی کی ایک نفلن چسپاں گرا دی ہے جو آفریدیوں کی درخواستوں کے جواب میں بھیجی گئی ہے۔ اس میں بڑے ٹینٹس لکھے ہیں۔

”تیراہ کے آفریدیوں نے اپنے ۱۸-۲۰ آدمی جن میں برگزیدہ ملا، ملا، ملا، ملا، ملا اور بزدل شامل ہیں میری طرف روانہ کیے ہیں۔ اور ہر ایک فرقہ نے علیحدہ علیحدہ چٹیاں بچکے بچکے اور دواہی ہے۔ یہ لوگ میرے حکم سے جلال آباد میں مکے گئے تھے۔“

اور صرف انکی درخواسنیں میرے پاس آئی تھیں۔ مینے، بلکہ ہر دوسے انکار کر دیا ہے اور نہ انکی درخواسنوں کا جواب لکھ کر جلال آباد بھیجا۔ ماسہ تاکہ وہ ایک دوسرے پس چلے جائیں انکی چٹھیوں کا مطالبہ تھا۔

برٹش گورنمنٹ مدت مدید سے تدریج چاکر ٹاک میں مداخلت کرتی چلی آرہی تھی۔ جس سے ٹاک افغانستان بھی نہیں بچا۔ اور اسنے مختلف مقامات میں تلخو تعمیر کرائے ہیں۔ مہرم گورنمنٹ افغانستان سے انکی ہا حاشکایت کر چکے ہیں مگر امیر صاحب نے مطلق تو جہ نہیں فرمائی۔ لھذا سنے اپنی بے مدد حالت میں اسلام کی خاطر اور اپنے مذہب میں ثابت قدم ہو کر گورنمنٹ کے مقابلہ پر جہاد کا دروازہ دکر دیا ہے۔ اور گورنمنٹ انگریزی کے ساتھ ہر طرح سے قطع تعلق کر لیا ہے۔ مینے اسکے پانچ قلعے ہنگو کے اوپر کوہ سمانیل اور ایک سلسلہ سامانہ کی ذیل میں اور ایک درہ ابلان میں اور ایک تہانہ نور اوادی میں۔ ایک ہی میں۔ ایک تھانہ گھاو چنا میں۔ ایک تہانہ شمس الدین میں۔ ایک تہانہ چار دیوہ میں۔ ایک تہانہ خاک کے پاس قلعہ کار میں ایک تہانہ نیاک میں۔ ایک تہانہ زراعی آہ میں۔ اور ہندو بازار زرائی آب کو تباہ و برباد کر کے لوٹ لیا ہے۔ اب تیرہ بڑے قلعے پہاڑ مذکور کی چوٹی پر بیٹھے باقی رہ گئے ہیں۔ وہ بھی انشاء اللہ تعالیٰ ہم جاکر خاک سیاہ کرینگے۔ تیراہ کے تمام لوگوں نے پہاڑ پر ڈیرہ جمالیا ہے۔ اور اسکے ذیل میں کوہاٹ سے لیکر اوکرمان تک خضلع گرم میں واقع ہے اور وہاں اور کردیوں کی سرحد ہے۔ تمام فرقے اپنے اپنے عقادوں میں جہاد کر رہے ہیں۔ ہم کبھی برٹش گورنمنٹ کی بیعت نہیں کرینگے اور نہ اسکی رعایا ہو کر رہیں گے۔ اور نہ اپنے ٹاک کی عثمان حکومت اسکو ہاتھوں میں نہ بیٹھیں گے۔ برعکس اسکے ہم شاہ اسلام کی حکومت کے زیر نگین رہنا چاہتے ہیں۔ ایسے اسلامہ حکومت کو لازم ہے کہ صرف ہمارے ہتھیار کو ہی نہ بچھیں اور نہ ہمارے حالت پر ہی غور کرے۔ بلکہ کل افغانستان کے بہیود

کتنے بھائی  
جس سے تو میں  
نے کیلئے ہے

و سود کو سوچے۔ لہذا ہم اپنے یہ ۱۸ لاکھ اعلیٰ اور بزرگ بزرگ بینکنگ دست میں سمجھتے ہیں۔  
 اب ہم سلسلہ سامانہ پر جہاد میں مشغول ہیں۔ اور ہم امید کرتے ہیں کہ شاہ آستان  
 ہماری امداد کے واسطے جو کچھ مناسب سمجھیں گے ضرور ترسیں گے۔ اور ہم جو نہ لغائی  
 اپنی ہدایت سے سرسبز و بارش نہیں کریں گے۔ کیونکہ ہم اپنے تمام معاملات اور نظام طرح  
 سے آپکے ہاتھوں میں دیتے ہیں۔ پہنچانے فرقوں کو آپکی خدمت کے دستے آواز دے کر لیا  
 ہے۔ اب یورپینس کو دلی مراد حاصل کر لینا موقوف ہے۔ کیونکہ اس وقت تمام مسلمان  
 باقاعدہ افواج تو خائف اور نقدی کی صورت میں آپکے ہتھ میں ہیں۔ اگر کوئی  
 انگلش مظفر و منصوبہ دہی تو وہ مسلمانوں کے تباہ کر دینگی۔ پس اپنی اس طرف کی اندیشہ  
 ہماری سپرد کریں۔ ہم امید کرتے ہیں کہ آپ جیسی درخواست ملا نظر فرما کر ہمیں جواب سے  
 سرفراز فرمائیں گے۔ مورخہ ربیع الثانی ۱۳۱۵ھ

اسکے جواب میں امیر صاحب نے انہیں لکھا ہے۔

”میں نے تمہاری تمام درخواستوں کو دیکھا ہے۔ اور ان سب کا ایک ہی انداز ہے۔ اور  
 اب میں جو اب اس کے پہلے گوئی لکھتا ہوں کہ مجھے کابل میں آکر سوچو۔ سال گذشتہ  
 میں ان رقم خود جانتے ہو کہ میں ایک نفعہ خیبر کی راہ سے بھی راہ اپنا دی گیا تھا۔ میں ان  
 کو سنٹ کے ساتھ اپنے اتحاد کے خیال سے ان کے ملک میں بطور ایک مہاجر کیا تھا۔ اور  
 میں نے یہاں کوئی فرقہ والے اس کے دونوں طرف دیکھے تھے جنہوں نے مجھے سلام کیا تھا۔  
 اب آپ لوگ جو کچھ کہتے ہیں اگر یہ صحیح ہے تو کیوں اس وقت مجھے نہیں کہا تھا کہ  
 میں اس وقت ہزار کیلنڈی الیہ لڑنے کے ساتھ اس بارہ میں فرما کر آؤں؟ اسکے چند سال بعد  
 جب سرحد قائم ہو رہی تھی اور سر مارٹین ڈیورینڈ خیبر کے راستہ سے گذر کر کابل آئے  
 تھے۔ یہاں تمام فرقوں کو معلوم تھا۔ انہوں نے سفارت کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔  
 تب کیوں آپ کے ملائک اور علمائے میرے پاس آئے جب مارٹین ڈیورینڈ سرحد فیصلہ

کرنے کے واسطے با اختیار ہو کر آئے تھے تاکہ میں میں میر پر بھی بحث کرنے کے قابل ہوتا۔ اس وقت تم سب خاموش رہے۔ اور اب میں نہیں جانتا کہ کیوں انگریزوں نے تمہارا درمیان تجالاف پیدا ہو گیا ہے۔ اور ایسی حالت میں تم مجھے اطلاع دیتے ہو جبکہ تم نے مجھے ساتھ لڑا اسی کر کے انکو ناراض کر دیا ہے۔

معاملات ملک کی نسبت میر برٹش گورنمنٹ کی ساتھ عہد نامہ ہو چکا ہے اور قریب ایک انہوں نے باوجود عیداعی ہونے کے عہد کی خلاف ورزی نہیں کی تب ہم کس طرح عہد نامہ کو توڑ سکتے ہیں؟ آپ کلام محمد کی آیت ”وَفَوْفِیْہُمْ دُکُوْفٌ لِّہُمْ دُکُوْرٌ“ کی نسبت کیا کہتے ہو۔ جبکہ انشاء یہ ہے کہ اپنا عہد پورا کر دو۔ اور قول کا پختہ ہونا مسلمان کا پھلانگ نہیں ہے۔ خدا نے تعالیٰ نے جب پہلا اقرار کیا تو اپنی تمام مخلوقات سے دریافت کیا کہ تمہارا خدا کون ہے۔ سب نے جواب دیا کہ ”آپ ہی بیشک ہمارے خدا اور ہمارے خالق ہیں“۔ یہی قیامت کو دن سب پہلا سوال قول اقرار کے پورا کر کے اسکی نسبت ہو گا۔ اور بھی دینداروں اور بے ایمانوں کی شناخت کا سہارا ہو گا۔ اس طرح آپ متیقن ہو جائیں گے کہ عہد نامہ کا معاملہ بہت ضروری ہے۔ میں کہی بلا وجہ اور موقعہ اقرار نامہ سے انحراف نہیں کروں گا۔ کیونکہ انگریز اب تک اس سرحدی لین سے منحرف نہیں ہوئے جو انہوں نے میرے ساتھ قائم کی ہوئی ہے۔ تب میں کیوں اسکی برخلاف ہوں؟ انحراف کرنا میرا خلاف انصاف ہو۔ میں چند غور و غرض اشخاص کے کہنے سے اپنے اور اپنے لوگوں کے نام کو بڑھ نہیں لگا سکتا۔

”جو کچھ تم نے اپنے اعمال سے کیا ہے اب کا خیال وہ اپنی گردن پر اٹھاؤ مجھے تمہارا ساتھ مطلق سرکار نہیں رہنے اپنے معاملات کو خود اچھی طرح سمجھ سکتے ہو۔ اس وقت جبکہ تم معاملہ کو بگاڑ چکے ہو مجھ سے مدد مانگتے ہو۔ تم نے وہ وقت فضول گزار دیا ہے جبکہ معاملہ سد ہو سکتا تھا۔ اب میں کچھ کہہ سکتا ہوں کہ کر سکتا ہوں۔ تم نے میرے پاس ج

ہاک بھیجے تھے مینے انکو واپس کر دیا ہے۔ مینے ہر ایک کو ایک لٹگی اور دس روپیہ نقد بطور زاد راہ کے دیئے ہیں۔ اور انکو کابل آسنے کی تکلیف نہیں دی۔  
امیر صاحب نے مشرقی افغانستان اور افغانوں کی تنبیہ کے واسطے میر صاحب کو بھیجا ہے۔

”یہ سلمان امیر ضیاء الملت والدین کی طرف سے ہے“

”افغانستان کے علماء و فضلاء کو جو میرے ملک یا قلعہ کو وہ وصال میں بہتہ میں مانع ہو کر مجھے تمہارے حالات تمہاری درخواستوں اور اپنے مخبروں کی زبانی معلوم ہوئے ہیں اور میں بخوبی جانتا ہوں کہ تم اپنے گہروں اور مجلسوں میں میٹکر کہتے ہو کہ یہ تیکو بڑا گورنٹ کے ہتھوں میں نقد کے واسطے فروخت کر دیا ہے۔“

اندلوں جبکہ تمہاری اور برٹش گورنٹ کے مابین لڑائی چھڑ گئی ہے میں آرام و آسائش سوچتا ہوں۔ ان حالات میں میں نہیں بہت سمجھتا ہوں کہ تم سے تمام افغان پڑھانوت بیان کروں اور تمہاری تذکروں کے بغیر یہ اودھڑوں۔“

اسکے بعد امیر صاحب امیر شیر علی خاں کے عہد میں ٹنڈی کوٹ کی ایک لٹگی ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ شیر علی جاہل تھا۔ اور اسکے بیٹا یعقوب خاں اس موصف میں سچی وارث تھا۔ اول اند کرنے تو روس کے ساتھ سازش شروع کر دی۔ اور دعوۃ اند کرنے افغان ملک اور افغان قوموں میں جس جگہ کو گنہری کی حفاظت کا قہر اٹھایا۔ انگریزوں کو اندلوں افغانستان کے اٹھائی کرینے کی کوئی آرزو نہیں تھی وہ صرف یہ جگہ کو گنہری کی طاقت کا متحکم کیا جاتے تھے اور یعقوب خاں کی جانشینی کا نظام کو نیکو خواہشمند تھے۔ یہی اپنا پورا اہمیان کر لیا۔ لٹگی دلی متاحض بھی تھی کہ وہ افغانان کو دشمن کے حملے سے بچائیں۔ جو کہ کبھی قوت سے اٹھائے۔“

اسکے بعد روس کی طرف توجہ رجوع کر کے بتایا گیا ہے کہ انہوں نے سطح برٹش گورنٹ

کی اطاعت کا جوا اپنی گردنوں میں پہنا اور اس سے وفیقہ لینے کا بند و بست کیا اور  
 بائیں ہد باب ایک فقیر کی آنکھت پر جسکو آباؤ اجداد کا حال شاہ اسلام کو مطلع معلوم  
 نہیں ہے۔ بے سوچے سمجھے کہلبلی اور بغاوت چمانے کے پہلے ہو گئے ہیں اور چونکہ  
 انہوں نے اس حرکت کے ترکب جو اپنے سے پہلے انکے ساتھ کوئی مشورہ نہیں کیا۔ لہذا  
 اب انھوں نے صاحب کو مطعون کرنا کسی صورت میں جائز نہیں ہو سکتا۔ بلکہ وہ کئی بار  
 برٹش گورنمنٹ کو بتا چکے ہیں کہ ہم امیر سے بالکل خود مختار ہیں۔ اور انہیں سے  
 بجائے خود ہر ایک شخص بادشاہ ہے پس اس حال میں وہ اپنا قضیہ آپنی  
 نمائیں۔

اسکے بعد امیر صاحب لکھتے ہیں :-

”کیوں تم اس شورش کو جہاد یا مذہبی جنگ کہتے ہو؟ جہاد کا وقت آئیگا اور جب  
 یہ آئیگا اس وقت تک خود ہی اطلاع لجا دیگی۔ اگر تم نے اس موقع پر دو مزد انگلی دبی  
 تب میں تمکو مذہبی مشورہ آکھونگا۔ لیکن جہاد کی سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ شاہ اسلام کے  
 ساتھ ملکر کارروائی کی جائے۔ اور یہ عجیب بات ہے کہ شاہ کو نو انگریزوں کے ساتھ  
 اٹھاویے اور تم جہاد جہاد لے آتے ہو۔ اس کے ثابت ہوتا ہے کہ تم آپ ہی مختار  
 بادشاہ ہو۔ اور تمکو اپنے اوپر کسی بادشاہ کی ضرورت نہیں ہے۔ سال گذرے  
 ہیں کہ ایک دفعہ فرانس میں بھی ایسا ہی واقعہ ہوا تھا۔ اور لوگوں نے بادشاہ کے  
 مقابلہ پر باغی ہو کر اسکو تخت سے اڑا کر لڑن بہید یا جہاد بی وقت شہ سے  
 سر کیا۔ میں کہی تھا کہ مذہبی معاملات میں دخل نہیں دینگا۔ اور نہ تمکو اپنا علم پورا  
 کرنے سے روکونگا۔ بلکہ یہ اصول مذہب کے مطابق ہے۔ لیکن جو وہ شورش کو  
 مذہب سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ کیونکہ تمام مسلمان خدائے اور بہت فرقی انگریزوں کے  
 ساتھ ہے۔ پس جب تمہارے ہی لوگ انکو مدد دیتے ہیں تو میں کس طرح تمہیں

میر شورش اور جہاد  
 کی سب سے پہلی شرط



ہو سکتا ہوں؟ اور چونکہ فرقوں نے اس شورش کی وجہ چترال اور سوات پر برلش قبضہ ہونا بتائی ہے۔ لہذا امیر صاحب اسکے جواب میں کہتے ہیں:-  
 ”میں تمکو بتاتا ہوں کہ چترال کا قبضہ لینے سے گورنمنٹ کا ہرگز یہ مدعا نہیں ہے کہ لگان اراضی یا کسی شخص کیا جائے۔ اسکی خواہش صرف یہ ہے کہ اس ملک کی آبادی بڑھائی جائے اور روس کے آئندہ حملوں سے بچنے کے واسطے سرحد کو مستحکم کیا جائے چنانچہ اسنے سوات کے ان یہاں کا مالیت معا کر دیا ہے جو واقعی گورنمنٹ مذکور کے قبضہ میں آچکے ہیں۔“

اخیر میں مزائینس لکھتے ہیں کہ:-

”غرض مجھے تمہارے دہندہ کو کوئی تعلق نہیں اور نہ مجھے تم سے کوئی تعلق ہے کیونکہ مجھے تم پر کوئی غم یا غم نہیں ہے۔ اور تم کہی یہ خیال اپنے دلوں میں غم لاؤ کہ میں شیر علی کی طرح ایسا احمق ہوں کہ تمہاری خطا و سرور کو ناراض کرتا ہوں۔ لگتا۔ اور اگر میں یہ حماقت کریں تو میں یقین کرنا ہوں کہ تم نہیں میرے آگ لگا کر الگ ہو جاؤ گے۔“

غرض امیر عبدالرحمن خان صاحب سرکار انگریزی کی دوستی پر مضبوطی سے قائم ہیں اور اس دوستی کی قدر بخوبی جانتے ہیں۔

امیر عبدالرحمن خان کی زندگی کا اعلیٰ مقصد یہ ہے کہ کئی کچھ دیکھتے افغانستان کی ایسا ہیات مضبوط اور ایسی خود مختار سلطنت ہو جاوے کہ اسے ہر وقت روس اور انگلستان کی ممالکت میں اپنی سلامتی کا خدشہ نہ رہے اور اس کام کی تکمیل کے لیے وہ غیر معمولی تدبیر اور روشنی سے اپنے ملک کے اندر و بیرون و مسائل کے مستعدی کے ساتھ مضبوط کر رہے ہیں۔ انگلستان کی طرف سے انہیں مداخلت کا کم از کم خیال ہے کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ انگلستان افغانستان پر اپنا قبضہ نہ کر کہہ سکتی کی کمزوری بخوبی

وقف ہو۔ اور جو دو تخریبی وہ اس بار دیکر چمکا ہے انہیں تیسرا اضافہ نہ کر گیا۔  
لیکن دوسری طرف سے انہیں ضرور اندیشہ ہے جب تک کہ روس کو ٹاک گیری اور  
خصوصاً ہندوستان پر قبضہ کر نیکا شوق ہو۔ لارڈ چلمسفورڈ نے ایشیا ٹاک کو اسٹری  
ریو یونین سے تعلق رکھنے والے دور بیان کیا ہے جن میں جہاں انگریزوں کو صلاح دی تھی کہ آئندہ  
افغانستان پر حملہ کر نیکا کبھی ارادہ نہ کرنا وہیں انہیں سنجایا تھا کہ اگر دوستانہ  
پر قبضہ بھی کر لیا تو یہی ہماری سلطنت ہندوستان کو اس کے ہر سا نہیں ہونا چاہیو  
کیونکہ اگر قندھار اور غزنی پر روس قابض ہو گیا تو تب بھی دریا سندھ سین تین سو  
میل دور ہو گا۔ اور اگر کابل پر قبضہ کر دیا تو پشاور سے ۵۰ میل پر ہو گا بجا لیک  
دونوں کے درمیان سخت جنگجو سرحدی قوموں کی ایک خاصی باڑ ہوگی۔ افسوس  
کہ لارڈ چلمسفورڈ اس بات کو نہیں سمجھتے کہ جبکہ ہندوستان کی ہوس کے پورے روس  
خزائر میل طے کر کے کابل تک پہنچ گیا تو آگے دو تین سو میل طے کرنے میں اسے  
کیا دقت رہے گی۔ ہر حال ہندوستان پر روس کے حملہ کا خطرہ مدت سے جلالتا  
ہے۔ اور انگریزی مذہب اس کی روانہ تمام کی تمام ممکن تدابیر عمل میں لا رہے ہیں  
سرحدیں مضبوط کی جاتی ہیں۔ عہدے کیے جاتے ہیں اور امیر صاحب کابل کو خوش  
رکھنے اور مضبوط بنانے کی کوششیں کی جاتی ہیں۔ لیکن دوسرے حملہ کا اندیشہ افغانستان  
اور افغانستان کو برابر لگا ہوا ہے۔ ہمیں پل گرین نے ایشیا ٹاک کو اسٹری یو یونین  
ایک مضمون میں یہ ثابت کر چکی کہ کوشش کی ہے کہ روس کم از کم موجودہ  
میں ایک لاکھ فوج سے جدا افغانستان ہندوستان پر نہیں لائے گا اور اس کے کم فوج لانے  
میں جہاں اس سے کوئی اندیشہ نہیں۔ مگر روس بھی ان تمام حسابات سے واقف  
ہے اور وہ سرحد افغانستان پر بڑھنے کی دیکھتا کہ کوششوں میں مصروف ہو  
امیر عبدالرحمن غاں کے لئے ایسے زبردست دشمن سے اپنے ٹاک کو محفوظ رکھنا چاہی

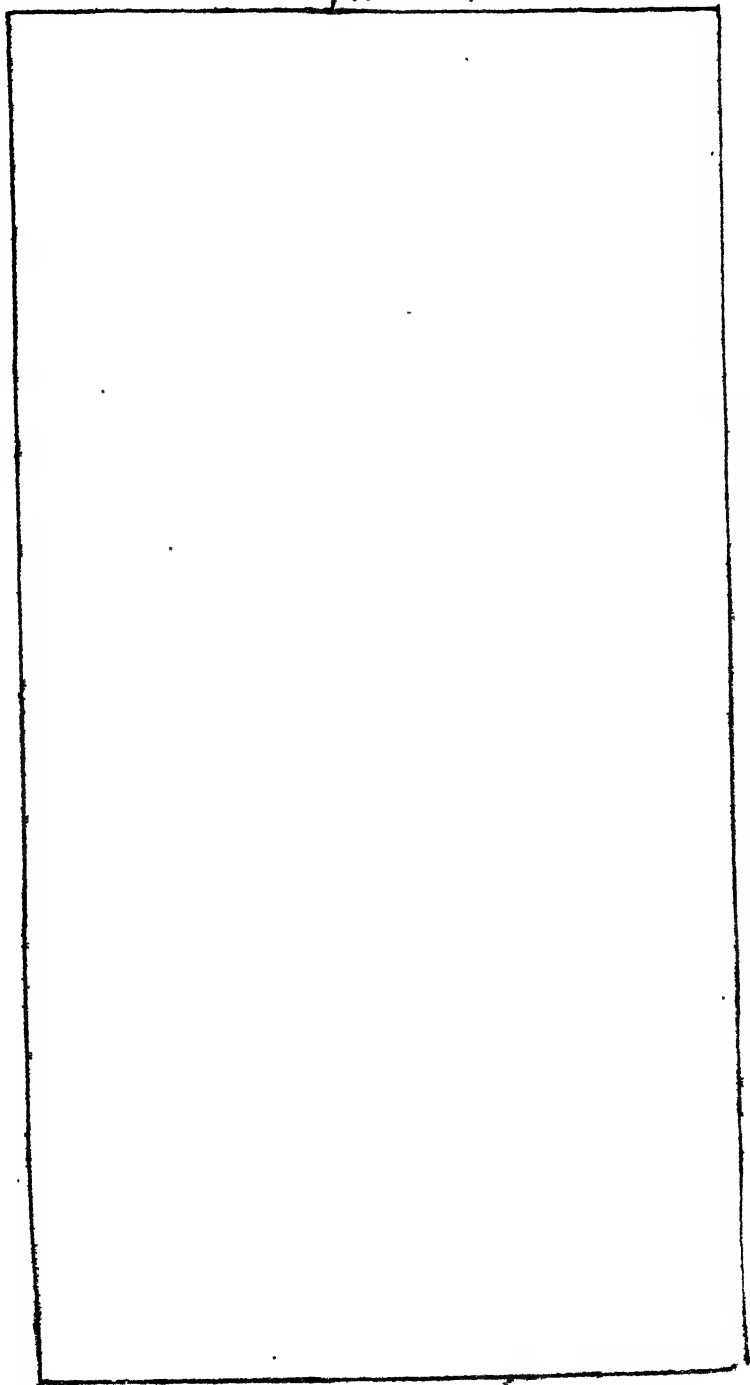
انگلستان اور  
روس کے افغان  
کی نسبت اس کے

اہم اور مشکل کام ہے اور وہ بڑی سرگرمی کے ساتھ اس میں مصروف ہیں کبھی کبھی  
لوگ کہہ دیتے ہیں کہ امیر صاحب اس کے ساتھ بھی درستہ مائذ تعلقات قائم رکھتے ہیں  
مگر پنجہ یہ وغیرہ کے معاملات پر نظر کر کے اس بات پر یقین نہیں ہو سکتا حال میں  
بعض حلقوں سے بھی صلاح پیدا ہوئی ہے کہ دنیا کی تین سامان سلطنت یعنی ترکی  
ایران اور افغانستان آپس میں اتحاد پیدا کر لیں۔ لیکن باوجودی نظر میں یہ بات  
سہل و مخصوص نہیں نظر آتی۔ گو کہا جاتا ہے کہ کم از کم ترکی سے ایسا اتحاد  
پیدا کرنے کے لیے ہم صاحب فرائض ہیں اور شاہ مظفر الدین شہنشاہ ایران  
نے بھی اس بارہ کے متواتر ثبوت اپنی طرف سے دیئے ہیں۔

میں نے ان اور ذاق ہیں تمام ایسے واقعات جمع کر دینے کی کوشش کی ہے  
انہایت معتبر ذرائع و وسائل یا یورپ یا ہندوستان کے اخبارات اور رسالوں سے  
مجھے ملے ہیں۔ اور گو ممکن ہے کہ انہیں سے بعض باتیں انسداد تفریط پر مبنی ہوں  
لیکن فیہ جس نیک نیتی سے اور ناجانب داری سے زمانہ حال کے افغانستان  
کے اس عظیم الشان امیر کے حالات جمع کیئے ہیں۔ عیب پوش ناظرین کو امید ہے  
کہ وہ بھی انہیں اسی روشنی میں پڑھیں گے۔

تمام شد

112



# ضمیمہ اول

## عبد الرحمن خاں امیر افغانستان

[ایک تجربہ کار مشرقی سیاح کے خیالات جو اُسے بخوبی واقف ہے]

[سکاٹلینڈیوں کے خلاف بیادیت سے ترجمہ کیا گیا ہے]

شمالی اور شمال مغربی سرحد کی نسبت ہندوستان کی پالیسی کی کامیابی کا بڑا  
 انحصار مسلمان بادشاہ کابل کے ساتھ ارتباط پر موقوف ہے۔ اُن حدود پر  
 گذشتہ تین ماہ کے مضطرب حالات جنگی اگر بناء کا نہیں تو زخمی دینے کا الزام  
 کمٹی اہل الرائے امیر صاحب کابل کے حوصلہ دلانے اور یاری کرنے پر موقوف  
 رکھتے ہیں۔ ان امیر صاحب کے حالات مقتضی اس امر کے نہیں کہ تاجیک کے عظیم شہر  
 بادشاہوں میں سے انکی طبیعت اور موجودہ حالت کا گنبدہ مذکورہ کیا جائے  
 امیر عبدالرحمن خاں امیر دوست محمد خاں کے صاحبزادے سردار محمد افضل خاں  
 مرحوم کے شاہزادے ہیں۔ جو کچھ عرصہ امیر بھی رہے تھے۔ پارلیمنٹ کے کاغذات  
 سے ظاہر ہوتا ہے کہ امیر صاحب اُن تمام ملک پر مشطرب ہوئے ہیں۔ جو  
 چچا شیر علی سے اُنکے چچے کے بیٹے یعنی یعقوب خاں کو ملے۔ جو شہنشاہ کی خونریزی  
 کابل کے بعد اُنکے تخت و سوار ہوئے پر امیر عبدالرحمن خاں برگزیدہ  
 اس طرح امیر صاحب ہمیشہ سمجھتے ہیں کہ (سرحدی) فرقوں کا ملک ۱۸۹۲ء کی مقبولہ

رپورینڈ لائن سے انکی سلطنت کے باہر ہو گیا ہے۔ اور قیاس کیا جاتا ہے کہ  
 بھی حالت بعد وفات امیر صاحب کی قائم رہنی چاہیئے۔ تاہم انہوں نے اپنی دولت  
 حکومت میں ان ممالک میں پاؤں جانے کے واسطے ہر ایک جیلہ اور کوشش کی  
 ہے۔ چنانچہ وزیرستان۔ باجوڑ اور علاقہ مہمند میں وہ ہر قسم کی تدبیر اور پیرایہ  
 سے تدبیر دخل پانے کی کوشش کرتے تھے۔ جسے کہ ایک دفعہ برٹش گورنمنٹ  
 پہلے دو مقامات کی نسبت اُن سے بکا کر کے کو بھی آمادہ ہو گئی تھی۔ اور انکو یہاں  
 دھمکی دیدی تھی کہ اگر ادھوں نے اتنی جلدی اُن مقامات کو نہ چھوڑا ہوتا  
 تو جبراً وہاں سے نکلے جائیں گے۔ انکی وفات کے بعد ممکن ہے کہ نئے امیر  
 سے کہ جسکو اپنے مقدم جانشین کی نسبت برٹش سرحد پر اپنے ہم منصبوں پر  
 حکومت کرینکا بڑا اشتیاق ہے۔ سرکاسکی ٹڈبھڑک جائے۔ اور اگر لندن میں  
 ایسے فریق کو عروج حاصل ہو گیا جو اس نئی تدبیر کے مزاحم ہونے کی پروا کرے۔  
 تو ہماری سرحدی ڈیپنچ کا ہر ایک حصہ خواہ وہ آگے بڑھنے والی یا پیچھے  
 والی ساخت کا ہو سب غارت ہو جائیگا۔

امیر عبدالرحمن خاں کی عمر اس وقت ساٹھ سال سے تجاوز کر گئی ہے۔  
 اور وہ دو تین دفعہ مرض انفرسٹس لیب گورتاک بہت بچ چکے ہیں۔ ۱۹۰۷ء میں  
 اس مرض نے ایسا سخت عود کیا تھا کہ اسکے لاعلاج ہونیکا یقین ہو گیا تھا۔ اور  
 کچھ دیر بلاشبہ یہاں تک خیر نہ ہو گیا تھا کہ وہ واقعی اسکے حملہ کی تاب نہیں لاسکا۔  
 اس مرض کے کچھ دن پہلے جو حشر میں سے براہ جاری رہتے ہیں۔ جسے انکو بار بار  
 دروسکے دربار چھوڑنا پڑتا ہے۔ لہذا انگلستان کو لازم ہے کہ اس مرض سے  
 مسئلہ کو ہمیشہ پیش نظر رکھے جو سخت کی دفعہ خالی ہونے پر حل کیا جانا  
 لازم ہے۔

## [آئندہ امیر]

اگر امیر صاحب پچھلی دفعہ گزر جاتے اور بہت سے ہندوستانیوں کے حسب اعتماد  
 امیر صاحب کے سب سے بڑے شاہزادے (سرمدار) حبیب اللہ خاں انکے جانشین ہوتے  
 لیکن یہ معلوم نہیں ہوا کہ ابھی انہوں نے کسی کو اپنا وارث نامزد کیا ہے یا  
 نہیں۔ شاید کہ وہ عمر جان کے بڑا ہونے کے منتظر ہوئے۔ جو اس تختِ عازان  
 میں شاہی والدہ کے بطن سے ہے۔ یہ امیر صاحب کی سب سے پہلی سنکو حبسِ گم  
 ”محم صاحبہ“ بالکلیہ کے بطن سے ہے۔ جو اپنے خاوند کی طرح امیر دوست محمد خاں کی  
 پوتی ہے۔ اس طرح وہ ایک دوسرے کے چچا زاد ہیں۔ اور بچہ عمر جان یوپی  
 خیال کے مطابق معراج شاہی سلسلہ پورنس ہے۔ اور اسیلئے صلیبی اولاد ہے۔  
 شاہزادہ حبیب اللہ خاں اور نصرت اللہ خاں ایک کٹر دروہ کی بیوی کے بطن سے  
 عمر جان کی ماں بہت بھاری خصوصیت اور اپنے آقا اور ملاک پر کس قدر  
 رسوخ بھی رکھتی ہے۔ کابل کے مباحوں کا بیان ہے کہ اگر امیر صاحب کو ٹی واپس  
 تخت چھوڑنے کے بغیر فوت ہوں تو وہ اپنے شاہزادہ عمر جان کو تخت پر  
 متمکن کر نیکی کوشش کریں گی۔ اور بہت کچھ برلش گورنمنٹ کے خیالات پھر  
 ہوگا۔ اگر یہ کسی ایسے شخص کی طرف مائل ہوگی کہ جس سے اس مطلب کے واسطوں کو  
 معلوم ہو کہ کسی دوسرے کی نسبت اس سے زیادہ مزہ کامیابی سے شرائط ملے  
 کر سکتی ہے تو یہ بلاشبہ اسی کی مددگار ہوگی۔

امیر صاحب کے خاندان سے باہر کوئی ایسا شخص موجود نہیں ہے جو انکے  
 تینوں شاہزادوں کے مقابلہ پر کامیابی کی امید ہو۔ لیکن اگر خیر علی کا بیٹا ملے  
 اور بٹال کہ جسے شہداء میں تبرز صاحب کے بریگڈ کو میوند میں شکست دی تھی  
 عین وقت پر افعالستان پہنچ جائے۔ تو پھر تو خوب ہی خانہ جنگی اور خونریزی

ہوگی۔ تاحال پرانے خاندان کے کئی تعلقہ دار موجود ہیں جو فوراً جس کے کمرے کو  
نوجوان جنرل کے گرد جمع ہو جائیں گے۔ چوابے رسیانی عمر اور معقول درجہ کے  
فہم و فراست کا شخص ہوتا ہے۔

[امیر عبدالرحمن خاں کے ابتدائی حالات]

اس آئینہ کے ہیر و امیر عبدالرحمن خاں کا دور زندہ کی عجیب و غریب ہے۔ ابتدائی  
زمانہ سمرقند کی طرف بھاگنے کے پہلے یہ ہمیشہ اپنے باپ فضل خاں کے واسطے سرکاری  
میں مصروف رہا ہے کہ جس کے باعث ملک کو بحیثیت سپہ سالار اور سرغنہ کے بڑی شہرت  
حاصل ہوئی۔ ان کی لڑائیاں جو عموماً لبنی ہوتی تھیں اور نہایت حکمت عملی کا  
ساتھ ساتھ کجائی تھیں۔ ان کا سلسلہ ان خاندان کے ایک سرے سے لیکر دوسرے تک  
چلا گیا تھا۔ جن میں انہوں نے ایسے کثیر تعداد باغیوں کو شکست دی جو کسی کسی  
تخت کے دعویدار کی طرف سے برسرِ فساد تھے۔ اس طرح امیر عبدالرحمن خاں نے اپنے  
بچپن کا جو ان کے باپ کے بھائی اور دوست محمد خاں کے بیٹے تھے۔ پورا پورا مقابلہ کیا  
مگر اخیر میں ان کے واسطے ٹھکانے میں بنا مشکل ہو گیا۔ اور ایسے لشکر سے حمایت کی اپنی  
فوج سے بہت زبردست تھا شکست فاش کہا کر انہوں نے وہ کارروائی کی  
جو ان خاندان میں ایک تاریخی واقعہ ہے۔ یعنی وہ قلمروئے روس کو بھاگ گئے۔  
جہاں سے سنہ ۱۸۶۷ء میں اپنی آبائی گدسی پر ممکن ہو سکے واسطے طلب کیے جانے کا نرا  
کے تھوڑے سے وظیفہ پر گزارہ کرنے رہے۔

[ان کی تخت نشینی]

امیر عبدالرحمن خاں کی یہ اعلیٰ منصب پر در کرنے کی نسبت سرلیپل گرین نے سلسلہ  
جنابانی کی جو اس وقت سر ڈائلڈ سٹوارٹ کے ساتھ پولیسکل افسر تھے۔ اور کیمپ  
خط و کتابت کے بعد روسی افسر جو بعد میں پرنس آف ویلز کے ایڈیکٹاگ بھی تھے



امیر عبدالرحمن خاں کو مخالف تان کے مقامِ زمیمہ میں لانے کے واسطے بھیجے گئے تھے۔ جہاں امیر عبدالرحمن خاں اور سیریل گرلین کے مابین اس بارہ میں گفتگو ہوئی پہلے تو انکو اپنے لئے یہ مشرفی بار بہت گراں بنا معلوم ہوا۔ مگر بعد میں سیریل گرلین کوئی نیا پلو میٹنگ چاہیں غالب آئیں اور انہوں نے اسکا خاطر خواہ فیصلہ کر لیا۔ اور جب امیر صاحب نے عنانِ حکومت اپنے ہاتھوں میں لے لی تو انہوں نے باوجود ابتدائی مشکلات اور مزاحمتوں کے اپنی حکومت مستحکم کرنے میں کوئی وقت ضائع نہ کیا۔ اور نرم و گرم تدابیر عمل میں لاکر فائزِ بزم ہوئے۔ ایوب خاں جو اپنے والد بشیر علی خاں کے تحت ہرات کا گورنر تھا۔ اور لارڈ رابرٹس سے کامل شکست کھا کر قندھار کے قریب سے فارس کو ہٹا گیا تھا۔ پھر اس موقع پر موجود ہوا۔ اور اس شہر سے امیر صاحب کی جو افواج آئیں انکو شکست دیکر اُس پر ذرا قابض ہو گیا۔ اور جو لوگ ہاں سے نکلے وہاں گئے انکا بڑے استقلال اور جرأت کے ساتھ تعاقب کیا۔ امیر عبدالرحمن خاں نے یہ حال دیکھ کر سوچا کہ جب تک میں بذاتِ خود میدانِ کارزار میں نہ آؤں۔ کلہ اس قسم کی تکلیف سے بچتا ہوں۔ اس خیال سے وہ ایک چیدہ فوج بیکرکمن کی طرف روانہ ہوئے اور قندھار کے قریب ایوب خاں کی فوج کے مقابلہ پر جس نے اُس وقت تک میدان مارا ہوا تھا جا دندنائے۔ اور اس مہم کو انہوں نے بہت جلد سر کیا۔ سردارِ ایوب خاں کی کیا بضاعت تھی کہ امیر عبدالرحمن خاں جیسے لائقِ جنرل کی حکمتِ عملی کا مقابلہ کر سکتا۔ انہوں نے جاتے ہی اسکو شکستِ فاش دی اور لوگ دُعا فرس کو ہٹا دیا۔ جہاں شش ماہ تک یہ شہر دُعا فرس کے معززِ جہان ہے۔ اور اسکے بعد ہندوستان میں مناسب عزت کو ساتھ لائے گئے۔

[امیر صاحب نے اپنی سلطنت کو سطحِ مستحکم کیا]

اس موقع پر امیر عبدالرحمن خاں کی کامیابی نے ملک میں ہشت پہلا دسی بلجوی

سنگین حکومت کے تبدیل کچ زیادہ سخت اور زیادہ بے مہر ہونے سے مسلمہ خوف میں مبتلا ہو گئی۔ پرلے درجہ کی ہر شخص کی ذرات سے بدگماظی برتنے اور زور ہر کمرورسی نہ ہونیکے ساتھ انکی تند مزاجی اور سخت سرد فہری نے جلد انکی نسبت خیال پے اعتباری پیدا کر دیا۔ اور ملک میں انکار و تحجب قائم ہو گیا۔ ایک حکم کے بعد دوسرا اور ایک رئیس کے بعد دوسرا تاکید اور انخلا فیہیں بلوا کر کسی کسی بہانہ سے برباد۔ قیدیان فرج کرانے شروع کئے اور اس وقت تک چین نہ آیا۔ جب تک کہ تمام ایسے اشخاص جنگو وہ اپنے دشمن یا بہت زیادہ ہر دلعزیز یا اپنی مخالف سمجھتے تھے دنیا کے تختہ سے نیست و نابود نہ کر دیا۔ ہم انکو برٹش تہذیب کی نظر کر نہیں دیکھ سکتے۔ ان کارروائیوں سے بعد میں انکے جو مدعا پورے ہوئے وہ ہماری نظر میں بہت اور حریفانہ ہوں لیکن اس میں کوئی کلام نہیں کہ وکٹوریہ کی مغریت اور مہذب حکومت اس غیر مہذب ملک میں کسی مصرف کی نہیں ہے۔ جہاں ہر وقت فوہاوسی ایڑی سے کام لینے کی ضرورت ہے۔ جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اب انہوں نے تمام ملک کی طرح پائمال کر لیا ہے کہ انکی ایک سرگوشی سلطنت کے بعد سے بعید حصہ میں پہنچ جائے۔ تو پٹانہ کی باڑی کا اثر رکھتی ہے جس شخص نے مختلف اوقات پر سلطنت کے مختلف حصوں میں سیاحت کی ہو وہ ذاتی طور پر اسکی تصدیق کر سکتا ہے۔

[النداء لغاوت]

لیکن عبدالرحمن خاں کلہ پے عدیل زبردست حالت حاصل کرنا کی قدر حاصل کرنا خالی نہ تھا۔ چنانچہ دس سال گزرے ہیں کہ غازیوں کی بغاوت نے انکی جدوجہد حکومت کی بنیاد ہلا دی تھی اور موت تک تمام ملک میں طوفان و خون دھاری ہوئی۔ انکا اندیشہ ہو گیا تھا کہ اگر امیر صاحب بہت خون بہاتے اور بربادی پہیلانے لگے تو

اخیر میں اس پر بھی غالب آئے +  
 شہداء میں امیر صاحب کے چچا زاد بھائی اور اسحاق خاں کی بغاوت۔ جو کہ  
 وقت افغان ترکستان کا گورنر ہی نہیں تھا۔ بلکہ مطلقاً لہن ان حکمران ہنہا تخت کا بل  
 کی حفاظت کی و بالاجان ثابت ہوئی۔ اسحاق خاں کوئی بار صلح و صفائی سے امیر  
 صاحب کے سامنے بلوایا گیا۔ لیکن اس خیال سے کہ سلطنت کے دیگر حصوں میں اس کے  
 مبعوضوں کی بڑی تعداد کے ساتھ کیا سلوک ہو چکا ہے۔ وہ مختلف حکمتوں سے  
 اس بات کو طمانت رہا۔ امیر صاحب نے اس متواتر ناخانی اور حکم عدولی سے بے خبر نہ رہتے  
 ہو کر اس کے مقابلہ پر فوج روانہ کی جو اسحاق خاں نے شکست دیکر پیر پناہ کر دی  
 اور اس خستہ سے حوصلہ پا کر اپنی کائنات کو بھول گیا اور کابل کو مستحضر کرنے کے  
 بیہودہ خیال سے اس طرف چڑھا ہی کی۔ لیکن راستہ میں ہی اس کی ایک بڑی  
 جزائر فوج سے ٹکرا ہو گئی۔ جس کی کمانڈ خود امیر صاحب کے ہاتھوں میں تھی۔ اس  
 فوج نے اسحاق خاں کی سبب شیخی خاک میں ملا دی اور کسی مزید مقابلہ کی امید  
 بے بس ہو کر وہ اپنے چند وفادار ہمراہیوں کے ساتھ دریا کو کس کے پار ہو گیا۔  
 اور روسیوں کے شہر سمرقند میں جا دم لیا۔ جہاں خود عبدالرحمن خاں نے انہی  
 جلاوطنی کے کئی سال بسر کیے تھے۔ اب اسحاق خاں مع اپنے رفقاء کے روس کا مہمان  
 ہے۔ جو اس کو معقول وظیفہ دیتا ہے۔ اور امیر صاحب نے مزار شریف پہنچ کر اسحاق  
 کے دار الخلافہ میں ایک سال کی رعایش میں معاملات کو نمٹ سدا رہے اور ان  
 لوگوں کو تباہ اور غارت کیا کہ جنگی نسبت ان کو اپنے دشمن کی طرف داری اور مرد  
 کر نیک یقین تھا۔

[اعلیٰ بادشاہ]

تب کئی بار اس کے مقابلہ میں بغاوتیں ہو چکی ہیں جنہیں سے بڑی مہم کابل اور

ہرات کے باہن ہزارہ جات کی چھاڑیوں میں تھی۔ یہہ شیخوں اور شیو کل کر  
 تھا۔ اسمیں حسب معمول امیر صاحب مظفر و منصوبہ ہی ہزارہائیں معینہ صاحب کی  
 سنت کے مقلد اور اسلئے سنتی ہیں۔ فارس کی بڑی آبادی کشیعہ مذہب رکھتی ہے  
 جو بہت افغانستان میں ہی بالخصوص اسکی مغربی حدود میں آباد ہیں۔ اصل  
 ہزارہ کے ایک ٹکے بیلے فرقہ نے قندھار کی طرف بھی سر اٹھایا۔ اور اخیر میں انکو  
 بھی سخت زک ملی۔ ان قوم منگل کے لوگوں نے یہی جو کرم کے مشرق کی طرف صوبہ  
 میں آباد ہیں۔ چند دفعہ دانت نکالے تھے۔ مگر اخیر میں امیر صاحب نے فتح و نصرت  
 کے زبور سے انہیں کچھ روٹا لا تھا۔ ان سکا رہ دانیوں کا نتیجہ یہ ہے کہ اب امیر  
 صاحب کی حین حیات میں کسی بغاوت عظیم کا کھٹکا نہیں رہا۔ کیونکہ انہوں نے  
 ملک بغیر کسی شک کے اس قدر مطیع اور غلام کر لیا ہے کہ اب اپنے دل سے سختی کے  
 کسی قدر شاہی العسمرجی اور توجہ خسرانہ سے کام لے سکتے ہیں۔ حالانکہ معینہ  
 صاحب کے نیچے لکھے سب کے اعلیٰ منصب کو جو کسی کو نصیب ہو سکتا ہے انکی رعایا  
 شخصی اور مجموعی طور پر نہایت تحریف و تعظیم اور زیادہ تر وفاداری کی نگاہ  
 دیکھتی ہے۔ انکے نام اور افعال پر تو بلی سرگوشیوں کے جی کجانی اور تعریف کے کچھ کجانی ہر  
 اس حوصلہ پر گشتہ سخت کے مقصوم میں اور بار لکھا ہے جو علامہ کوئی ایسی بات کہے  
 کیا بلکہ اسکا بعد سے بعد بھی مشار امیہ ہزارہائیں کے خلاف شان ہو۔

[برٹش کے ساتھ ارتباط]

ظاہراً امیر صاحب کو ماتحت گورنمنٹ کی وساطت سے انگلستان اور افغانستان  
 کے باہن ارتباط پر عملدرآمد ہونے پر اعتبار نہیں ہے جسکا ثبوت انکی اس خواہش  
 سے ملتا ہے جو انہوں نے اس غرض سے لندن میں سفیر رکھنے کے واسطو سے ظاہر کی  
 تھی۔ انکی اس درخواست کے نام منظور ہوتے سے انکی بہت دلچسپی ہوئی ہوگی۔

کیونکہ وہ اس امر کے دل سے خواہشمند تھے۔

امیر صاحب اپنے انگریز اور مالک غیر کے دیگر ملازموں سے نہایت شفقت اور عنایت سے پیش آتے ہیں۔ اور انکو معقول تنخواہیں دیتے ہیں۔ اور بلاشبہ گورے لوگوں کی اس وقت تک بہت قدر و منزلت کرتے ہیں جب تک کہ وہ سچے نہیں اور عملی طور پر بہادر ثابت ہوں۔ جو عموماً امیر صاحب کو ان لوگوں کا وصف نظر آیا ہے۔ چارسی نسبت انکا شک صرف ہمارے ڈیپلومیسی اور ہمارے ملکی قوم بڑاؤ کی نسبت ہے۔ اور غالباً وہ ایسے سے بڑا بکر اپنی وغیرہ سیر سرجن کی اصلی عزت کرتے ہیں۔ چنانچہ سر سالٹر پین کے ساتھ انکا سلوک بہت ہی محبت میں ہو گیا ہے۔ مگر اب بارہ میں شک ہے کہ آیا سر سالٹر پین کا امیر صاحب پر بہت سوخ تھا۔ یا اب بھی۔ اسمیں کوئی شک نہیں کہ وہ انجیری امور میں امیر صاحب کے مشیر دیتے ہیں۔ لیکن معاملات قوم یا اسکی حکومت میں امیر صاحب کب کسی کے رستخ میں آنا قرین قیاس نہیں ہے۔ اگر امیر صاحب کو ذرا معلوم ہو جائے کہ سر سالٹر پین کی چال میں ڈیپلومیسی پائی جاتی ہے یا انکا انکی تجاویز میں اسکی بوجہ توہین کو جلد اسکا رنج اٹھانا پڑے۔ مید ہے کہ سر سالٹر پین اس امر سے بہتر واقف ہیں۔

[اسکے وظائف بصوت طلا و فولا دا]

امیر صاحب کو ابھی تخت نشین ہوئے تین سال ہی نہیں گزرے تھے کہ انہوں نے اپنی مغلسانہ حالت کی شکایت مشروع کی۔ اور کھنے لگے کہ امداد کے بغیر مہات طلا و کا انصرام ہونا ناممکن ہے۔ اسلئے انکو ایک لاکھ روپیہ ماہوار کا وظیفہ دیا گیا تھا جسکو دس سال کے بعد سفارت ڈیورنڈ نے ڈیڑھ لاکھ روپیہ مانگ کر دیا۔ اسی اثنا میں انکو بہاری مقدار اسلحہ اور دیگر سامان حرب کی بھی دی گئی ہے جنہیں سے بعض اسلحہ مید ان کارزار کے واسطے بہت مفید تھے اور بروئے اقرار نامہ ڈیورنڈ

مورخہ ۱۲۹۹ھ (۱۸۸۲ء) (وچکو گزشتہ بلیو بک) انکو صرف حسب غرض اپنے ملک میں  
 اسلحہ لانے کی اجازت ہی نہیں بلکہ ہماری طرف سے انکے ساتھ قرار ہو چکا ہے  
 کہ ہم انکو اس بارہ میں مددینگے۔ اب انکی فوج زمانہ حال کی رہنمائیوں سے خوب سلیج ہو  
 اور جسکے پاس تمام حربہ حرب بھی کثرت سے موجود ہے۔ حالانکہ ملٹری ڈویژن  
 اور سرج ایسے ہیں جو کسی افغان امیر کے خواب میں بھی نظر نہیں آتے۔ کابل کے  
 کارخانے جو اس باہمت اور کامیاب شخص نے سرسالم پین کی کوشش سے قائم  
 کیے ہیں۔ کئی سالوں سے مختلف اسلحہ کلیں اور دیگر ذخائر تیار کر رہے ہیں۔  
 جنہوں نے ملک کی حالت کو بہت نمایاں ترقی دی ہے۔ اور ایسی صنعتی و تجارتی  
 داخل کی ہے۔ جو امیر صاحب اور انکے چیف انجینیر کے واسطے باعث فخر و مباہات  
 ہے۔ ان نئی ترقیوں نے امیر صاحب کی حالت کو بھی بہت استحکام بخشا ہے۔ جسے  
 کہ یورپین طاقت کے لئے کابل پر حملہ کرنے کی کوشش کرنا طفلانہ کہل نہیں ہے۔  
 آغاز حکومت میں امیر عبدالرحمن خاں کو اپنے ملک کے حدود و معین کرنا  
 بڑا خیال تھا جس غرض کے واسطے ۱۲۹۵ھ میں شمالی سرحد قائم کرنے کے واسطے  
 اور روسی کمیشن مقرر کیا گیا تھا۔ جسے دریائے ہری رود سے لیکر جو سرحد راج  
 ہے آمو دریا یا اوکس تک جنوب مشرق سرحد قائم کی۔ ۱۲۹۷ھ میں جنوبی سرحد  
 مقام سے جہیل و کٹوریت تک و باقی نقشہ انگلستان اور روس کے مابین  
 قرار دیا گیا تھا۔ خواہ ہنر از نامہ کی بے ضابطگی نے عملی طور پر اسکو لا فائز  
 کی طرح بیکار کر دیا۔ کیونکہ شیر علی ہو ر عبدالمحسن اوکس کے اس پار ملک  
 قابلض ہے۔ اور صرف پچھلے دنوں ضلع پامپ میں جہیل و کٹوریت اور چینی سرحد کے  
 مابین کا علاقہ جنرل جیرارڈ اور روسی ڈیپلیٹ کی قرار داد کے مطابق خالی  
 کیا گیا تھا۔

فارس طے مشرق کی طرف سرحد میں جو کنل سرحد جسے اور ایک سی جنرل نے قائم کی تھی پوری کامیابی ہوئی تھی اور بجز مشہور اور منجوس ٹل قلعہ پنجید کے کہ جس میں روسیوں نے واقعی ایسے وقت میں ملک پر قبضہ کر لیا جب کہ یہ امیر صاحب کے قبضہ میں تھا کوئی ایسا امر وقوع پذیر نہیں ہوا کہ جسکو انگلستان تاسف کی نگاہ سے دیکھ سکے۔ ہندوستان کو لوٹنے ہوئے سرحد جو اور ان کے افسر امیر صاحب کو ان کے دارالخلافہ میں ملے۔ اور ان کے زبردست مستقل اور متکبر بہرہ تاؤ کو دیکھ کر دنگ گئے۔

[انگلی لارڈ ڈفرن سے ملاقات]

اسی اثناء میں امیر صاحب نے (۱۸۸۷ء کے موسم بھار میں) لارڈ ڈفرن سے ملاقات میں ملاقات کی جہاں ایسے اہم امور طے ہوئے کہ جنہوں نے کوئٹہ امپرس کی نسبت امیر صاحب کی وفاداری کو شہرت کر دی اور برٹش قوم کے ساتھ ان کے مدافعی طے قائم کیے۔ ایک دعوت میں جس میں کہ علاوہ کئی اعلیٰ درجہ زار کاہن سلطنت اور مقتدر اصحاب کے حضور وائسرائے لارڈ ڈفرن۔ ڈیوک آف کناٹ کئی ولیم الیوان سٹ روکمانڈر انچیف اور دو لٹننٹ گورنر شامل تھے۔ امیر صاحب نے ملائی نیام سے دو تیار نکالی جو وائسرائے نے ان کے پیش کی تھی اور پراثر تصاحت سے بیان کیا کہ میں اس تلوار سے برٹش گورنمنٹ کے دشمنوں کو شیع کر دوں گا۔ ہمارے اخراج کے عظیم نشانہ انتظار سے وہ بہت متوجہ رہے ہوئے تھے کہ جس کی گشت اور قراہ کو وہ کسب کیا نہ لگا سے نہایت بچھی کے ساتھ دیکھ گئے اور کابل کو لوٹنے کے وقت پشاور کے ایک پادری نے پورٹنٹ انجیل کے پیش کی جنکو انہوں نے ہاوجود اپنے اتنی مذہبی جوش کے بڑی عنایت سے قبول کیا۔

[افغانستان افغانستان کے واسطے]

امیر صاحب ملو تجارت اور اپنے ملک کے بیج سے رستہ دینے کے لحاظ سے ناقابل  
صلح ضدی ہیں۔ اور پہلے درجہ کے شکی ہیں۔ کیونکہ اس وقت ملک کی تجارتی حلقہ  
باسنڈ کیٹ انکو اس بارہ میں متحرک کر نیچے قابل نہیں ہوا۔ حالانکہ وہ سنجو بی ویکھتو  
ہیں کہ میر و فی تجارت کے مفاد کے واسطے افغانستان کا کہونا اخیر میں ملک مال مال  
اور ان کے اپنے مالیہ کو ترقی دیدیگا۔ اس قسم کی غیرت اور دوسروں کی نیتوں کا اعتبار  
ہونے سے وہ قریباً ایسی ہی خود عرضی سے اپنے ملک کو مالک غیر کی تجارت سمجھ  
مسدود کہتے ہیں۔ جیسے کہ ثبت والوں میں پائی جاتی ہے۔ صرف وہ خاص تہ  
اور عظمت کے لوگوں کو محفوظ راستہ کا حق دیتے ہیں۔ تاہم نسبتاً افغانستان کے  
سفر کرنے میں کوئی خطرہ نہیں ہے۔ ابھی بہت عرصہ نہیں گزرا کہ اس مضمون کا رقم  
خود اس ملک کے ایک ایسے بازاری میں بیچا جو کئی سال پہلے درجہ غایت غیر محند تھا۔  
اور اب اس وقت پٹان نہایت ہی خلیق اور مضمون کرنے والے ہے۔

[ایک نصح اسیان اور ایک طالب علم]

امیر صاحب کی عام تقریریں سننے میں اعلیٰ درجہ کی دلچسپی پائی جاتی ہے۔ یہ  
نئی الواقعہ فصاحت۔ لفاظی۔ خود ستائی۔ علم منطق۔ مبالغہ اور ظاہر داری اور  
تضع کے مجموعہ کا عجیب مرکب موفی ہیں۔ اور ان کے باری اور دیگر سامعین پیکر  
کی طرح ان کے سامنے کھڑے رہتے ہیں۔ اور وہ ان کے عارضی طور پر برق زدہ طبعوں  
پر اپنی غرضندی کے شبہ سے ڈکھاتے ہیں اور ان کو اپنے تین چار گنہگار کے نشان بیان  
کو غلبی قابو میں آجی۔ گفتگو کے بعد رعب اور تعجب زدہ حالتیں منتشر کرتے ہیں  
ذکی اور فہیم ہونے کے علاوہ امیر صاحب بہت عالم و فاضل ظاہر ہوتے ہیں۔ ان کا  
حافظہ نفع انسانی سے بلا واسطہ ہوا ہے کیونکہ مفید و قابل تقریر باتوں کو سطر کا حوالہ دیتے ہیں اور  
انہیں پڑھا یا سنا ہو سیر آٹھ چھٹے کہیں کہیں دوسروں کو دینا یا نبی کو نوح کرنا یا مٹے مٹھلا



گذشتہ پہنچ میں انہوں نے تاریخ فرانس سے ایک ایسے امر کا حوالہ دیا تھا۔ کہ جو کو واقعہ ہجرت ۲۰ سال گزرے ہیں۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے جنگ نام اور یونان کے واقعات کو نہایت ضیاط سے معلوم کیا ہے۔

[سکندر اعظم کا وارث]

مجھے ساتھ گفتگو کرنے میں بہت دلچسپی پائی جاتی ہے بشرطیکہ گفتگو کرنے والا فاطمی یا پشتو زبان سے واقف ہو۔ وہ انگریزی نہیں بولتے اور ترجمان کی وساطت سے ہنکے ساتھ گفتگو کرنا کماحقہ لطف نہیں دیتا۔ وہ اپنے آپ کو سکندر اعظم کے ساتھ ملایا والا سلسلہ خیال کرتے ہیں اور انکی داستان میں باقی سلسلے جو اس نامور بادشاہ کے ساتھ ملتے ہیں۔ رنگ آلودہ اور مٹے گلے تھے۔

امیر صاحب کی عادات بالکل باقاعدہ ہیں اور مشرقی بادشاہوں کی بڑی تقلید کی طرح زودہ پر خوار اور نہ کثرت سے شراب پینے والے ہیں۔ اور افیون کی عادت سے بھی انکو سخت نفرت ہے۔ اسکا استعمال بھی صرف اس وقت کرتے ہیں جبکہ انکو پڑانا عارضہ نقصان انگیز سمجھتے ہیں۔

[بعض امور جن میں رگڑ اور شبہ پیدا ہوتا ہے]

برٹش گورنمنٹ کے ساتھ برتاؤ کرنے کے بعض پہلوؤں میں امیر صاحب نے صرف تحالف ہی ظاہر نہیں کیا۔ بلکہ اپنے فائزہ پر اندھا دہندہ تھے رہے۔ خود مختار وزیرستان میں انکی مداخلت باجوہ میں اسی قسم کے گاس پر ناجائز قبضہ جہندیوں اور دوسری اقوام پر فضیلت حاصل کر نیکیے لئے جدوجہد اور برٹش گورنمنٹ کے ساتھ بالکل صاف باہمی قرار دادوں کی خلاف ورزی تھی تو قافلاً بہت تکلیف دہی ہے اور اقرار کر کے بعد افغانستان و وزیرستان کی سرحد کے فیصلہ کے واسطے گفتگو بھیجنے سے انکار کرنے سے انکو فخر کا تمغہ حاصل ہوا۔ اس کے بعد وزیر یوں کے باغی ہونے نے ہزیمٹس کے

کسی طرح اسمیں انگشت کر نیکا بہاری شعبہ پیدا کیا۔ اور بالخصوص اس امر سے کہ  
امیر صاحب کے گزشتہ خطا خطیاء ملت والدین خیار کرنے پر ملا پاوندہ کے جوان  
پر حملہ کرنے اور زواں قزاقی کرنے میں بہاری سرغنہ تہا کابل میں شاک کے ساتھ  
آؤ بھگت ہوئی اور امیر صاحب بڑے شفقت اور خلوص سے اس سے پیش آئے۔  
یہ بہاری یاد رہے کہ اس وقت تک امیر صاحب اسکی جانی دشمن تھے۔ اور انہوں نے  
اسکا سر لانے والے کے واسطے ۱۰ ہزار روپیہ بیٹے کا وعدہ کیا تھا۔ بلاشبہ کل سرحد  
پر بالخصوص اس کے اس حتمہ پر جو کرم اور قندار کے مابین واقعہ ہے امیر صاحب کا عجیب  
ناقابل تصریح انداز رہا ہے جس سے انکی وفاداری ہندوستان اور انگلستان  
میں قدرتی طور پر چمکتی رہی ہے۔

[شاہزادہ کی سفارت]

اور ایک نظیر جس سے کہ دوستانہ خلق کے سوا کچھ اور ترشح ہو تیسے۔ وہ شاہزادہ  
عبداللہ خاں کا متکبرانہ اور آجڈ برتاؤ تھا۔ جو عرصہ وہ میں اسکا (انگلستان)  
میں آئی کوئی شخص چشم نیم واسے ہی معلوم کر سکتا تھا کہ یہ توجہ ان جکا بیابا نہ  
انداز اسقدر عنودا تھا کہ یہ بے شائبہ اسکی جلی عادت کا شتمہ بھی نہیں تھا۔ تھیک  
ان پر اتنے کے مطابق کارروائی کر رہا تھا جو اسکو اپنے والد بزرگ سی ملی تھیں۔  
ایسے دو بھائی کو بہاری کوئین امپرس کی نیاز کے واسطے۔ اور شاہی اور دیگر محلات  
مہذب سوسائٹی کے ساتھ شائے رگڑنے کے واسطے بیچنیافی نفعلے کے درجہ کے مہذب  
انگلستان کا مزیل حیثیت عرفی ہے۔ لیکن امیر صاحب کا جیساکہ ظاہر ہے اپنے بیٹے کو  
برادری سے پہلے ایسے غیر مہذب اخلاق کی تلقین دینا سراسر برائش قوم کی جرح  
کر رہا ہے۔ امیر صاحب اس بات کی کس طرح تو مع کر سکتے تھے کہ اس طرح کا انداز انکے  
شاہزادہ کی تازگ سفارت میں سینٹ جیمس کے دربار میں افغان سفیر کے گشت

ہر مہینہ کی منظوری حاصل کیے بغیر کامیاب ہو سکتا تھا۔ اس وجہ سے بالکل چلن و خانہ کی روانگی سے یکروایی تک اور اس عرصہ میں جبکہ وہ یورپ میں تھے کم از کم ان کے چند عشروں تک یاد رہے گا۔ بعض جگہ یہ سوال اٹھایا گیا ہے کہ وہ کیوں طنطنہ نہیں کیا۔ اسکا جواب یہ ہے کہ سلطان اعظم نے جو اپنے منہ میں زبان کے ساتھ امیر صاحب کا مسلمانوں کی بیعت کی لینا۔ اور ثبوت کے مارج کا دعویٰ کرنا چاہتے ہیں۔ اس سے کہ جسکو ”پرنس نغسہ“ کہتے ہیں ق ہونا گوارہ کیا۔

### آؤمیت کی نشاۃ

امیر صاحب کے مرنے کے طریق مختلف حکمت کے ہیں۔ بالکل لندن سے اس قدر دور کہ ہم سب کا حال نہیں سن سکتے۔ لیکن راقم کو یاد نہیں کہ آیا کچھ سال گزرے ہیں کہ ایک سیاح نے یا کہ سول و لٹری گزٹ کے پشاور سے آجمنٹ نے اس بارہ میں امیر صاحب کی ذاتی ایجاد کی تین مثالیں بتائی تھیں۔ ایک بوڑھے آدمی کی ڈاٹھی کے بال امیر صاحب کی سکھا شاہی کے خلاف عمل کرنے کے واسطے میر و بارہ پنجابی لٹی تھی اور ایک دوسرے کو جو ان باٹی تھا اسکے اپنے منور میں جلائی کا حکم دیا تھا۔ اور ایک تیسرا جس نے اپنے دوست کو بتایا تھا کہ روسی کا بل کی طرف پیش قدمی کر رہے ہیں ایک بلند کھنبے پر کہ جسکو اوپر سٹال ہانڈ ہوا تھا بٹھایا گیا۔ اور اسکو حکم دیا گیا کہ اونگٹے اور تھنبے کے بغیر ”روسی آرہے ہیں“ ”روسی آرہے ہیں!“ زور سے چلاتا رہے۔ اور جب ذرہ بھی ایسا کرنے میں غافل ہو بیچے سے سترے اسکو اپنی بندوبست کے سنگین کی نوک سے یاد دلائی۔

اب اس امر کی کافی شہادت موجود ہے کہ سرمدی فرقوں کے مکر برٹش گورنمنٹ کے مقابلہ پر علم بغاوت کھڑا کرنے میں امیر صاحب کے شامل ہونے کا شک نہ ہو سکتا۔ غلطی تھی۔ اسکا حکم ہو گیا ہے کہ نہ تو انہوں نے ان گمراہ فرقوں کو بے سر آندزم

آنے میں مدد دی۔ اور نہ انکو جوصلہ دیا یا۔ اور انکا ٹھیک طور پر اور وقار کے ساتھ اس امر سے صفائی کرنا حسب اس کے مابعد برتاؤ اور کاروائیوں میں ایکجا جاتا ہے تو یہی اصلیت میں کوئی شبہ نہیں رہتا۔ اور اس سے شک سے شکی مزاج والے کا بھی طینان ہو جاتا ہے۔ اگرچہ امیر صاحب کی رعایا کے بعض ممدو لوگوں کے فعال سے معنوی طور پر یہ ثابت ہوتا تھا کہ وہ غریبی شورش کے معاو لوں یا پسند کرنے والوں میں سے تھے تو ہم انکو گذشتہ معرکوں کے عجیب حالات سے اسکا ذمہ دار قرار نہیں دے سکتے تاہم اس امر کا علم کہ انگلستان اس قسم کی کسی بیوفائی کے واسطی انہیں منتخب کرنے کو تیار ہے۔ انکے اپنے آئندہ وعدہ سبق ہو سکتا ہے چنانچہ الہ آباد کے اخبار پانویز مطبوعہ مکتوبہ کا انتخاب اس بارہ میں وعدہ درس فرمایا ہے۔

دربار شریعت مقیم کابل کی طرف سے مزید خط و کتابت ظاہر کرتی ہے کہ امیر صاحب فرقوں کی بکار و دوائی کو جو انہوں نے بارش گورنمنٹ کے مقابلہ پر محاذ اندہ برتاؤ کو ان میں اختیار کی ہو مذکورہ قرار دینے میں استقلال سے تلے ہوئے ہیں۔ انکے ان احکام کے بعد جو گورنر جلال آباد کو ان تمام فرقوں کے سپریشنوں کو واپس کرنے کی نسبت دینے گئے تھے جو مدوٹن کی امید سے کابل آنا چاہیں۔ انکے ایک اعلامی سرائچی جایا کو جنگی کارروائیوں میں کوئی حصہ لینے کی ممانعت کی گئی تھی۔ اور انکے اہلکاروں کو ہت جوئی تھی کہ فرقوں کا جو جمع کہ مضطر قبہ میں جانے والا ہو اسکو منتشر کر دیں۔ ثابت کرتا ہے کہ انکا امیر صاحب اپنی پولیسی پر ثابت قدم ہیں۔ اور انکی طرف سے پہلو بردن قرین قیاس نہیں ہے۔ × × × خبر آئی ہے کہ ہنگامیں فریدیوں پر خصوصیت سخت ناراض ہیں۔ کیونکہ درہ خیبر کے بند کرنے سے انہوں نے تجارتی کارروائیوں کو ہی نہیں روک دیا۔ بلکہ ان اسلحہ اور ذخائر کا راستہ ہی سدود کر دیا ہے۔ جو یورپ سے لاکر لٹاؤ میں کہے گئے ہیں۔ یہ ریلوے سٹیشن پر پڑی ہیں۔ جہاں درہ خیبر کے

کہنے تک پڑے ہیں گے۔

امیر صاحب آفریدیوں کو انہی احقانہ پرتزیر اور شہادت امیر حرکت پر انکو سخت لعن طعن کر رہے ہیں اور علانیہ کہہ رہے ہیں کہ انہوں نے اس برکت گورنمنٹ کے مقابلہ پر علم بغاوت بلند کیا ہے جو ہمیشہ ان کے ساتھ بہت عرصہ تک کرتی رہی ہے۔ انہوں نے جہان کے معاملہ میں ان فرقوں کے دعاوی نہایت زور سے روکیا ہے اور انکو صاف الفاظ میں کہا یا ہے کہ انکو بروقت جواب دیا جائے گا۔ جہاں دنیا اختیار نہیں ہے چنانچہ وہ اپنے لوگوں کے ناظم اعلان میں بدلاکتے ہیں کہ ان فسادوں کو کیوں تم جہاد یا غدا کہتے ہو؟ x x جہاد کی پہلی شہادت یہ ہے کہ بادشاہ اسلام (یعنی وہ خود) ان کے ساتھ ملکر کارروائی کرے۔ یہ بڑی تعجب کی بات ہے کہ ”بادشاہ کا تو انگریزوں کے ساتھ اتحاد اور موافقت ہو اور پھر یہی تم جہاد جہاد دیکھاؤ۔“ اس کے بعد وہ کہتے ہیں کہ فرقے آپس میں گفتگو کرتے ہوئے اس تمام شور میں کی وجہ حیرت اور سوات میں برلٹس قبضہ بتاتے ہیں۔ اس کے آگے امیر صاحب کہتے ہیں کہ ”میں تمکو بتاتا ہوں کہ حیرتال پر قبضہ کرنے سے برلٹس کا مدعا لوگوں سے کوئی تکرار وصول کرینکا نہیں ہے اور پھر باغی فرقوں کہتے ہیں کہ مجھے تمہارے معاملات سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ اور نہ تمہاری بات سے کوئی تعلق ہے۔ کیونکہ مجھے تمہیں مطلق اعتبار نہیں ہے تم کہی یہ خیال نہ کرو کہ میں امیر شیر علی کی طرح ایسا احمق ہو نہ گا کہ دوسروں کو تمہاری خاطر ناراض کر دے گا۔ تمہارا اصل مدعا یہ ہے کہ میں انگریزوں کے ساتھ بہت بڑے بڑوں اور اگر میں ایسی طاقت کو نہیں ہوں تو میں یقین کرتا ہوں کہ تم نہیں ہیں آگ لگا کر الگ ہو جائے۔ عمل کے دورے متاثر نہ کیجیو۔“

امیر صاحب کے ساتھ شہادت میں جنگ ہو رہا تھا۔

ایکے اعلان اسقدر بھاری ہیں کہ انکا اس مختصر مضمون میں ذکر کر کے گنجائش نہیں ہے۔ لیکن بہرہ بہت مختصر ہے کہ کاری کو غذا تہیں۔ اسقدر کھنا ضروری ہو کہ انہیں ایک خط جو جہاں کے خیال کو مذموم ظاہر کرتا ہے وہ ۱۳ اگست کا ہی یعنی اس ۴ روز پہلے کا جبکہ ایکے پاس گورنمنٹ ہند کی طرف سے ایکے اور انکی افواج اور انکے بلکانڈ۔ انچیف کے بغاوت میں شریک ہونے کی نسبت چٹھی پہنچی۔ ایکے علاؤن میر ایکے قابل تہیہ ہے۔ اور وہ یہ بھی کہ پاگل کے تمام علم سے وہ انخاص کرتے ہیں۔ فرقوں کی گذشتہ حالت کا مفصل تذکرہ کرنے اور یہ دکھانے کے بعد کہ انہوں نے کس طرح برٹش گورنمنٹ کی اطاعت قبول کی۔ اور انہیں قبول کر کے اقرار نامی لکھ دیئے۔ امیر صاحب کہتے ہیں کہ اب انہوں نے کسی وجہ کے بغیر اس فقیر کے کہنے پر جسکی ولایت کا حال بادشاہ اسلام کو بھی معلوم نہیں ہے۔ فساد دہلی کا پہلا رکھی ہے۔ اس پاگل ملا کا یہ حال ہے جسکی نسبت ہند اور انگلستان میں امیر صاحب سے ہر طرح سے اشتی اور بیماری حاصل کر کے یقین تھا۔ ہر مائنس نے ملاؤں کی حالت اور ایکے آدروں کی بے عدیل واقفیت سے خیال کیا ہو گا کہ برٹش سرحدی اہر بہت ہی کم مال اندیش ہیں کہ انہوں نے ایسی لاپرواہی سے اس فساد کو ابد لئے میں ہی کیوں نہ روکا۔ بہت چھوٹی جنگا سی اگر یہ پاؤں سے نہ بچھائی جائے تو بڑے بڑے شہروں کو جلا کر خاک کر دیتی ہے۔ یہی صورت اس موقع پر تھی۔ اگر ابد میں ہی پاگل ملا کو (جو لیسو دا می نہیں تھا جیسا کہ کہنے والوں نے اس پر دہیہ لگایا) قابو کرنے کی کوشش کیجاتی تو آتش فتنہ اسقدر بالاتر نہ ہوتی۔

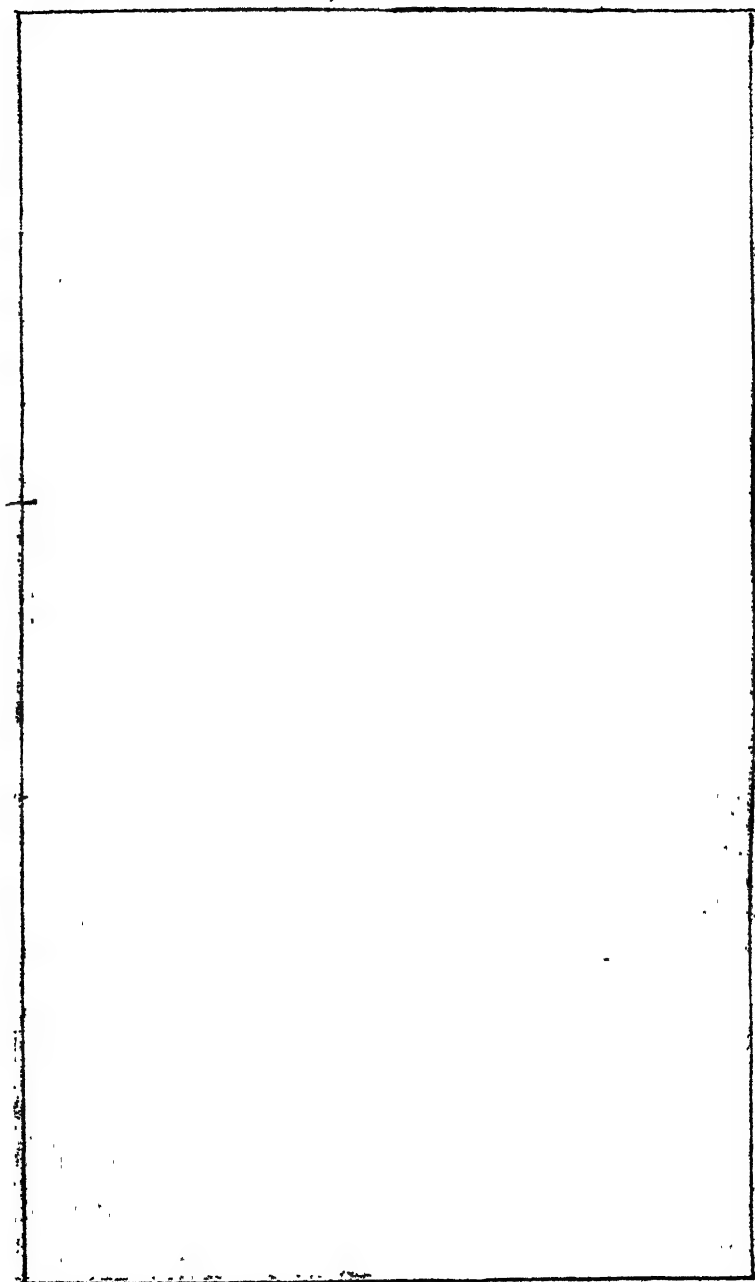
### [ خلاصہ ]

امیر صاحب کے چال چلن کا اختصار کے ساتھ اس امر کی نسبت کہ قائم کو چھل ہے کہ آیا اسکی کثیر تعداد اور بڑی قابلیتیں انکی عجیب اور جلی اندرونی

ستموں سے بڑھکر ہیں۔ لیکن ہم باطلش خیال کر سکتے ہیں کہ انکے نیچا اور خواص ان قابلیتوں کے ایسے متضاد ہیں کہ بعض انگریز جنکو وہ عمدہ سمجھتے ہیں۔ غالباً وہ خجہ و انکو نمبر خیال کرتے ہیں۔ اور انہیں سے بہت جو ظاہری تقیم ہیں اور ترقی دینے سے زیادہ تر متمدن ہوئی والی ہیں انکے زعم میں انکے چال چلن کا سنگار ہیں۔ تاہم جب کہی انکو کسی انگریز سے ملاقات کرینا اتفاق ہو تہ ہے۔ باوجود اپنی غیر معمولی اور حکمانہ غریب کئے پر اسے باشندہ ایتھنز کی طرح مانوس اور ضلیق ہو جاتے ہیں۔ راقم ذاتی طور پر اسکا ذمہ کر سکتا ہے کہ علاوہ اسکے ہر ڈینس ان سب سے بڑھکر مشرقی جہان انواز صاحبوں میں سے ہیں کہ جن سے اسکو ملنے کا فخر حاصل ہوا۔ اور جسکو وہ ایک نعمت پناہ مانگتے ہیں اس سے بڑھکر کوئی عمدہ بات نہیں ہے۔ لیکن افغان پہر ہی افغان ہیں۔ جنگی مزاج کے ذاتی خاصوں کو بدلنے کے واسطے صدیاں بکا رہیں۔ امیر صاحب کا ایک سب سے اعلیٰ وصف نظر انداز نہیں ہونا چاہیے یعنی کہ وہ اعلیٰ درجہ کے محب وطن ہیں اور انہوں نے جو کچھ کیا ہے خواہ وہ ہمارے نظروں میں کیسا برا معلوم ہوا ہو لیکن اسے انکو ہمیشہ اپنے کار اور رعایا کی پہنچی مرکز خاطر رہی ہے۔

بحیثیت مجموعی اس میں انگلستان کی سرسر نایہ ہے کہ بدست تک اس کے جدا نہوں اور ہم اس کی ٹیکل کو اس دعا پر مستم کرتے ہیں۔ انکی عمر و راز اور قبائل زیادہ ہو۔ جس میں ہر ڈینس امیر عبدالرحمن خاں کے سی۔ ایس۔ آئی کی اصلی معلومات نجات اور تزیار حشمت ہو۔

PMN





# ضمیمہ دوم

## ہندوستان پر روس کا حملہ

[رسالہ ٹائمز سنچری سے ترجمہ کیا گیا]

مندرجہ ذیل آرٹیکل ایک روسی افسر نے اپنی گورنمنٹ کی آگاہی کے واسطے تحریر کیا ہے۔ اسکے لکھنے سے رافضی کی یہ غرض ہے کہ وہ عظیم الشان جنگی مسئلہ جو ایک دن انگلستان اور روس کے حل کرتا پڑے گا۔ اس میں گورنمنٹ روس کو زیادہ آزادی سے کارروائی کرے گا سو فائدہ ہے۔

جو معلومات سینٹ پیٹرز برگ کے وزیر جنگ کے حاصل ہیں افسر مذکور ایسے خیر معلوم ہوتا ہے۔ علاوہ بریں اس نے کئی انگریزی سپاہوں کے سفر نامے اور کتابیں بھی لے کر ہیں جو اس مضمون پر لکھی گئی ہیں۔ (راڈیٹر انیسویں صدی)

میں نے بڑی تیزی سے اس مضمون پر قلم اٹھایا ہے کیونکہ ہمیں ذرا بھی شک نہیں کہ بہ نسبت سپہ سالار اعظم سکویلاف کے یہ کام میں سے لاکھ ہزاروں گنا آسان ہے جب میں اس بارہ میں شہنشاہ پال و شہنشاہ نیپولین کی معلومات پر نظر ڈالتا ہوں تو ان کے مقابلہ میں اپنی وقفیت کا میدان نہایت وسیع و عریض دکھائی دیتا ہے ہندوستان پر حملہ کرنے کی دو صورتیں ہیں۔ ایک تو ساحل بحیرہ کا پیسے لشکر کشی کی جائے۔ لیکن اپنی موجودہ ایشیائی سرحد سے ہندوستان پر چڑھائی کرنا پہلے سے بالکل مختلف اور نہایت ہی سہل صورت ہے۔ علاوہ اسکے اس وقت خیر کاغذ میں

لکھو ویس۔ کوراپکن اور سکویاف کے خیالات اور تجاویز میرے دماغ میں گونج رہی ہیں۔ بہت سی دیگر کتابیں جو فوجی افسروں یا پرائیویٹ اشخاص نے لکھی ہیں میری نظر سے گذری ہیں۔ بالخصوص سرجاج کرزن کی جدید تصنیفات سے مجھ بہت بڑی مدد ملی ہے۔

یہ عظیم الشان جنگ شاید کہ سب سے عظیم ہو گا جو دنیا کی قسمت میں کھینا لکھا ہے۔ ایم ای ٹیٹ کورٹ کی رائے میں دنیا کی تاریخ پر اس سے ایسا اثر پڑے گا کہ جس کی مثال تاریخ معلوم کرنا ناممکن ہے۔ اور توقع کی جاتی ہے کہ یہ خصوصیت کے ساتھ ایسی پولیٹیکل سائنس سے پڑ ہو گا کہ جو ایک حد تک اس مسئلہ کے صاف فوجی محنوں کو خیار آلود کر دیگا۔ اگر ہم انہی طرف دیکھیں اور تہوڑی دیر کے لئے کسی یورپین پیچیدگی یا اتحاد کا ذکر نظر انداز کر کے صرف اس مسئلہ کے ایشیائی پہلو پر بحث کریں۔ تو روس کے بیڑہم اور تہایت ضروری پولیٹیکل مقصد ایران کی سلطنت ہی کیونکہ شاہ کا ملک کسی فوج کی آمد و رفت کے تمام راستہ میں پہلو میں واقع ہے۔ فوجی طاقت کے لحاظ سے اگرچہ ایران کی طرف سے چنداں اندیشہ نہیں ہو سکتا۔ لیکن ساتھ ہی ہرگز یہ فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ بہت سا اعلیٰ درجہ کا سامان حرب (یعنی لڑنے کے قابل آدمی) ایران بالخصوص صوبہ خراسان میں موجود ہے۔ اگر عہدہ سلوک کے ساتھ انگریزی افسر ہی انکو مل گئے۔ تو پھر ایران روس کی ایک نہایت خوفناک دشمن ثابت ہو گا۔ اگرچہ یہ جنگ لوگوں کی بہت سی رائے ہے کہ شاہ ایران روس کی ناراضی کے خیال سے علانیہ اس کے دشمنوں کے ساتھ شامل نہیں ہو گا۔ بلکہ وہ اس امر کو گوارا نہیں کرے گا کہ انگریز اس کی بے دروغایت پالیسی کو توڑنے کا خیال تک بھی دلیس لاویں۔ اس لئے وہ درپردہ ہی انگریزوں سے سازش نہیں کر سکتا۔ شاید یہ معاملات کی ایسی ہی صورت ہو جیسا کہ اہل الرائے تصور کرتے ہیں۔ تاہم ایران کی مخالفت کا خیال

دل سے محو کرنا شایان دانشمن ہی نہیں ہے۔ بطور ایک دفعہ ست کر ایران ہمارے لیے ایک نہایت گراں قدر بیج میں حاصل سلطنت ہوگا۔ اور ہمارے صرف ایک طرف سے ننگے دستہ کا بلحاظ جغرافیہ کہ کسی قسم کی سعی سے محافظ ثابت ہوگا۔ ایران کے بعد افغانستان کی پورے کل رویہ پر غور کرنا ہمارے لیے نہایت ضروری ہے۔ ایک ایسے ملک میں لڑائی کے واقعہ ہونے سے کہ جہان کی دہائیں ہمارے مخالف ہی ہوں بلکہ ہمارے خون کی بربادی ہوں جو مشکلات اور پیچیدگیاں پیش آسکتے ہیں وہ مخفی نہیں ہیں۔ اور انہیں غالباً آشکار ہے۔ برٹش گورنمنٹ اور افغانستان میں باہمی رابطہ و اتحاد قائم رکھنے کے متعلق جو عہد چاہاں ہوئے ہیں اگرچہ میں ان کی مضبوطی کا قائل نہیں ہوں لیکن بہرہی میں مناسب سمجھتا ہوں کہ لڑائی شروع ہونے سے پہلے اگر ممکن ہو تو اس ظاہری دوستی کا خاتمہ کیا جائے۔ بہر کیف پوری کوشش کرنی چاہیے۔ کہ افغانستان کے زراعت اور دغا باز لوگوں کی دوستی کا نسخہ جنگ سے پہلے بدل دیا جائے۔ بعض لوگ اگرچہ ایک سکار دوست کے مقابلہ میں ایک علانیہ دشمن کو بہتر سمجھتے ہیں۔ جہاں تک یہ مسئلہ افغانوں کو فوجی ملازمت دینے کے متعلق ہے۔ میں بھی اندیشہ کی کوئی وجہ نہیں دیکھتا۔ اور ان کے اتفاق رائے ظاہر کرتا ہوں لیکن سامان سرفراہم کرینیکے معاملہ میں کسی ملک کے فرمانروا اور رعایا کا برائے نام ہی ہماری دوستی کا دم بہرنا فائدہ سے خالی نہیں ہے۔

افغانستان سے آگے بڑھ کر جن لوگوں سے ہمیں سابقہ پڑے گا۔ ان کو اندر نہ سہرہ دی اقوام کہتے ہیں۔ یہ چھوٹی چھوٹی ریاستیں پہاڑی اضلاع میں ہندوستان اور افغانستان کے مابین واقع ہیں۔ اگر ہم افغانی سرحد کو عبور کر کے ان پہاڑی اقوام کے علاقہ تک پہنچ گئے۔ تو یہ ریاستیں ہمارے لیے ایک ہم مسئلہ پیدا کریں گی۔ گو ان جنگجو لوگوں میں کسی قسم کا فوجی انتظام نہیں پایا جاتا۔ اور اسلحہ بھی یہہ درست نہیں رکھتے۔ لیکن بہرہی وہ بہت سے جنگی اوصاف سے متصف ہیں۔ اور جا بجا

چھوٹی چھوٹی لٹرائیاں لٹرنے کے فن میں بد طولی رکھتے ہیں۔ اگر ہم ان اقوام کو دوست بنالیں تو نہ صرف ہماری راہ سے ایک سنگ گراں دور ہو جائیگا کہ چونکہ ہندوستان کا ہر ایک درہ انہیں قزاقوں کے ہاتھ میں ہے) بلکہ ہم ان شورہ پشتوں کی ایک بہت بڑی جماعت کو اپنے دشمنوں پر کھلی چوڑ دینے کے قابل ہو گئے۔

انگلستان کے واسطوں اپنی رائے میں سب سے ضروری پولیٹیکل امر افغانستان کا دوست بنائے رکھنا ہے۔ کیونکہ اسی مسئلہ سے ایک دوسرا ایسا ہی اہم معاملہ وابستہ ہے اور وہ ہندوستان کے وادیانِ ریاست اور رعایا کی ہمدردی کا رخ ہے۔ انگلستان نے جو افغانستان کے ساتھ تہ فہنبو اور ٹیفنسو معاہدہ کیا ہوا ہے اس سے صرف یہی فائدہ اُسکو حاصل نہیں ہے کہ روس افغانستان سے دوستی کا عہد و پیمان کر سکے۔ بلکہ اس کے علاوہ انگریزوں کو نہایت عمدہ بہانہ ملتا ہے کہ اس معاہدہ کی سلطنت کو محفوظ رکھنے کے بہانہ سے وہ میدانِ جنگ کو ہندوستان کی سرحد سے دور رکھ سکتے ہیں۔ میں بہانہ کا لفظ اس واسطے استعمال کرتا ہوں کہ روس اس وقت ایسی سترس رکھتا ہے کہ یہ بات بالکل انگلستان کی طاقت سے خارج ہے کہ براہِ راست یا غالباً بالواسطہ افغانستان کے نصف ملک کو محفوظ اور دھانگی حکومت کو قائم رکھ سکے۔ میدانِ جنگ کو افغانوں کی سر زمین پر بدل دینے سے اہل ہندوستان نہ صرف اپنی سر زمین میں جنگ کے خطرات سے ہی محفوظ رہیں گے۔ بلکہ چپ چلایا ایک بہت بڑی مقدارِ خونخوارکِ آتش گیر مادہ کی جس سے کہ مراد ویسی ریاستوں کی باقاعدہ فوجوں سے ہے کافی دور فاصلہ پر پہنچ سکیں گے۔

امیر لندن اور ایرانی مسئلہ انگلستان کے واسطوں استعدی علیٰ غرض طلب نہیں ہے جس قدر کہ روس کیلئے ہے گو یہ ممکن ہے کہ آئندہ کے عظیم ایشیائی اور طویل معرکہ جنگ کی قسمت میں سر زمین ایران پر طے ہونا ہی لکھا ہوا ہو۔ اور شاید

کی لڑائی دنیا کی ایک مشہور فیصلہ کن جنگ ثابت ہو۔

انگریزوں کے لینے ایک اور پیچیدہ معاملہ سرحدی اقوام کی مشترکہ وستی کا ہے جو سلطنت ہند یا افغانستان کی مطیع تصور کیجاتی ہیں۔ شمال میں جہڑال سے لیکر سوات اور بنیر سے گذر کر آفریدیوں اور وزیریوں کے مسکن کی نسبت کچھ کہنا ایک مشہور قہقہہ کا بار بار دوہراتا ہے۔ یہ فسانہ بدعہدی۔ میرحمی۔ دغا بازی و حیانہ مغربی غصیب اور علانیہ مخالفت کی حالات سے لبریزی۔ انہیں سے کسی ایک قوم کی دوستی بد ایک روز کے لیے بھی اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔

یہ فیصلہ ایک اہم مسئلہ آخر میں ذکر کرنے کے لیے چھوڑ دیا تھا جو انگریزی فوج کی دفا داری کے متعلق ہے۔ ہندوستان کی محافظ فوج میں دو تھامی ایسے سپاہی شریک ہیں۔ میں اس مسئلہ کی اچھی طرح جہان بین کر سیکے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ سکھوں اور گورکھیوں کے سوائے دیگر ہندوستانی قومیں ایسی ہوشیاری سے مختلف جموں میں بہر فی لگیں ہیں کہ وہ کسی طرح خود بخود انگریزی تاج سے بغاوت نہیں کر سکتیں۔ میں سکھوں کو اور سب سے زیادہ گورکھیوں کی دفا داری کی شک و شبہ سے پاک و صاف سمجھتا ہوں۔ لیکن پٹھان اور پنجابی مسلمان برٹش گورنمنٹ کی نمکحالی میں چند ان ثابت قدم نہیں ہیں۔ ندرتاً انکی طبیعتیں ایسی ہیں کہ طرح واقع ہوئی ہیں اور انکے سینوں میں آگ بہری ہوئی ہے۔ چونکہ یہ نرسا شاہ ہیں۔ اسلئے انکو شکست دینا چند ان مشکل نہیں ہے۔ غرض کہ خود غرضی کا انداز سخن نقص ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ انگریزوں کی قسمت میں فتح دی لگتی ہے۔ ہندوستان کے ہر باشندہ سے انہیں مدد پہنچ سکتی ہے۔ اگر شکست کی صورت میں انگریز آبادی کا وہ حصہ جو انگریزوں کی قسمت کے تارہ کے کسی نہ ڈوبنے کا قائل نہیں ہے۔ اپنے نئے آقاؤں اور فلاح قوم سے رابطہ و اتحاد قائم کرنے میں مستحیل ہوگا۔ جو

برطانی شان و شوکت سے دور دراز شمالی ملک سے آرہے ہونگے۔

یورپ کے رخ کی نسبت بحث کر نیسے میں پہر گزرتا ہوں کچھ تو انگریزی خیالات کی بنا پر میدان کارزار کے موقعہ کے بدل جانے کے متعلق مجھے شبہ ہے۔ اور کچھ اس وجہ سے کہ انگلستان کے پولیٹیکل گروہوں کے مختلف بیانات کے باعث سی گورنمنٹ مذکورہ کے ارادوں کا کچھ پتہ نہیں ملتا۔

اسکے بعد بھوہندوستان کی دوسرے حصوں کے مواقع کو دیکھنا چاہیے نقشہ متعلقہ سے معلوم ہوگا کہ روس کی سرحد آج کہاں تک پہنچ گئی ہے گلگت اور تریپٹا گریجا اور روسی سرحدیں (۱۲۰) میل کا فاصلہ ہے۔ یہ سرحد ہندوستان کے نہایت قریب ہے۔ دوسری سرحد کا فاصلہ کوئٹہ تک (۵۵۰) میل ہے۔

باوی النظر میں اس نقشہ سے یہ معلوم ہوگا کہ اس وسیع سرحد کا ایک انجانا انگریزی سرحد گلگت کے نہایت قریب ہے جبکہ دفعتاً حملہ ہو سکتا ہے۔ اور دوسری سرحد دور دراز فاصلہ پر ہے جو چند اں کا رآمد نہیں۔ لیکن دراصل یہ خیال درست نہیں ہے۔ سرحد گلگت چند سرحدوں پر پھاڑوں اور دنیا کی بلند ترین دشوار گزار گڑھوں کے محفوظ ہے بخلاف اسکے دوسری سرحد یعنی ہرات سے کوئٹہ تک ایک شخص کا ٹری میں بیٹھ کر تمام راہ طے کر سکتا ہے۔ بلکہ محاصرہ کا ایک بہاری تو پٹانہ ہی اس سے بھیجا جاسکتا ہے۔ ہندوستان دفعتاً حملہ کے صدر سے محفوظ ہے۔ کیونکہ اس کی سرحد کا فی طور سے مضبوط اور مستحکم ہے۔ روس اور انگلستان کی سرحد کے مابین افغانستان اور نیم خود مختار اقوام کی ریاستیں واقع ہیں۔ انگریز ان درمیانی ممالک کو بطور رسد کے خیال کرتے ہیں جو سرحد ہند سے دوسری سرحد کے جلوں کو روک دینگے۔ فی الواقعہ اس ملک کو سرحدی ڈیفنس کا پتہ خیال کیا گیا ہے جو مضبوطی کے لحاظ سے ایک قلعہ کے پستے سے کچھ کم نہیں ہے۔ عملی و شجاعیوں کے علاوہ

اسیں قدرتی رکاوٹیں بھی موجود ہیں۔ روس کو اُمید ہے کہ وہ سدرہ قوموں کو با تو اپنے ہر اول میں تبدیل کر دیگا۔ یا کم سے کم اپنے ہمراہ لیکر آگے بڑھیں گے۔ یہاں ہمیں ایک اور پیچیدگی کا حل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے جو یورپ کے مابین جنگ کے خیالات سے کی قدر مختلف ہے یعنی اگر روس اور جرمن میں جنگ شروع ہو جائے تو چونکہ دونوں کی سرحدیں باہم ملی ہوئی ہیں۔ اسلئے میدان جنگ کا موقع اس سلطنت کے قلمرو میں کھینچے گا جسکی فوجی حس و حرکت کی سستی دشمن کو آغا رخا کا موقع دیگی۔ دوسرے الفاظ میں جنگی جنگی تیاریاں جلد درجہ تکمیل کو پہنچیں گی وہی حملہ آور ہو گا۔ اب ایک اور پہلو سے دیکھیے اگر روس اور فرانس میں لڑائی ہو تو چونکہ ان دونوں سلطنتوں کے مابین جرمنی اور آسٹریا کی سلطنتیں واقع ہیں اسلئے روس یا فرانس کو حملہ آور ہونے کے واسطے پوری رستہ اختیار کرنا پڑے گا۔ جیسا کہ فرانس نے کریمیا کی لڑائی میں کیا تھا۔

باوی نظر میں ایشیا کی حالت کو خرا ذکر (فرانس و روس کے مثال) سے مطابق معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ روسی اور انگریزی سرحد کے مابین افغانستان اور دیگر چھوٹی چھوٹی ریاستیں واقع ہیں۔ لیکن یورپ ایشیا میں بہت بڑا فرق ہے۔ کیونکہ کسی سلطنت کا اتنا بڑا جنگ میں ثالث یعنی فریقین جنگ سے بے سود عاریت اور بے لوث ہٹنا اس صورت میں ممکن ہے جبکہ وہ کافی طاقتور ہو۔ یا اسکے ملک کی طبعی صورت ایسی شاق ہوئی ہو کہ وہ ایک یا دو نو جنگ نماؤں پر اثر ڈال سکے۔ مثلاً اگر ایران ایک طے درجہ کی جنگی سلطنت ہوتی۔ تو جنگ ایشیا میں اسکا بڑا اثر پڑتا جیسا کہ ششہ میں جنگ سے روس و جرمنی اسٹریٹ کو وقعت حاصل تھی مگر ایران اور افغانستان کی سلطنتیں طاقتور نہیں ہیں۔ اسلئے ہم انکو اصل معنوں میں ثالث سلطنتیں نہیں کہہ سکتے۔ روس اور انگریز جب چاہیں انکو فتح کر سکتے ہیں۔

بنائے ہیں افغانستان ایک درمیانی ملک ہونیکے بجائے سلطنتِ ایشیا کی فیصلہ کن نوبت  
 لڑائی کا میدان ہو گا۔ انگریز افغانستان کو اپنی سرحد کے آگے بمنزلہ سرحد کے خیال  
 کرتے ہیں۔ لیکن میں اس امر میں انکے ساتھ متفق نہیں ہوں۔ اگرچہ انگریز بظاہر  
 دوستانہ اوضاع رکھنے کے واسطے بہت سارے پیمانے افغانستان کو دیتے ہیں۔ مگر اصل  
 افغانستان ہمیشہ انگریزوں سے نفرت کرتے رہتے ہیں۔ قبل اسکے کہ انگلستان جبرِ مزید  
 ہم افغانستان کے بہت بڑے حصہ پر قبضہ کر لینگے۔ انگریز اس وقت افغانستان اس  
 حصہ ملک کے چھڑانے میں مدد دینے کا بہت سا وعدہ کرینگے۔ لیکن ہم اسکے مقابلے  
 صرف انکے فتح کیا ہوا ملک ہی انہیں پیش نہیں کرینگے بلکہ پشاور کے وادی اور  
 مزید ہمالیہ کی پانی سرحد تک کا ملک انہیں عطا کر نیکا وعدہ کرینگے۔ علاوہ بریں  
 انکو ہندوستان کی قیمتی لوٹ میں شمولیت کا طمع بھی دلائنگی۔ ان قبائلیہ قیمتی عطیات  
 کا انپر کیا اثر ہو گا؟ بعض شاید کہیں گے کہ افغان انگریزوں کی گذشتہ عنایتوں  
 کے صلہ میں انکے ساتھ رہنا زیادہ پسند کرینگے۔ لیکن یہہ قیاس صحیح نہیں ہے دنیا  
 میں بالعموم ایشیائیں بالخصوص کونسی ایسی قوم ہے جو اپنے فواید کی پرواہ نہیں  
 کرتی۔ اور کچھلے جہانات کو اپنے ہمیشہ گرویدہ رہی ہے۔

افغانستان کی سپاہ کے حالات کا یہاں قلمبند کرنا غیر موزون نہ ہو گا۔ کیونکہ  
 یا تو انگریز ہی سرحد کے حق میں بطور ایک مضبوط سد کے ثابت ہوگی یا خوشی سے  
 لشکرِ روس کا ہر اہل بننا منظور کر لگی۔

افغانستان کا دعویٰ ہے کہ اس وقت اسکے پاس ۳۶۸۰۰ باقاعدہ سوار اور  
 پیادوں کے علاوہ ۱۸۶ توپیں مختلف کیلیبر کی ہیں۔ یہ سپاہ مارٹینی ہنری شاؤنڈر  
 اور انفیلڈ رائفلوں سے مسلح ہے۔ انکے واسطے گولہ بارود اگرچہ کابل میں ہی بننا  
 لیکن اسکا بہت سا ذخیرہ بلش گورنمنٹ نے وقتاً فوقتاً کابل کو دیا ہے جو اسلحہ



انگریزوں نے تحفہ امیر کو دیئے ہیں۔ یا خود امیر نے یورپ سے خریدے ہیں۔ انکی تفصیل یہ ہے۔ یورپ کی ساخت کی بہاری بہاری توہیں ۶۰-۷۰ (۸۰۳۱۷) ریفلیش توہیں جنہیں سے اکثر سناٹا اور مارٹنی ہیری قسم کی ہیں۔ اور صرف چند ایک بڑے ہیں۔ ایسے ایک گولی بارود کے (۳۰۰۰۰۰۰) دوکر وٹ اور توپ کو گولہ بارود کی ۳۰۰۰۰۰ ماروٹڈ ہیں۔

بقاعدہ سپاہ کی تعداد ۲۳ ہزار ہے۔ پہلے آبا و اجداد کی قیمت کی بڑے فیشن کی لمبی نالی کی تہر کلا اور دوسری بہت سی بند و فوں۔ تلواروں اور بہاری چہروں سے مسلح ہیں۔ انہیں ۸۵ ہزار سوار ہیں جو مختلف قسم کے گھوڑے اور ٹیٹو رکھتے ہیں۔ اور ایک سو تتر گروہ غارت گرد کا نظر آتے ہیں۔

ایشیائے دو نو جنگ آزادی اس ملک میں ہیں کہ کوئی ایسا مقام قبضہ میں آجائے جو جنگی یا پولیٹیکل پہلو سے نہ کہ رزم کی کبھی ہو۔ لیکن ایسی حالت میں فوج کو یہ طور انخاستان کی باقاعدہ یا بقاعدہ سپاہ سے قطع نظر کرنا دشمن کی بعید ہوگا۔

مجھے سمجھ بہت کم شک ہے کہ روسی لشکر پہلے ہرات بلخ اور فیض آباد کی طرف حرکت کرے گا۔ اور اس کے میں جنرل کو بلا ہنگن میری تائید کرتا ہے۔ ہمیں بچنا چاہیے کہ روسی سپاہ کتنے دنوں میں ہرات کو جمعیت سے اس کام کو انجام دینے کے قابل ہوگی بلاشبہ ہرات اس لائن پر کیا پولیٹیکل دور کیا جنگی اور کیا خیالی حیثیت سے نہایت ضروری مقام ہے۔ اگرچہ بہت کم فوجی کام ایک ہی وقت میں روانہ ہوں گے۔ لیکن ہر کیف ہرات کے کام کی طرف خاص توجہ مبذول رہیگی۔

رویں ۲۰۔ ریفلیش پلٹن ہیں۔ چار عاشق آباد میں اور سرخ اور بے باقی میں دو (میزان) ۶۰۰۰ سپاہ۔ عاشق آباد میں کسٹس اور کسٹس کی بھی ایک ایک جھٹ پھر اور سرحد پر چند چھوٹے چھوٹے دستے ترکمان سوار بھی ہیں۔

ایک کوہی توپخانہ عاشق آباد میں۔ ایک میدانی توپخانہ مرو میں اور ایک کاسک اسپر توپخانہ کاکہ میں ہے کل التواپکی تعداد ۳۰۰ ہے۔ یورپین اقوام کے خلاف روس کے اسپر توپخانہ کی ہر ایک باٹری میں توپیں ہیں۔ پس جس قدر فوج جمع ہو کر ہرات کو خطرہ میں ڈال سکتی ہے اسکی کل میٹران ۶۸۰ پیاوہ اور ۱۵۰ سوار ہے اور ۳ توپیں بھی اس میں شامل ہیں۔

قلعہ ہرات کی سپاہ کی تعداد ۶۰۰۰ پیاوہ اور ۱۲۰۰ سوار ہے۔ علاوہ بریں قلعہ میں ۲ توپیں ہیں۔ یہاں کی قلعہ بندی ایک انگریزی انجنیر کے نقشے اور ہدایت کے مطابق کی گئی ہے۔ بہاری توپوں میں سے چہرہ اٹھارہ پونڈر سموتہ پور و صاف چھپکے ہیں۔ ۱۰-۱۲ ٹن ہونٹنر۔ ۱۲-۱۴ پونڈ ہونٹنر ساخت کی ہیں۔ علاوہ بریں برٹش گورنمنٹ کی جانب سے چودہ ہزار سالمان جنگ کی پٹیاں موجود ہیں۔

نقشہ دیکھ کر جس چیز سے ناظرین کو حیرت ہوتی ہے۔ وہ ہرات کے دوسرے مقامات سے علیحدگی اور دوری ہے۔ بخلاف اسکے ٹیونس کاسین بلوے روسی جس حرکت کی سب سے بڑی معاون ہے۔ غالباً چند اعداد و سیرے اس بیان کو زیادہ واضح کر دیں گے۔

ہرات سے کابل تک جلاہ مولت یار۔ ۵۰ میل کا فاصلہ ہے۔ اس ٹرک کے بعض حصے ایسے ہیں جہاں سے توپخانہ نہیں گزر سکتا۔ ہرات سے قندھار تک ۳۹ میل اور کوئٹہ تک ۵۳ میل کی مسافت ہے۔ اگر بڑی تیزی رفتار سے بلا واسطہ پندرہ میل روز کے حساب سے کچھ کیا جائے تو ہم ۳ روز میں مکہ کابل سے ہرات پہنچ سکیں گے۔ کوئٹہ سے ۳۶ دنوں میں۔ اور یہ بہ ہی اس صورت میں کہ تمام فوج کابل یا کوئٹہ میں جمع ہو اور ایک منٹ کے نوٹس پر روانہ ہو جائے۔ اگر خود کابل حملہ کے خطرہ میں ہو تو فوج کو گٹے پہنچنے میں کم سے کم ۳۶ روز لگیں گے۔

آداب ہم دیکھیں کہ چارمی آنروے کا سپین کی فوجیں ان چپتیس دنوں میں  
کیا کچھ کر سکتی ہیں؟ پنچدہ اور ذوالفقار کی فوجی چوکیوں سے ہرات ۳۳ میل دور ہے۔  
مروے ۲۷ میل۔ مروے عاشق آباد تک بذریعہ ریل ۵۰ میل کا فاصلہ ہے۔  
سیٹشن روشق آن دونو مقامات کے وسط میں واقع ہے۔

ایشیائی اقوام سے سابقہ پڑنے کی صورت میں عاریت ہے کہ جس چیز میں بہ ہی  
تا ملیا تو قنفطر آوے اسکو ترک کر دینا چاہیے۔ اسلئے کما کے انتظار کے بغیر فوراً  
پیشقدمی مناسب ہوگی۔ دو پادہ رجنٹیں، اور مرو کی جینٹ سواران فوراً کوچ  
کر کے سر یازی کی جھٹ کو ہمراہ یکہ دسویں پنچدہ پہنچ کر سرحد کو عبور کر کے قابل  
ہو جائیگی علیٰ ہذا اقیاس عاشق آباد کی پلٹن سیٹشن درشق پر اسکر بکاہ سرخ  
بارہویں ہزار سرحد ذوالفقار پر وارد ہو جائیگی۔ (۲۸۸۰) پادہ سپاہ (۶۰۰) سوار  
اورہ تو میں پنچدہ سے براہ درہ بابا حرکت میں آئیں گی۔ ذوالفقار سے ۸۰۰۔  
پیدل سپاہ ایک ہزار سوار ترکمان ملیشیا کے اور ۲۲ توپیل لہرو پارس کے رستہ  
سے ذوالفقار کو شان گوریاں کی سڑک سے درہ فضل کے سیدھے رستہ سے پہنچ سکتی  
کریں گے۔ دشمن کی چوکیوں پر اس سپاہ کو جو فلیس دفعہ کرنا پڑیگا اسکو مجرا دیکر ۲۲ رز  
کے بعد ۷۸۰ پادہ فوج ۱۵۰۰ سوار اور ۲ توپیں داوی ہرات میں پہنچ جائیگی  
اس طرح سکو قلعہ ہرات کی سپاہ کو شکست دینے کے واسطی پورے ۴۸ روز بجا سکتے  
کیونکہ ۳۶ روز سے پہلے اہل قلعہ کے پاس ہرگز نمک نہیں پہنچ سکتی  
میں خیال کرتا ہوں کہ روسی بہادری کی خوشامد کر کے سوائے میں کہہ سکتا ہوں

۱۷ مروے پنچدہ تک ۳۳ میل کا فاصلہ ہے۔

۱۷ عاشق آباد سے دو خق تک بذریعہ ریل ۲۵ میل۔ دو خق سرخس تک ۵۰ میل شوق  
سے ذوالفقار تک ۱۷ میل۔ پنچدہ سے ہرات تک ۱۲۰ میل۔

کہ ۱۸۰۹ روسی فوج ۲۰۰۰۰ افغانی سپاہ کے واسطے کافی سے کہیں زیادہ ہے۔ خواہ  
موجودہ انداز تفصیل کے اندر ہی کیوں نہ لڑیں۔ اس بارہ میں انگریزی لڑائیوں کے  
نتائج میری تائید کرتے ہیں۔ کیونکہ جب کہی انہوں نے بہادری اور جرات سے  
افغانوں پر حملہ کر دیا ہے۔ افغان اپنے مضبوط سے مضبوط مورچوں کو یہی چہرہ کر  
بہاگ نکلے ہیں۔ شاید بعض کو یہ خیال گذرے کہ اس مشق میں جو سخت دشمن  
روسی فوج کو پیش آئیگی۔ یعنی انکو خفیف ظاہر کر کے کشش کی ہے۔ ایسے ہمیں  
کے مسئلہ کو اور بھی نظر غائر سے دیکھنا لازم ہے۔ ہرات کے متعلق اہل دس کے  
وامخوں میں انگریزی مصنفوں کے خیالات سی ہوئے ہیں۔

اگر ایرانی ایک مضبوط نیوٹرل (خالص) یا ایک معتدل طاقت کی ہمارے دوست  
سلطنت ہوتی۔ تو ہر ہرات کی حالت کے خاطر خواہ ہونے میں کچھ شک نہیں تھا۔  
دو شق سے سرخ۔ خود افکار اور وہاں سے ہرات تک کی یہی سڑک نہایت  
محدود حالت میں ہے۔ ہر دس ہرات تک کی یہی سڑک اس لئے کم خطر ناک ہے کہ  
وہ ایرانی سرحد سے دور دراز فاصلہ پر ہے۔ ہرات سے قندھار تک اس کی مشق  
کر نیوالی سپاہ کو ایک طویل راہ سے اور غالباً ایک تین ماہ کے گذرنا پڑے گا۔ وہ ہند  
پر انگریزی فوج کیل کانٹے سے لیس لڑائی کے لئے ہمدردیہ تیار ہوگی۔ یہاں کی فوج  
کو ہمارے لئے نہایت کار آمد ہوگی۔ مگر اس سے قندھار اور کوئٹہ میں لڑائی  
کے دونوں اور میدان نکل آئیں گے۔ شکست کی صورت میں ہمارے تمام لینڈ  
پر پانی پر جائیگا۔ جنگی پہلے سے کابل بلذت ہرات کے زیادہ وقعت رکھتا ہے۔  
پس بہر کیوں ہم کابل کو چھوڑ کر ہرات کی طرف رخ کریں؟ ہرات ایشیا کا ایک  
مشہور مقام ہے۔ امداد کے مفتوح ہر طائفے سے ہکو لڑائی سے بہت تقویت پہنچتی  
ہے۔ ہرات جنگی اصولوں کے مطابق خواہ چند اہل ضروری نہ ہو۔ مگر اس کے قبضہ میں

آئیے تمام ایشیا میں روس کی بہادری کی دھک بیٹھ جائیگی۔ لیکن شکست یافتہ کر کے واپس لینے کی صورت میں روس کی ناموری کو اس قدر نقصان پہنچا دیتا ہے۔ پاسہ پھینکا جا چکا ہے اور ہم ضرور ہرات کی طرف بڑھیں گے۔ اگر انگریزوں نے ہرات کے چڑھنے کی کوشش کی تو وہ اسمیں ایسی سرگرمی سے مصروف ہونگے جس سے ایشیا میں انکی طاقت کا اندازہ لگایا جاسکے۔ اگر انہوں نے ہرات کو اپنی قسمت کے حوالہ کر دیا۔ جو ایک محفوظ اور فوجی اصول کے مطابق ہوگا۔ تو انگریز اپنی سرحد ہند کے قریب گواسقہ رجوش سے نہیں مگر خوب جبکہ لڑائی کے مجبور خیال پیدا ہوتا ہے کہ غالباً انگریز ان دونوں امور کے بین بین میں رہنا پسند کریں گے یعنی چند انگریزی فسروں کو قلعہ ہرات کی فوج کی کمانڈ کے واسطے بھیج دیں گے۔ انگریزی فسروں کا ایک ایسا گروہ نہایت خیر ساری سے جبکہ راہ میں گھوڑے انکے سفر کے لئے تیار ہوں۔ اور ایک لمحہ ہی ضائع نہ کریں جو بجا باند سچا کر میل ہونڈانہ سفر کر کے کوئٹہ سے دس روز میں ہرات پہنچ سکیں گے۔

اس طرح انگریزی فسروں کو روسی لشکر کے پہنچنے سے بارہ روز پہلے قلعہ ہرات کو مضبوط و مستحکم کر دینا کی فرصت مل جائیگی۔ لیکن جب انگریزی فسر ہرات کے بچانے کے لئے پہنچیں گے تو اس وقت ہم کو بھی سمجھنا پڑے گا کہ روسی تیار یوں وہ بہت سے لشکر کے ساتھ پیش قدمی کرنے کی ضرورت ہوگی۔ لیکن مجھے اسمیں شک ہے کہ انگلش گورنمنٹ اپنے فسروں کو ہرات روانہ کرنے پر راضی ہوگی۔ کیونکہ وہ انگریزوں کا ڈیفنس کیسا ہی مضبوط کیوں نہ ہوتا ہم وہ جنگی ہولوں کے مطابق کبھی پانچویں میل آگے جا کر خطرہ میں مبتلا ہونا پسند نہ کریں گے۔ روسی لشکر کے قرب اور انگریزوں کی عدم غفلت کی وجہ سے ہرات بڑی آسانی سے ہمارے قبضہ میں آجائے گا۔

ہماری جنگی لائن پر ہرات کے بعد بلخ و فیض آباد ہیں بلخ کی طرف پشتقدی کرنے میں ہمیں بہت کم رکاوٹیں پیش آئیں گی۔ کسی قدر زیادہ فصاحت و بیان کرنے کے لیے ہمیں پہرے رکاوٹ سے مدد لینی چاہیے جو روسی سپاہ اس لائن پر بڑھنے کیلئے تیار ہے اسکی تفصیل یہ ہے (سمرقند و کاشغر گان) ۵ ہلٹن (کرکری) تین ہلٹن (چار جوئی) ایک ہلٹن علاوہ ہمیں انکی امداد کیلئے پیٹروالکندر و قلا میں بھی دو ہلٹن ہیں۔ سمرقند میں مزید ہر ایک جھبٹ کا سکوں کی دویمانی اور ایک پہاڑی توپخانے اور ایک کا سکوں کا ایسی توپخانے ہے۔ لوکل سپاہ کے چھوٹے چھوٹے دستے بھی مختلف مقامات میں ہیں۔ قصۂ مختصر ۸۶۴ پیادہ ۹۰۰ سوار ۳۸ توپیں چھ روز کے سفر کے بعد بلخ کے بالمقابل پہنچ سکتی ہیں۔

اب ہمیں میر کے مقابلہ کی طاقت کو کچھنا چاہیے۔ افغان کے صدر بزرگان میں بلخ جگہ دار خاندان ہے۔ ۶۸۰ باقاعدہ پیدل اور سوار اور ۳۰ توپیں ہیں بقاعدہ فوج میں دو ہزار سوار تین ہزار پانسو پیدل ہیں کل ۴ ہزار فوج بلخ ہمارے مقابلہ کے لیے آمادہ ہے کیونکہ بلخ یہاں سے ۳۳ میل کے فاصلہ پر ہے جہاں سے بہت جلد تک پہنچ سکتی ہے۔ غالباً قلعہ کابل میں دس ہزار باقاعدہ اور ساڑھے چار ہزار بقاعدہ سپاہ اور ۶۰ توپیں ہونگی۔ اس امر میں شک ہے کہ امیر اس فوج کو بلخ پہنچا پسند کریں گے یا نہیں۔ ظن غالب ہے کہ وہ پانچ ہزار فوج! میان کی حفاظت کے لیے بھیج دیں گے جو کابل کا درہ ہے۔ چونکہ دارالخلافہ کابل سازشوں کا گہرے بستے ہے میر اپنی کل یا فوج کا زیادہ حصہ کابل کے دروازوں سے باہر بھیجنا خلاف مصلحت تصور کریں گے۔

پس لڑائی کی یہ صورت ہوگی روسی سپاہ ساڑھے ۹ ہزار ۳۰۰ توپوں کے افغانی فوج بارہ ہزار ۳۰۰ ہیں شامل ہیں ۱۰۰ توپیں

اس جنگ کا نتیجہ شکل سے مثبت ہو سکتا ہے۔ اگر شکست سے محفوظ رہنے کی کوشش کی جائے تو اسمیں ذرا بھی دقت نہیں ہوگی کیونکہ اس لائن پر فوج کا پیش قدمی کرنا چند ضروری نہیں ہے بلکہ یہ طرف بڑھنے والی سپاہ کا کام انتظار کر سکتی ہے تیسرہ دفعہ ہرات کی خبر سننے کی بھی منتظر رہ سکتی ہے جس سے افغانوں کے جی چھوٹ جائیگے اور روسیوں کے حوصلے بڑھ کر ایک سے دو چند ہو جائیں گے۔

اب بدخشاں کے روسی دستہ کو لینا چاہیے جن کا منشا فیض آباد پر بڑھنا ہو گا چھتہ روسی فوج اس جنگ کے واسطے ہم پہنچ سکتی ہے وہ یہ ہے:- (۱) تاشقند، ۶ پلٹن مسدہ انجیر و کچی نصف پلٹن کے۔ (۲) کاسکوں کی ایک رجمنٹ۔ (۳) ایک میدانی توپ خانہ کل ۶۳۲ سپاہی۔ اور ۴ توپیں (۵) مارگیلان، ۱۶ پلٹنیں۔ (۶) ایک رجمنٹ کاسک۔ (۷) ایک میدانی اور ایک پھاڑی اسپر توپ خانہ کل ۴۴۹ سپاہی۔ اور ۱۴ توپیں (۸) انڈیمان، ۹۶۰ سپاہیوں کی ایک پلٹن (۹) کوکند، ۹۶۰ سپاہیوں کی پلٹن۔

اس سپاہ کو اس کا کوئی فوجی ضلع سے امداد مل سکتی ہے۔ جہاں سات پلٹنیں ۴ سواردیکی رجمنٹیں، پانچ توپ خانے اور ایک کپنی سفیرینا کی موجود ہے نیز سائبریا کی ۴ پلٹنیں۔ آئندہ کاسک رجمنٹیں بھی اس فوج کی پشت پر ہوں گی۔ اس طرح دس ہزار سپاہ فیض آباد کی جانب بڑھ سکیں گے۔ تھوڑے عرصہ کے بعد ایک چوٹا سا فوجی دستہ جو دو پلٹنوں، ایک پھاڑی توپ خانہ اور ایک کاسک سکورٹن پر مشتمل ہو گا پامیر سے حرکت میں آئے گا۔

تاشقند سے فیض آباد تک کا فاصلہ حب فیل ہے۔ تاشقند سے سمرقند ۴۰ میل۔ سمرقند سے جاکیلہ (دیائے آکس پر) ۴۰ میل۔ جاکیلہ سے فیض آباد ۹۰ میل۔ ۴۰ میل راہ طے کرنے کے واسطے ضروری دفعوں سمیت ۴۶ روز لگا تا رہ سکتا ہے۔ پڑیگا۔ بہر کیف ۵۲ روز سے پہلے ہم اس دستہ کو فیض آباد پہنچنے کی توقع نہیں

کر سکتے۔ دستہ مذکور کے مقابلہ میں اسیر کی فوج کا تخمینہ یہ ہے۔ باقاعدہ فوج پنجاب میں ۴ لاکھ ۲۰ سواروں کی رجٹیں تین توپ خانے۔ یا تقریباً ۳۲۰ سپاہی شمارہ تو ہیں۔ تیرہ سو بمقارہ فوج کل ۵۰۰ سپاہی۔ اور ۱۸ توپیں۔

یہ تمام دستے جو تین مقامات کو روانہ ہو گئے محفوظ سپاہ کے ہیں۔ کچھ علما سپاہ امداد بھیجی جاسکتی ہے۔ جس کا عقب میں ہونا ضروری ہے۔ ہزارت کالم کو رسد اور کسٹ تمام انحصار ٹرینیں کا سپین ریلوے پر ہے کالم بلخ کو دریا آکسس کے فلڈ ٹیل سے باہر اور ریلوے مذکور اعانت بلنگی۔ دستہ فیض آباد کو سامان رسد بخارا اور ترکستان سے اور فوجی کمک ضلع اسکا کے روانہ کیجائے گی۔

کوراپکن میں چالیس ہزار سپاہ مستعد جدال و قتال موجود ہے۔ اگر محفوظ لشکر بھی اس میں شامل کر دیا جائے تو یہ تعداد ۷۰۰۰۰ یعنی تقریباً دو لکھی ہو جاتی ہے۔ ”سکولاف کا جنگی تخمینہ اس سے بھی کم ہے۔ اس کے خیال میں گواٹھارہ ہزار سپاہ سے ہندوستان پر حملہ ممکن ہے لیکن خطرہ اسے خالی نہیں ہے۔ اسے پچاس ہزار فوج سے ہندوستان کی نہایت محفوظ اور قابل اطمینان قوم روٹھو سکتی ہے۔ لیکن اس وقت خود سکولاف تنہا بیس ہزار آدمیوں کے برابر تھا۔

بجلاف اسکے سرچارلس میکگرگور اور دیگر انگریزی مصنفوں کی رائے میں ہندوستان پر حملہ کر نیکیے لئے کم سے کم ایک لاکھ فوج کی ضرورت ہے۔ غالباً یہ آخری تخمینہ زیادہ محفوظ سمجھا جائیگا۔ اگرچہ یہ ہم توڑی سی فوج سے بھی شروع کیجاسکتی ہے۔ لیکن جیسا کہ ہمارے سکیم سے ظاہر معلوم ہو گا ہندوستان کا فتح کرنا ایک بڑا کام نہیں ہے۔

ہم یہاں آسانی کے واسطے روس کے تینوں کالموں کی منزل مقصود تاکہ پہنچنے کے دنوں کو مکرر قلمبند کرتے ہیں۔ ۱۸۰ سپاہی اور ۳۰ توپیں ۲۲ روز کے



سفر کے بعد ہرات پہنچے گی۔ ۹۵۰۰ سپاہی۔ ۳۸ توپیں ۲۵ دونوں کے بعد پلٹے۔ دس ہزار  
 سپاہ (اگر ضرورت ہو) اور ۱۶ توپیں ۵۲ روز سفر کر کے فیض آباد وار دہو گئے۔  
 انگریزوں کے ارادوں پر خود کرنے کے وقت پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا پولیسکل  
 یا جنگی مصالح کو علیحدہ علیحدہ اثر ڈالنے کی اجازت دیجائے گی۔ یا وہ دونوں سے  
 کام لینا پسند کیا جائیگا۔ ہرات سے قطع نظر اب میں کابل کی مثال پیش کرتا ہوں۔  
 کابل پشاور سے ۸۰ میل کی مسافت رکھتا ہے۔ فی الواقع یہ وہ ایک طویل  
 درہ ہے۔ جگہ آسٹریاں وحشی قومیں رہتی ہیں۔ جنگو دشمن بننے والے دیر نہیں لیتی  
 فوج کابل کو اس درہ کے ذریعہ سے ادا ویا رسید کا پوچھنا دریا کی طرح قریب جوار  
 کی قوموں کی بغاوت اور غارتگری کا پلٹکا لگا ہوا ہو نیز جبکہ روس بھی فیض آباد  
 و چترال میں پہنچے بہت مشکل نظر آتا ہے۔ انگلش بلال رائے کے خیالات کے  
 مطابق صرف بھی بات کابل کی تائید میں کہی جاسکتی ہے کہ اس کا قلعہ جنگی ۴۰ لوگوں  
 لحاظ سے نہایت مضبوط ہے۔ ذرا سی توجہ اور گردنوں کے پھاڑوں کی موہ بند ہی  
 اور قیس سے چالیس ہزار تک سپاہ کے تعینات کر دینے سے قلعہ کابل نا ممکن تہ تیغ ہو جائیگا  
 لیکن مجھے اس میں شک ہے اور آئندہ اعدا سے اسکی تائید بھی ہو سکتی ہے کہ باوجود  
 افغانوں کی اعانت کے اس قدر فوج کابل میں فراہم ہو سکتی ہے یا نہیں؟ بہرہ تو  
 خاص جنگی پہلو سے اعتراض وارد ہوتا ہے۔ اگر پولیسکل حیثیت سے دیکھا جائے۔ تو  
 بعض انگریزی مدبروں کے قول کے موافق انگلستان خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو افغان  
 کی حفاظت کا ذمہ دار ہے۔ اگر جنگ شروع ہونے کے وقت انگلستان کی عنان  
 حکومت ایسے ہی خیال کے مدبرین کے ہاتھوں ہو۔ اور انگلستان امیر کی حفاظت  
 کی نیت سے افغانستان کی انتہائی سرحد پر اپنی فوج لجاوے۔ تو اس صورت میں آخری  
 لڑائی کا نتیجہ دیر تک ختم نہیں ہو سکیگا جب تک انگلستان اس بات کو چاہے

نہیں سمجھ لیا کہ روس جب چاہے نصف افغانستان پر قبضہ کر سکتا ہے اور دوسرے  
امیر اور اسکی سرتاپا و غائبانہ کارہ رھا پا کو گناہ نہ کر لے اپنا کام نکال سکتا ہے۔  
تب تک اسے اپنے آپکو محفوظ تصور نہیں کرنا چاہیئے۔ انگلستان امیر کو کچھ سہارا  
دینے کے علاوہ اسکے خزانہ کو روپیہ سے مالا مال کر رہا ہے۔ اور اسکے سلو خانہ میں نفیلیر  
اور بندوقیں بھیج رہا ہے۔

انگریزوں کے کابل میں آنے پر اسکی سپاہ کا اندازہ کرنا ضروری ہے۔ روس کی  
پیش قدمی کا پھلہا جواب انگریزوں کی جانب سے یہ ہو گا کہ قندہار پر قبضہ کر کے ہاں تک  
ریلوے کو پہنچائینگے۔ اسکے علاوہ دیگر تجاویز کچھ لایٹھل سی ہیں۔ وہ غزنی یا کابل یا  
کم سے کم جلال آباد اور چترال پر تسلط کر سکتے ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ چچہ کی طرف  
ہٹ جائیں۔ اور پشاور اور بنوں میں سپاہ کو متعین کر کے دروں کو دشمنوں پر  
بند کر دیں۔ تیسری صورت یہ ہے کہ افغانستان اور ہندوستان دونوں مقامات میں  
دشمن کو روکنے کی قطعی تجویز قرار پا جائے۔

انگریز یقیناً غزنی کی طرف بڑھیں گے جو کابل سے اچھی خاصی مسافت رکھتا ہے۔  
لیکن قندہار کی کمک سے دور نہیں ہے۔ مقابل سے ہزارہ پھاڑیوں نے اسکو ناقابل  
گزر مقام بنایا ہو ہے۔ اسکا قلعہ بنوں سے ہی تعلق ہے۔ جہاں تک ریلوے پہنچنے  
والی ہے غرض کہ قندہار کے بعد غزنی بھی ایک مضبوط جگہ کی مقام ہے۔ جہاں انگریز اپنی  
سپاہ کو بچا سکتے ہیں۔

کابل میں یقیناً امیر کی سپاہ دارالخلافہ کی حفاظت کی گئی۔ انگریز جلال آباد اور  
گندماک کی ضرورت پر پہچہ بندی کریں گے۔ جہاں سے کابل کو امداد پہنچ سکتی ہے۔  
لیکن افغانی سپاہ کی پوری حفاظت تیسری ہو سکتی ہے۔ جب چترال کا ناکہ بھی  
مضبوطی سے بند کیا جائے۔

اگر ضرورت کے وقت اس کام کے خیال سے پشاور میں پہلے ہی سے سو پچھ بندھی کر لی جائے تو اس لائن پر انگریزوں کیلئے ایک اور مفید بات ہوگی۔

جنرل کے متعلق مجھے چند شبہات ہیں یہ جنگی پہلو سے ایک بنیادیت متحکم مقام ہے لیکن انگریز درمیانی قومن کی مخالفت کی وجہ سے یہاں تک وقت کے واسطے کوئی محفوظ طرک نہیں بنا سکے۔ اسلئے جنرل پر تصرف کرنا فوجی اصولوں کے مطابق سخت خطرناک ہے۔ اور انگریزی فوج کا دھڑلہ ہنا چند اہم مفید ہی نہ ہوگا۔

شکست کی صورت میں اسکو گلگت بھاگ آنا پڑیگا۔ اسطرح جلال آباد اور پشاور کے رستے دشمنوں پر کھل جائیگے جنرل اور ہندوستان کے مابین جو قومیں آباد ہیں وہ بلا حفاظت رہ جائیگی۔ اور غالباً وہ بڑی خوشی سے حملہ آوروں کے کسبہ شال ہو جائیگی۔ اور ہماری قلیل فوج کو دادی پشاور کا راستہ بتانے میں بدرقہ کا کام دینیگی۔

اب ہمیں دونوں سلطنتوں کی سرحدی ریلوے کی نسبت اس پیش بینی کے متعلق غور کرنا چاہیے کہ آئندہ کس جانب کو انکو وسعت دیجائیگی۔ ٹرینیں کس پین ریلوے عاشق آباد سے سمرقند تک پہنچائیگی ہے جس طرح ہندوستان کی ریلوے دریائے سندھ سے گزرنے کے بعد سرحد کو گئی ہے۔ اسی طرح یہ روسی لائن بھی سید ہی جنگی اصولوں پر بنائی گئی ہے۔ صرف ایک لائن اوزن اوڈا نامی اس سے پیوستہ ہے۔ اور دریائے سندھ کی ریل سے لاہور پشاور لائن اور اسکے شاخیں مثلاً راولپنڈی جو خوشحالگڑھ وزیر آباد سے کالا باغ اور لاہور ملتان لائن ملی ہوئی ہیں۔ اور بحری راستہ سمیرا بھی لائن نذر گاہ سے پیوستہ ہے۔

جنگی لحاظ سے صرف وہی ریلوے کارآمد کہی جاسکتی ہے۔ جو پیش نظر مقام کے کہ جب قریب نہ کرنا مطلوب ہے متوازن چلے اور بہت دور نہ ہو کیونکہ اس طرح اسپر

دشمن کے مسلط ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ اور نہ عقب سے بہت فاصلہ پر ہو۔ ایسی ریلوے وسط میں ہونی چاہیئے بشرط اسکان لمبائی میں یہ لائن کسی سلسلہ کوہ یا دریائے ناقابل گزر و ذخار سے محفوظ ہو۔ اس قسم کی لائن مختلف حصوں کی سپاہ میں تقسیم پیدا کرنے اور اپنے فائدہ اٹھانیکا باعث ہو سکتی ہے۔ ریلوے مذکور کو زیادہ جنگی بنا پر قائم کرنے کے لئے صرف یہی ضروری نہیں کہ عقب میں بہت سی محفوظ شاخیں بنائی جائیں۔ بلکہ مقابل میں بھی دو تین جگہ زاویہ نما شاخیں نکالنی ضروری ہیں عقب میں یہ سلسلہ قاطع کرنے والی چھوٹی چھوٹی لائنیں بنانے والوں کے حق میں نہایت سفید ثابت ہونگی۔ اور دشمنوں کو اپنے کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ کیونکہ شکست کی صورت میں ہزیمت یافتہ گروہ بہت سے انجنوں اور گاڑیوں کو اپنے ساتھ لے جائیگا۔ علاوہ ہر چھوٹی چھوٹی لائنیں دشمنوں کی بہت بڑی فوج کی حسرت حرکت کے واسطے چند اہل کار آمد ثابت نہیں ہو سکتیں۔

نظر میں حالات ہمیں روس اور انگریزوں کی ریلوں کا باہم مقابلہ کرنا چاہیئے جیسا کہ پہلے ظاہر کیا جا چکا ہے۔ روس کی جانب پیش صرف ایک لائن ہے جو کہ سپن سے دوشاک کو جاتی ہے اور یہی ایرانی سرحد سے گزرتی ہے۔ ایسے نازک وقت پر سلطنت مذکور کا مخالفانہ رویہ اختیار کرنا ناممکن نہیں ہے۔ دوشاک سے سمرقند تک لائن کا حصہ جنگی لحاظ سے عمدہ ہے۔ لیکن ساتھ ہی چار جوئی کے پل کے بار بار ٹوٹنے کا اندیشہ لگا ہوا بھی برابر ہے۔ اسمیں ایک نقص بھی ہے یعنی یہ سلسلہ بہر چھوٹی چھوٹی شاخوں سے ملا ہوا نہیں ہے۔ روسی ریلوے کو مکمل بناتے کیلئے مندرجہ ذیل چند برائچوں کے نکالنے کی ضرورت ہے (۱) دوشاک (یا مرو) سے ذوقنار (یا نجدہ) تک (۲) چار جوئی سے کلفت تک (۳) سمرقند سے جانیکیہ تک۔ موخر الذکر لائن پر بہت روپیہ صرف ہوگا۔ ارال سے چار جوئی تک بحری اتصال کے علاوہ ایک ریلوے

لائن کا بھی اضافہ ہونا چاہیے۔ آخر کار ان لائنوں کو ہر ایت پنج اور فیض آباد تک وسعت دیجائے۔ ان سب مارج کو طے کر نیچے بعد روسی ریلوے جنگی اہولوں کے لحاظ سے بہرہ وچہ مکمل ہو جائیگی۔

انگلش ریلوے دریائے سندھ سے محفوظ ہے۔ سکھر کی لائن بعض وجوہات سے دریائے دو سر کنارہ پر رکھی گئی ہے۔ سکھر کا ٹیل پوائنٹ بحیثیت سی نہایت وسیع ہے۔ اسکے ہتھ سے نکل جانے کے بہرہ معنی ہونگے کہ بندرگاہ کراچی پر سے قبضہ جاتا رہے۔ اس لائن کا ایک حصہ ماہین اٹک وکالا باغ کے ابھی مکمل نہیں ہوا۔ انگریزی ریلوے سسٹم میں جن مٹافوں کی ضرورت معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہیں۔ (۱) اچمن سے قندھار تک (۲) دریائے سندھ سے بنوں اور شائید غزنی تک پشاور کے جمال آباد دیا گندمک تک۔

دونوں ساطھتیں جہاں تک انشاؤں کو وسعت دینی گئی اسی جہت تک ہم انکو لڑائی کے واسطے آمادہ کھ سکیں گے۔

مسٹر کرزن نے ایران میں اجرائے ریلوے کے متعلق اس امر پر زور دیا ہے کہ انگریزوں کو جنوبی ایران میں اپنے اثر سے کام لینا چاہیے۔ تاکہ وہ چین سے براہ سیستان خلیج فارس یا دریائے کارون تک ریلیں بنا سکیں۔ اس میں سی لائن کی جنوبی شاخیں گویا دریا بھر مند کے کسی حصہ سے اور شمالی شاخیں ہیر چند یا مشہد ملا دینی چاہئیں۔ اگر انگریز اس ریلوے کے بنانے میں کامیاب ہو جائیں تو یہ جنگی مسئلہ سپریم غور کر رہے ہیں۔ سر سے پاک بدل جائیگا۔ لیکن ونامی اس بات کو مقتضی ہے کہ ہم اس وسیع سلسلہ کی کو نہ چھوئیں جسکو موجودہ حالت میں محض خیالی کہنا ہی جانا ہوگا۔

ایک دوسری مدبر کے خیال میں جنگ شروع ہونے پر انگریز اس سے بہتر کوئی

صورت اختیار نہیں کر سکتے کہ قندھار پر قبضہ کر کے ریسکو کو ٹیٹہ سے وہاں تک لجاویں اور قندھار کے قلعہ کو انتہا درجہ کا استحکام دیں۔ یا کم سے کم سورجہ بندی کر کے اسکو فوجی کمک قرار دیں۔

میرے خیال میں انگریز قندھار میں متوقف نہ ہونگے بلکہ فوراً ہلندہ کی طرف حملہ آور ہونے یا مدافعت کرنے کے خیال سے بڑھیں گے۔ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ طریقہ جنگ کا انگریزی سپاہ کے لئے نہایت مبارک ثابت ہوا ہے اور بھنگوٹ یا گامٹرسن ننڈولہ اور واطلو کے معرکوں میں اسی طرح انگلستان نے کامیابی حاصل کی ہے انکے سوار فوراً ہمیں دکنے کیلئے آگے روانہ ہونگے اور غالباً ہرات اور ہلندہ کے وسط میں روسی لشکر کو دیکھ کر صف ہائے جنگ آ رہتہ کر دینگے۔ عین اُفتو انگریزوں کے دو اردو ستے ایک بنوں سے غزنی کی طرف اور دوسرا پشاور سے کابل کی جانب حرکت میں آئیں گے۔

انگریزوں کے ان تینوں ستوں کے لئے ہمیں کچھنا چاہیئے کہ کس قدر سپاہ بہم پہنچ سکتی ہے۔ روسی اور انگریزی اہل البراؤں نے تخمینہ کیا ہے کہ ہندوستان میں امن قائم رکھنے کے واسطے جتنی سپاہ کی ضرورت ہو سکتی ہے اس کے قطع نظر باقی ایک لاکھ فوج سرحد کے بچانے کے واسطے دستیاب ہو سکتی ہے۔ فوج ہند کی تازہ فہرست یعنی آرمی لسٹ کے معائنہ سے معلوم ہوا کہ یہ تخمینہ مبالغہ آمیز نہیں ہے۔ ہم روسی لوگ جو انگریزی سپاہ کو ناکارہ سمجھنے کے ایسے عادی ہو گئے ہیں کہ جب ہم پہلے سنتے ہیں کہ انگریز اگر زیادہ نہیں تو اس قدر سپاہ سرحد پر لائے گئے ہیں جتنی ہم انکے سرحد ہند پر حملہ کرنے کے لئے بھیجیں گے تو ہرگز حیرت ہوتی ہے۔

جب ذیل فہرست میں ہم صرف اسی فوج کا ذکر کریں گے جو انیکلو انڈین

پاہ میں لڑائی کے واسطے نہایت عمدہ تصویر کھینچی ہوئی ہے۔ بنگال و بھٹی کی تمام سپاہ اور مدراس کی فوج کے کچھ حصہ کو ہندوستان میں قلعوں کی حفاظت پر مقرر کر دینا چاہیے۔ ریاستوں کی امپیریل سر دس فوج شاید آمدورفت کے راستوں کی حفاظت پر متعین کی جائے گی۔ گویا ایسی کی ضروریات سے یہ بات اغلب معلوم ہوتی ہے کہ ان کے عین لڑائی میں کام لیا جائیگا۔

مدافعت کرنے یا حملہ آور ہونیکے لئے کوئیٹہ میں جتندہ سپاہ بہم بھیجی جاتی ہے اسکی تفصیل راجن پور اور ڈیرہ غازیخان کی فوج سمیت یہاں سارے نو ہزار پیادہ۔ تین ہزار سوار۔ ۴۴ توپیں اور ایک کمپنی سفرینا کی۔ بنوں میں جس میں کوہاٹ ڈویژن کے پائل خاں کی سپاہ شامل ہو۔ تریٹھ سو پیادہ۔ بارہ سو سوار۔ تین ہزار اور پشاور میں بمبہ نو شہرہ دہوتی مردان پچتر سو پیدل۔ پندرہ سو سوار اور ۶ توپیں ہیں۔

دو تین بڑے والے دستے بالخصوص مندرجہ بالا فوج سے ترتیب دیئے جائینگے۔ انکی کمک میں کثیر تعداد قلعوں کی سپاہ ہونگی جنکا سلسلہ قلب بنگال تک پہنچتا ہو۔ چونکہ انگریز ہندوستان کے قبضہ کو بزور شمشیر خیال کرتے ہیں۔ اسلئے سپاہ جا بجا ملک میں پسایا دی گئی ہے۔ ان قلعوں کی سپاہ تفصیل ذیل ہے۔ راولپنڈی ڈویژن بمبہ ایسٹ آباد دس ہزار پیادہ۔ تین ہزار سوار۔ ۶۰ توپیں۔ لاہور ڈویژن پنجاب ملتان۔ فیروز پور۔ امرتسر۔ بکلوہ۔ ودہر۔ سالہ۔ ۱۴ ہزار پیادہ۔ ۲ ہزار ۴ سو سوار اور ۳۰ توپیں۔ راولپنڈی ڈویژن پشاور کے بہت قریب ہی۔ ریل میں جانے پر بنوں کا لم بھی جہاں سے چہ گہٹہ کے فاصلہ پر پہنچائیگا۔

لاہور ڈویژن کو کس قدر زور ہو لیکن بذریعہ ریل کوئیٹہ سے ملتی ہے۔ اسلئے اسکی بھی ایک اعانتی ڈویژن تصویر کرنا چاہیے۔

لاہور سے کلکتہ تک کی بڑی سڑک پر نظر ڈالنے سے مفصل ذیل مزید سپاہ کا پتہ لگتا ہے۔

ضلع انبالہ ۵۰ ہزار پیادہ ۱۲ سو سوار اور بارہ توپیں۔ میرٹھ ڈویژن ۱۰۰ ہزار پیادہ ۱۲ سو سوار ۴۸ توپیں۔ ایک کمپنی سرفرینکی۔ یہاں پانچ کمپنیوں کا ہیڈ کوارٹر ہے۔ ضلع لکھنؤ بمبہ روہیلکھنڈ ۵۰۰ پیادہ ۳ ہزار پانچ سو سوار ۳ توپیں رالپاٹ ڈویژن بمبہ اگرہ و جہانپور ۱۱ ہزار پیادہ ۵ ڈیڑھ ہزار سوار ۲ توپیں۔ پس حیدر انگریزی فوج میدان جنگ میں آئیکے قابل ہے۔ اسکی میزان ۱۰۵۰۰۰ ایک لاکھ پانچ ہزار سپاہ اور ۲۴ توپیں ہیں۔

ممکن ہے کہ یہ اعتراض کیا جائے کہ سننے کراچی اور انگلنڈ کی امدادی سپاہ کا ذکر نہیں کیا۔ لیکن لارڈ دینچ کی کمیٹی کے سامنے جو شہادتیں دی گئی ہیں۔ اُن سے ظاہر ہوتا ہے کہ انگلستان موقعہ جنگ پر ہندوستان کو مطلق امداد نہیں دے سکتا۔ اور ہندوستان کے اچھے طرح کان کھول دیئے گئے ہیں کہ اگر اسکو کسی سے لڑنا پڑا تو اُس وقت اُسکو صرف اپنی ہی طاقت پر بہرہ ور رہنا چاہیے۔ لیکن یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ ہندوستان کی گورہ سپاہ یا اُسکا جو حصہ ولایت میں ہمارے سیلان جنگ میں کام نہیں لیا جائیگا۔

ہندوستان کی گورہ سپاہ مقیم ولایت کراچی ہینچر بذریعہ ریل تمام ملک میں جہاں ضرورت ہو تقسیم ہو جائیگے۔ محفوظ سپاہ تربیت یافتہ اور دیسی فوج سے نہایت قریب ہے۔ یہ ایک لاکھ سپاہ جس طرح ہندوستان کی حفاظت پر مامور کیجائیگی اسکی نسبت میں قیاس لگہ سکتا ہوں کہ برٹش گورنمنٹ سب سے پہلے ۲۰ ہزار سپاہ اور متاثر سب توپخانہ کو کوئیٹ سے قندھار کی طرف حرکت کر کے حکم دیگی۔ میں اس نتیجہ پر حسب ذیل وجوہات سے پہنچا ہوں۔ (۱) صرف یہی ایک رستہ اُڑسی بڑی فوجوں



کے گزرنے کے لائق ہے۔ اور عظیم الشان معرکہ جنگ کے واسطے اور بھی اس کے بڑھ کر کوئی  
موزوں مقام نہیں رہ سکتا۔ (۲) کوئیٹہ و قندھار کے قریب مورچہ بندی کیے ہوئے  
جہاں میل سے سپاہ بھی آسانی سے مل سکتی ہے۔ اس قندھار کی سپاہ صرف ایک ہی  
لائن پر کام نہیں آئیگی۔ بلکہ وہ کمال حفاظت سے براہ سڑک یا چکر کہا کر بند ریلوے ریل لائن  
دو کالموں کی لکڑی کے واسطے بھی جاسکتی ہے۔ یہ چالیس ہزار سپاہی غالباً اس وقت  
کے خیال سے اس طرح جمع کی جائے گی۔ ساڑھے بارہ ہزار کوئیٹہ سے ۶۷ ہزار چار سو  
لاہور سے ۶۲۰۰۔ انبا لکی ۲۰۰۔ میرٹھ سے میزان کل ۲۲ ہزار تین سو۔

اگر یہ فرض کیا جائے کہ تیس ہزار سپاہ قندھار میں اور دس ہزار کوئیٹہ  
میں متعین کی جائیگی تو اس امر کا سرسری اندازہ کرنا بجا نہ ہوگا کہ یہ سپاہ کس قدر غرض  
میں مقامات مذکور میں پہنچے گی۔ کوئیٹہ کا دستہ ڈیرہ غازی خاں اور راجن پور کے  
رستے سے چھ دن قندھار پہنچے گا چمن سے قندھار ساٹھ میل ہے اور کوئیٹہ سے  
چمن تک بذریعہ ریل چالیس میل کا فاصلہ ہے۔

مسٹر ڈیوڈ اس کے قول کے مطابق جو ہندوستان کی ریلوں کے متعلق  
خصوصیت سے تحریر کہتے ہیں۔ اگر آٹھ ہیشیل ٹرینیں ہر روز چوڑی چائیں  
تو انہیں ۲۱۶۰ سپاہی ہمیشہ گھوڑوں اور اونچے جنگی ساز و سامان  
کے جاسکتے ہیں۔ لاہور میں اطراف و جوار سب کی جمع شدہ فوج جنگی تعداد ۶۷۰۰  
ہوگی۔ آٹھ روز میں مقام جنگ کے پاس پہنچ سکتی ہے۔ تین روز ریلوے پر سفر کرنے  
کے بعد ستر ہزار ۶۰۰ سپاہ مع ساز و سامان گھوڑوں اور توپخانے کے  
قندھار پہنچ جائیگی۔ اور ہند کے میدان جنگ کے طرف حرکت کر نیچے لے جائیں گے  
انبا لکی ۶۲۰۰ سپاہ کو ۴۴ دن چمن پہنچنے میں اور ۴ دن قندھار پہنچنے میں لگینگے  
جہاں یہ غالباً متعین کی جائیگی۔

میرٹھ کی سات ہزار دو سو فوج محافظت کی غرض سے کوئٹہ کے بالمقابل متعین کیجا سکتی ہے۔ اور اسکے دنا تک پہنچنے میں ۳۱ دن صرف ہونگے۔

یہ وہ تجاویز ہیں جو انگریز قندھار کے متعلق اختیار کر سکتے ہیں۔

شمال کی جانب دوسرا انگریزی دستہ غزنی روانہ ہوگا۔ یہہ یاد رکھنا چاہیے کہ بمبے ۴۲۳۰۰ سپاہ متحدہ سواروں اور توپخانہ کے قندھار کی واسطی مخصوص کی ہے۔ باقی ۴۳۰۰۰ فوج کے دو حصے کیئے جائینگے۔ ایک حصہ تو محفوظ رکھا جائیگا اور دوسرے سے کابل غزنی کی طرف بھجنے کے لئے دستے بنائے جائینگے۔ میرے قیاس میں غزنی کابل کے کالم دس ہزار جو ان کے ہونگے۔ دس ہزار راولپنڈی میں اور ۳۰۰۰ فوج لاہور میں محفوظ رکھی جائیگی۔

غزنی کالم بنوں کے ۵۰۰ سوار اور سپاہیوں تو خٹانہ اور ۵۰۰ سپاہی راولپنڈی کی فوج سے یکسر مرتب کیا جائیگا۔ دس سے بارہ روز تک اس فوج کو بنوں میں فراہم ہوتے لگیں گے اور غزنی پہنچنے میں اور بارہ روز صرف ہونگے۔ تقریباً چھینے پہرے کے سفر کے بعد یہ دستہ غزنی میں وارد ہوگا۔ اور اسکا فرض یہ ہوگا کہ اگر روسی لشکر بلخ یا بامیان سے کابل پر حملہ کرنا چاہے۔ تو اسکا مقابلہ کرے۔ نیز اگر ضرورت ہو تو یہ دستہ قندھار کے اس قدر نزدیک قیام پذیر ہو سکتا ہے جہاں سے نازک وقت آنے پر فوراً فوج قندھار کے ساتھ شامل ہو سکے۔ غزنی کا سامنا جیسا کہ پہلے ظاہر کیا جا چکا ہے۔ ہزارہ کی پہاڑیوں کے ساتھ نہایت محفوظ ہے۔ اسلئے یہ سستہ بڑی سہولیت کابل خزاہ قندھار کی طرف کچ کر سکتا ہے۔ حالانکہ یہ امر بادی نظر میں بہت مشکل معلوم ہوتا ہے۔

کابل کالم نے ہزار سپاہ کا ہوگا۔ جس میں سوار تو خٹانہ وغیرہ شامل ہیں یہ فوج پشاور اور اسکے قریب جوار سے فراہم کی جائے گی۔ اور اسکے واسطی راولپنڈی

سے بھی ایک ہزار سپاہی لیے جائینگے۔ کالم مذکور یا تو پشا در حلال آباد یا کابل میں لڑائی کا منتظر رہیگا۔ اسکو چترال کی جانب بھی ہوش باری سے نگاہ رکھنی پڑے گی۔ مجھے اسپاہ میں ایک نقص معلوم ہوتا ہے جسکو میں آئندہ ظاہر کر دوں گا۔

پس لڑائی کے ابتدائی حصہ میں حالات کی یہ صورت ہوگی۔ روس (۱)۔ ۹۱۰۰ دسی سپاہ بائیس روز میں ہرات پہنچے گی۔ (۲)۔ ۹۵۰۰ فوج ۲۵ دنوں میں پنج (۳)۔ دس ہزار فوج ۵۲ روز میں فیض آباد بہتر ہزارہ فوج محفوظ جسکو مرد چار جوی کی طرف حرکت کرنا پڑیگا اگر اسکے ۲۱۰۰ سپاہی روزانہ روانہ ہوں۔ تو تمام فوج کو ضروری مقامات تک پہنچنے میں اٹھاون سے ساٹھ روز تک لگیں گے۔ اسواہر کا کپاہ مذکور کس کس جگہ پہنچی جائیگی۔ دیدہ دستہ اتہک فیصلہ نہیں کیا گیا اسکی وجہ آگے ظاہر کی جائیگی۔ برٹش گورنمنٹ :- ۳۸۹۰۰۔ انگریزی سپاہی سترہویں روز قندھار پہنچیں گے۔ ۴۲۰۰۔ اٹھالیسویں دن چین۔ ۲۰۰۰۔ تیسویں دن کوئٹہ ۱۰۰۰۰۔ بائیسویں دن غزنی۔ ۱۰۰۰۰۔ بارہویں دن جلال آباد۔ چترال کی مقامی سپاہ انگریزی افسروں کے ماتحت (یعنی ۱۰۰۰) محفوظ :- دس ہزار راولپنڈی اور ۳۳ ہزار لاہور میں۔

بحیثیت حملہ آور ہونے کے میں یہ بتاتا ہوں کہ ہماری آئندہ کارروائی کیا ہوگی۔ برٹش گورنمنٹ چند سال سے ظاہر کر رہی ہے۔ کہ اسکو بالخصوص ہرات کی جانب سے حملے کا سخت اندیشہ ہے۔ کیونکہ یہی ملک بڑی بڑی فوجوں کی آمد و رفت اور عظیم عسکر جنگ کے لئے زیادہ موزون واقع ہوا ہے۔ اسی غرض سے انہوں نے کوئٹہ کے نزدیک نہایت استحکام سے مورچہ بندی کی ہوئی ہے۔ جسکو ناقابلِ تسخیر بیان کرتے ہیں۔ انہوں نے ریلوے کو سبھی سے چین تک مسافت دی ہے۔ اسکو غائبہ پر قندھار تک لائین کے بجائے کا سامان جمع پڑا ہوا ہے۔ نیز ملندہ کا موقع

بھی انتخاب کیا گیا ہے۔ قدرہ کی تلخندی کی تجاویز فیصلہ ہو چکی ہیں جنگ کا جو  
 اسکو فوراً مضبوط کیا جا سکتا ہے۔ علاوہ بریں ممکن ہو کہ برٹش گورنمنٹ اعلان  
 ساز باز کر کے سیستان میں اپنے پادشاه کے ہیکر اس خطہ سے کسی غافل نہیں ہونا  
 چاہیے۔ انگریزوں کی جنگی تیاریوں کو دیکھ کر غالباً لوگ یہ کہیں گے کہ کونسا عقلمند  
 ہو گا۔ جو اپنے سر کو ایک شیر کے منہ میں دیدنا پسند کرے گا۔ میں ان لوگوں میں سے  
 نہیں ہوں جو خیالی پلاؤ پکاتے رہتے ہیں۔ بلکہ میں بڑے زور سے اس امر کو پیش کرتا  
 ہوں کہ ضرور ہر لائن پر فوج کشی کی جائے۔ اس طرح ہم ترکمان سواروں کا  
 اور چند پیادہ پلٹنوں سے انگریزوں کے دلوں میں یہ خیال پیدا کرنے میں کامیاب  
 ہونگے کہ تمام روسی لشکر ہرات پر چڑھ آیا ہے۔ اور وہ اپنی زیادہ طاقت ہرات  
 لائن پر صرف کر دیں گے۔ اس طرح ہمیں اپنی پوری طاقت کو کسی اور رخ کی طرف پیہر  
 دینے کا موقعہ عجائبیگا۔ کہ جسکے محفوظ ہونے میں فدا بھی کلام نہیں ہو سکتا جنرل  
 کو مارٹین کے نزدیک اس ہزار سوار جن میں آٹھ ہزار ترکمان ہوں اس غرض کے  
 لئے کافی ہیں لیکن اس وقت ہمارے پاس صرف تین سو ترکمان ہیں۔ معلوم نہیں  
 کہ آٹھ ہزار میں سے بقیہ... ایک لفظ کے نوٹس پر کہاں سے ہم بچ سکیں گے۔  
 اس قسم کے ماتریبیت یافتہ اور غیر قواعد دان دستے سے بجائے تائیدہ کئے ہیں  
 سخت نقصان پہنچے گا۔ تاہم ہر کیف میں اصولاً اس سے اتفاق کرتا ہوں۔ کیونکہ یہ  
 لائن سواروں کی ترکناز کے لئے اچھا میدان ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ انگریز  
 بھی پھال فوج سواروں سے ہلکے مہلے گئے۔ ہرات کی طرف رخ کرنا بھی برٹش  
 گورنمنٹ کے فریب دینے کے لئے ہو گا۔ تاکہ وہ ہمارے پہلی ارادوں سے قنوت  
 نہ ہونے پائے جن سے ہم اس قدر دم تک اسکو تائیدی میں رکھنے کی کوشش کرینگے۔  
 اگر کابل کی طرف پیش قدمی کی جائے تو محالہ کی کیا صورت ہوگی؟ اس میں کچھ شک

نہیں ہے کہ اگر زمین سے بہت پہلے کابل پہنچ جائیں گے کیونکہ بلخ سے کابل تک مسافت  
میل فاصلہ ہے نیز نہ دوشک کی بھارتیاں ہماری سدا رہوں گی حالانکہ پشاور سے  
کابل تک کی مسافت ۱۰۰ میل ہے۔ اور ایک عمدہ سڑک ان دونوں شہروں کو بہم  
ملائی ہے۔ اگر وہ جلال آباد یا گندماک سے آگے بڑھیں تو یہ مسافت نصف سو بھی کم  
ہو جائیگی۔ اسلئے ہمیں تجویز لینا چاہیے کہ کابل کو بڑی سرگرمی سے استحکام دیا جائیگا  
اور اسکو پشاور سے براہ رست اور غزنی سے بالواسطہ کماکتی ہے۔

اب چترال کو لیجئے میں جانتا ہوں کہ چترال ایک غریب ملک ہے۔ اور وہ  
دس ہزار سپاہ کی بھی پرورش نہیں کر سکتا۔ نیز مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ یہ  
ملک نہایت دشوار گزار ہے اور موجودہ حالت میں اس راہ سے تو بچانہ اور سواروں  
کو نہیں لیجا یا جاسکتا۔ باوجود ان سب تکلیفوں کے میں اسی لائن کے اختیار کرنے  
پر زور دیتا ہوں۔ خواہ چترال تہہ دست ہو۔ لیکن بدخشان جہاں سے ہمیں گزرنا پڑیگا  
کثرت سے سامان رسد ہٹا کر سکتا ہے۔ درہ دورہ کی سپاہ خدادادہ انگریزی  
افسروں ہی کے ماتحت کیوں ہو۔ چارے حملوں کی تاب نہیں لائیں گے۔ انگریز  
فوج نے ایک دفعہ چترال میں شکست پائی تو پھر اسکو ہندوستان کی طرف  
واپس جانے کا سیدھا راستہ نہیں ملے گا۔ کیونکہ انکی عجیب پالیسی نے راہ کی چوٹی پر  
قوموں کو خود مختار اور آزاد رکھا ہوا ہے۔ اس طرح جلال آباد اور پشاور کی  
سڑکیں روس کی پیشقدمی کے واسطہ کھل جائیں گی۔ بدخشاں سے رسد بھجھ سچا کر ہم  
چترال کو اپنی پیشقدمی کا صدر مقام قرار دے سکتے ہیں۔ یہاں سے جو سڑک  
جلال آباد سے وادی کنار تک اور براہ دیرو لاہوری درہ پشاور کو جاتی ہے۔  
انکو ہم تو بچانہ اور سواروں کے گزر کے قابل بناسکتے ہیں۔ عین اسی حالت میں  
ایجنٹان قوموں کو جو لڑائی میں تشر بتر ہو گئی ہوگی دوبارہ اپنے جہنم سدا

کے نیچے جمع کر لیں گے۔ چترال میں ہماری ایسی مصنوعہ حالت امید ہے کہ انگریزوں کے قابل لائن پر اپنے تمام مورچے چوڑے دینے پر مجبور کر دیں گے۔ چترال پر حملہ انگریزوں کے واسطے ناگہانی ہو گا۔ گو اور ناکوں پر انہوں نے اپنا جنگی ساز و سامان بکھتر کر لیا ہے۔ لیکن وہ چترال میں ہماری مدفعت کیلئے تیار نہیں ہیں۔ اسمیں ایک بہ بھی فائدہ ہے کہ اگر ہمیں شکست ہوئی تو آکس اور بدخشاں ہمیں پناہ دینے کے لئے کافی وسیع ہے۔

اگر چالیس یا پچاس ہزار سپاہِ کابل پر انگریزوں کا مقابلہ کرنے کے واسطے روانہ ہو سادو روس ہزار فوج انگریزوں کے عقب میں متعین کی جائے۔ درجن ایک ملہند کی طرف روس بالکل حرکت نہ کرے۔ جہاں انگریزوں نے کثیر لشکر اور لشکر کماندہ جمع کیا ہو۔ وہاں غالب ہے۔ انگریز بائیں سمت کو چوڑ کر دہنی طرف بڑھیں گے۔ اور کاظم سرنی سے امداد حاصل کر کے حملہ آور ہو نیچے لیئے تیار ہو جائیں گے۔ نیز ممکن ہے کہ اسکے ساتھ ہی چترال کی جانب سے فوج بھی کو روکنے کیلئے بھال آباد اور پشاور میں مورچہ بند ہی کی جائے۔

میرے خیال میں معاہدہ صلح کے قرار دینے کے واسطے اس سب کوئی موقع نہ ملے گا۔ جنگی شرائط غالباً یہ ہو گئی کہ روس ہرات فیض آباد اور بلخ پر اور انگریز قندھار، غزنی، کابل اور چترال پر قبضہ کر لیں۔ جسکو دوسرے الفاظ میں تعارض کی تعریف کہنا چاہیے۔ پیدائش کی لائن دو نو سلطنتوں میں بطور سرحد کی ہو گئی جس مشکل کہہ سکتا ہوں کہ یہ صلح دیر پا ہوگی۔ بلکہ اسکو چند روز کے لئے اتوائے جنگ سمجھنا چاہیے کہ آئندہ جنگی کارروائی اختیار کرنے سے پہلے وہ لے لیا جائے۔ لیکن کے بعض اعلیٰ وجہ کے مدبرین کے خیالات سے معلوم ہوتا ہے کہ انگریز شرائط کو پر فوراً رضامند ہو جائیں گے۔

چترال میں روسی فوج کے پہنچ جانے کے بعد اگر ہم براہ راست کابل پر حملہ کریں۔ تو قبل اسکے کہ انگریز اس لائن پر بڑی فوج جمع کر سکیں۔ ہمیں کامیابی کی بہت کچھ توقع ہے۔ سرسری راولپنڈی جو ایک مشہور مضمون نگار ہیں۔ اس بارہ میں جو خیالات ظاہر کئے ہیں۔ ان سے ہی میری رائے کی تائید ہوتی ہے۔ چنانچہ وہ انگریزی قبضہ کابل کی نسبت لکھتے ہیں کہ ”غالباً ایشیا ہر میں کابل ہی ایک مرکز تھا کہ جس کا نظم و نسق اور قبضہ قابل ماطینان طور پر نہیں ہو سکتا اول تو یہ کہ دار الخلافہ اور اسکے قریب جو امیں ایسے تعصبات و فتنہ انگیز لوگ ملتے ہیں۔ کہ جنہوں نے آج تک کبھی اپنے بادشاہوں کی پوری متابعت نہیں کی۔ خواہ پڑ گورنمنٹ ان پر کشا ہی نہ باؤ کیوں نہ ڈالے وہ قایو میں اسے والی چیز ہی نہیں تھی۔ فی الواقع جب روسی فوج باہر سے حملہ آور ہوگی تو ٹانگہ کی اندرونی سازشوں اور بغاوتوں سے اسکو بہت کچھ مدد ملیگی۔

اگر کابل پر ہمارا قبضہ ہو جائے۔ تو انگریز گندما کے قریب جگدگ کی حفاظت پر ہی قناعت کر لینگے۔ نیز کالم غزنی سے ٹانگہ حاصل کر کے کابل کے چڑھنے کی کوشش بھی غیر ممکنات سے نہیں ہے۔

اتناک سینے ان مقامات اور ناکوں کی نسبت بحث کی ہے۔ جہاں گجری فوج ہمارے مدد سے کیلیے آمادہ ہو سکتی ہے۔ اسکے ساتھ ہی سینے ایران کی حالت کی طرف بھی اشارہ کر دیا ہے۔ جیسا کہ میں ظاہر کر چکا ہوں۔ ایران لڑائی کے لحاظ سے ایک نہایت ضروری سر زمین ہے۔ چونکہ میدان جنگ سے بہت قریب ہے۔ اسلئے براہ ایران ایک ایسا حملہ روس پر ہو سکتا ہے جو ممکن ہے کہ اسکے حق میں سخت خونخوارک بات ہو۔ شاہ ایران کی منظوری سے یا خود بادشاہ کے ایمان سے انگریزوں کو سیستان یا خراسان میں لڑائی

کا ایک بھائی بٹش قیمت میدان جنگ بلجائیگا۔ بقاعدہ سواروں کی انگریزی فوج  
بہت جلد اپنے لئے کام میں بنائیں گے کیونکہ دنیا کی فوج میں اسے بڑھکر تربیت  
دینے والا کوئی آدمی مشکل ہی مل سکتا ہے۔ اس طرح ہمارے تمام ریلوے لائن اور  
آفرورفت کے وسائل جو کاسپین سے مروٹاک اور مروٹے ہرات تک ہیں، یہ ہر کچے  
سب ایرانی لشکر کے روزانہ حملوں کا نشانہ بن جائیں گے۔ انگریز ایک اور طریقہ بھی  
اختیار کر سکتے ہیں جو ان کے قومی میدان کے عین مطابق ہوگا یعنی جاکے سری  
اس میں ذرا بھی شبہ نہیں دنیا کے بحری فہر اور ملاح اس پہلو کے اختیار کرنے میں  
انگریزوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

بالفرض ان محسروں میں اگر انگریز فتحیاب ہوئے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا  
کہ روسیوں کو کابل خالی کر دینا پڑے گا۔ اور افغانستان کی تقسیم کی بنا پر دونوں  
میں عارضی طور پر صلح ہو جائے گی۔ انگریزوں کی ناکامی کی صورت میں تسلط کابل  
سے اندروننی ملک ہمارے قبضہ میں آ جائیگا۔ اور بیرونی ممالک میں پہلے بخرنی  
پر فوج کشی کی جائے گی۔ بعدہ خیبر کی انگریزی فوج کو شکست دیکر انکو ہندوستان  
کی سر زمین کی طرف بھیجا دینگے۔ اسکے بعد ہمیں قندھار کی جانب توجہ کرنا پڑے گا۔  
بلجائیگا۔ اس غرض کے لئے اس کا کم کوہ قاف کے کم سے کم چالیس ہزار سپاہ  
کے ساتھ ہند کی طرف بڑھے گا۔ کابل کی حکمت سے بھی روسی فوج حرکت میں  
آئیگی اور غزنی کے بالمقابل درہ توچی پر تعین سپاہ سے ناکہ بند کر دی جائیگی  
اس طرح قندھار کے قریب جنگ کی خطرہ میں مبتلا ہونے سے پہلے ہمیں صلح کی  
شرایط پیش کر نیکی لئے نہایت ہرزوں ہو قہدے لینگے۔ یعنی غزنی، قندھار، جلال  
کامدوس سے الحاق ہو جائے اور کوہ سلیمان و جلالیہ کے ساتھ تاک انگریزی  
تصویر کی جائے۔ غالباً اس مضمون میں جا ہی صلح کا ذکر دیکھ کر میری طبیعت کی کمزوری



پہنچا کر لیا جائیگا یا بچو صلح کا سوید قرار دیا جائیگا مگر سچ تو یہ ہے کہ اس قدر دیر  
 جہاز نہ فاصلہ پر ایسا عظیم حربہ کہ جنگ و سی سلطنت کی بنیاد تک کو ہلا دیگا۔  
 اس عرصہ میں سستانے اور قوت کو بجا کر نیچے لیئے ہوئے اس وقت بھی بجا ہے۔  
 تو اس سے پیشقدمی کرنے والی سپاہ میں از سر نو جان آجائیگی کسی قوم کو فلاس  
 آج تک لڑائی میں حصہ لینے سے نہیں روکا۔ اس زمانہ دیگر ضروریات جنگ  
 کی قلت نے بارہ قبل از وقت جنگ کا خاتمہ کر دیا ہے۔

شرائط صلح کا منظر دیکھنا منظور کرنا انگلستان کے برسرِ قتل و پلٹیکل  
 پارٹی کی مرضی پر منحصر ہے۔ ایک پارٹی انگلستان کو زیادہ محفوظ رہنے کا یہہ  
 طریقہ بتائیگی کہ وہ آخر دم تک لڑنے سے ہمت نہ ہارے۔ کیونکہ جزیرہ برطانیہ  
 کے رہنے والوں کا یہہ قومی خاصہ ہے کہ وہ اس طرح جبکہ مقابلہ کرتے ہیں کہ خواہ کتنی  
 کیوں شکائیں مگر آخر میں ضرور فتحیاب ہوتے ہیں اس صدی کی ابتدا میں  
 بیس سال تک جسطرح انگلستان نے باہر دیا بلا رعانت فرانس جیسی قومی طاقت کا  
 ہندوستان میں مقابلہ کیا ہے وہ اسکی بھادری کی ہدایت سے۔ دوسرا  
 پلٹیکل گروہ غالباً صلح پر رضا مند ہو جائیگا جسطرح روس کی ایک جدید ملک  
 ہندوستان کے لوگوں میں اتنی پسند آنے کے لیے کافی وقت بلجائیگا۔ بقینا رعایا  
 کی نگاہوں میں بے وقربیت سے انگریزوں کے نزدیک یہہ ایک آسان کام ہو گا۔  
 تو شفقت و عنایت سے اور نہ پالیسی کے ذریعہ سے انگریز ہندوستان پر قبضہ کر  
 سکتے ہیں۔ انکی حکومت کا قیام اگر کسی چیز پر منحصر ہے تو وہ نلواری ہے۔

آؤ اب ہم ایک قدم اور آگے بڑھیں بالفرض معاہدہ یا فتح سے اگر  
 فائدہ ہمارے قبضہ میں آجائے تو پھر آئندہ پیشقدمی کے وقت ان ہڈیوں کا  
 سلسلہ ہمارے سامنے ہو گا جو ہندوستان اور افغانستان کے مابین بمنزلہ

سرحد کے تسلیم کیا جاتا ہے کہ تمام سرحدوں میں باستان کف دست میدان کشائی نہ  
پہاڑی حد و کو فوقیت حاصل ہے۔ لیکن ساتھ ہی تاریخ ہمیں یہ بھی بتاتی ہے کہ  
آج تک کوئی چار دشمن کے حملہ آور ہوئے کو قطعی طور پر نہیں دیکھا۔ اس سلسلہ  
کوہ کے عقب میں دریائے سندھ کو بھی سرحدی استحکام کا باعث کہہ سکتے ہیں مگر  
نپولین اعظم اس قسم کی رکاوٹوں کی کچھ پرواہ نہیں کیا کرتا تھا۔

خواہ سلسلہ کوہ و تینرو تندر یا سے سرحد کتنی ہی مضبوط کیوں نہ ہو مگر  
انگریزوں کا عزم اسخ اثبات استقلال ان پہاڑوں اور دریائوں سے بھی زیادہ محکم  
ہے۔ اور یہ قومی خصوصیات فوراً میدان جنگ کے پاس کو بلٹ کرستخ کو انگریزی  
جہنڈہ کے نیچے پناہ لینے پر مجبور کر نیگی۔ بعض روسی مدبر امریکہ کی تمثیل پیش کر کے  
کہتے ہیں کہ ج طرح انگریزوں نے اسٹاک کو ہمدلی سے چھوڑ دیا۔ اس طرح جب سے  
کی طرف سے دباؤ پڑا تو وہ ہندوستان کو بھی اسکی قسمت کو حوالے کر کے جائینگے۔  
لیکن میں اس بارہ میں اتنے متفق نہیں ہوں کیونکہ امریکہ و ہندوستان کی حالت  
بہت مختلف ہے۔ پہلے لڑائی ایک ہی خون اور ایک ہی زبان کی قوموں میں تھی اور  
جنگ کا باعث ایک نئی معاملہ تھا۔ بخلاف اسکے جنگ دویم دو ایسی سلطنتوں میں ہوئی  
جو مدت سے ایک دوسرے کو خون کی پیاسی ہیں۔ اور فاتح کا انعام بھی کچھ کم نہ ہوگا۔  
یعنی کل برعظم ایشیا کی سلطنت۔ یہاں وہ کبر کی ناممکن الدخل تیرگی کو پہاڑ گر اور۔  
جنگی حد و دے گزر کر سن غیر محدود میدان میں جانیکی کوشش کر نیگی۔ جو عورت  
اقوام کے نام سے موسوم ہے۔

[جے جی نیگہ بند]

# ضمیمہ سوم

امیر حب اور گورنمنٹ کی خط و کتابت کے سلسلے کے متعلق

ترجمہ چٹھی منجانب امیر صاحب افغانستان بجانب صاحب کشترو سپرنٹنڈنٹ پشاور ڈویژن مورخہ ۱۸ اگست ۱۸۹۹ء

بعد مراسم۔ آپ کی چٹھی مورخہ ۱۸ اگست ۱۸۹۹ء مطابق ۱۷ ربیع الاول ۱۳۱۹ھ میرے پاس پہنچی اور حقیقت مندرجہ معلوم ہوئی۔ اسمیں آپ لکھتے ہیں کہ:۔  
یعنی کوائف مندرجہ صحیح لیتے ہیں۔

میں نے آپ کی چٹھی سپلڈر جنرل غلام حیدر خاں اور ان لوگوں کی نسبت حالات معلوم کیے لے پڑھی ہے۔ جو جلال آباد کے علاقہ میں رہتے ہیں اور اسکی نسبت آپ مجھ کو لکھتے ہیں۔ اب بجواب اسکے میں جنرل غلام حیدر خاں سپلڈر اور باقاعدہ افغان افواج کی نسبت لکھتا ہوں کہ انہیں سے طاغیم الدین کے ساتھ مطلق کوئی شامل نہیں تھا اور نہ ہے۔ اور نہ آئندہ کہی ہوگا۔ فرقوں کی نسبت آپ خود جانتے ہیں کہ میرے خوف کوئی بھی اس بلچاؤ میں علانیہ شامل نہیں ہو سکتا۔ اور اگر کسی شخص نے ایسا کیا ہو تو وہ خفیہ کیا ہوگا۔ آپ کو بخوبی معلوم ہے کہ چند سال گذرے ہیں طاغیم الدین کا بلے ہاک کر ضلع پشاور کے مقام جاربونی میں جا آباد ہوا تھا اور برٹش گورنمنٹ کے

معتقد و نیک بارے اسکو اپنے پاس بلوایا تھا۔ اور گودہ حاضر نہ ہوا تاہم اسکی لکھی ساتھ  
خط و کتابت جاری رہی۔ اور وہ میرے ملک سے بہاگاہ ہوا تھا۔ اپنی بد اعمالیوں کی وجہ  
سے جنگا وہ مرکز کلب ہوا تھا۔ اور کئی فسادوں کی وجہ سے جو اُسے لوگوں میں بہاگاہ  
تھے وہ اپنی بد کرداریوں سے خود ہی استقدر ڈرتا تھا کہ اسے پشاور کے قریب شاہ  
جالی۔ مہندی اور جلال آباد کے لوگ اور جلال آباد کے پھاڑی اضلاع کے لوگ انکو  
اپنا پیغمبر مانتے ہیں۔ اور اسکے ملا ناچی کے ایما سے اسکے ہزارہا گرویدہ مرید ہیں حط  
پڑنے دفتوں میں یورپ میں پوپ کو بہشت اور دوزخ کے مالک ہو مینکا دعوتے تھا  
اور لوگوں کو بھی ایسے بیہودہ پیشواؤں پر اعتقاد تھا۔ اسی طرح ان ملاؤں کو بھی اسی  
قسم کی طاقت دیکھنے کا دعوت ہے۔ اور ان گذشتہ چند سالوں میں انہوں نے میری  
افغان رعایا کو بھی میرے مقابلہ پر باغی کر دیا تھا۔ اور ہر موقعہ پر خواہ یہ فساد و فتنہ  
میں ہو۔ یا لاشک عالم کایا اوزبک ملاؤں کا تھا جو بلخ میں اسحاق خاں کے ساتھ جا  
ٹھے تھے یہ ملاہی فساد کے بانی تھے۔ وہاں ایک موضع ڈانام ہے جس میں چار یا چرم  
کمانے والے رہتے ہیں۔ وہاں یہ شخص ملا نجم الدین رہتا ہے اور اسکے مریدوں نے  
اس ناپاک موضع کو بڑا مشریف مشہور کر دیا ہے۔ کیونکہ اسکے طالب علم اور مرید اسکو  
پیغمبر مانتے ہیں۔ اسکے لایعقل احکام سے کوئی معیت ہی جو اس پر نازل نہیں ہوئی۔  
اور کوئی نسخہ ہے جو بہا یا نہیں گیا۔ ہاں اسکو اپنا مسکن ایسی جگہ اختیار کیا ہے  
جو کابل سے خود مختار ہے اور پشاور کے پڑوس میں ہے۔ اور اپنے آپکو بہشت مورتی  
ہے۔ ان حالات میں برٹش گورنمنٹ کے معتبر افسر انصاف سی کہیں کہ میں کس طرح  
کوئی برتاؤ اسکے ساتھ کر سکتا ہوں۔ اور کس طرح میں اسکا اور اسکے مریدوں کا نظام  
کروں جو اسکو پیغمبر سمجھ کر خفیہ اسکے گرد جمع ہوتے ہیں۔ ہر ایک ملا کئی سال سے مجھے  
کئی طرح کا فر اور مرتد کہہ چکا ہے۔ اور اسکی انجمن ہی اسکے مرید میرے ساتھ لڑائی

کہ چکے ہیں۔ رکنے گہر تباہ اور بچی گردنیں تہ تیغ کی گئی ہیں۔ انہوں نے ۱۴ سالانہ نجات  
کے ہر ایک شخص کو خود وہ مہمانی یا پہاڑی تھا۔ اس وقت تک میرے مقابلہ پر کڑا  
رکھا۔ جب تک کہ جانیں کی ہزار ہا جانیں تلف نہ ہوئیں۔ اور خود ہمہ غصہ ملا ہی اپنے  
ہزارہ مریدوں کے ساتھ کام نہ آئے۔ ہر ایک لٹانے جتنی دھمکائی بل سبک سے  
مقابلہ پر بناوٹ کر لے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ اور وہ ہمیشہ اپنے گھنگھریلے  
اڑھیا کر برٹش حدود میں پناہ لیٹے رہے ہیں۔ اور اس گورنمنٹ کی ادھر جمی سرحدوں  
کا لڑا لڑا رہے جس سے یہ لٹا اپنا پیٹ پالتے رہے ہیں اور یہ وہی لٹا ہیں جو جیسے  
بہاگ کر پناہ ور کے قریب آزاد ملک میں جا آباد ہوئے ہیں۔ کہیں میں کس طرح انکا  
انتظام کر سکتا ہوں۔ سپہ سالار اور باقاعدہ فوج کی نسبت میں پہر آپ کو یقین دلاتا  
ہوں کہ وہ کبھی کوئی معاندانہ کارروائی نہیں کریں گے اور آپ کے پاس جو خبر پہنچائی  
گئی ہے یا اسکا پہنچا یا جانا ممکن ہے کہ باقاعدہ فوج اور غلام حیدر خاں سپہ سالار  
اس خداد میں کوئی حصہ لے رہے ہیں۔ یہ سب فتر ہے۔ اور میں خود قسمیہ کہتا ہوں  
کہ نہ میری فوج اور نہ افغانستان کے معتبر افسر اس سے کوئی سروکار رکھتے ہیں۔  
برٹش گورنمنٹ کے ذمہ اقتدار حکام کے کانوں تک جو حکم پہنچا یا گیا ہے وہ سر پر  
بے بنیاد ہی ان ملاؤں کی آپ کے قرب کی وجہ سے جو عین آپ کے ملک کے پاس ہے اور  
اب سرحدی لائن کی وجہ سے برٹش گورنمنٹ کی حدود میں ہے۔ میں ان دلائل پر اور  
کیا ایذا کر سکتا ہوں۔

(بذریعہ مار) منجانب صاحب کشت و سر نڈانٹ پٹا اور ڈویرن بخدرت قائم مقام  
چیف سکریٹری گورنمنٹ پنجاب مورخہ ۲۰۔ اگست ۱۹۰۹ء۔  
میں کرنل اسلم خاں کو بلوایا تھا۔ وہ کل جبرود سے یہاں آیا اور اس کے شام شو

کرنے کے بعد ہم جنرل ایلس کے پاس گئے تھے جبکہ نتیجہ یہ ہوا کہ ہم انہوں کی یہی متفطر رائے  
 قرار پائی ہے کہ جو حالات ایسے برسے ہیں جیسے کہ سیرک تانینج کے پیغام میں درج تھے ہم  
 خیبر رائفل فوج درہ کی چوکیوں پر اپنے ہڈ کو اور ٹر جبر و کو نہ بلوایا جلتے کہ نہ اس  
 معاہدہ نتیجہ نکلیں گا کہ ہم نے درہ کو چھوڑ دیا ہے اور فرخے فوراً علی مسجد اور لٹھ کی تل  
 کی چوکیوں کو غارت کر دیں گے۔ ہماری سبکی ہی رائے ہے کہ ہم خیبر رائفل پر  
 اسکے دیسی افسروں کے ماتحت انتہا تک اعتبار کریں۔ اور اگر وہ ہمیں چھوڑ بھی  
 جائیں۔ اور ہمارے اسلحہ اور سامان حرب دضرب ہی لئے جائیں۔ تاہم ہم یہ تسلیم نہیں  
 نہیں کر جیسا کہ ہمارے اعتباری کا کوئی اثر یہ کرنے سے پہلے اسکو جبر و دیں بلوایا  
 ہے۔ میں نہیں کہتا کہ ابھی ہم میدان سے نکل گئے ہیں۔ لیکن ہر ایک ان کی اپنی  
 امن میں خلل اندازی کو زیادہ ترجیح دیتا ہے کہ یہی ہے کہ نل اسلم خان کا خیال  
 ہے کہ اگر ہم افواج لٹھ کی تل اور علی مسجد میں چھوڑ دیں تو یہ تیراہ میں تمام  
 مباحثوں کو ختم کر دیں گے لیکن جنرل ایلس اور میں محض خیبر کی چوکیوں اور مرکز  
 کی حفاظت کے واسطے یہ کارروائی کرنے کی طرف مائل نہیں ہیں۔ علاوہ اسکے  
 اگر افواج درہ میں مقیم کجائیں تو انکی بہم رسانی ذخائر کا سوال ٹیڑھی کہیہ  
 ہو جائیگا۔ کیونکہ ہمیں سب کچھ بجز گھاس اور لکڑی کے جو علی مسجد میں ملے گی  
 پشاور سے بھیجا پڑیگا۔ پولیس نظر میں ہی میرا خیال یہ ہے کہ ملکوں کو کٹائی لائی  
 مدد کے بغیر اپنے اقرار دل کے مطابق عمل کرنے دیا جائے۔

ترجمہ چٹھی منجانب ہرنیٹینس امیر صاحب افغانستان بنجدرت ہرنیٹینس  
 وائیلے ہند مورخہ ۱۹- اگست ۱۸۹۰ء  
 بعد مراسم میں یورپ کیلنس کی اسلام سے مطلع کر دینا فوج حاصل کرنا ہرنیٹینس



مورخہ ۲۱ مئی ۱۳۱۵ء کو مطابق ۲۱- اگست ۱۸۹۷ء۔

بعد آداب و کورنشات۔ بہتر جب ان معلومات کے جو پورٹینس کے شاغسی کی وساطت سے حاصل ہوئے ہیں۔ میں عرض پر دانا ہوں کہ میں یہ افواہ سنی ہے کہ گجیان غازیہ میں۔ اور سورہین وغیرہ کے لوگ غازی ہونے کے واسطے ملاؤڑا کے ساتھ شامل ہوئیوں لے ہیں۔ اور میں نے یہ بھی سنا ہے کہ خان لالپورہ اسکو آرد۔ گھی۔ اور دیگر اشیاء مدد ہم پہنچا رہا ہے۔ جو اس غرض کے واسطے مختلف میٹ سے جمع کیا جاتا ہے۔

میں نے یہ بھی سنا ہے کہ باقاعدہ افواج کے بعض آدمی جو اس وقت اسما مقیم ہیں۔ ایسا ہی کر نیوالے ہیں۔ اگر پورٹینس مناسب سمجھیں تو کوئی ایسا انتظار فرمائیں کہ زیادہ تر لوگ قاتل کے ساتھ شامل ہونے سے رک جائیں۔

ہر نامی قس میر صاحب کا برٹش ایجنٹ کو جواب۔

بعد ما جب۔ جشن متحدہ کے روز آپ بھی موجود تھے اور اس موقع پر میں جو کچھ کھاتا وہ آپ نے خود سن لیا تھا۔

مسلمان ملک کے عد قتل سے عقیدہ مند ہیں۔ لیکن میرے خوف سے اسکو کی طرح ہر مذہب نہیں دیکھتے۔ لیکن میں اس مدد کی نسبت کچھ نہیں کہہ سکتا۔ جو وہ خفیہ دیکھتے ہیں۔ یہ خبر صحیح معلوم ہوئی ہے کیونکہ اگر ملک کے پیر و اسکی مدد کریں تو اسکو کہاں کے واسطے طرح خوراک مل سکتی ہے؟ تاہم میرے ڈر سے اس کے عقیدہ ہی اسکو علانیہ کوئی شے نہیں پہنچ سکتے۔ یعنی نگرہ میں تمام افسر کے نام پائتیں جاری کر دی ہیں اور وہ خفیہ گجانی کر رہے ہیں۔

ملک کے ایک مرید نے جو ملکان میں بتا ہے اور ملا کا خلیفہ ہے کہ ان کے باشند



کو بہکا کر پالتو آدمی جمع کر لئے تھے سب متشکر ہوئے۔ اور انہیں سے چالیس گنا کر لیا۔  
خلیفہ اپنے چند ہمراہیوں کے ساتھ بہاگل گیا ہے۔ لیکن اسکی گرفتاری کے واسطے توبہ  
عمل میں لائی جا رہی ہیں۔ مجسم الدین کے ہزار ہا مرید اور خلیفہ افغانستان میں  
موجود ہیں۔ حتی الامکان میں انکی حرکات و سکنات کی نگہبانی کر دنگہ انشاء اللہ  
تعالیٰ وہ ٹھکے طور پر کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ لیکن جو کچھ خفیہ کیا جائے اسکا رد کیا  
اسکان سے باہر ہے۔ کیونکہ اگر میں کسی شخص کو شبہہ میں گرفتار کر دوں فوراً طرح  
کی شمولیت سے انکار کر دینگا۔

اس طرح کوئی شخص علانیہ کچھ نہیں کر سکتا۔ اور میں انکو شبہہ میں قلابند نہیں کر سکتا۔  
اگر اسکے خلیفوں سرمدوں کے یہی حالات ہیں جو میں نے اوپر بیان کیئے ہیں۔  
انکے کوئی علانیہ مخالف کارروائی کر نہ کیا مطلق اندیشہ نہیں ہے اگر انہیں کچھ کیا  
ہے تو خفیہ کیا ہوگا۔ وہ میرے خوف سے بڑا کچھ نہیں کر سکتے۔ یہی حالات ہیں جو اب میرے  
کرتا ہوں۔

منجانب ہزار کیلنس فی ایئر کم و گورنر جنرل ہند نجد مرت ہارٹنسل سیر صاحب  
افغانستان جی۔ سی۔ بی۔ جی۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ مورخہ ۶ ستمبر ۱۹۷۹ء  
بعد مراسم آداب میں اپنی چٹھی مورخہ ۳۰ اگست میں جو یو۔ ہارٹنسل منجانب  
مختی آپکی چٹھی مورخہ ۱۵ ربیع الاول ۱۳۹۸ء مطابق ۱۰ اگست ۱۹۷۹ء کا جو صاحب کشتہ  
پشاور کے نام مختی صلاور ہو نہکا تذکرہ کر چکا ہوں۔ جس میں یو۔ ہارٹنسل سرحد ہند پر فساد  
میں شریک ہونے سے انکار کرتے ہیں۔ اب میرے پاس یو۔ ہارٹنسل کا دوسرا مختی  
مورخہ ۱۹ ربیع الاول ۱۳۹۸ء مطابق ۱۰ اگست ۱۹۷۹ء صلاور ہوا ہے جو کوئی ٹھکانہ  
بلوچستان کی راہ سے بھیجا گیا ہے۔

اس چٹھی کے ساتھ یورہائینس نے مجھے اعلان کی ایک چٹھی بھیجی ہے۔ جو بلا بُرا  
 نے ننگر ہار کے لوگوں کے نام جاری کیا تھا۔ میں یورہائینس کا یہ یہ معلومات بھیجے کی تکلیف  
 اٹھانا کامشکور ہوں۔ میں پہلے ہی یہ اعلان دیکھ چکا ہوں۔ اور عجیب اطلاع ملی تھی کہ اس  
 شخص کو جسے میری مالی کا پی حاصل کی گئی تھی۔ ملا کا یہ ہٹا ہوا یورہائینس کے عامل نے  
 دیا تھا۔

میں یہ دل سے یورہائینس سے اتفاق کرتا ہوں کہ خود غرض لوگوں کے چہرے بیان کو  
 اور مصنوعی ریپورٹوں کی دوستانہ طور پر تحقیقات ہونی چاہئیں اور کسی ایسی ریپورٹ کی  
 پیش بندی کے خیال سے جو یورہائینس کے گوشگذا رکی جائے میں آئیکو مطلع کرنے کے  
 لیے لکھتا ہوں کہ میری افواج ملا ہڈا اور اس کے لشکر کی تلاش میں راسکو منتشر اور تباہ  
 کرنے کے واسطے مہندی ٹاک میں داخل ہونے والی ہیں۔ اس چٹھی میں جو یورہائینس  
 نے اربعہ الاول کو صاحب کشر پشاوَر کے نام لکھی تھی۔ یورہائینس نے بیان کیا ہے کہ  
 ملا نجم الدین نے اب ایسے ٹاک میں رہائش اختیار کی ہے جو کابل سے خود مختار ہے اور  
 پشاوَر کے پڑوس میں ہے۔

یورہائینس نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ میں اس بارہ میں لائل نادر کو رپاؤر کیا  
 ایذا دے سکتا ہوں بلکہ اس کے ملا آگے فریب ہی ایسے ٹاک میں ہے جو سرحد ملی لائن  
 کے مطابق برٹش گورنمنٹ کی حدود میں ہے۔

میشاک یہ بھی ہے کہ ملا نے ایسے ٹاک کی حدود کے اندر معاندانہ کارروائی کی ہے  
 جس کا برٹش حدود کے اندر واقع ہونا تسلیم کیا گیا ہے۔ اگر وہ میری افواج کو دہاں ملک  
 تو وہ جلد اپنے کئے کا خمیازہ اٹھائے گا۔ لیکن میں سننا ہے کہ ملا نے موضع جاردی میں  
 بودو باش اختیار کی ہے۔ لیکن یورہائینس کو معلوم ہے کہ ملا کا وہ حصہ دیران جنگل ہے  
 جس کی آب و ہوا پائیش نہیں ہوتی اور نہ اس طرف منتقل طور پر سرحدی مینار قائم کئے گئے ہیں

جو حسب منشا میری چٹھی مورخہ ۱۲ نومبر ۱۹۱۷ء کے افغانستان کی حدود میں آگیا  
یورہٹینس اس امر میں میرے ساتھ متفق رائے ہوئے کہ چونکہ اس شخص نے برٹش  
گورنمنٹ کو ایسی ہی تکلیف دی جیسی کہ یورہٹینس کو لھذا منسب ہے کہ یہ اپنی  
کیفر کردار کی منشا پانے کے بغیر نہ رہی۔ اگر لٹا میری فرج کے پہنچنے سے پہلے جا رہا  
یا کسی دیگر ایسے ہی مقام کو بھاگ گیا تاہم میری فرج کو اختیار ہوگا کہ انتہا تک  
اس کا تعاقب کر کے اس کو اور اس کے مسکن کو تباہ کرے۔ میں نہیں چاہتا کہ یورہٹینس اپنی  
فرج کی طرف سے کسی ایسی کارروائی کو اپنے خلاف سمجھیں۔ جو کچھ مجھے ہندوستان  
میں ملے کیا ہوا ہے۔ میرا پرگز اور وہ نہیں جانتے کہ میری افواج اس ملک میں  
ٹہریں اور وہ یقیناً اس سے آگے نہیں بڑھیں گے۔ جس قدر کہ وہ مدعا جسے وہ  
بیچے جاتے ہیں پورا کرنے کے لیے ضروری ہوگا۔ قطع نظر اسکے اگر لٹا وادی کنارہ  
میں پہاڑوں کے پار بھاگ گیا تو میری افواج کو حکم ہے کہ اس سے آگے نہیں  
لیکن مجھے یورہٹینس سے توقع ہے کہ آپ اپنی اسکاروں کو ایمان دہائیں گے کہ وہ اسکے  
ساتھ اب سونوک کریں جس کے وہ لایق ہے۔ اور اسکے معاندانہ کارروائی کے واسطے  
فرقوں کو ابھارنے کا موقع نہ دیں۔

بٹنہ یورہٹینس کے ساتھ خط و کتابت کرنے میں ہمیشہ صاف علی سے کام لیا ہے  
یہاں کہ جتنی سم کی خط فہمی پیدا نہ ہو اور میں امید کرتا ہوں کہ یورہٹینس بھی سمجھیں گے  
کہ اس موقع پر یہی میری ہی ہوتی ہے۔

چٹھی منجانب برٹش ایجنٹ کابل بخیرت صاحب سکرٹری گورنمنٹ ہند  
فارن ڈیپارٹمنٹ مورخہ ۱۸- اگست ۱۹۱۷ء۔  
کل بعد دوپہر میں بالا باغ میں ہرٹینس صاحب کے سالانہ دربار میں شامل

جو اجوز ہرنہ ٹینس کے منہ سے خطا خطا کر لیا۔ اٹکٹ الدین کی تقریب سے ہوا تھا۔ یہ بار بہت بھاری تھا۔ اسمیں سول ملٹری افسر اور دیگر اصحاب شریک تھے۔ مکان کے مختلف حصوں سے بڑے بڑے خان اور ملا بھی اس میں شریک ہونے کے لئے مدعو کیے گئے تھے۔

قریباً چار بجے شام کے ہرنہ ٹینس امیر صاحب نے تمام درباریوں کو اپنے پاس بلوایا۔ اور سب سے پہلے مجھ سے دریافت فرمایا کہ آیا ملا ٹڈا کی بغاوت کی نسبت میرے پاس صاحب کشتہ کی کوئی جڑھی پہنچی ہے؟ چونکہ میرے پاس کوئی جڑھی نہیں پہنچی تھی لہذا جینے نفی میں جواب دیا۔ اس کے بعد ہرنہ ٹینس امیر صاحب نے ہرنہ ٹینس حضور دہلی کے کی مار کیا ترجمہ پڑھا۔ جو صاحب کشتہ لٹاؤ کی دس طاقت سے پہنچا تھا۔ اور اسمیں ملا ٹڈا کی بغاوت وغیرہ کے حالات درج تھے۔

جب ہرنہ ٹینس امیر صاحب نے اس ناکہ آخری حصہ پڑھا تو اس کا بکے دل پر بہت اثر ہوا۔ جس کا حاصل یہ ہوا کہ جنرل غلام حیدر خاں سپہ سالار نے بعض سپاہیوں کے شہد درمیں ایک سرکاری موضع جلانے میں مدد دینے سے جسے سخت نقصان لاحق ہوا اس کا سخت کج۔ لہذا اس کے کسی دوسری طرف بھیجا جائے۔ اور جو مسائل وغیرہ کے رہنے والے لوگ ملا سے جاملے ہیں۔ وہ واپس طلب کیے جائیں۔ ورنہ ہرنہ ٹینس امیر صاحب کی کاروائیوں کے ذمہ دار ہونگے۔

امیر صاحب نے اپنی سخت نشانی کا پیرانا فائدہ دہرایا ہے۔ اور اس کے متعلق مطبوعات بیان کیے۔ اور تمام حاضرین کو یقین دلایا کہ میں ہمیشہ اپنے قول و اقرار پر قائم رہا ہوں اور میری خواہش کبھی برٹش گورنمنٹ کے خلاف کارروائی کرنے کی نہیں ہوئی اور نہ میں نے کبھی اپنے سپاہیوں یا رعایا کو برٹش گورنمنٹ کے مقابلہ پر کوئی باغیانہ کام کرنے کی ترغیب و تحریص دی ہے۔

اپنی اس پیچھے کے دوران میں انہوں نے بہت ہی بیان کیا کہ وہ کوئی اپنا

تلاش کر رہے ہیں۔ جسے شاید یہ مراد تھی کہ گورنمنٹ ہند پرنس کو مئی الزام غایت  
 کرنیکا موقع تلاش کر رہی ہے۔ اور اسکے ساتھ پرنس کی تمثیل نہ رہی۔ ۵  
 نندانی کہ چوں کہ رجبہ عاجز شود برابر و بچہ نکال چشم پندار  
 جہان تک انہوں نے حاضرین کو مخاطب کیا سراسر کھلم کھلا کہ انہوں نے اپنی رعایا  
 سپاہیوں کو برٹش گورنمنٹ کے مقابلہ پر آئینہ کوئی ایمان نہیں کیا تھا۔ اور انہوں نے تمام  
 جمع کے روبرو ایک سے زیادہ دفعہ حلف اٹھائی کہ انہوں نے برٹش گورنمنٹ کے  
 ساتھ ہمیشہ ارتباط و اتحاد قائم رکھی۔ اور کبھی کسی برائی نہیں چاہی۔

ترجمہ چٹھی ہزار مینس امیر صاحب افغانستان بخدمت ہزار کیلنڈی حضوریہ  
 مورخہ ۱۰ اکتوبر ۱۲۹۷ھ  
 بعد مراسم یورپ کیلنڈی کا شفقت نامہ مورخہ ۳۰ اگست ۱۲۹۷ھ صادر ہوا۔  
 کو ایف مندرجہ معلوم ہوئے جو حسب ذیل تھے۔

میں نے یورپ کیلنڈی کی چٹھی کے محبت آمیز فقرات کا مفہوم سمجھا ہے۔  
 اس خبر کی نسبت جو یورپ کیلنڈی کے پاس اس بارہ میں پہنچی ہے کہ میری رعایا  
 لوگ علانیہ جمع ہو کر پھنڈوں اور زہلوں کے ساتھ دریائے گندھار کا گزرا کر ٹاڈا کی  
 پارٹی کے ساتھ جلتے ہیں۔ اور میرے شہد کے بعد اپنے سر کو لیکر اور اپنے رخصتوں کو  
 ادا دیکر اپنے اپنے مقامات کو لوٹ چلے گئے ہیں اور یورپ کیلنڈی چاہتے ہیں کہ میں  
 اپنے مقامی افسروں کو حکم دوں کہ وہ میری رعایا کو سرحد گزرا کر برٹش گورنمنٹ کے  
 خلاف کسی بدیتی سے متاثر نہ ہوں گے ساتھ شامل ہونے سے روکیں۔ بلکہ دریائے گندھار  
 کے ساتھ ساتھ اور دیگر مقامات کے لوگوں کو دریا گزرنے سے روکنے کے واسطے  
 تعینات کریں۔ محب من یورپ کیلنڈی کے تحریر کرنے کے بعد کوئی ایسا واقعہ نہیں ہوا

یعنی کہ افغان عایمان تو علانیہ جمع ہوئی ہے۔ اور نہ لہرے ہوئے جہنڈوں کے ساتھ  
سرحد پار ہوئی ہے۔ اصلیت و قعات نہ ہی ہے جو میں یورک سیلنسی کو اپنی پہلی چٹی  
میں بتا چکا ہوں۔ ملا نجم الدین ساکن جاردینی نے اپنے مکروتنہ دیر کا جال پہیلا کر مختلف  
افغان فرقوں کے لوگ اپنے مرید بنالئے ہیں۔ اور وہ اسکے احکام کی بدرجہ غایت  
تعمیل کرتے ہیں۔ ان ایام میں جسے وہ باعث ضرر اور فساد ہوا ہے اسے ہر طرف  
چڑھایا نہ ہو سیکر تمام لوگوں کو اپنے ساتھ شامل ہونے کو بلایا ہے۔ یعنی اسکی ایک چٹی  
بہم پہنچا کر یورک سیلنسی کے ملاحظہ کے واسطے بھیجی تھی جو کچھ عرصہ سے یورک سیلنسی کے پاس  
پہنچ چکی ہوگی۔

میں نے اپنے مقامی فہرہوں کو حکم دیا ہے کہ حتیٰ الوسع افغان عایمان کی نگہبانی کریں  
اور اسکو ملا ٹڈا کے ساتھ شامل ہونے نہ دیں۔ اس طرح ممکن ارگمان کے لوگوں نے  
قریباً ۳۰ ہزار آدمی جمع کر کے جہنڈے تیار کیئے تھے۔ لیکن جب ان فہرہوں کے پاس  
میرے حکام پہنچ گئے انہوں نے حتیٰ المقدور کوشش کر کے انکو منتشر کر دیا۔ اور وہ سب  
اپنے اپنے گہروں کو واپس چلو گئے۔ بلاشبہ سرحدی اخبار نویس نے یورک سیلنسی اسکی  
اطلاع دی ہوگی۔

میری سلطنت کا کوئی آدمی علانیہ ایسا نہیں کر سکتا تاہم انہیں سے بعض طا  
ہذا کے بہت معتقد ہیں۔ اور ممکن ہے کہ انہوں نے رات کی وقت چوروں کی طرح  
گمنام طور کوں اسکا ساتھ دیا ہو۔ ایسے وسیع ملک میں راتوں کے وقت چوروں کی  
نگہبانی کرنا کس طرح ممکن ہے۔

یورک سیلنسی لکھتے ہیں کہ دریاہ کابل کے ساتھ ساتھ اور دیگر سڑکوں پر پہرے  
تجینات کی جائیں تاکہ کسی کو دوسری طرف جانچی اجازت نہ ہو۔  
میرے عنایت فرمائے محلایا انتظام صرف اس صورت میں ہو سکتا ہے جبکہ قریباً

۱۰ ہزار سپاہی اس ضلع کے تمام بھاڑوں کی چوٹیوں اور دریائے گندرا کا ہونہار تعینات ہوں۔ ہزار ایسے حکام کے ہیکل تعینات ہونی ممکن نہیں ہے کیونکہ ان لوگوں کو رکھ کر کس طرح ممکن ہو سکتا ہے جو ایک سے بخوبی واقف ہیں؟ اگر مشہور و معروف سڑکوں پر آنکھ واسطے پہرے تعینات کیئے جائیں۔ تو وہ اپنی وقفیت کی وجہ سے بھاڑوں اور ریگستانوں کے بیچ سے سرحد کو گذر جائیں گے تاہم مقامی اہلکار حتیٰ الامکان نگہبانی کر رہے ہیں۔ اور فرقوں کے لوگوں کی علانیہ حرکات کو خوب دیکھتے رہیں گے۔

ان مقتولوں اور مجروحوں کی نسبت جو رپورٹ کیلنسی فرماتے ہیں کہ یہ لوگ کسی شہنشاہ کے بعد اٹھا کر لگے ہیں میں عرض گزار ہوں کہ اگر وہ مردوں کو خفیہ اٹھا لائے ہیں۔ تو اب انکا سراغ ملنا محال ہو گیا ہے۔ اگر مجروحوں کی نسبت سوال کیا جائے تو وہ یہ کہتے ہیں کہ وہ ایک دوسرے فرقہ کے ساتھ ہمیشہ لڑتے رہتے ہیں اور مجروحوں کو اس طرح زخم آئے ہیں کہ وہ چوکنگے لوگ بھی انہیں کے آدمی ہیں لہذا انکا بیان برعکس ثابت کرنا ناممکن ہے۔

یورپ کیلنسی نے نظر شفقت مجھے بتایا ہے کہ سرحدی فساد بلا اشتعال رہا ہے۔ میں اور ان فرقوں کو سرحدین کے واسطے فوج تعینات کی گئی ہے کہ جنہوں نے مالاکوڑ اور چکدرہ کے حملہ میں حصہ لیا۔ یہ فوج بالائی وادی سوات تک گئی تھی جہاں نے فرقوں سے اطاعت قبول کرائی ہے۔ ان آفریدیوں نے جو کئی سالوں سے برٹش گورنمنٹ کے ساتھ عہد و پیمان کیے ہوئے ہیں۔ جنہاں پر تلے بیٹھے ہیں۔ اور جو شخص اس کارروائی کا بانی اور ذمہ دار ہے۔ وہ ملائید اکبر اور اکاخیل اور طبر شیر۔ ملک دین خیل ہیں۔ ان لوگوں نے خیبر میں بعض چوکیاں جلا دی ہیں۔ سڑک غیر محفوظ پڑی ہے جہاں سے کوئی قافلہ نہیں گذر سکتا۔ اسلئے موجودہ حالت میں قیمتی مال بالخصوص جنگی ذخائر کا بچھنا ملتوی کرنا ضروری ہے۔ آفریدیوں اور

دیگر فرقوں کو جنہوں نے برٹش گورنمنٹ کی پیکریوں پر حملہ کیا ہے۔ ایسی عبرتناک سزا دی جا چکی جو برٹش گورنمنٹ کی فضیلت کو نمایاں اور مقور کرے۔

میں نے ان حالات کے واقعات سمجھ لیے ہیں جنکی یورپ کیلنس نے تصویر کی ہے اور مجھے یقین ہے کہ جن فرقوں نے فساد برپا کیا ہے اور جنہوں نے جنگی سامان اور اسلحوں کے بغیر گورنمنٹ کے مقابلہ پر محاذ نہ کارروائی شروع کر دی ہے وہ منتشر اور پائیدار نہیں رہیں گے۔

میں انہیں سے بعض لوگوں کو ملا تھا اور ان سے بطور وضاحت کے دریافت کیا تھا کہ وہ کیوں نامور برٹش گورنمنٹ کا مقابلہ کرنے سے نقصان اٹھاتے ہیں اور اپنے آپ کو احمق کر دینا چاہتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ یہ کارروائیاں سخت مایوسی کی حالت میں جسکے ہم مورد تہمتہ کرنا چاہتے تھے اور انہوں نے حسبِ اہل حالات بیان کیے یعنی کہ اہل سالوں میں نامور برٹش گورنمنٹ کی طرف سے چار سالہ تہمتہ وعدہ تھا کہ قحط مزین گورنمنٹ کی پابندیوں سے مستثنیٰ رہیں گے اور اپنے ملک میں آزادی سے بسر کریں گے اور جب اس گورنمنٹ عظیم کی طرف سے ہمارے پاس ایسے احکام پہنچے۔ ہمارا کلی اطمینان ہو گیا تھا۔ اور پہلے کوئی شخص کسی شخص کو ادا نہ کیا لیکن اب میں سرحدی افروں نے گورنمنٹ کی ان احکام کی پروا نہ کر کے جو ہمارے نام جاری کیے گئے تھے ہمارے ملک میں سرکینٹائی شروع کیں اور ہر ہمسے سے معاملہ مانگنے لگے۔ اور ہمیں جرمانہ وغیرہ کیے۔ حتیٰ کہ ہمارے ساتھ ایسا ہی سلوک ہونے لگا جیسا کہ ہندوستان کے پڑائے باشندوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ پہاڑی مقامات کے لوگ عمر مارا غریب ہونے ہیں اور ہمتیے پاس کوئی جائیداد نہیں ہوتی۔ لہذا ہم رہنے پر تیار ہو گئے ہیں۔ اور ہماری صرف یہی خواہش ہے کہ سرحدی فرقے اس معاہدہ کے مطابق کاربند ہوں جو گورنمنٹ ہند ہم سے کر چکی ہے۔ تب میں نے ان سے کہا کہ اپنے بیانات کی تائید کے واسطے کوئی ”سند“



پیش کریں۔ اور انہوں نے کئی ایسے چبے جو۔۔۔ عداوت دکھائے جو عظیم لشکر گورنٹ  
ہند نے ان فرقوں کو آزادی قائم رکھنے کی نسبت جاری کیے تھے۔ چونکہ نینے حالات  
مذکورہ بعض متغیرہ بالا فرقوں سے لائے ہیں اور بعض اعلان بھی سمجھے ہیں جو انکے قبضہ میں تھے  
لہذا میں یورپ کی سیلنسی کی اطلاع کے طور پر ایذا کرتا ہوں۔ ظاہر ان لوگوں کی شکایتیں  
ہند کے سرحدی مقامی افسروں کی نسبت ہیں۔ لیکن ہر کہ۔۔۔ کی سیلنسی کے پاس بھی  
ایسے حالات پہنچے ہوں۔

لہذا سرکار خیر کے بند ہونے اور بعض ملاؤں کی ترغیب سے اسکے غیر محفوظ ہونے  
کی نسبت یورپ کی سیلنسی نے مجھے ان بوٹ سے اطلاع دی ہے جو دورہ کے سچ سے مال  
تجارت اور بالخصوص قیمتی مال اور جنگی ذخائر کی ترسیل کے منع ہو رہے ہیں۔  
میں جانتا ہوں کہ یہ خود مختار فرقے لوٹ لیتے ہیں چنانچہ کچھ عرصہ گزرا ہے کہ  
محمد حسین عامل ڈک کو بعض شکمش اور بکریوں کے خام چمڑوں کی قافلو یافتنی کا ہتھام  
سہ دیا گیا تھا۔ لیکن بعض شہریر مال مذکور چھین کر لگئے۔ اور ایک قافلہ سوداگران  
کا چوہہ لاکھ روپیہ لیجا رہا تھا۔ اور وہ ڈک میں پہنچ چکا تھا۔ مگر ڈک (کا) یہ حال کچھ  
ڈک سے واپس بلوایا گیا تھا۔

ایسے مینے یہ انتظام کیا ہے کہ جتنے بھیجنی ضروری ہو وہ سرکار خیر کے پھر  
کھلنے تک کہ اچھی اور ہر اس کی راہ سے روانہ کی جائے۔

علاوہ اسکے یورپ کی سیلنسی اس فساد کا حال لکھتے ہیں جو بدلتا ہے مگر میری لوگوں  
نے اس قسم کا کبڑا کیا ہے کہ پشاور میں جو افواج جمع ہیں وہ کابل پر حملہ کرنے کے  
درست ہیں اور کہ گورنٹ ہند میری مدد کیلئے معاہدہ پر اسے سزاوارد قرار سے قبضہ  
رہیگی میرے پیار سے مہربان کئی خود غرض اور اہل حق آدمی ہر ایک جگہ ہیں۔ اور  
جو کچھ اُنکے ذہن میں آتا ہے لکھتے پھرتے ہیں۔ لیکن ایسے احمقوں کے بیان کو

کوئی وقعت نہیں دیا جاتی۔ جو صرف بیرونی باتوں کو دیکھتے ہیں اور ہمیشہ ضرور سبانی کے درپے رہتے ہیں۔ پشاور ایک ایسا مقام ہے جو گورنمنٹ کے قبضہ میں ہے۔ اور گورنمنٹ کو اختیار ہے کہ جو انتظام یا تدبیر چاہے عمل میں لائے۔ اس طرح ہماری دو گورنمنٹوں کو ایسی تدبیریں عمل کرینیکا اختیار ہے جو وہ اپنی ممالک کے واسطے ضروری خیال کریں۔ لہذا اب تک کوئی ایسا معاملہ ظہور میں نہیں آیا جو ایسی غیر ضروری تہیمات پیدا کرینیکا موجب ہوں۔ مگر ایسا ہی ہونا خیال کیا جائے تو سب سے پہلے اس طرف سے اسکی وجہ دریافت کرنی ہوگی جہاں یہ وقوع میں آئی۔

اگر یہ معاملہ لیا ہو کہ اسکے واسطے خط و کتابت ضروری ہو تو پیش خط و کتابت ہونی چاہیئے۔ ورنہ خود غرضوں کی باتوں سے کیوں کان کشائیں جائیں۔

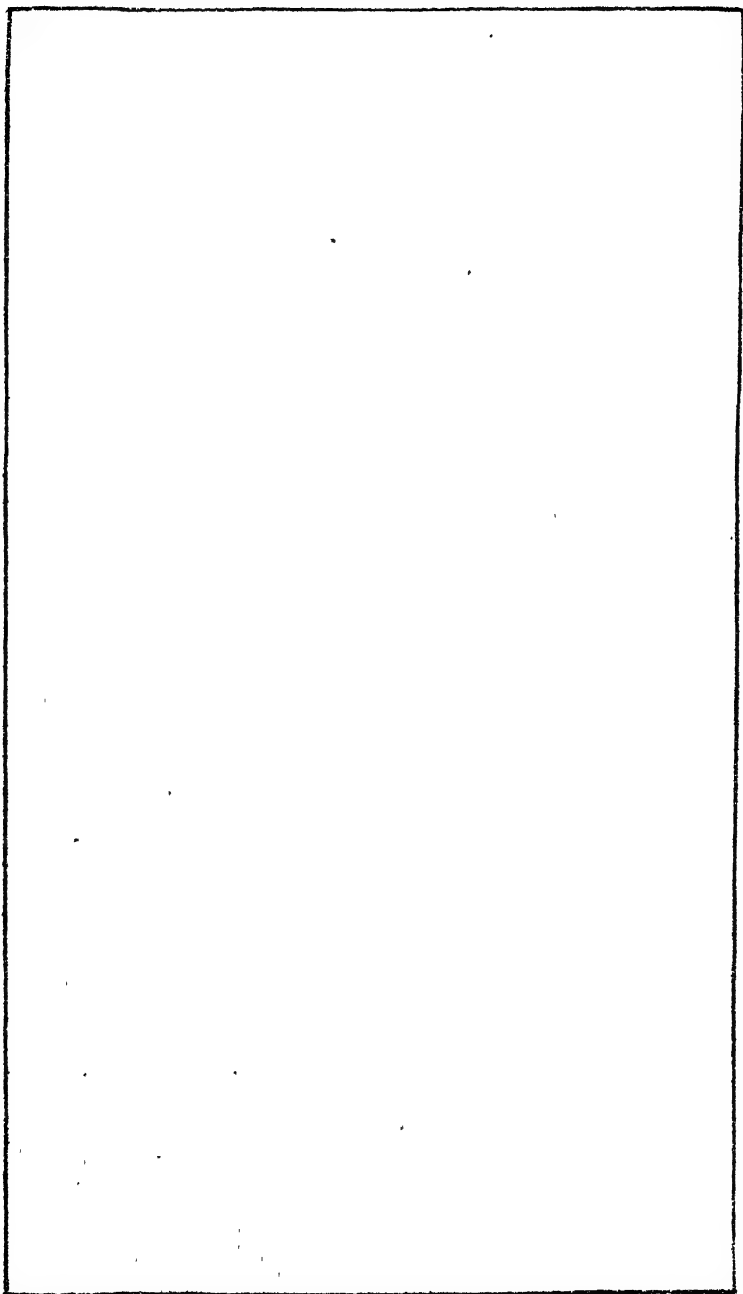
اسی طرح جس طرح کہ یوریکسینسی نے تحریر کیا ہے جب تک برٹش گورنمنٹ اپنی عہدہ اتحاد اور یکا لگی مشورتح اور اتفاق دولت خدا اور کہتی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ میں بھی پورے وثوق کے ساتھ حسبہ رابطہ عہد نامہ نامور برٹش گورنمنٹ کے اتحاد پر ثابت قدم ہوں۔ ان شتروں کی نسبت جو وزیر سی ریزرو فوج سرکار کے چوراکر لیگئے اور خوست میں لاکر باشندوں کے پاس فروخت کر گئے میں مطلع کرتا ہوں کہ سردار شیر نیدل خاں نے مالکوں کو انکے محفوظ رکھنے کا حکم دیا ہے اگر یوریکسینسی اٹنے واپس لینا ضروری خیال کریں تب چونکہ باشندگان کوست نے وزیر سی چوروں سے قیمت خرید کیے ہیں لہذا انکو قیمت مروجہ ادا کر کے اونٹ اٹنے واپس لے جائیں تاکہ خوست کے غریب لوگوں کا نقصان نہ ہو۔

ترجمہ حبشی امیر فغانستان بخدمت ہزاریکسینسی حضور و اسیسٹے مورخہ ۱۱

ستمبر ۱۹۰۷ء

بعد مر اسم اتھاو۔ میں یورگیلنسی کو اطلاع دیتا ہوں کہ یورگیلنسی کا  
الطاف نامہ مورخہ ۲ ماہ حال شرف صدور لایا آسمیں لکھا ہے۔ ازل ملائکہ کو میرے  
مکس میں داخل نہیں ہوگا کیونکہ اسے بیجا کارروائی کی ہے۔ لیکن اگر وہ پہر ہی گئے  
میں اسکو اپنے مکس نکال دوں تاکہ وہ عرب کو چلا جائے۔ کیونکہ وہ بہت شہیر  
شخص ہے مگر یورگیلنسی کی فوج کو بہت پیش قدمی نہیں کرنی چاہیے تاکہ حدود کنار کے  
اندر یا ان افواج میں جو کنار میں ہیں کو مئی اضطراب پیدا نہ ہو۔ ملا بڑا سنگڑ ہے۔  
اسکو ننگر مار کے لوگوں اور افواج کو جو شہر میں لانا بکا موقع نہ ملے احتیاط ضروری  
ہے۔ مبادا کہ گورنمنٹ عظیم کی افواج پڑوس میں کو مئی جوش اور کلبلی نہ چھوئیں  
اور ملا لوگوں کو جوش دلا کر باعث فتور نہ ہو۔ اسی ضلع کے باقی حصے کی نسبت جہاں  
سرحد قائم نہیں کی گئی یورگیلنسی کہتے ہیں کہ اسکا تاجار دلی حدود و افغانستان  
میں واقع ہے۔ چونکہ ان مقامات کی نسبت تاحال کوئی فیصلہ نہیں ہوا۔ لہذا بیشک  
ویسا ہی ہوگا جب کہ آپ تحریر فرماتے ہیں۔

PA4



# ضمیمہ چہارم

## امیر افغانستان

۱- یہ مضمون سیرلس گریفن صاحب نے اپنے ذالی تجربات اور مشاہدات پر مشتمل سالانہ رٹائٹیلی ریویو میں طبع کرایا تھا اور اب انگریزی سے ترجمہ کیا جاتا ہے۔ (ایڈیٹر)

فی الحال جبکہ روس اپنے لیے ہندوستان کی حدود کی طرف پسپا رہا ہے اور امیر عبدالرحمن خاں کو برٹش کمانڈر سرخیف کے ساتھ گفتگو کرنے کے لیے بلاایا گیا ہے مجھے یہی خیال ہے کہ اس مشرقی سرمارو کے گذشتہ حالات پر اس کے پیش کردہ تا کہ انگریزوں کی سمجھ لیں کہ وہ کس قسم کا آدمی ہے اور آیا اس کا مستقل ارادہ ہے کہ انگلینڈ اور روس کے مابین براعظم ایشیا میں برتری حاصل کرنے کے لیے جو جنگ جہل بالظہور ہوئی ہے خواہ وہ ایک دوسرے کی برتری استیلا زار و حقوق تیار یوں کے باعث کتنی مدت تک طو می ہے ہمیں وہ اپنی قیمت کو انگریزوں کے ساتھ شریک کریں۔ اصل بات یہ ہے اس بار میں نے کوئی نیا تذکرہ نہیں کرنا یعنی امیر صاحب کو ۱۱۔ اگست ۱۸۸۷ء سے مطلق نہیں دیکھا۔ اس وقت ایک طویل اور متردّد جہد و پیمان کے خاتمہ پر جبکہ وہ افغانستان کے باورشاہ تسلیم ہو چکے تھے۔ شہر کابل کی فضیلت کے نیچے میں اور جنرل سرٹونلڈ

سٹیڈنٹ شاہی عروج سے استقبال کیا۔ اور انکی ملاقات کے بعد ہم فی الفور لشکر کے پیچھے دوڑے جسے واپس گھر کی راہ لی تھی۔ اسکے چند سال بعد جب وہ لاہور واپس کی ملاقات کے لئے راولپنڈی میں آئے مجھے اُن سے ملاقات کا موقع نہ ملا۔ اور نہ وہ خط لکھ سکے سوا میری اُن سے زیادہ خط و کتابت بھی نہیں ہوئی۔ اس طرح پر میں اس قابل نہیں رہا کہ امیر صاحب کے مزاج اور انکی تدابیر ملکی میں کسی قسم کے تغیر کو بہت عمدہ طور سے معلوم کر سکوں جو اس وقت اُن اشرفوں کا کام ہے جو کہ کابل کے ساتھ گورنمنٹ کو موجود وہ تعلقات کو نباہ رہے ہیں۔ لیکن قطع نظر اسکے اِن عہد و پیمان کے اختتام پر جسے اُنہوں نے افغانستان کا حاکم ہونا منظور کیا۔ میں اُنکے چال چلن اور طبیعت کی نسبت ایک بہت ہی عمدہ خیال پیدا کرنے کے قابل ہوا۔ اور کسی امر سے ظاہر نہیں ہوتا کہ اُنہوں نے کسی اہم خصوصیت سے اپنے تدبیر کو بدل دیا ہو۔ میں نے مقام ذمہ میں اُنکے ساتھ پہلی ملاقات کر کے بعد گورنمنٹ انڈیا کو جو رپورٹ دی تھی۔ اس میں یعنی اُنکو صاحب فراست و ذکا اور باعجب بیان کیا تھا۔ اور وہ خاندان بابر کی زمینی میں بہترین امیر برگریڈ زمین پائے گئے تھے جسکی تصدیق گذشتہ گیارہ سال کی تاریخ سے ہوتی ہے اگر اس وقت امیر صاحب اپنا اختیار و اقتدار کھو بیٹھیں (مگر میں اس پر یقین نہیں کرتا) اور اپنے دشمنوں کے ترغیب میں ہنس کر معزول ہو جائیں تاہم وہ اپنے بعد ایک ایسی یادگار چھوڑ جائیں گے جو بلاخاط شجاعت اور استقلال اور اپنے ملک کے مفاد کی سرکوبی کے واسطے بہترین معلومات رکھنے میں کسی مشرقی حکمران سے دوسرے درجہ پر نہیں ہونگے۔ یہ دعویٰ نہیں کیا جاسکتا جو اصول ملکہ رومی امیر صاحب کو عمل میں لانے پڑیں گے وہ مغربی یورپ کے نزدیک پسندیدہ ہونگے۔ یہ سخت ظالمانہ اور وحشیانہ ہیں۔ انیسویں صدی کی جان و مال

کی مطلق برداہ نہیں وہ ایسے حکم کی سرایا اطاعت کے مقضیٰ ہیں جسکا یہ نہ ہوئی  
 ہو یا شاید انکا اس پر یقین بھی ہو کہ وہ اپنے تخت پر ابھی حق سے قابض ہیں اور اس  
 بات کو بھول گئے ہیں کہ پہلے روسیوں کے پاس پناہ گزین تھے اور برٹش گورنمنٹ  
 نے انکو اپنے ظل حمایت میں لینا مناسب سمجھا۔ لیکن امیر صاحب کو شدید دستور العمل اور  
 متواتر لوگوں کو برسرِ دار چڑھانا ہی شاید ایسے وسائل ہیں جسے کہ وحشی اور متعصب و  
 پٹھان انسانیت کے جامع میں آئیں اور انہیں ایسا مادہ قومیت پیدا ہو جائے کہ وہ  
 یہ جھٹی اختیار کر کے غیر ملکوں کے دباؤ یا حملے کو روک سکیں۔ بیشتر اسکے کہ ہم امیر صاحب  
 کی ویشیانہ سیاست کی سختی سے نکتہ چینی کریں۔ واجب ہے کہ ان لوگوں کی فطرت کو سمجھیں  
 جنکے ساتھ انکا سابقہ ہے۔ اور ان نتائج کو دیکھیں جو وہ منہج کیا جاتے ہیں تمام  
 قوموں میں سے جنکے ساتھ انگریزوں کو قریبی لگاؤ ہوا ہے۔ افغان اپنی ہشت  
 او جبلت میں سب سے زیادہ غیر مذہب ہیں۔ وہ تند مزاج۔ خونخوار۔ اور مذہبی  
 جوش پرشار دار و غا باز ہیں۔ انکی صفات حسنہ ابتدائی اور خانگی قسم کی ہیں  
 اور انکی سب سے اعلیٰ خوبی شجاعت ہے جو انہیں نمایاں درجہ میں پامی جاتی ہے وہ  
 ان معنوں میں غیر مذہب ہیں کہ وہ کسی قومی وابستگی اور جواہدی سے متبر ہیں  
 ہر ایک شخص اپنے ہم جنسوں سے سرکش ہو جتنے کا اپنے فرقہ کے سرخرو کا کھنڈ  
 بھی نہیں ماننا۔ کوئی شک نہیں کہ ہرگز وہ اور قبیلہ میں ایسے آدمی ہی ہر ج  
 تمول جو اندرونی اور خلیہ بازی میں دوسروں پر فوق رکھتے ہیں اور انکو بعض  
 آدمیوں پر اقتدار بھی ہوتا ہے۔ لیکن انکا عیب ذاتی اور عارضی ہوتا ہے۔  
 اور وہ ایسی ہی جلدی معلوم ہو جاتا ہے جیسے کہ سرعت سے پیدا ہوتا ہے کسی  
 خیالی ملک میں جہاں کہ ہر فرد بشر کو نہایت تسکین کے ساتھ تشو و نما پانے کی  
 اجازت ہو۔ اس غایت درجہ کی شخصیت سے کسی قسم کا افتخار مقتور نہیں ہے  
 لیکن افغانستان جیسے ملک میں یہ حال نہیں ہے جو اندرونی ناچاقی سے پارہ  
 پارہ ہو گیا۔ اور طاقتور ہمسائے اسکو نظر غیرت دیکھتے ہیں اسلئے قومی دہرہ

کی مدد و امت کے لیے بھی ایک چارہ ہے کہ اس ملک کے لوگوں کو امیر عبدالرحمن خاں  
 جیسا حاکم مل جائے جو رعایا کو ایک ایسے سانچے میں بزرور ڈھالے جس میں وہ ڈھلنے  
 کی عادی نہیں ہو اور انکو ایک سرسری کارروائی سے بہہ درس فی کہ انکا پہلا  
 فرض سلطنت سے متعلق ہے اور سانچے اپنی ذات اور اہل و عیال اور بہائے بندوں  
 سے نہیں جتنا کہ یہ ابتدائی سبق حاصل نہ ہو۔ کسی ملک کے لوگ جہالت کو ادب  
 سے نہیں نکل سکتے۔ اور عقلیت انسانوں کے زمرہ میں داخل نہیں ہو سکتے۔ چارچہ  
 رنجیت سنگھ نے بھی سکھوں کو پڑھایا تھا جو افغانوں کے مساوی خود سر اور قانون  
 پر نہ چلنے والے ہیں۔ اور انکو ایک طاقتور تربیت یافتہ سپاہیوں کی قوم بنا دیا  
 یہی سلوک امیر صاحب اپنی رعایا کے ساتھ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ لیکن  
 انکو قبائل کی تنہا اور انکے حسد و رقابت کی باعث زیادہ تر مشکلات پیش آئی  
 ہیں جنکے باعث ایسی زور و شور سے خون رینیاں رہتی ہیں کہ اہل کار سید کا  
 بھی انکو نہیں سمجھ سکتے۔ جب ہم افغانستان میں تھے ہم نے سرداران قبائل کے  
 کسی ایک جنم سے اضلاع کو ہستان کابل۔ جلال آباد یا غزنی میں عہد و پیمان  
 کرنا قریباً ناممکن پایا تھا ہر ایک سردار اغراض جدا گانہ تھیں اور اسکو پاس  
 دوسروں سے علیحدہ جانا پڑتا تھا۔ معلوم کرنا بہت ہی مشکل تھا کہ اس سردار  
 کا اس فرقہ پر کس قدر اقتدار ہے۔ جسکے لیڈر ہو نیکا اسکو دعوے تھا۔ افغانوں  
 میں کسی کے قابو میں رہنے کی بے حد صبر ہی علی العموم ہے اور انکا بہاری قومی خاصہ ہی  
 ہے۔ بلوچ فرقے جو کہ افغانستان کے جنوب اور جنوب شرق میں رہتے ہیں اپنے  
 فرمان کے ایسے ہی صحیح و خراب نہر دار ہیں جیسے کہ افغان اسکے برخلاف ہیں۔ اول الذکر  
 طرز حکومت باقاعدہ اور پر موقوف ہے اور وہ اپنے موروثی سرداروں کی پوری  
 اطاعت و بہترین ایستادگی کا قابو میں رکھنا بہت ہی آسان ہے۔ میرزا بڑی سیٹھ  
 مرحوم نے جنگی و خانہ سالکی میں نہیں ہو سکتی۔ اپنی اعلیٰ قابلیت سے بلوچ قبیلوں کی  
 منہی میں رکھا تھا۔ یہاں تک کہ اسکو اسکا سرور انکو اپنا مشیر



سمجھتے تھے اور اپنے اہم معاملات میں نے ہتھلوب کیا کرتے تھے اور جب انہیں سے کوئی سرکش ہوتا تھا دوسرے چہڑا اُسکو دبا دیتے تھے۔ لیکن مجھے بہت شک ہے کہ انگریز کبھی شمالی افغانستان کو چین سے قابو کر سکیں۔ یہاں کوئی آدمی بھی ایسا صاحبِ اقتدار نہیں ہے جو گورنمنٹ اور رعایا کے مابین توسل ہو سکے اور فوجدار گورنمنٹ جسکے پیچھے نکتہ چینی کرنے والے لوگ آزاد پریس اخبارات کے نامہ نگار لگے ہوئے ہوں۔ ایسے قواعد عمل میں نہیں لاسکتی جو امیر صاحب کو بالعموم کا فی معلوم ہوئے ہیں۔ اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ روس جو کابل کی موجودہ گورنمنٹ پر طرح اپنے آئین و ضوابط میں غیر مہذب اور سخت ہے اور جسکو ایسی رکاوٹیں مثلاً کالینشنس۔ عام لوگوں میں شہرت یا نکتہ چینی گرا بنا رہیں ہیں۔ چارے دعویٰ سے بڑھکر افغانوں کو عمدہ طور پر ماتحت رکھ سکتا ہے۔ زار روس خلعت احتیاط کے ساتھ کسی مشہور مقام میں کھیل کے طور پر بغاوت بیا کر لیکھا اور پھر نہایت سختی سے اسکی خبر لیکھا اور زن و مرد اور بال بچے کی کو بھی بسنے کے لیے جگہ نہیں دیگا۔ جب چند ہزار انسان اس طرح قتل کیے جا چکیں گے اس سانحہ سلب اثر پیدا ہوگا کہ اس سبق کے دہانے کی ضرورت عرصہ دراز کے بعد پڑیگی جو لوگ زار روس کی تدبیر ملی پر غور و خوض کرنے والے ہیں وہ بخوبی واقف ہیں کہ اس قسم کی تجاوز و زبردستی کے کبھی اور بکے طور پر وہ سچو سچو اور جان بوجھکر کیا کرتا ہے جسکے واسطے کبھی ٹیپی کا قتل عام عمدہ مثال ہے۔ جہاں نفی ترکمان بالکل تھا کر دیئے گئے تھے حالانکہ ابھی میں سال ہی گزرے ہیں کہ ترکستان اور اورنگ آباد کے گورنر جنرلوں کی خط و کتابت سے ہمیں معلوم ہوا تھا کہ فقرہ ”پر وگرام کو سجت دینے“ سے یہ مراد اپنی کہ ان علاقوں کے لوگوں کو اشتعال دیکر لڑائی پر آمادہ کیا جائے اور انکا ملک روس سے الحاق کر لیا جائے۔ لیکن شائستہ ملک کی گورنمنٹ اور اس طرح کے بھاننے جبراً اپنے معمولی عمل درآمد اور ضابطہ میں استعمال کرنا سہل خیال نہیں کرتی۔ جب گاہے گاہے ایسا عمل میں لاتی ہے تو اسکا

اثر بھاری ہوتا ہے۔ کیونکہ جو طاقت بے ارادہ ظاہر ہو وہ بھی دنیا پر اپنا بہت  
 رعب ڈالتی ہے۔ مگر گلیڈسٹون وزیر عظم انگلستان کی فارن پولیسی یہ تھی کہ سکینڈ  
 پریگروں کی بدچال کرائی گئی جسکی کوئی خاص وجہ ہمیں معلوم نہیں ہے۔ لیکن ایسی  
 وجہ سے مشرقی لوگوں کے دلوں پر بھاری اثر ہوا تھا مگر اسکے بغیر لارڈ سلیمبری وزیر  
 اعظم انگلستان کے زمانہ میں مصر کا بندوبست ایسا مشہور وفاق نہ ہوتا جیسا کہ  
 اب یورپ والوں نے تسلیم کیا ہے۔ یہہ ریما رک شمالی اور وسطی افغانستان پر باوق  
 آنے ہیں۔ جنوبی اور مغربی افغانستان کے لوگوں پر آسانی سے حکومت کی جاسکتی  
 ہے اور قندھار اور ہرات لوگوں کی بغاوت کے خطرہ کے بغیر قبضہ میں آسکتے ہیں  
 تاجک اور ازبک لوگ جو کہ افغان ترکستان کی محنت کش آبادی کا بڑا حصہ ہیں اور  
 دریائے جیرمن کے جنوب میں سکونت پذیر ہیں۔ نہ تو لڑاکے اور نہ ہی جوش  
 نصیب ہے۔ ہر سہ ہوتے ہیں۔ لیکن ہندو کش کے اس پار انگریزوں کے مدخلت وینو  
 پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ اگر انگلینڈ اور روس میں لڑائی ہو کہ افغانستان  
 انہیں تقسیم ہو جائے تو قدرتی طور پر ترکستان اور ہرات روس کے حصے آئیں گے اور  
 کابل قندھار انگلینڈ کو نصیب ہو گئے۔ اس صورت میں ہمیں نہایت پر غار اور خالی اثر  
 منفعہ حصہ اس تقسیم سے لیں گے۔ لیکن جب تک امیر صاحب حال تخت پر ہیں اور انگریزوں  
 کے رفیق اور معاون ہیں اس طرح پر اس ملک کی تقسیم کے بارہ میں بحث کر نیکا موقعہ  
 نہیں ہے۔ کچھ عرصہ گزرا کہ یہ خبر انگلستان میں پہنچی تھی کہ امیر صاحب کی باغی علیا  
 نے اسکو سخت تناسک رکھا ہے اور اسکے ظالمانہ برتاؤ اسکے ظلم و کے مختلف حصول  
 میں بغاوت پھیل گئی ہے۔ انہوں نے ملکی فسادوں کو پشاور یا جلال آباد میں کمانڈر  
 انچیف کے ساتھ ملاقات کو ملتوی رکھنے یا اس سے بالکل اجتناب کر نیکا عذر پیش کیا  
 لیکن میں بوٹوق لینین کرتا ہوں کہ امیر عبدالرحمن خاں اس بلوسے کو جو کہ عام  
 بلوؤں سے خطرناک معلوم ہوتا ہے اسے طرح فرو کرنے کے جس طرح کرانچے عہد حکومت  
 میں سرسری جنگی کارروائیوں میں کامیابی ہوئی رہی ہے۔ اس ملک کا خواہ کوئی

فرمان روا ہوا کہ عہد میں سخت بغاوت کا بہرہ رکھنا کوئی نئی بات نہیں بلکہ  
 قاعدہ کلیتہً پہچاننا ہے۔ اور ہمارے کو ہستیانی حصہ میں مالیہ مسلح فوج کی مدد کے بغیر جمع  
 نہیں کیا جاسکتا۔ ہمارے کے میدانِ حق میں یعنی میں سان۔ لوگبار۔ کابل اور قندھار  
 کے گرد فوج میں ہونے والے اپنی ضروریات کی وجہ سے مالیہ سرکار ادا کرتے ہیں  
 باقاعدہ ہیں۔ لیکن ہزار سی لوگوں تک جن پر یورش کی گئی ہے اور جو غزنی اور  
 ہرات کے جنگلوں اور جبال میں آباد ہیں مشکل سے رسائی ہوتی ہے حتیٰ کہ وہ  
 بہت دیر تک تربیت یافتہ لشکر کو بھی روک سکتے ہیں۔ حالانکہ انہیں نہ تو کوئی  
 قومی وابستگی ہے اور نہ وہ باقاعدہ تربیت یافتہ ہیں۔ اور ایسے کو ہستیانی ہمارے  
 میں وہ اپنی جان کی حفاظت کے لئے جو لڑائی کرتے ہیں وہ نہایت خطرناک  
 ہوتی ہے۔ قوم ہزارہ کو مطیع کرنا خواہ کیسا ہی مشکل اور طویل کام ہو۔ لیکن  
 یہ کہنے میں مطلقاً تامل نہیں کہ یہ قوم کامیابی کے ساتھ مطیع کیا جاسکتی ہے اور اس کی  
 انجام دہی ہوگا جو نہایت وہ جنگجو غلہ فروشوں کی سرکوبی کا ہوا تھا۔

برلن کے ایک نامہ نگار نے ۱۵ نومبر کو لندن کے ایک اخبار کو ایضاً عرض کیا  
 ہمارا دیا ہے کہ قوم ہزارہ نے ۵۵ ضرب توپ غالباً بوساطت فارس روس سے  
 حاصل کی ہیں۔ اور انکا ارادہ اس مقابلہ کو جاری رکھنے کا ہے۔ دوسری طرف سے  
 امیر صاحب کو بحالت مجبوری آٹھ ہزار بجا درجہ آدھ اور لشکر میں بڑھانے پڑے ہیں۔  
 روس کی توپوں کے متعلق جو افواہ ہے وہ قابلِ اعتماد نہیں ہے۔ اور ممکن نہیں  
 کہ افغانستان کے متعلق سب سے تازہ خبر ہو کہ برلن سے پہنچتی۔ لیکن یہ خبر ایک  
 پھلو سے بڑھتی ہے کیونکہ اس سے بڑھ کر بڑے لوگوں کی رائے اس بارے  
 میں ظاہر ہوتی ہے کہ زار روس امیر عبدالرحمن کے دشمنوں کو مدد دینے  
 کا ارادہ رکھتا ہے۔ یقیناً ہے کہ یہ رائے صحیح ہو۔ اور مجھے شک نہیں کہ زار  
 نے امیر صاحب کے ساتھ رابطہ استقامت پیدا کرنے کی کوشش کی تھی۔ اور یہ  
 تعلق ان کے چچا شیر علی کے عہد حکومت میں بہت دیر تک رہا۔ لیکن اب امیر صاحب

کی طرف سے نہایت بے توجہی ظاہر کی جاتی ہے۔ زار روس بخوبی سمجھ گیا ہے کہ نہیں  
 امیر صاحب انگلینڈ کے رفیق صادق ہو جائیں گے اور روس کے ساتھ عہد و پیمان نہ ہو  
 کی طرف مانوس نہیں ہونگے۔ امیر صاحب کی غالب پالیسی کا معلوم کرنا نہایت ضروری  
 ہے۔ کیونکہ ایسی پیچیدگیاں جو کسی وقت نازک اور خطرناک ہو سکتی ہیں۔ انگلینڈ اور  
 روس میں پیدا ہوتی ممکن ہیں جسکی نظیر ۱۸۵۷ء کا پنجہہ والا معاملہ ہے۔ اگر گورنمنٹ  
 اس وقت اس جگہ پر سے نہ ہٹتی۔ جسکو اس نے قبضہ میں لے کئے کا بیڑا اٹھایا تھا۔ تو جلان  
 جنگ ہونے میں شبہ نہ تھا۔ یہ سوال ایسا دلچسپ ہے۔ اور افغانستان اور انگلستان  
 کے آئندہ تعلقات پر کیا نتائج کے ساتھ وابستہ ہیں۔ اور اسی سے ہماری شمالی  
 مغربی حدود پر لشکر کشی کی حالت کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ ان دلائل کا امتحان  
 کرنا فائدہ سے خالی نہیں ہوگا جن سے اس رائے کی تصدیق ہوتی ہے کہ امیر صاحب  
 برٹش گورنمنٹ سے تعلق رکھتے ہیں ثابت قدم ہیں۔ اور ہمارے زیادہ تر حوصلہ  
 دلائے جانے اور حمایت کے مستحق ہیں۔ اس غرض کے واسطوں ان ایجنٹوں کی پور  
 کو دیکھنا لازم ہوگا۔ جو بیٹے و لیسرے کے فرمان سے امیر عبدالرحمن صاحب  
 کی ملاقات کیواسطی پہنچیں جبکہ وہ تاشقند سے روس کی حفاظت کو چھوڑ کر  
 جیون گذر کر افغان ترکستان میں چلے گئے ہیں۔ پورٹوں کو میں اس انداز کے ساتھ  
 مقابلہ کرنا چاہتا ہوں جو میر صاحب کے اردو اور روس کی نسبت ان کے خیالات کا اسکے ساتھ  
 جہت میل ٹھنک کر نیچے بعد لگایا تھا جہاں تک خیال کر سکتا ہوں۔ امیر صاحب کی پالیسی کو اسی کے  
 مطابق رہی ہے جو انہوں نے تختہ نشین ہوئے سے پہلے قندھار کی تھی جیسے اُسے  
 پہلی ملاقات کی ممکن ہو کہ ایک اسکوٹ بے زر جاننا نہ رکھتے ہوں۔ مصر کی پڑی القاد  
 اسکی مخالفت تھی۔ جسے بوقلموں یا سولے ساتھی قصبہ اس سے بلوچوں اور خراب سیک  
 مسلح تھے۔ دار الخلافہ پر نہ پڑے۔ مگر یزید الشکر قابض تھا۔ تاہم امیر عبدالرحمن خان عظیم  
 چرچیں لے کر قسطنطنیہ کو لے گیا تھا۔ اسی قندلی استقلال اور آئندہ ایک بد قسمت مستغنی  
 لے کے علی العموم اسکی طرف توجہ معطوف ہو رہی تھی۔ اسکے مزاج لینے ہو ملوں سے

استعد مختلف تھی کہ وہ درغلجوی یا ذومعنی بالوں کو اپنے خلاف شان سمجھتے تھے۔  
 جسے کہ انہوں نے روسیوں کے برخلاف کوئی لفظ زبان سے نہ نکالا اور نہ ہی  
 اپنے سے عداوت کہنے کا اقرار کیا حالانکہ کمزور دل خیال کر لینا کہ اپنے انگریز میزبانوں  
 کا منظور نظر ہونے کے لیے یہ ہر سب سے بہتر ذہن کا ہر ایک سوال پر خواہ وہ  
 ملکی انتظام یا فارسی یا پالیسی یا تقسیم افغانستان یا جنوب و مشرقی حصوں کے کابل  
 سے علیحدہ کرنے کی بابت یا وظیفہ کی مقدار یا اسلحہ کے متعلق تھا جو انکو ملنے تھے  
 یا مخالف اور مشتبہ برادروں کو مائے رکھنے کے متعلق تھا۔ انہوں نے اپنے  
 خیالات کو ایسی صفائی اور پُر زور الفاظ میں بیان کیا کہ وہ سب حدقت  
 مملو تھے اور اس فن سے آجک میں نے انکی پالیسی میں کوئی ایسی بات نہیں  
 پائی جو ان یقینوں کے متضاد ہو جو تخت نشینی سے پہلے ہمیں دلائل گئے تھے۔  
 بیشک بہت ایسی باتیں ہیں جو امیر صاحب کے سلوک اور دستور اعمال سے برٹش  
 گورنمنٹ متفق نہ کرے گی۔ لیکن یہ سب بجائے خود معقول وجہ رکھتے ہیں مثلاً  
 سب سے پہلے عمدہ طور پر یہ بحث کی جا سکتی ہے کہ انکی یہ کارروائی اتحاد سے بعید  
 تھی کہ وہ ہمیشہ برٹش حدود پر ان قبائل اور خاندان میں اپنا رسوخ بٹانے  
 کی کوشش میں ملے رہے جو بارہا افغان رسوخ کے احاطہ سے باہر قرار دیئے  
 جا چکے ہیں۔ چترال اور سوات اور باجوڑ اور یاسین اور درہ خیل کے قبائل  
 سے بھی وہ کچھ نہ کچھ سازشیں کرنے رہے ہیں۔ اور بعض دفعہ انکے دخلت  
 بیجا کرنے والے ہاتھوں کو روکنے کے لیے کھلم کھلا کہنے کی ضرورت ہوئی۔ اس  
 قسم کے واقعات کو زیادہ وقت دیسی نہیں چاہیے۔ اس بات کو خیال  
 رکھنا چاہیے کہ کل پنجاب جمیں کشمیر ہی شامل ہے کسی وقت افغانوں کے  
 زیر حکومت تھا۔ اور سوات و خیم میں ہمارے جو آخری لڑائی گجرات میں ہوئی  
 تھی اس میں افغانوں کی فوج کا ایک دستہ فتح مرتقبہ کی لوٹ کا حصہ لینے کی خاطر  
 موجود تھا صرف ستر سال گذرے ہیں کہ دوبارہ بچیت سنگ صاحب نے افغانوں

کو علاقہ کشمیر سے نکالا تھا۔ پہر صرف ۱۸۳۵ء کا یہ واقعہ ہے کہ افغانوں نے ایک برطانیہ خونیہ لڑائی کے بعد جیس میں سردار ہری سنگھ ملوہ جو ایک نامور سپہ سالار آیا پشاور سے نکلنا پڑا۔ اس طرح والی دولت خدا داد افغانستان خیالات اور روایات سے پنجاب کے ساتھ براہ راست تعلق رکھتے ہیں۔ اور بلاشبہ چاہیے ہیں کہ ان کے بہتوم وہم مذہب فرقے جو انگریزی حدود پر رہتے ہیں۔ انکی رعیت میں شمار ہوں۔ حالانکہ سچ بات یہ ہے کہ ان وحشی لوگوں نے کابل کے کسی حاکم کی طاعت کا جو اکہی اپنی گردن میں نہیں پہنا۔ ہمارے نیک اور قابل اعتبار۔ رفیق امیر دوست محمد خاں جنہوں نے ایام غدر میں عظیم خدمات کیں۔ امیر عبدالرحمن خاں نے طرچ حدود پر دست اندازی کرنے کے مشتاق تھے اور لارڈ لارنس جو انڈوز پنجاب کے فرمانروا تھے ایک سے زیادہ دفعہ انکو تاکید کیا کہ اس امر کی طرف توجہ دلائی تھی۔ ۳ مارچ ۱۸۴۳ء کو برٹش گورنمنٹ اور دوست محمد خاں کے مابین یو عہد نامہ ہوا تھا اُس میں وہ کابل اور ضلع گردنواح کے جو واقعی ان کے قبضہ میں تھے حاکم تسلیم کیے گئے تھے۔ لیکن وہ علاقہ میں علاقہ جات افغان خرمین کی نسبت اُس کے دعاوی ناجائز اور باطل کیے گئے تھے۔ لیکن یہ فرقے برٹش گورنمنٹ کی حمایت کے بغیر بھی اپنی حفاظت کر سکتے ہیں۔ مثلاً آفریدیوں کو کہی دیکھیے جو درہ خیبر میں رہتے ہیں اور ہمیشہ کھا کرتے ہیں کہ تم بادشاہوں کو اپنے ہاتھوں میں آتے اور جلتے دیکھتے رہے ہیں۔ لیکن سمجھنے کی شکلے سامنے سر تسلیم خم نہیں کیا۔ اور انہوں نے اپنے اس فخر کی تائید میں امیر شیر علی خاں کا اسباب اس وقت بڑا گیا جب آخری دفعہ ان کے نکات گذرے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جب برٹش گورنمنٹ نے امیر کو والی کابل نامزد کیا ہے وہ گورنمنٹ سے عموماً ایسا سلوک کرتے رہے ہیں جو قابل اصلاح معلوم ہوتا ہے۔ اور اس میں ذرہ بھی رد گزر نہیں ہونا چاہیے اور باوجودیکہ انکا انداز ایسے شخص کی طرح ہونا چاہیے تھا کہ گویا جو کچھ ان کے پاس ہے اُس کے واسطے ذرہ برٹش گورنمنٹ کے ممنون ہیں۔ اور اُسے جو بہار می

انکو ملتے ہیں وہی انکے عروج کا باعث ہو رہے ہیں تاہم انہوں نے ایسا مشکلہ  
انداز اختیار کیا ہو اسے جو نارن آفس کلکتہ کو نہایت شاق گذر رہا ہے کسفی انہوں  
سے مشکور ہونے کی توقع کرنا محض تسخیر ہے جب میں امیر صاحب سے پہلی دفعہ ملا ہوا  
تھا تو احتیاط سے اس بات کی طرف اشارہ کیا تھا کہ ہم تخت انکے پیش کرنے سے  
اپنے کندھوں کو اس بوجھ سے بگدوش کیا چاہتے ہیں جسکو ہم زیادہ تر بڑا  
کرنیکے قابل نہیں ہے بیشک ہمارے حالت بھی تہی اور امیر صاحب ایسے آراؤں  
ہیں کہ انہوں نے اس سے غماض کرنا نہ چاہا۔ اسکے ساتھ ہی بعد خطا و کوتاہی میں  
انکو یاد ہو نا چاہیے تھا۔ اسکے بعد اس امر کی شکایت کی جاتی ہے کہ امیر صاحب  
نے ان تمام سرداروں کو جنسے انکو کینہ تھا چون جن کرنل یا جلا وطن کر دیا حالانکہ  
انکو معلوم تھا کہ انہیں سے بہت انگریزوں کے دوست ہیں اور نینے خصوصیت کو  
ساتھ نظر شفقت کہنے اور انکی حفاظت کرنے کی امیر صاحب سفارش کی تھی۔  
لیکن ہم پڑھتی سے اس سفارش کی تعمیل نہیں کر سکتے تھے کیونکہ ملکی ضروریات  
کی وجہ سے ہماری دلایسی ایسی عجلت اور کجیل سے ہوئی کہ برٹش گورنمنٹ کا کوئی  
بھی فیصلہ مدت مار قائم مقام کا بل میں نہ رہا۔ اس طرح ہم اپنے دوستوں کی خطا  
کا کما حقہ بند و بست نہ کر سکے۔ اسلئے انہیں سے اکثر لوگوں نے ہمارے ساتھ فغان لینا  
کو بالکل چھوڑنا بھی مصلحت وقت سمجھا جس سے عورتوں بچوں اور سہارا میوں کی تعداد  
کثیر کے باعث دلہن نے دلی فوج کی مشکلات بہت بڑھ گئیں۔ جو چہچہہ رگئی ایسے  
تمام ایسے لوگوں کو جنہیں امیر صاحب نے اپنے یا اپنے باپ کے یا اپنے خاندان کے دشمن  
خیال کیا یہ رلیغ تباہ کید ہر جگہ اور بالخصوص وحشی ملکوں میں جہاں توڑی  
دیر کے بیٹے قبضہ رہتا ہے ایسی ہی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے چنانچہ اُس  
وقت جو کچھ افغانستان میں واقع ہوا تھا وہیسا ہی اوگندا میں ہوا اگلے گورنمنٹ

ایں جگہ کو چھوڑنے کا فیصلہ کرے۔ جہاں یہ اس وقت قابض ہے۔ انگلند کے تمام  
دوست تیر تیغ کئے جائیں اور انگریزوں کا اقتدار وسط افریقہ سے اٹھ جائے۔  
لیکن امیر صاحب کو ایں بارہ میں بہت سخت متہم نہیں کرنا چاہیے۔ وہ اپنے  
دوست اور دشمنوں کو بخوبی جانتے ہے اور ناشتہ اور سمرقند میں عرصہ دراز تک  
قیام کہنے میں اپنی مصیبتوں پر سوچتے رہے۔ ایسے تسلط پاتے ہی انتقام لینے کے  
ہوئے۔ افغانوں کو کسی سے جو بیچ پہنچا ہوا سکوغرب یاد رکھتے ہیں اور جب بھی  
موقع ملتا ہے اسکا انتقام لینے سے باز نہیں آتے۔ ہمارے افغان دوستوں  
کی ہلاکت کی ذلت امیر صاحب سے نہیں ہے بلکہ گورنمنٹ انڈیا کے ماتھے ہے۔  
جہاں ہی آخری شکایت گورنمنٹ ہند کی ہے تاہم وہ خط و کتابت سے دور ہو سکتی  
ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ برٹش مال تجارت پر جو محصول لگایا جاتا ہے وہ اس قدر زیادہ  
ہے کہ افغانستان اور وسط ایشیا کے ایک حصہ عظیم کے ساتھ ہماری تجارت کو  
قریباً بند کر دیا ہے مگر ہم افغانستان کو چھوڑنے میں ایسی جلدی نہ کرتے اور امیر  
صاحب کے ساتھ ایسا معاملہ کر آتے تو اسمیں آسانی سے یہ درج ہو سکتا تھا کہ  
تجارتی مال پر صرف وہی محصول لگائے جائیں گے۔ اس طرح بلقان، خیبر اور گول  
کے دروں کی راہ سے ہماری تجارت کو گذشتہ دس سال میں اس وقت تک بہت کم  
فروغ ہوا ہوتا۔

اسکے بانی یقین کہ پہنچنے سے پہلے کہ عبدالرحمن خان خلف افسد حق عظیم  
دنیہ امیر دوست محمد خان نے روسی ملک چھوڑ دیا ہے۔ انکو لارڈ لٹلٹن نے قندھار  
اور ہرات چھوڑ کر شمالی افغانستان کا حکم متصور کر لیا تھا حال پیدا کیا مگر وائس  
کی اس پولیسی کی اور ان کے برگزیدہ فارن سکریٹری نے اس پر طرح عمل درآمد کیا  
انکی کلمہ منشی وادینیں دیگئی تھی۔ بلاشبہ اس سے بڑا حکمرانی بہتر اور معقول انتخاب



نہیں تھا۔ اور گو بادشاہی نظریں ہسکا پڑا کر نہایت شگفتہ و متحیر تھا۔ تاہم اس میں پوری  
 کامیابی نصیب ہوئی۔ ڈائریکٹ کو اس بات کی اچھی طرح واقفیت تھی کہ جسے شیر علی  
 صاحب تخت کابل پر حکمران ہے عبدالرحمن خاں سردار شیر علی والی قندھار سے  
 ملکر امیر فرمانروا کو اس غرض سے نکال دینے پر راضی تھے کہ سردار مذکور غرض سے غائب  
 ہو اور عبدالرحمن خاں کابل اور ترکستان پر قبضہ کریں مگر سردار شیر علی نے شاہ فرما کر  
 کا وفادار رفیق تھا ان خرخوشوں کو نا منظور کیا اس پر روسیوں نے اس کی خبر پر عبدالرحمن  
 کو ایسے وقت میں جبکہ وہ لڑائی کے لئے تیار نہ تھے ان پر دباؤ ڈالنے کی اجازت نہ  
 دی۔ اس لئے اس کو سمرقند سے تاشقند لے گئے۔ مگر ڈائریکٹ نے خیال کیا کہ شاید اس شخص پر  
 امیر صاحب کو کوئی بندوبست ہو جائے۔ اس لئے انہوں نے مجھے اس غرض سے ان کے  
 ساتھ سلسلہ ضیائی کرینیکا امیاء فرمایا اور یحناک شان لی کر اگر اس طرح پراپیٹ  
 خط و کتابت سے کام نہ نکل سکا تو بڑے بڑے سفراء کا ایک مشن تاشقند کی طرف  
 بھیج کر شمالی صوبجات ان کے پیش کیے جائیں گے کیونکہ انکو یقین تھا کہ اس قسم کی علانیہ  
 مشن کی نسبت روسیوں کو کچھ اعتراض نہیں ہوگا اور وہ عبدالرحمن خاں  
 اس کے منظور کرنے کی اجازت دینگے اور نیز وہ امید کرتے تھے کہ امیر صاحب انکو یہاں  
 کے ایسے ہی دوست ہو جائیں گے جیسے کہ انکو کسی اور جگہ سے مل سکتے ہیں پہلا قاصد  
 جسکو مینے امیر عبدالرحمن خاں کے پاس خط دیکھو یہی وہ مجھ سے سردار احمد انکا ایک مین  
 و فہیم دوست تھا جو بعد میں ہرات کا حاکم مقرر کیا گیا تھا۔ وہ پیرل کو کابل سے  
 روانہ ہو کر قندھار پہنچا جو جیون کے جنوب میں واقع ہے اور اس وقت امیر عبدالرحمن  
 خاں علاقہ روس کو چھوڑ کر وہاں خیمہ زن تھے وہاں چند یوم ٹھہر کر انے عبدالرحمن  
 خاں کے ساتھ کئی ملاقاتیں کیں اور آخر انے فائز پیرام خضت ہو کر کابل واپس  
 آیا اور اپنے ساتھ میری چٹی کا ایک باقاعدہ جواب لایا۔ اور ساتھ ہی زیادہ

ضروری امور کا زبانی جواب لایا جسکی بابت قاصد کو زبانی راجعات پیش کرنے کی ہدایت  
 کی گئی تھی جو معلومات اس خلیفین کی وساطت سے حاصل ہوئیں وہ بہت دلچسپ  
 اور ضروری تھیں لیکن یہاں جس امر کو پیشہ واضح کرنا ہے اور جس کا میں تذکرہ کرنا چاہتا  
 ہوں۔ امیر عبدالرحمن خاں کا چال چلن اور روس کی نسبت اُسکے خیالات پر روشنی  
 ڈالنا ہے۔ وہ برٹش گورنمنٹ کی خط و کتابت سے نہایت مطمئن ہوئے اور انگریزوں  
 سے دوستانہ خیالات کا اظہار کیا اور نہایت صداقت سے وہ حالات بالتفصیل بتائے  
 جو انکے علاقہ روس کو چھوڑنے کا باعث ہوئے انہوں نے کہا کہ جب میں پہلے سات  
 برس روس میں مقیم رہا۔ روسی اس امر پر مصر ہوئے کہ میں افغانستان سے مطلق کوئی  
 سروکار نہ رکھوں کیونکہ انہوں نے انگریزوں کے ساتھ عہد کیا ہوا ہے۔ وہ افغانستان  
 میں کوئی مداخلت نہیں کریں گے بعد میں انہوں نے مجھے یہ بتایا کہ امیر شیر علی نے  
 اُنکے ساتھ فاقہ پیدا کی تھی اسلئے وہ اپنے رفیقوں کے امن میں خلل اندازی کرنے  
 کی مجھے اجازت نہیں دینگے جب شیر علی نے میمنہ پر حملہ کیا۔ اپنے پہر آنے کی اجازت چاہی  
 لیکن انہوں نے انکار کیا جب میرے ساتھ اس طرح ہونے لگا یعنی شیر علی کی وفات  
 پر خفیہ ہانگنے کی تیاری کی۔ لیکن پیشتر اسکے کہ میری تجاویز سچتے ہوں۔ وہی سیکر  
 ارا دوں سے واقف ہو گئے اور انہوں نے مجھے مع اپنے عیال کے تاشقند پہنچا دیا۔ انکو  
 بعد جب بھٹار آیا کہ انگریز یعقوب خاں کو ہندوستان لیگئے ہیں اس وقت جزا لاقیہ  
 اور بزرگ میں تھا۔ اس طرح سکرٹری ہقیم تاشقند نے عبدالرحمن خاں کو اپنے پاس  
 بلوا کر کہا کہ تمہیں ہمیشہ اپنے وطن کو لوٹنے کا اشتیاق رہا ہے اب انگریز لوگ یعقوب خاں  
 کو ہندوستان لیگئے ہیں اسلئے واپس چائیکہ بہترین موقع ہے۔ اگر تم جانا چاہو تو ہماری  
 طرف سے اجازت ہے کہ عبدالرحمن خاں نے جواب دیا کہ میں اس امر پر غور کرونگا مگر  
 اسکے تین یوم بعد سکرٹری نے اسکو پھر بلوا بھیجا اور پوچھا کہ تم کس فکر میں ہوئے ہو جاتے

کیوں نہیں؟ اگر تم اپنے مقصد میں ناکام بھی رہو تو چنداں مضائقہ نہیں تم ہمارے پاس آ کر اپنے موجودہ وظائف لے سکتے ہو۔ لیکن یہ تمہیں ایسا موقع نہیں ملنے کا پس اگر جانا چاہتے ہو تو ابھی جاؤ۔ تم یقیناً جنرل غلام جبر کو نکال کر کشتان متسلط ہو جاؤ گے۔ عہد الرحمن خاں نے مکر کہا کہ میرے پاس اسلحہ گھوڑے ساز و سامان اور دہیہ موجود نہیں ہے۔ آخر غریب یار جنرل کاف میں سے خط و کتابت کر نیکی بعد قرار پایا کہ ۲۰۰ ہندوق اور فی ہندوق ۱۰۰ گولی اور ۱۰۰ پیادہ اور ایک سو سو مار مع سامان حرب انکے ساتھ کر دیئے جائیں۔ مزید براں ۵۰۰۰ بھاری کی اشرفیاں جو تقریباً ۳۳۰۰ دہیہ کے مساوی ہوتی ہیں پیش کی گئیں۔ یہ رقم اور وہ نقدی جو انہوں نے وظیفہ سے بچا کر پس انداز کی تھی انکی تمام و کمال جمع جہا ہتی اور وہ سب لیکر روانہ ہوئی۔ عہد الرحمن خاں نے روسیوں کی نسبت اظہار اتحاد کیا اور کھاکہ پیئے انکے ساتھ کوئی تحریری یا مخفی عہد نامہ نہیں کیا۔ اور نہ ہی میں کسی حلف یا معاہدہ کا پابند ہوں۔ لیکن چونکہ میں ۴ سال انکی میزبانی سے مستفید ہوا ہوں اسلئے میں انکے مقابلہ پر آنا پسند نہیں کرتا۔

انگریزوں کے بارے میں امیر صاحب کے جو خیالات ہیں انکی بابت عہد نے رپورٹ دی۔ انہوں نے کہا کہ میری اس سے بہتر کیا خواہش ہو سکتی ہے کہ میں ایسی قیاض اور طاقتور گورنمنٹ کا جیسی کہ انگریزوں کی ہے نوکر رہوں؟ افغانستان میں جو قبائیں سرزد ہوئی ہیں وہ افغانستان کے لوگوں اور انکے حکام کی حیثیت اور بیوفائی کا نتیجہ تھیں۔ انگریز انکے واسطو متہم نہیں ہو سکتے۔ میں نے اسکا کہ میں اپنے دوستوں کو لکھا ہے کہ انگریزوں کی مخالفت کرنا اپنی تباہی کا مورد ہو تا ہے۔ انگریز بد و بار مسلح پسند اور اپنی بات کے سچے ہیں اور میں جانتا ہوں کہ وہ افغانستان کی اپنے علاقہ سے الحاق کرنا نہیں چاہتے۔ انشاء اللہ ہمارے

اور ہمارے ملک کے لیے عالم الغیب میں بہتر ایام ہیں۔ اس طرح سردخاں نے جو گفتگو شروع کی تھی وہ تین ویسی شرفاکی ایک مشن بھیجنے سے جاری رکھی گئی۔ انہیں سے دوسرا محمد فضل خاں اور پڑوسیہم خاں میر سکھ ذاتی طائف سے اور تیسرے شیر محمد خاں امیر صاحب کے چچا زاد بھائی خاں آباد کو جہاں امیر صاحب پہنچ چکے تھے شمالی افغانستان کا تخت پیش کر نیچے لیے بھیجے گئے تھے۔ انکے حالات اور رپورٹیں بہت ہی دلچسپ ہیں۔ لیکن اس رپورٹ میں نکتہ ذکر کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ وہ امیر کے چال چلن اور ڈیل ڈول سے سخت متحیر ہوئے۔ انہوں نے بیان کیا کہ انہی عمر چالیس برس کی ہے اور وہ نہایت قوی ہیکل متحمل مزاج ذہین اور زیرک ہیں۔ وہ تمام کام بذات خود انجام دیتے ہیں۔ اور نہایت ضروری خطوط کا مسودہ خود تحریر فرماتے ہیں۔ اور کام کی تمام فروعات و بذات خود وقف ہیں۔ ان کو اپنی طاقت اب محسوس ہونے لگی ہے۔ آبادی کا ایک بڑا حصہ انکے ساتھ شامل ہو گیا ہے اور ان کی ملنساری سے انکے دوستوں کا حلقہ بہت وسیع ہو گیا ہے۔ البتہ سوداگران سے ناراض ہیں جن کو حسب استطاعت لشکر کی ضروریات بہم پہنچانے کے واسطے چندہ دینے کا پابند ہوا ہے۔ انہوں نے پھر ان کے ساتھ اپنے تعلقات کا آزادی سے تذکرہ کیا۔ اور صاف صاف کہہ دیا کہ میں نے ملک میں مسیوں کی مداخلت سے کبھی رضامند نہیں ہوں گا۔ مشن کے دل پر عبدالرحمن خاں کی آزادی اور دوسروں کی رائے سے مستغنی مزاجی کا بہت بہاری اثر ہوا ہے۔ انہوں نے جو حکم و ضبط ذیل خط لکھا ہے: "عبدالرحمن خاں بہاؤ طوہر علیہ السلام المزاج کم گو اور وقار ہیں۔ انکے دربار کے آداب امیر محمد یعقوب کو شگبی۔ یار قندی۔ حاکم قوند۔ اور امیر خجائے کے مشابہ ہیں۔ گو ابتدا میں ان کا حسب رواج اور عادات اسلامیہ ملک پر قبضہ کرنے کا دستور نہایت مفید پایا گیا تاہم میری رائے میں اگر وہ آئندہ ویسی طرح متحرک نہ ہوں گے تو ملک کے رؤسا و عظیم اور خزانہ جنگ لے کر کیسے خطر ہو جائیگا۔"

افغانستان کے فرمانرواؤں کا ابتک یہہ دستور رہا ہے کہ وہ بڑے بڑے سرداروں سے  
سن سیدہ ارکان سلطنت میں اپنا وٹوق پیدا کر کے انکے صلاح و مشورہ کو اپنا سپر  
بناتے رہے ہیں۔ لیکن عبدالرحمن خاں نے خینے خیالات کے مطابق کام کر رہے ہیں۔  
اور جو لوگ صلاح دینا چاہتے ہیں کہ وہ نرم الفاظ سے یکسو کیے جاتے ہیں۔ میری  
اٹے میں عبدالرحمن خاں افغانستان پر حسن و خوبی سے حکومت اور اس میں  
رکھتے کے واسطے اعلیٰ قابلیت رکھتے ہیں۔ لیکن ہمیشہ کسی عہد نامے کی شرائط پر عمل  
کرنے کے لیے متحرک ہونگے۔ انکو ہر حال میں اپنا مفاد ملحوظ رہتا ہے۔ اس وقت وہ غالباً  
روسیوں کے مشورہ سے کابل کو آگشتا کرتے ہیں کیونکہ انکا امیر صاحب کوئی مطالبہ  
نہیں ہے۔ اور وہ انکو چاری گورنمنٹ سے ایسا ملکی فائدہ اٹھانے کے لیے  
صلاح دے رہے ہیں جسے قندھار اور دیگر مقامات کو جدا کرنے سے افغانستان کی  
طاقت کو ضعیف کر دیا ہے۔ اسکے بعد اگر کبھی روسیوں نے اُنسے جہاد فی غیبہ  
کے لیے جگہ مانگی تو وہ غالباً مایوس کرینگے۔

امیر صاحب کے چال چلن کا یہ اندازہ سراپا صحیح ہے چنانچہ مقام ذمہ میں امیر  
صاحب کے ساتھ ان ملاقاتوں کے دوران میں جن میں کابل کی امارت کا کامیابی کے ساتھ  
تصفیہ ہوا۔ امیر کے دل پر جو اثر ہوا۔ وہ ہر طرح سے امیر صاحب کے حق میں مفید ہے  
گو اس وقت عبدالرحمن خاں کی عمر ۴۰ برس کی تھی۔ مگر صورت سے وہ بچا پن پر  
کے ظاہر ہوتے تھے۔ جلدی تنہائی اور ابتدائی زندگی کی صوبتوں نے انکو  
قبل از وقت سن سیدہ کر دیا تھا۔ ہاں یہ وہ اعلیٰ درجہ کے درباری۔ زلف  
زمین نظریف۔ چاکلہ دست اور فصیح بلیغ تقاریر ہیں۔ انکے رنگ اور طاقور ہونے  
میں مطلق شک نہیں ہو سکتا۔ جنکو اپنی رائے پر بہت بڑا اعتبار ہے۔ اور ترقی  
کرنے کے ہمارے ذرائع رکھتے ہیں۔ اس وقت میں انکو ایشیائی ممبروں میں

سب سے سرگردہ خیال کرتا تھا اور اب ہی میری رائے میں ویسے ہی ہیں افغان  
 کے انتظام کی مشکلات انگلستان کو معلوم نہیں اور گوا میر صاحب بہت سہو سزد  
 ہوئے ہیں اور انکی خود برائی اور خود سری نے انکو بارہا گمراہ کر دیا ہے تاہم آج ایسے  
 ہی ہیں جیسے کچھلے تھے وہ بلاشبہ انسانوں کے حاکم اور تخت افغانستان کے ان  
 امیدواروں کے ہجوم سے بہت ہی اعلیٰ اور برتر تھے جو انکے موقع پر پہنچتے ہی انکی  
 دیکھ لیتے گئے جب امیر صاحب منتخب کئے گئے تھے تو سر امیدواروں کے پہلے آزمائش کرینکا  
 موقعہ ملچکا تھا اور وہ یکے بعد دیگرے رد ہو چکے تھے اور لاڈلٹن کو بخوبی معلوم  
 ہو گیا تھا کہ انمیں سے کوئی بھی اپنے آپ کو انگریزی سنگینوں کی مدد کے بغیر نہیں  
 نہیں جکھے گا۔ چلا امیدوار سردار دلی محمد خاں خلف دوست محمد خاں کابل کا  
 گورنر تھا۔ وہ وجہ بڑا آدمی تھا۔ جسکے اطوار پستہ یدہ اور شکل مقبول تھی  
 جسمیں اسکو چھتے محمد زئی سرداروں کی بڑی جماعت پر ترجیح تھی۔ اسکا اقتدار  
 شہر میں بھت ہی کم اور شہر سے چہر میل باہر بالکل بغیر تھا جس سے اسکو خوبی  
 انکار نہ تھا۔ دوسرا سردار برہم خاں خلف سردار شیر علی خاں مرحوم تھا جسکی  
 زبان میں سخت لکنت تھی۔ اور کوئی یاقوت یا وصف نہیں رکھتا تھا۔ اور کوئی  
 پارٹی اسکی مخالف یا طرفدار تھی۔ چھ امیر شیر علی خاں کا بیٹا سردار محمد شمس خاں  
 کے وقت ہر وقت ہر لحاظ سے زیادہ امیدوار تھا۔ لیکن وہ بے سروسامان منصوبے کر نیوالا  
 نوجوان نہ تھا۔ جسمیں مطلق استقلال نہیں تھا۔ حالانکہ اسنے اپنے دعاوی کی اعانت  
 کے لئے ایک جماعت اپنی بہم پہنچالی تھی۔ امیر سابق یعنی یعقوب خاں کے بڑے  
 بیٹا موسیٰ خاں بہت ہی موزوں امیدوار ہوتا۔ اگر وہ کم سن اور ضعیف عقل  
 نہ ہوتا۔ سب امیدواروں سے بہتر سردار ایوب خاں گورنر نہایت تہاجو  
 امیر سابق محمد یعقوب خاں کا چھوٹا بھائی تھا۔ یہ بیس سالہ نوجوان تھا اور افغان

میں اسکے بہت مددگار تھے۔ شرائط ہونے کے دوران میں کئی بار جب امیر عبدالرحمن جنرل  
 تھے ہمارے ساتھ جہاد کی منادوی کرنے سے روکنے کی کوشش ہے۔ میں ایذا کو ہیر  
 تسلیم کرنے کے لیے رضا مند ہوتا۔ مگر باوجود مشتبہ چال چلن کے عبد الرحمن خاں کے  
 ساتھ رسل رسایل کے سلسلہ کا نتیجہ بہت عمدہ پیدا ہو چکا تھا۔ اور ایوب خان منڈیں  
 ایک ناقابل جنرل پرستج پانے سے دوبار سے باہر ہو گیا تھا۔ اور اپنی نوبت میں  
 سر فریڈرک رابرٹ کے قتل کی طرف تاریخی کوچ کے اختتام پر ایک مشکل نزعہ میں  
 پہنچ گیا تھا۔ دوران گفتگو میں امیر عبدالرحمن خاں نے جس ڈھنگ سے کاروائی  
 کی پاس انکا چال چلن نہایت صفائی اور موثر طریق سے ظاہر ہوتا ہے اس  
 بڑا بکر کسی امر سے انکے ذاتی مفاد کا خیال اور کھلے طور پر اپنے ہی مطالبے وصول  
 کو مد نظر رکھنا اور جو کچھ ممکن ہو انگریزوں سے حاصل کرتے پر ثابت قدم  
 رہنا اور اپنی طرف سے حتی المقدور کم رعایت دینا امیر صاحب کا ہی حصہ تھا۔  
 وہ فوراً کل معاملات کی تہ کو پہنچ گئے۔ اور ہمارے عام اشاروں سے انکو اس بات  
 کا تجویز علم ہو گیا تھا کہ برٹش فوج پہلے ہی موقع پر کابل سے لوٹ جائے گی۔ حتی کہ  
 اگر تخت کابل کے واسطے کوئی موزون امید وار نہ بھی ملتا ہم یہ واپس جانے  
 میں تاخیر نہیں کریں گی۔ اس بات کا یقین تھا کہ اگر امارت کو قبول کر لیا تو انکو طرح  
 سے اپنے ہی سہارے پر انگریزی فوج کی اعانت کے بغیر کار بند ہونا پڑے گا۔ انکی  
 پالیسی کا لب لباب تھا۔ اور گوجاگ افغانستان کے تمول کو ترقی دی نہی اور  
 اسکو ہرگز مفلس نہیں کیا تھا۔ تاہم یہ جنگ کرنے سے تھک گیا تھا اور اس  
 وقت تمام پارٹیوں کو جو کچھ مطلوب تھا وہ یہی تھا کہ انگریز جلد ناکس چلے  
 جائیں۔ حالانکہ اس ناکس لوگوں کی ایک تعداد کثیرہ چارے جلد واپس آنے کی  
 خواہاں نہی۔ لہذا امیر عبدالرحمن خاں نے خیال کیا کہ ایسے موقع پر سب سے بہتر

عام پسند طریق یہی ہے کہ میں مذہبی پیشوا بنوں اور اسلام کی عظمت اور شوکت کا اشتیاق ظاہر کروں۔ اس طرح مذہبی جوش دالوں کی بڑی تعداد خود بخود اس طرف مانوس ہوگی جسکو میرے یہ کہنے سے کہ کافروں کو سلطنت اسلامیہ کے کسی معاملہ میں دخل نہیں ہونا چاہیے۔ بہت بہاری مدد ملیگی۔ اس ہال انڈیشی ہر انہوں نے ہر ایک باوقفت شخص کو خواہ وہ دعا عطا یا امیر کہہ رہا تھا مگر انکی دست میں لوگوں پر اپنا رسوخ عمل میں لاسکتا تھا۔ اشتعال دلانے والے خطوط روانہ کیے اور انکو کافروں کے برخلاف جہاد کے واسطو اُبھارا اور کھلا بہیجا کہ ملک تمام لوگوں کو بغاوت پر آمادہ کر دیتا و قتل انگریزوں کے ساتھ اطمینان بخبر انتظام نہ ہوئے۔ اس کے ساتھ ہی ہم لوگوں سے شرائط صلح طے کر نیک اشتیاق ظاہر کیا تاکہ وہ عہد و پیمان مدت مدید تک قائم رہیں۔ جبکہ نہ ٹٹنے کا وہیم گمان بھی نہ تھا۔ پس اس طرح تمام حسن و قبح سوچکر انہوں نے دریاے عیجمن سے کابل کے گرد و فواح کی طرف کوچ کیا۔ اور جوں جوں وہ نزدیک آتے گئے تو ان میں شامی انڈیا پر جوش ہوتا گیا۔ کوئی سردار اُنکے ارادوں سے واقف نہ تھا اور غالباً امیر صاحب انگریزوں کی طرف سے بدظن تھے۔ کابل میں اُنکے طرفداروں نے امیر کو یقین دلایا کہ ہم صرف انکو جال میں پھنسا کر امیر یعقوب خاں کی طرح ہندوستان میں یہ حرکت رکھنا چاہتے ہیں۔ تاہم عبدالرحمن خاں کی پالیسی سنجوبی عیاں تھی۔ وہ ہماری مشکلات کو بہانہ بن گئے تھے اور تاڑ گئے تھے کہ انکو تاخیر سے بہت زیادہ حاصل ہوگا۔ برہنہ اس کے کہ جو شکار اُنکے پیش تھا اُس پر ہی بیٹھ رہتے۔ کابل سے قندھار کا جد ہونا انکو بہت ناگوار گذرتا تھا۔ کیونکہ وہاں کا حاکم شیر علی جس نے موافقتی حکمران ہو جانا تھا اُنکا دشمن تھا۔ اُسکی تحریک سے روسیوں نے عبدالرحمن خاں کو قندھار سے اُٹھایا تھا۔ قندھار کے معاملے میں قسمت عبدالرحمن خاں کی طرف



لوڑا رہی تھی۔ کیونکہ شیر علی جو بالکل کمزور اور نالایق شخص تھا اور سردار ولی محمد لار  
گورنر کا بل کی طرح اس وقت بلکا گیا تھا جس وقت ایوب خان نے بمقام میوند انگریزوں  
کی فوج کو شکست دی تھی۔ زان بعد کوئی امر حربہ نہ کر سکے کہ برٹش فوج مستقل طور پر  
تھا بعض ہوتی اسکو قندھار میں رہنے کی ترغیب تھیں نہ دلاتا مگر یہم ایسا بیڑا تھا  
جو گورنمنٹ ہرگز اٹھانا نہیں چاہتی تھی۔ لہذا قندھار نے امیر کے زیر نگیں آیا۔  
چونکہ تمام افغانستان کے بڑے خاندانوں اور فوجی قوتدار رؤساء کے  
ساتھ ہمارے جاسوس اور تنخواہ دار ایجنٹ تعینات تھے۔ ایسٹے امیر صاحب کی کئی  
مشعل لٹانے والے خطوط مذکور ہمارے پاس پہنچے جن سے حوصلہ پا کر یعنی پوری  
کامیابی کے ساتھ امیر صاحب کو فہمائش کی سادہ عبد الرحمن خاں کی اپنی چٹھیوں  
کے جواب میں انکو ایسی تحریر بھیجی جو اپنی اصلی معنوں میں الٹی میٹم تھی جسکو  
امیر صاحب نے یہ سوچ کر کہ مزید تاخیر یا تا مل تحصیل حاصل ہے۔ بڑی معقولیت کے  
ساتھ اسکو قبول کیا۔

اس برتاؤ میں جو ہمارے لیے قابل میں بہت ہی متردد اور اضطراب  
پیدا کرتا ہوا تھا۔ میں ہند میں کوئی ایسا امر نہیں پا سکا جسکی بابت شکایت بجا  
ہو عبد الرحمن خاں کو اپنی طاقت کا بہت ہی خیال تھا۔ انکو صرف انگریزوں ہی سے  
استقدر پٹکار نامہ نظر نہیں تھا جقدر کہ ممکن ہو۔ بلکہ وہ اپنی اسی طاقت کو یہی  
تفویت دیا پاتا ہے تھے جیسے ہم نے انکو دایسرا ہند کا ملازم یا نامزد شخص نہیں  
چھوڑا تھا۔ بلکہ افغانستان کے لوگوں کی عام صلہ سے کافروں کی تمام انتہائی  
کے مقابلہ پر اسلام کے ڈنکوں سے ملک کی حفاظت کیواسطی منتخب کیے گئے تھے۔  
اس مدعا کے واسطے امیر صاحب نے جو حکمت سوچی بہت عظیم اور موثر تھی۔ خواہ  
وہ اسکو اس حد تک بڑھائے گئے جس میں حفاظت معرض خطر میں ہو گئی تھی

مگر انکی قسمت کا ستارہ اوج عیوق پر تھا۔ اور برٹش گورنمنٹ نے عین وقت پر انکی غلطی کی اصلاح کر کے انکو بطورے وقار سے امیر شہر کیا اور تہہ کے انہوں نے اپنی اس منزلت کو نہایت کامیابی اور وقار کے ساتھ بحیثیت بادشاہ متحدہ افغانستان قائم رکھا ہے اور انگلستان کے وظیفہ خواہ مساون ہونے کی حیثیت میں اپنی غارتگری کو گورنمنٹ ہند کے ماتحت رکھنے کی پابند ہیں اور جب تک کہ اس قرار کے پابند ہیں گورنمنٹ ہماک غیر کی مداخلت یا حملہ کے مقابلہ پر اسکی مدد کرنیکی کفیل ہے۔ اگرچہ خیال کیا جائے کہ ابتدائی گفتگو کے دوران میں انکا وقار سے گرا ہوا بہتر و اس رائے کا متضاوت تھا۔ جواب انکی عام صداقت اور دیانتداری کی نسبت ظاہر کی جاتی ہے۔ تو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ایک بہت ہی مشکل کام انکے پیش تھا۔ اگر وہ شروع میں ہی انگریزوں کے ساتھ بہت دلتنگی ظاہر کرتے تو انکے اپنے غم نہ ہی خوش و اے ہوں ہی رہتے ہیگنا نہ ہوتے۔ گو یہ منٹ بالکل تھوڑے اور نامکمل ہیں۔ تاہم انے انگریز ایسے شخص کے چال ملن کی بابت کچھ نہ کچھ سمجھ سکیں گے جسکی زندگی اور پالیسی پر بہت کچھ دار و مدار ہے۔ امیر صاحب کا رجحان طبیعت روسیوں کی طرف نہیں ہے کیونکہ وہ روسیوں کو ایسی ہی طرح جانتے ہیں کہ وہ اپنے عتبہ بار نہیں کر سکتے۔ فارس، پنجاب، خوارزم اور قوقند کے سبق انکے پیش نظر ہیں اور انکی بڑی خواہش اپنے ملک میں روسیوں کی نسبت انانازی کو روکنے کی ہے اور انکے ساتھ ہی انگریزوں کی علانیہ مداخلت کی بھی تحمل ہیں بلکہ جانتے ہیں کہ ہم انے نسبتاً اچھا سلوک کرتے ہیں۔ اور ہمارا افغانستان لینے کا ارادہ نہیں ہے۔ کیونکہ ہم اسکو دو دفعہ اس وقت چھوڑ آئے ہیں جبکہ اسکا الحاق کرنا آسان اور جائز تھا۔ لیکن انکا فخر اور اپنی ذات پر اعتبار اس درجہ کا ہے کہ وہ چاہتے ہیں کہ اپنی طرز پر حکومت کرنے کے لئے تنہا چھوڑے جائیں۔ اگر وہ دن آجائے کہ انکو مجبوری انگلینڈ اور روس میں سے ایک کو سلطنت منتخب کرنا پڑے۔

تو اسمیں کچھ شک نہیں کہ وہ اپنی قسمت کو اس قدم کے ساتھ شریک کر چکے جس فتح کے وقت فیاضی اور عدالت سے کام لیا ہو۔ اور چہرہ وہ افغانستان کی آزادی کا قائم رکھنے کی واسطی اعتبار کر سکتے ہیں۔ لیکن امیر صاحب اس بات کو فراموش کر رہے ہیں۔ دو بڑی بڑی اور رقیب طاقتوں کے باہن ایسا نہیں ہو کہ وہ پولیسک علیحدگی کو قائم رکھ سکیں اور ایک کے ساتھ ملکر مقابلہ دوسرے کے کارروائی کریں اور معاوضہ دیکریں۔ سر دس کر نیچے بغیر انگلستان سے بہاری وظایف لیتے رہیں۔

افغانستان سلطنت ہند کا ایک بڑا بہاری مورچہ ہے۔ اور ہم گوارا نہیں کر سکتے کہ یہ اس طرح ہمارے مقابلہ پر بند رہی جیسا کہ یہ اب ہے جس بات کی ہمیں ضرورت ہے ہم اس سے بخوبی واقف ہیں۔ سب سے پہلے ضروری ہے کہ انگریز منسٹر کابل میں اور انگریز افسر کجیت ایجنٹ ہرات اور قندھار میں ہیں۔ اگر امیر صاحب بخوبی طاقتور ہو گئے تو یہ افسر بالکل محفوظ رہیں گے اور کو گنہری کے دلخواسش واقعہ کے پہر ظہور میں نہ کیا کہٹکا نہیں ہو گا۔ دوم ریلوے کو قندھار تک وسعت دیجائے اور سلسلہ تارا باہن کابل ہرات اور برٹش انڈیا کے قائم کیا جائے۔ اخیر میں انگریزی تجارت کو مسدود کر دینا محصول موقوف کر لینے ضروری ہیں۔ گو یہ امور امیر صاحب کی نگاہ میں پسندیدہ نہ ہوں۔ لیکن عہد و پیمان کی منشا کے مطابق ہیں۔ شمالی افغانستان۔ و خان۔ شگنن۔ روشن اور کوہستان اور پامیر میں جدیدی کے سوالات پر اسجگہ بحث نہیں کیجا سکتی۔ مگر امیر صاحب کو انجی نسبت کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔

یہ سخت غلطی ہے کہ ہندوستان میں کمانڈر انچیف امیر صاحب کے ساتھ جلال آباد میں یا کسی دوسری جگہ گفتگو کرنے کے لیے مقرر کیا جائے اس سے یہ صحت حتی الامکان ملاقات کریں کر نیچے کیونکہ کمانڈر انچیف کا منصب ہی ایسا ہے کہ اگر ایسے ڈیپوٹیشن پر تعینات ہونا دس یا کابل کے لیے بین دہلی سمجھا جائیگا اور

انگلستان کی شان سے بعید ہے کہ ایسی بات ہو کوئی مخفی نہ کرے۔ امیر صاحب کو یہ خیال پیدا ہو گا کہ ایسے سفر کے انتخاب سے انکے شان کے خلاف کارروائی کی گئی ہے اور گو انکو کسی ہی بھاری مصروفیت ہو تاہم انکا برٹش سفیر کے ساتھ ملاقات کرنا ممکن ہے تاہم اگر کوئی منتخب پولیٹیکل افسر کنسٹنٹپور جیسا اس کام پر تعینات کیا جائے جسکو ڈیپلومیٹک کارروائیوں کا تجربہ ہی ہوتا ہے تو اس سے بڑا کچھ نتائج پیدا ہوں۔ طاقت یا طاقت کا جھکاؤ اس وقت تک باز رکھنا چاہیے جب تک کہ اسکا نظارہ شہرت ثابت ہو نہ ہو۔

افغانستان کی قسمت میں جو کچھ لکھا ہے اسکی نسبت پیشین گوئی کرنا آسان بات نہیں ہے اور یہ پولیٹیکل طور پر صاف صاف بتایا جاسکتا ہے کہ آئندہ کیا کچھ وقوع ہو گا۔ ناقربین قیاس ہے۔ امیر صاحب بوڑھے اور خفیہ ہیں لیکن وہ جمع المفاصل اور ذہین قبیلہ دیگر عارض میں مبتلا رہتے ہیں جن سے انکے متعلقین بعض بعض دفعہ بہت ہی مشوش ہو جاتا کرتے ہیں۔ ایک ادب بات یہ ہے کہ کوئی شخص ہی افغانستان میں اپنی طبعی موت سے نہیں مرا۔ اگر گورنمنٹ کو اس بات کا یقین ہو جائے کہ اُسے وقت آگیا کہ مخفی قراردادیں اور درپردہ انتظام ناموزون سمجھ کر بالائے طاق رکھی جائیں اور افغانستان کے ساتھ یہ معاملہ ہے کہ کسی دشمن پر چڑھائی کرنے یا دشمن کے سر پر آنے کی صورت میں گورنمنٹ اسکو مدد دے گی اور امیر صاحب کے منتخب وارث کی رعایات مذکور کے بدل میں کفیل ہو ز میں خیال نہیں کرتا کہ ہمارے ایٹو آئندہ ایام میں کوئی بد مزگی نہیں پائی جائے گی۔ اسمیں ذرہ ہی شک نہیں ہے کہ ہم پر افغانستان پر قبضہ کرنا نہیں چاہتے اور یہ ویسا ہی یقینی امر ہے کہ اگر ہم قبضہ کریں تو ہمیں اسکا کماحقہ کرنا ہو گا مستقل اور پختہ الحاق کے بغیر ہم اسکا کماحقہ میں کوئی دوست موجود نہیں کر سکتے۔ کیونکہ گذشتہ مہم میں ہمارے دوستوں نے ہماری وفاداری کے واسطے

اپنے مال جان یا دونوں تصدق کیئے۔  
اس آرٹیکل کے چھپتے ہوئے جتڑال کی چھوٹی پہاڑی ریاست کی طرف بہت  
معطوف ہو رہی ہے۔ جہاں اصل الماکا ہے چچا شیر فضل کے ساتھ وراثت کی واسطہ  
سورہ کرتے ہوئے کام آیا۔ اور تازہ خبروں سے واضح ہوا ہے کہ شاہزادہ متوفی کے  
برادر نظام الماکا نے شیر فضل غاصب کی افواج کو شکست دیکر جتڑال پر قبضہ کر لیا  
ہے۔ اور شیر فضل نوکرم ہیاگ گیا ہے۔

ان واقعات میں غاصب دیکھی میر صاحب کابل کے معاملات جتڑال میں دباؤ  
کرنے اور ان کے غاصب شیر فضل کو مسلح افغان فوج سے مدد دینے میں باغی جاتی ہے  
اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ شیر فضل برخشاں سے آیا تھا۔ اسلئے ممکن ہے کہ روسی  
اسکے حامی ہوں۔

میں اس قدر کہوں گا کہ دور پہاڑی ریاستوں کے جھگڑے بہت وقعت کے  
قابل نہیں ہیں اور بلاشبہ اس توجہ کے لائق نہیں ہیں جو ان کی طرف معطوف کجا رہی  
ہے۔ اور گو چند افغان شیر فضل کے ہمارے میں شامل تھے تاہم اس امر کا یقین ہوتا ہے  
کہ واسطے کوئی وجہ نہیں ہے کہ روسیوں نے یا کہ امیر کابل نے اسکو ریاست مذکور  
غصب کرنے کی ترغیب تحریریں لائی۔ امید نہیں کہ امیر صاحب نے علانیہ یا بلا واسطہ  
کوئی فرار دیا ہو۔ اگر وہ کسی قدر پولیٹیکل معاملات جتڑال میں الجھے بھی ہوں تو  
امیر کابل کا معمولی قاعدہ ہے۔ امیر صاحب کی طرف سے کوئی نئی بات وقوع میں  
نہیں آئی۔ اور نہ ہی کوئی معقول گورنمنٹ ایسی باتوں کی طرف بہت کچھ متوجہ  
ہو سکتی ہے۔ پہلے ایام میں جب سر نہری ڈیو ریٹڈ اور سر رابرٹ ایچرٹن پنجاب  
کے گورنمنٹ گورنر تھے۔ اور میں ان کی گورنمنٹ کا سرکریٹری تھا۔ لارڈ لارنس کا لپچی  
کے مطابق ان چھوٹے چھوٹے خانوں کے معاملات سے بالکل اغماض کیا جاتا تھا۔

اس وقت پتھراں ایک پڑنے شہر میرا اور جامہ امان الملک کے زیر حکومت تھا۔ اور  
جسکا انگریزوں کے ساتھ عمدہ سلوک تھا۔ اب یہی میرے پاس اسکے محبت آمیز  
دوستانہ خط موجود ہیں۔ ایک دفعہ وہ امیر کابل سے بڑا کرمہارا راجہ صاحب کرمہارا  
سے بازو خستہ ہوا۔ تاہم اسنی ہی خواہش تھی کہ اسکے معاملات میں کوئی دخل  
نہ دی۔ کیونکہ اسکو یقین تھا کہ اسکے اپنے لوگ تمام مدخلت کرنے والوں کی مقابلہ کر سکیں گے  
اسکے منیکے بعد حسب معمول طوفان بے تیزی مچ گیا ہے۔ اور صرف اس وقت امن قائم ہونے  
کی توقع ہے جب کوئی ایسا عہدیدار اسکا وارث قرار پائے۔ جسکے جائز حقوق عملی طور  
پر سادی ہوں۔ اور وہ بزور بازو اپنے حقوق قائم کرے۔ جو چاہے اسکا وارث ہو۔  
اسے ہمہ کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ نظام الملک جو دراصل امان الملک کا بیٹا ہے۔ اور جسے  
اپنے چچا کو ملک نکال دیا تھا۔ وہ انگریزوں کا دشمن بیان کیا جاتا ہے مگر بھلا غالباً  
صمیم نہیں ہے۔ بہت شخص ہی اپنی قوم کے دوسرے لوگوں کی طرح آزاد رہنا چاہتا ہے  
اور اس ملک میں اپنے آدمیوں کے ساتھ سرور و سلیم کو گھارٹ کی مدد کیوں سچو جانا چاہتا تھا اور  
برٹش ریزڈنٹ کشمیر نے اسکو ان بھادرانہ ارادوں سے غیر ضروری طور پر باز رکھا  
میں مال ہونے پر ہی ہر حد کے خفیف فرشتوں کے تھے ہر صاحب کو شل کرنیکی پولیس کی سخت  
مخالف ہوں۔ پچھلے ایام میں انکی اطلاع بذریعہ مارکلتہ پہنچنے کا ہمیں کبھی خیال ہی  
ہوتا۔ اور لندن پہنچا نیکادہ ہم ہمارے فرشتوں کو بھی نہ گذرتا۔ پیغامات ماراؤ  
خاص نامہ نگار جبرائیل کے ایسے معاملات کو بالکل سبالتو آمیز اور مصنوعی رنگ تیار  
کرنے کی سروس میں لگی اور پالیٹیکل ہیریڈیٹو پالیٹیکل ہیریڈیٹو پالیٹیکل ہیریڈیٹو  
مشیرانہ طور پر تیار کیا اور کچھ ہم روئی فرشتے کے سر پرست ان کی نیسٹو فرشتے میں سنگلتے ہیں اور فرشتے  
ایک اور فرشتہ میرا راجہ والوں کی وکھام کھام پالیٹیکل ہیریڈیٹو پالیٹیکل ہیریڈیٹو پالیٹیکل ہیریڈیٹو  
آج اور قریب آج کے ہر فرشتہ کی اور اسکا کھاتی غمراں نظر انداز کرنا چاہیے اور اس کے متعلق کبھی الٹا سبالتو آمیز

# ضمیمہ پنجم

## مکمل پنچھن کر وشنہ ہندوستان پر حملہ کر کے

(۱۲ مارچ ۱۸۵۷ء کے پیلہ اخبار سے نقل کیا گیا)

آج کے پیلہ اخبار میں کئی دوسری جگہ ایک نقشہ ہندوستان کی سرحد شمالی مغربی کا دیج کیا گیا ہے کہ جوہ فروری ۱۸۵۷ء کے اخبار لارڈن ٹار میں شائع ہوا تھا اور اس کے ذریعہ ہندوستان پر روسی حملہ کا ہونا محال بلکہ ناممکن ثابت کیا گیا ہے اخبار ٹار لکھتا ہے کہ یہ سچا جو بہت بہاری غوریزی اور بربادی آخر ۱۸۵۷ء کا ذمہ وار ہے۔ اس کا نام "سرخدی بشتدی کی مصلحت" رکھا گیا ہے۔

نقشہ میں غرض کیا گیا ہے کہ اب ہم اسی مقام میں ہیں جہاں ہم ۱۸۵۷ء میں تھے اور اس وقت اسی لارڈ پکنین فیملڈ لارڈ ڈالسبری۔ لارڈ لٹن نے پیش قدمی کی پولیس کو ہند میں راج نہیں دیا تھا اسی وقت ہندوستان کی حفاظت کیواسطے تین بڑی قدرتی میز تھی یعنی ایک ریگستان۔ ایک بہت بڑا ری سلسلہ کوہ و جبال۔ اور ایک وسیع تیز رود یا پتا ور سے لیکر اور ایک سلسلہ پہاڑ جو حفاظت ہند کی پہلی حد ہے، ۶۰ میل لمبا ہے۔ اور یہیں صرف پانچ درے ہیں۔ کہ جہکے سر بیچ سے ہو کر آدمیوں کی کسی بڑی تعداد کا گذر ناممکن ہے۔ یہ پانچ راستے یعنی بولان، تہل جٹیا، گول سکر، ماورینہ، نقشہ پر افغانستان کے پہاڑوں اور چٹانوں کو بیچ پانچ سفید دھاریوں کے طور پر ہیں نقشہ میں ظاہر کئے گئے ہیں۔ انکو دکھانے کے لئے سفید چوڑا ناصوروی تھا۔ تاکہ ایک ہی نظر سے ذہن نشین ہو جائیں لیکن یہ

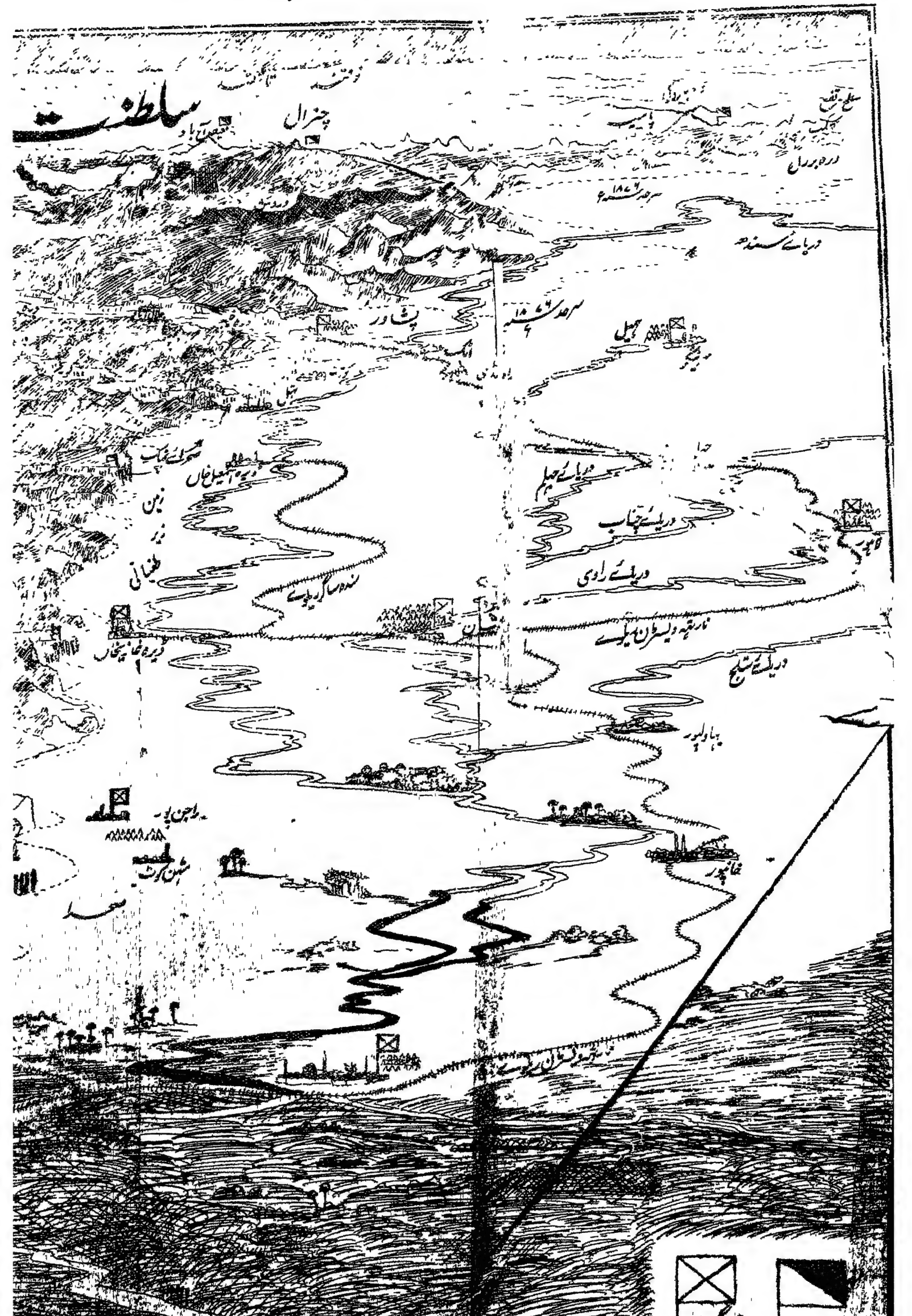
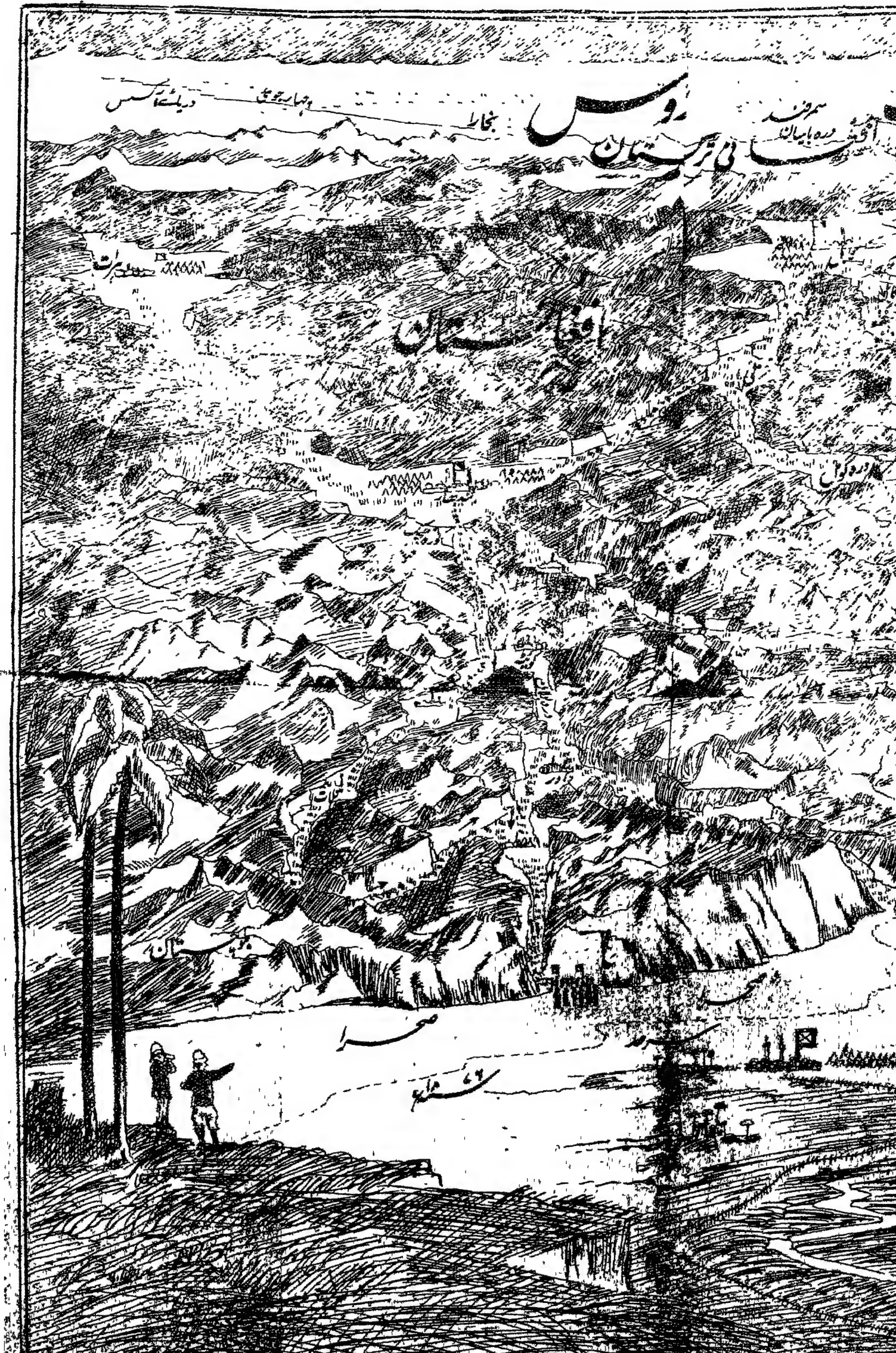
قویاں نہیں کرنا چاہئے کہ یہ ایسے بخوبی ہموار اور آسانی سے قابل گذر ہیں۔ سبکدوش کے نہیں سے کسی ایک کی راہ سے سڑک کی مشکلات طبری بہاری فوج سے بہی خلوب ہونیکے نا قابل ہیں۔ جیسا کہ کرنل ایچ بی ہٹاکے اعلیٰ درجہ کی ہوٹے سے سالہ موسومہ ”کیاروس ہندو چمک کر سکتا ہے“ سے بخوبی ثابت ہوگا۔

یہ یاد رکھنا چاہئے کہ انگلو انڈین فوج کا ان دروں میں کسی کو گذرنا ایک بات پر اور دوسری فوج کا گذرنا بالکل امر دیگر ہے کیونکہ ہماری اصلی بنیاد پناہ و ریادہ ہندوستان میں ہے حالانکہ روس کا سفر لاتہ قندھار سے یا کوسس کے شروع ہوگا۔ کابل کے موسم سرما میں قسط سے تکلیف ہوتی ہے اور اسکو ہمیشہ اپنی خود کا ذخیرہ غرنی سے بہم پہنچانا پڑتا ہے۔ لہذا یہ وس کیو سٹو موزوں شہر جنگ نہیں ٹھہر سکتا یہی بات قندھار اور کوسس پر صادق آتی ہے لیکن شکار کا مضمون نگار لکھتا ہے کہ ہم اپنی تحقیقات افغانستان میں نازل ہونے والی مشکلات کو یاد نہیں لجا ئیں گے۔

اگر اس نقشہ کو بائیں طرف نیچے سے شروع کیا جاوے تو پہلا راستہ بولان اور بلوچستان کو بگستان کے بیچ سے قندھار کی طرف سرمتان کو آکر ہوجا کا بعد ۷۰ میل ہے۔ قندھار کو وادی ہوکریہ سے ۲۰ میل تک مسنگلخ ویرانہ ہے اور سولہ خواجہ عمران کا ڈھلوان کو ۱۰۰ میل پیشین میں قطع کرنا ہر چور سال کی ایک جھٹ سے وسط بھی خوراک بہ نہیں پہنچا سکتا۔ اور اس کا پانی بہی شور ہے۔ درہ بولان فی نفسہ ۵۰ میل لیا ہوا وراہ ہے انتہا تک حسیانہ ویران و شان ملک ہو چکا ہے مطلق بیوا نہیں ہوتی اور کہیں بھی کہیں لائق میدان موجود نہیں ہیں۔ یہ ہم گمرامیں تنور سے گرم کرنا میں طوفان سے پڑ رہا ہے۔ پہر حملہ اور فوج کو سونہ پہنچتے سے پہلے ۶۰ میل خشک گستان بہت جنگل اور ریاضی و لدل طے کرنے پڑتے ہیں جو کو پانی اس قدر تنگ اور تنگ ہیں کہ پیاسے گھوڑے بھی انکو منہ نہیں لگاؤ یہ بہت قیدی صرف ایسی جھوٹی جماعتیں بھولی سیاسی رہ کر متعل سے طے کر سکتی ہیں کہ جو کو منتظر اندیش سہولیت ہر کار کر لیتگی۔

دوسرا راستہ جو تہل چٹالی کا ہے۔ درہ جو جٹادی مشین کا گریا لیا لیا ریویر غازیخان







لے چکے و اس بقول طبری آفکار و س... ۳۰۰ کپکے مار لخمی شاگرد پیشہ غیر مملوب ہو کر رستہ باریج کو  
کو خوراک بہہ بچا تا کطلح ممکن ہو جو حملہ و فوج کو رہہ لان گذر کر قندھار سلطان پنج پرت دان کا رہو  
اور ہر ایک کو تھکے و محال و وسطہ دن خوراک پہنچانی لڑی بقدر فوج کی وسطہ زندگی کی معمولی ضروریات اٹھانیکے  
ٹھے... ۲۵۰۰ شتر لا... ۵۰۰۰ خچر و کار بھونگی علاوہ انکے خیمے باسیل اور گچر سامان اٹھانے کے واسطے کہ سے کہ  
۵۰۰۰... اونٹ لا... ۵۰۰۰ خچر مملوب ہو گئے۔ حالانکہ ان زیر یوں میں شتر اور خچر و کار چارہ اٹھانے کے واسطے  
کم سے کم ۲۲۸۱۲ شتر یا ۲۶۵۶۲ خچر و کار بھونگی۔ دو سکر الفاظ میں حیوانات بارہ واری کا  
چارہ اٹھانیکے سامان شمار میں لینے کے بغیر اگر شروع سے اخیر تک ٹی وقت و قعدہ ہو تو حملہ آور فوج کو  
۱۰۶۲۸۱۲ شتر یا ۲۶۵۶۲ خچر چاہئیں۔ یہ سب کچھ ایسے حملہ کو ناممکن ثابت کر چکے ہیں  
ایسا کیا ہو چکا بہت باری ریکو کیوں کے تیار کرنے سے علاج نہیں ہو سکتا کیونکہ ۱۲۰۰ اٹھانوں سے کم  
اس منظم طریقہ سے اس طرح کا نہیں ہو سکتا اور ہر ایک سو دن گلیں گے اور ان ممالک میں پلوں کا نہ ہونا  
یا نہ تیار ہونا اور بندوں کا پانی سے کمزور ہونا یا نہ ٹوٹنا اور ریلوں کا نہ اکلنا اور اخیر  
میں تمام ملٹی اٹھانہ کا نہ بڑا مہجرہ سے کم نہ ہو گا۔

المعرض قدرتی سامان ہماری تائید میں ہیں۔ روسیوں کا ہند پر حملہ آور ہونا  
ناممکن ہو۔ بقول جسٹس ڈیورنڈ بعینہ خاصیت کہتا ہے جو فرانس کے ہنری اول نے ہسپانیہ کی  
بتائی تھی۔ اگر بہت بھاری فوج کیساتھ حملہ کرے تو یہ کہے کہ روس کے لئے اور اگر تھوڑی فوج لیا جائے  
تو دشمنوں کی فوج کے ترغیب میں نہیں کر مملوب ہو جائے گا۔

انبار بیکار مضمون کو سرسروت دلائل اور واقعات بخوبی ثابت کر دیتے ہیں کہ اسی میں تو  
روس ہندوستان پر حملہ کر چکی امید نہیں۔ اس لئے روس کے حملہ کا اندیشہ جو بقدر ذکاوت ہندوستان  
کی محسوسات الی علیہ کا ضائع ہونا اور ہندی جنگوں میں ہندوستان کی قیمت یورپین اور دی جی کو کٹھن  
ہو رہا ہے کہ کلام میں مزید آنا اور بقول میریل کیلیف کس آئندہ روس ہندوستان پر اس حد کی طرف حملہ  
کرنا معلوم نہیں ہو تا۔ اندکی دہرہ کو قریب حملہ کر لیا۔ بہت بعید قریب میں معلوم ہوتا ہے



# سورجی ترست



افغانستان کے نشیب و فراز کا سرسری نظارہ

## نہایت تالیف و طبع تذکرہ امیر

قطعہ تاریخ طبع تذکرہ امیر خیر خیال شاہ میرزا انجمنیہ البسم اللہ بیک صاحب بسم اللہ پوری

واقعی اوصاف میں محبوب عالم آپ کے  
کر لیا تسخیر عالم آپ کی تحسیر کرنے  
کارنامے ہیں سوا اخبار کے بھی لکھے  
جس میں ہیں حالات امیر صاحب قیصر کے  
نام روشن تو ہے جکا ہر پرتو پرست  
رہتے احوال ایسے کشمکش کے بول ہیں آپ  
کر دیئے روشن چراغ آپ ہی نے معلومات کو  
بہرہ کئی لافزہ بھی کی صنعت سرور کا طبع ہے  
عیسوی عروسی ہے سن ہزارہ سوا ہزار

نام عالم میں جو ہے محبوب عالم آپ کا  
میں نہ چھوڑ بوب عالم آپ کا اخباری  
سب مفید ملک میں سب کا راہ بین  
تذکرہ بھی کیا سب رکھنے لکھا ہے یہ  
چرخ پر نام آوری کے وہ سر فراز و علیل  
تھا بڑا اندیشہ علمی کے تاریک لہریں  
یاں بھی حکم کی مگر روشنی داعی آپ کی  
طبع کی تاریخ بے بدل نے ہی اس کی فی البدیہہ  
بے تکلف معنوی اور کچھ تو سیری بھی

مشتی محبوب عالم اہل کمال  
سچہ بند ان کی فکر انکا خیال  
نہیں اخبار کی ہی ان کی مثال  
خوب لکھا انہیں نے ہر فی الحال  
ملک کو جسکی جنسیاج کمال  
بہ نظرم ہوا یہ میرا خیال  
پر یہ سن لکھے میری عرض حال

پہلی ہیں اسم میں اپنے  
انجی لغز یہ آپ کی تھی ہے  
نہیں تحریر کی ہے انجی نظیر  
تذکرہ ہی امیر کابل کا  
یہ وہ تالیف شہنشاہی لایب  
حکم تاریخ تہو پنا تو مجھ سے  
کئی تاریخ آپ ہی بے بدل

دو وزن صفت پہنچی ہوئی	ایسی تاریخ غم سے کیا ہے محال
کچھ توجہ نہ پہنچی ہو جس سے	آپ کا کہہ تو ہشتیا ز کس ل
کہا میں نے سہی بے سزا نکار	تیرہ سو بند رہ میں پچھی سال

## تاریخ قیسری

والینے کابل امیر فی وقار و ذی شہ	عز و جاہ و شان و شوکت جیکہ میں خیل و خرم
تذکرہ ایک حضرت محبوب عالم نے لکھا	آؤ کیا اچھا لکھا کس لطف خوبی سو لکھا
جس میں ہیں علامات مذکور اس علم الی شان	جنکے شخص شاق رہنے والے ہندستان کے
پہنچی جیست تاریخ کی فریادیں اور پہنچی خبر	میں بھی دل سے کھا بتمل کر تو ہی فکر کر
بول اٹھا دل تیرہ سو بند رہ چوشت کون	اور اسی میں عبودی سن کہ گیا وہ مسخ
ہجری صدی اوّل میں مندی میں مندی	نام کو حق نہیں ہو کوئی ریشی آؤر کی

تاریخ یاقوت تذکرہ امیر صفحہ ۱۸۱ قابل و ناظر لائق منشی صادق حسین صاحب قلمند شہری  
محقق تحصیل سر ضلع حصار کار و مرزا البیہیک لیسٹری

جناب منشی محبوب عالم	ازمانے میں غنیمت جن کا ہے دم
پیر فاضل عالم انکی ہے تقریر	بغیر عام ہے اک ان کی تحریر
لکھا ہے تذکرہ کبھی الحق ایسا	کہ ہاں لکھنے کا حق ہوتا ہے میا
ہے ایک عالم میں شہور انکا اخبار	ہے جکا نام نامی پیا اخبار
اور آبت لکھا ہے اسکا تذکرہ بھی	ہے جکا نام نامی و گر احمی
خدا صواب ہے جس وقت ذکر	نو غور کرتے ہی تاریخ کی فکر
جدید و آب پی محمد عالم	ہے یہ اخبار بھی محبوب عالم
امیر عید جس فلان جسا دور	امارت کے صدق کا ہے جلاور

خزانہ ایک معلومات کا ہے ۱۳۱۶ء = ۱۵۰۲ء	اگر کربخش کا سر پہ کھاتے
تایخ چکدہ قلعہ چار قلعہ چار بجائیں بلا صلح متوطن بلکہ پشاور اور تحصیل مردان	
<p>معین رویا و رستہ دور و دور بعالمین باوا ضیاء ملکیت الدین کرخت اور معین باوا الحی دوستانت شاد و اعدایت جنیں باوا ظفر یارش بود و ایم دگر نصرت قہن باوا تفضل حق یکام دوستانتش انگیں باوا سجاک مدبری اعدا شایم ہنشین باوا بدخواہان دولت اشاک غم برستین باوا تعمیش گفتن من کہ اینچ پچس باوا</p>	<p>از خالق بر توالے محبوب عالم آفریں باوا از حالات امیر ابرار میر آں الی کا بل عجب محبوب و از سخی بے پایاں بھم کردی ہر سون عامی سلام دین احمد مرسل سجلی دشمنانت زہر اگر کہ قہر زندانی علو پایہ احباب او ہر دم یکواں باوا بھیخاں اقبالش چو صبح بخند لب بے تائخ چوں محبوب تہ احباب پر سیدہ</p>
<p>سر اعدا لے او برید و تفت گفت ایاس ضیاء ملکیت الدین امیر المومنین باوا سر اعدا الف ہے باشارہ پیرید ساقط کیا گیا یعنی حساب جبل الف کا ایک دسے اور سال مصر عد ثانی ۱۸۹۹ء ہوتا ہے جب ایک مہا گیا تو ش ۱۸۹۹ء۔</p>	
<p>جو کہ غیبی ہیں ہے اپنا خود نظیر دہوم ہے عالم میں جسکے نام کی نام لینا اسکا ہے سودا و ب بامروت بادشاہ مسلمین نعت اور اقبال میں اس پر شاعر</p>	<p>کیا عجب یہ تذکرہ ہے بے نظیر لائف ہے ہمیں شہ اسلام کی وہ ظہیر المسلمین غازی لقب والی کابل امیر المومنین فتح اور نصرت ہیں جسکو بادشاہ</p>

<p>اور اسکو خفیہ اسلام سے اور عالم پر فلک ہر دم رہے منہج پیشانی میں موند پر خاکے خوں جلد اک تاریخ تو اسکی بنا</p>	<p>خفیہ عالم کو اسکے نام سے یا الہی جب ناک عالم ہے نعل سا دشمن ہو اسکا سر کل مجھے ہے محبوب عالم نے کھا</p>
<p>مجھ کھا عباس نے اے دوستو تذکرہ تاریخ ہے ہر چہ ہو</p>	
<p>صحابہ بصیرت کو بہت تاریخ بہت پسند ہوگی سیکو کچھ تخلیہ بشارہ مخلصہ کیا گیا ہے تذکرہ سیم ۵۰ = ۱۳۲۵ - ۱۳۲۵ = ۱۰ زیادہ ہیں بشارہ چوڑ دو لفظ دوساوی ہی ہو ۵۰ = اس کے چوڑ دو لینی منہا کر دو</p>	
<p>قطعہ تاریخ از طبع قاری سعید عبدالقادر نورانی قادری تخلص کیا کسوت فی الحال طبع لنکیرہ تمام و اطرہ علاقہ پلو اکاٹھا پولیٹیکل انجینئری ضلع گجرات</p>	
<p>کہ شوق طبع کی بولیں ہی شو و مایل کہ بوئے تذکرہ اش شہباز رسو مایل کہ بود تازہ کن منہج فکر ت سائل رسید تاپے تمکین دل مغو و مایل نقاب از رخ روشن کشید و قد مایل میایہ میں کہ چہ محبوب عالم کامل تشاط تازہ شود از مطالعہ حاصل بقیدہ تذکرہ حالات ردش و کامل کہ قوم ملت خود راست قوم کامل</p>	<p>الہی شور و عمل باز حسیت این چہ غایت چہ کل شگفتہ بہر نشان عالم است امروز نسیم مژدہ در خیابان پر پیچش کٹاں نراہ چشم بوئے عین گوشہ باغ داغ حیات دلی کامل ضیائے ملت میں کہ پروہ از رخ خود میر فلکندہ ام امروز بیابا و مرا حزر جان خویش بکن بسوی گشت زم محبوب عالم لاہور سز و کفر خستہ کلم ہو و دود در ہند</p>



لگام مہمت خود درگرفتہ لیل و نهار	خیال خدمتِ خلق است در شرف داخل
چونہر گلشنِ انجمنِ پریہ جاری اندر دست	بجہارِ تازہ ازین بہت پرچہ حاصل
بجمع کیفیتِ عمری جنابِ امیر	نہاد بر سرِ مشتاقِ منتِ کامل
ہزار جانِ سخن باو نذر تذکرہ	کہ نامش آمد با نام صاحبِ شال
نثار باد بریں تذکرہ جو ہر فرس	کہ شد بھائے حد بے بھانہ و باطل
الہی لطف و کرم از تو بر جنابِ امیر	و زایل قدر بریں تذکرہ شود نازل
سرزد کہ فکرِ دینِ آرکند ز تارِ بخش	با مقامِ سلوکش ز دل شوم بایل
بدادِ گوشش کہ با تکیہ ز فکرِ مے آید	کہ غیثتم ز سیرِ فکریہ سالِ آں غافل
نہاد بر سرِ بشید از غنیمتِ غیبی	کہ قصہ لطف و کرم شد تذکرہ شامل
بضرِ بیخ و درگاہِ بختِ غاسٹ	۱۹۲ ۱۱۹ ۲۹۰ ۲۹۵ ۳۰۰ ۱۵ ۱۳ ۱۰ ۷ ۴

ایضاً

چوں ز محبوبِ عالم لا مہربا	شہرہ ہمدگرہ یگشن رفت
نہ ز احوالِ والی کا بل	شور در گوشہ نشین رفت
کہ ز حسنِ بیانِ حالِ اتش	وجود در بزمِ کمانِ گلشن رفت
از غیائے ضیاءِ محبتِ دین	ضوءِ ہر فلک بدر اس رفت
از بیانِ شجاعتِ ذاتش	زلزلہ در رہبازِ جوشن رفت
و مصلائے نگاہِ لطف و کرم	ہوش گشاخ از سر و تن رفت
دستِ محبتِ لبخندِ خدایت	گر سوتے حبیبِ گداز اس رفت
حق دہنِ توح مرا و را	اس دعائیت کرد دل رفت
بہر تارِ پنج طبع تذکرہ اش	جنبش نکو چوں بگلشن رفت
ہر گل و برگ و غنچہ و از غار	بہر امداد و فکر در سبقت رفت

مرتب است با سگفتہ خاطر و شاد

تو بخ بار از زبان سوسن بدشت

ایضا

زمینت تخت و تاج سلطانی  
عبد الرحمن تمام نامی او  
آنکه محبوب عالم است بد هر  
جمع آرد و تذکرہ کہ در آن  
دل ز فریاد و رفت و سالت گفت

آنکه فرمانروائے کابل است  
نقش ہر سکہ ہائے کابل است  
ز دہرا و راق ہائے کابل است  
حال فرمانروائے کابل است  
تذکرہ از برائے کابل است

ایضا

چو محبوب عالم بد و دہر  
خدایش رساند بدیل مرام  
در آن و بیج حال جناب امیر  
امیر سے پئے طاعت دین ضیا  
ز حالش شدہ زینت تذکرہ  
ز یہ فخر حاصل بدین تذکرہ  
سپر و صغامہ چو تار سنج آں  
دل از غافل برداشت گفت سال  
و گر از لب بلبل آمد پر سال  
دل از حال رفت ہر سال گر  
وزیر فقرہ ذیل تار سنج گفت

ز یہ تذکرہ تازہ ایجاد کرد  
کہ این تذکرہ قابل واد کرد  
چنان شد کہ ہر مشتری صا کرد  
کہ حدیش بن ظلم برباد کرد  
ہر آن نقش و تصویر ایذا کرد  
کہ بروے ہر مشتری صا کرد  
نگوں بفضل خدا واد کرد  
بریں تذکرہ صا واد ایجاد کرد  
کہ این تذکرہ محبوب ایجاد کرد  
حسابے زیادت و صا واد کرد  
کہ این خدمت قابل صا واد کرد

نیتو طبع موزون منشی قادر علی صاحب تحصیلدار ریاست ہوپال

سر اپاہنسر منشی محبوب عالم جو ملک سخن میں ہیں شہرت پذیر

سخن خہم و فاضل ادیب و لیب	ذہین و فکی طبع و روشن ضمیر
ہوئے مستعد اور بکھتی کتاب	کیئے جمع ذکر امیر کبیر
امیر عبید رحمان خان فی حشم	کہ ہیں عقل و دانش میں بڑی نظیر
لکھی طبع قادر نے تاریخ طبع	ہئے ذکر جلیل جناب امیر

رشو کلک گہر سناکت محج تقاضا کا کوری اپر سین فی سیر بکھج جے پور

منطبع شدہ جہاں کتاب عجیب	گشت مطبوع ہر سیر فقیر
ذکر احوال واسلئے کا بل	عبد رحمان امیر خوش تدبیر
آں امیر فلک جناب کہ ہست	در زمین بہر دیں نصیر و ظہیر
ہست ذکر جلیل شاہ جلیل	دانش آموز ہر صغیر و کبیر
بہ تمنائے سیر این گلزار	مینر دے مرغ دل ز شوق محفیر
چاشر داشت نالہ اش کہ رسید	ہو کب گل باغ بے تاخیر
دور حیراں بشام و کل شید	بہر باشد سیر یوم سیر
جلوہ شاہر جمال افزود	بہ دل و دیدہ فرحت و تنویر
ایں عجب نسخہ مرتب شد	کش و ملک شانفت نظیر
کرد محبوب عالم از تلمش	یکجاں اہل عقل بہ تسخیر
نیقن راجرا اڈاب عظیم	ہمتش راستہ اثنائے کثیر
اسے بقا چوں بقدر سال شدم	بہ تفسر شد چنان رغبت بشیر
سلاخ بولیش نشینو و پر خوان	محفل طیش داستان امیر
از پئے سال عیوی دم زد	چوں میجائے فکر و غم میر
سرفرازد و سال گفت انجم	ذکر جاو امیر با وقیر

دیگر

<p>تذکرہ اردو زبان میں حامی اسلام کا نقد عیشِ زندگی سے دردِ حشر کا ہے یہ نقشِ عیشِ قہال کے غمِ غام کا مقام ہے آغاز میں جسکے مزہ انجام کا الکھ دیا۔ سو کیا ہی خاکِ سطوتِ سلیم کا</p>	<p>اسے مسلمانوں سے کیا تاخیر الیچھپ گیا سچا سچا آسمیں ہوا دیندہ خالق کا ذکر وہ کچھ کر سکو نہ کینہِ محبتِ جراتِ بڑے ہے اس طرح لکھا ہے بالقصود شرح و بسط سے سالِ جبری طبع کا میری علم نے جو اتفاقاً</p>
---	---

قطعاً تاریخ از تاریخِ مذکور خائبِ تاریخ فرید الدین صاحبِ مشہور وطن قلعہ رستک

<p>بروں کر داز پر وہ مطلوبِ عالم شد از حق خود بسکہ مرغوبِ عالم چہ زیباست تاریخِ محبوبِ عالم</p>	<p>سپاسِ خدائے کہ بعد از امتنا اچو این تذکرہ طبع گشتہ بخوبی پہنے سالِ طبعش نہ کر دکلف</p>
---	---

ولہ

<p>کیسی یہ با کمال ہے تاریخ کشفِ ماضی و حال ہے تاریخ واقعی حسبِ حال ہے تاریخ یہ عجیبے مثال ہے تاریخ</p>	<p>کیوں نہ محبوبِ اہل عالم ہو سب سے بہتر وہ علم ہے دانستہ سچ تو یہ ہے امیرِ کابل کی اسکی تاریخ کیا لکھوں میں فخر</p>
---	--

ولہ

<p>بس دلکش و خوب دل نیرست کو صاحبِ تلج و ہم سریرست دانستہ کہ مریدِ بے نظیر است از قدرتِ خالق قدیر است</p>	<p>حالاتِ امیرِ ملک کا بل آں شاہِ ضیلے مملکتِ دیں در جملہ امورِ ملک داری ایں شرح و طفر کہ شد بکاخش</p>
---	--

انقیر ہند امیر ذی شان محبوبہ این کتاب نایاب گویم کہ مولف ہمہ داس شد کہ برائے سال تاریخ گفت از سرین ہاتف غیب	صد شکر کہ دوست ہمسفر است حالات امیر شیر گیر است لبا را دیت ہم دبیر است ریر اندک کتاب ہے نظیر است مکتوب سوانح امیر است
---	---

قطع تاریخ نتیجہ حبیب محمد علی الدین صاحب شطرنج طاشی ضلع بیٹوالہ سبھ  
شاگرد حضرت خان محمد حسن پنجا شہر است ادو اصحاب محرم و علی بیٹوال

خوب گفت است چون محبوب عالم تذکرہ اس روز ملک را المعی بے مثل بہر تحصیل سعادت از راہ افاضہ ہاتف غیب او بچگفت از نکات لطیف	از امیر عرب در جل شاہ کابل مقصوب عقل و دانش و فرزانہ یکجا لبیب فلک تاخیرش نمود سال ہجری حبیب یا دگار شاہ مدق سائخہ عمری غیب
--	--

شانیہ

تصفیف کرد سائخہ عمری امیر را آں میر نامار کہ توقیع عدل او در ملک خویش نصفت نشیر و ان بند تدبیر فلک بہت از سلوئے رو نگار آرے منیائے ملت دیہ نشین کا زوشت ما ایں ہے نو اہمہ سراج غوث پاک در اہل بیت قبصر چہ آہست چند حاسدان زمانہ ہزار عیب	محبوب عالم از سر تحقیق لبیب رفت ست از ولایت کابل بچہ پیر اظہار کرد عدل سلیمان فلک سر در بند ولایت کشور خود جرمی و زہر ہستے ہادہ بر سر او شاہ قلعہ گیر اؤنیز امیر بہت مددگار دوستگیر از فرط اعتبار بہ تدبیر شد شہیر لیکن امیر و قبیر با شکر ست و شیر
---	--

۱۰  
۱۱  
۱۲  
۱۳  
۱۴  
۱۵  
۱۶  
۱۷  
۱۸  
۱۹  
۲۰  
۲۱  
۲۲  
۲۳  
۲۴  
۲۵  
۲۶  
۲۷  
۲۸  
۲۹  
۳۰  
۳۱  
۳۲  
۳۳  
۳۴  
۳۵  
۳۶  
۳۷  
۳۸  
۳۹  
۴۰  
۴۱  
۴۲  
۴۳  
۴۴  
۴۵  
۴۶  
۴۷  
۴۸  
۴۹  
۵۰  
۵۱  
۵۲  
۵۳  
۵۴  
۵۵  
۵۶  
۵۷  
۵۸  
۵۹  
۶۰  
۶۱  
۶۲  
۶۳  
۶۴  
۶۵  
۶۶  
۶۷  
۶۸  
۶۹  
۷۰  
۷۱  
۷۲  
۷۳  
۷۴  
۷۵  
۷۶  
۷۷  
۷۸  
۷۹  
۸۰  
۸۱  
۸۲  
۸۳  
۸۴  
۸۵  
۸۶  
۸۷  
۸۸  
۸۹  
۹۰  
۹۱  
۹۲  
۹۳  
۹۴  
۹۵  
۹۶  
۹۷  
۹۸  
۹۹  
۱۰۰

۱۰  
۱۱  
۱۲  
۱۳  
۱۴  
۱۵  
۱۶  
۱۷  
۱۸  
۱۹  
۲۰  
۲۱  
۲۲  
۲۳  
۲۴  
۲۵  
۲۶  
۲۷  
۲۸  
۲۹  
۳۰  
۳۱  
۳۲  
۳۳  
۳۴  
۳۵  
۳۶  
۳۷  
۳۸  
۳۹  
۴۰  
۴۱  
۴۲  
۴۳  
۴۴  
۴۵  
۴۶  
۴۷  
۴۸  
۴۹  
۵۰  
۵۱  
۵۲  
۵۳  
۵۴  
۵۵  
۵۶  
۵۷  
۵۸  
۵۹  
۶۰  
۶۱  
۶۲  
۶۳  
۶۴  
۶۵  
۶۶  
۶۷  
۶۸  
۶۹  
۷۰  
۷۱  
۷۲  
۷۳  
۷۴  
۷۵  
۷۶  
۷۷  
۷۸  
۷۹  
۸۰  
۸۱  
۸۲  
۸۳  
۸۴  
۸۵  
۸۶  
۸۷  
۸۸  
۸۹  
۹۰  
۹۱  
۹۲  
۹۳  
۹۴  
۹۵  
۹۶  
۹۷  
۹۸  
۹۹  
۱۰۰

خوش در لاشت تذکره شرح لاجه نام	یا بدز قدر شاه زمان عطیست کثیر
بودم بفکر سال داد از عالم عسلا	تلف نهائی داد سرخام چرخ صیر
تا سنج عیسوی ز روشا طر زشت خواند	ور دول و ز پان بود تذکره امیر

قطعه تاریخ طبع تذکره طبع جزا دینده بیچان حکیم محمد رفیع الدینی قلم کار علی حیدر

مست حاکم ذات یا برکات	احمد اسلام است پشت پناه
جامع جنت است محامی دین	صاحب تخت و تاج ظل الله
منصف داد گستر عسول	بندگان را سببه نکوئی خواه
بر رعایا شفیق چو آب و هم	گاه گاه بادل آگاه و
بر لاشته فصیح تاریخش	ذکر حضرت امیر و آلا جاہ

طریق استخراج تاریخ

حروف غیر نقطه صریح تاریخی که سه فرقه اند در دست ضربت شده و صد و شصت برآمد  
چون افزایش مضابطه مقرر سه عدد افزوده و صد و شصت بر حاصل شد پس  
بحروف نقطه صریح مذکور که پنجم اند و صد و شصت برآمد و در مطلقه پنجمی یکبار  
صد و پانزده صورت پیدائی گرفت -

تاریخ مصنفه فاضل عبدالکیم خطیر میثقی از راولپنڈی

اگر دید چو طبع این رسال	نبود و پدیدہ نمیشد
چون شمع تابفت و باغ اعلان	اشکفت قلوب صوم گل
تحسین بهمت مولف	مرد داشت درین میان غل
حالات زمانه با ندم	کردست رقم هر چه بود کل

اغلب کہ بیشتر سے امین گاہ لا ریب کہ عہد ازینت میسر مضطر تاریخ طبع گفتہ	سازندہ مشتری تابل زبندہ مثال کوئستہ گل ایں تذکرہ پتہ پانچو تابل
--	---

ولہ

لکھا کیا تذکرہ ریاضی معرب و عالم نے امیر عبد رحمن خان خاں خاں الملک الدین مفصل ابتدا سے آخر تک کہ قوس سے مولف نے بڑی کوشش سے کہیں اور سے قلم پر شوق مضطر نے لکھی اس طرح تاریخ	کہ جسکی شایعین ہر کو ازب کو خوش تھی تو ایخ انکی مثل آئینہ عہد و مرتب کی ہو جسے منکشف و کجی نہ تھی کی لکھی بجلا جی قصہ دین و لایب ہم آنکھی محنت کی لوگھائی یہ گر کشتی نہ نہ سراج کابل کی
---	---

از تصنیف لطیف منشی حبیب جویہ ہر متوطن شہر راولپنڈی

کیا یہ لکھ پ یہ کتاب جی ہے مناسب کہ لکھے ہر متوطن خیر عبد رحمن خان کہ ہیں حالات اس سے ثابت یہ ہے مولف غیب اہل ہند سکھ کیوں کہ ہیں ہے بجا کابل جویوں سمجھیں لکھا یوں سال طبع جو ہر نے	مزد و اسے ساکنان کابل ہے جو کہ اک از خان کابل ہے جو کہ اب حکمران کابل ہے وہ قنف در استان کابل ہے گشت از خان کابل ہے بس یہ اک عزیز جان کابل ہے خوب صفت بیان کابل ہے
--	--

قطعہ تاریخ سال الطبع انشوخانیہ تذکرہ امیر متوطن جہاں پتہ پانچو تابل  
شہر متوطن جہاں پتہ پانچو تابل  
شہر متوطن جہاں پتہ پانچو تابل

مولوی محبوب عالم دی ہنر	لکھتہ پرور لکھتہ پنج و لکھتہ دل
-------------------------	---------------------------------

وہ چہ تاریخ رقم فرمودہ اند یعنی نوشتند حالات امیر دلی کا بل امیر مسلمانین ہم ضیاء ملت و دین متین یا الہی روز ایشان تہ سبیل سال طبعش حج بن بر سر آمد شد	دلپذیر و دلنشین و مستان تا شریف و آفرینان فارسی بے مثال و کجائی جہاں عبد رحمان خان بکنند نثار گفتہ آید این گرامی رشتان تلفیہ گفتہ چہ مر غوب جہاں
---	---

قطرہ تاریخ از نتیجہ تفتیشی گوید اس صاحب دینی سپردند بحالہ

چہی جبکہ تاریخ کا بل عجیب ز روئے قیل و سئل دوی صدا	بفضل خداوند و حبیب محبوب چہ پانچہ محبوب عالم کا خوب
---	--

قطرہ تاریخ از نتیجہ تفتیشی گوید اس صاحب دینی سپردند بحالہ

اک روز میرے رفیق و یار مجھے جوئے تو کس خوشی سے ایڈریل پیٹھے شہید اب تم اسکی اگر لکھو گے تاریخ تھے چو نکہ میرے رفیق و یار سوچا کہ رستا نکا لکھ لکھ	یعنی سید عبید اللہ اک خوردہ جال فراسنا یا اک تذکرہ امیر لکھا میں انکو ضرور ہی لکھو گنا و جب ہوا جھکوا اسکا لکھنا کیا تذکرہ امیر لکھا
--	---

قطرہ تاریخ از نتیجہ تفتیشی گوید اس صاحب دینی سپردند بحالہ

لکھی داہ کیا خوب نام و کتاب	سے علم تو تاریخ میں لا جواب
-----------------------------	-----------------------------



بنامی وہ تاسخ افغان کی خدا اسکو محبوب عالم کرے جولانی تاسخ راحت چھی	کہ حیرت میں ہیں کچھ کیش شہاب وہ علی میری حق یہ بالہ صوب لکھو سال طبع نا دور و انتخاب
---	--

قطعہ تاسخ تذکرہ امیر طبع مولیٰ محمد عبدالرحمن شاعر شاعر شاعر  
بروٹ ضلع میسرٹھ از مقام اٹاوا

کتب کیا ہے سرسریہ تختہ کل ہے عجیب سین جو دلکش سطور زیبا کا چہ کا وہ دیکھئے حرفوں کا دایروں کا دورا شروع چونکہ ہے اللہ سے بنام خدا منصف اسکا وہ محبوب عالم و قافل لکھے ہیں واقعی حالات نہنگی سے ہے کیا تاسخ خدا کی قسم اے نا کہیں ہے ذکر شجاعت حضور والا کا ہے اشتہار منصف کہ سب کہیں تاسخ لکھو یہ مصرعہ تاسخ شوق و مشتاق	بھار حسن یہ جسکے شانہ بیل ہے روش روش پہ سر بہا سنبیل ہے بیاض حسن یہ گویا تار کا کل ہے تو نہر خاتمہ پر صاف سورہ قیل ہے بیان جیسا عجم و فصیح پاکل ہے کہیں جلال کا نقش کہیں عمل ہے کہیں ہے طرز تمدن کہیں سخن ہے عرض یہ ہسٹری آئیٹھ جزو کل ہے تذکرہ عجیب ہی ہلا امین کیا تامل ہے عجیب فرخوڑ حیات امیر کا بل ہے
---	---

نیت طبع و قاجان مولیٰ محمد عبدالرحمن شاعر لورہ

منشی محبوب عالم خوش سیر لشت زار فیض را تازہ نمود جوسے شیر آورده بہر شنگاں کوہ کندید و بر آورده گیاہ	بر مسلماناں بیاریدہ مس اہل میں را قوت ایمانی فرود مرہم کسر بہر خستگان در میان تیرگی آورده ۵۵
--	---

دو پنج خوش تازیخ زندہ رنگاشت حال خجرویں مہربان مومنین والی کابل سراج علم و فن باطریق شرح و تفصیل کمال تذکرہ ہمیشہ بنمودہ رسم بہر پنج جاں برنگ گل بود عاشقان دین حق شاد و شادند چون بسک سال نامزد و محن قطع کردہ راسد اہل کمال	رایت اسلام و جمال بر خورشید عبد رحمان ظل ظہیر ملیں بلبلستان لطف و لہنن برنوشہ از بلایت تا کمال منتشر شیرازہ را کہ وہ رسم شاخا عسل را بلبل بود و شمنانش و غم خسران شدند ہاتف غیبی گفت ایر سخن کردہ روشن مشعل از دین صمدی
---	---

قطعی تازیخ طبع تذکرہ امیر از منشی محمد عابد حسین صاحب صلیقی پنججہائی از حضرت  
داغ دہستانی

محبوب عالم آپک ثانی ہو دہر میں اب تذکرہ نیا جو بنایا ہے آپ نے ایسی کتاب آج تک آئی نہ تھی نظر تحریر کی گئی ہیں وہ باتیں نئی نئی کیونکہ نہ علم کی ہو ترقی جہان میں یہ خیر خواہ ملک سلامت ہے دم و نونی رات چو گئی اسکی ہونہر	مکن نہیں اسکی قسم ہے بہت جمال ایمان کی تو یہ ہے کیا ہے کمال لکھا ہے خوب والی کابل کا ہمیں حال آئے ز خواب میں ہی کہی کہ کمال یہہ کمال ہے کہی جسکو نہیں ال بدخواہ ہمارے شکستے یار بے پائمال ہر دم شریک حال ہے بفضل و اہمال
---	--

لکھا ہے سال طبع و عابدت از لا جواب  
دیکھی ہے عابدیہ تازیخ ہمیشہ ال

[ہم تاریخ ۱۹۰۷ء میں اس کتاب کے لیے لکھی گئی تھی کیونکہ کتاب شریفہ میں  
تیار ہو چکی تھی اور شریفہ میں شائع ہوئی]

قطعہ تاریخ طبع مذکرہ امیر حافظ علام علی صاحب گجراتی امام مسجد احمد شریف قندھار

چوں جناب لوی محبوب عالم خوشحال	طبع کردہ تجبش جملہ حالات امیر
جنت حافظ از سرور شریف طبع	گفت از سرور طبع گور شریف حالات امیر

شرح کتاب ہر ساک طبع ہر نام لوی محمد مجید صاحب عمر پوری نزل جنبل پور

[نریان عربی]

اَلَا يَأْمُرُكَ الْخَلَّانُ بِشَرِّهِ	تَضَوُّعُ مَسْأَلِ فَيْضٍ فِي الْاَلَامِ
شَيْئًا قَدْ سَلَّ بِهِ بِشَامِ نَاسِ	فَصِيْرُهُمْ مُسْكَرًا رَاحِي بِالْمَسَامِ
جَدَّاهُ يَنْبَغُ خَيْرٌ فِي الْاَلَامِ	فَرَوْحِي بَغْتَةً طَمَأُ الْهَيَامِ
قِفَاؤُكَ اَنْتَ خَصْرًا وَخَصْبًا	قَنَادُكَ اَنْتَ هَرَّتْ زَهْرًا وَسَلَامِ
اَدْبِيْكَ مُفْلِقٌ مَجِيْوِيْ عَالَمِ	اَنْحَى بِالسِّفْرِ وَالْحَسَنِ الْكَلَامِ
اَنْحَى فَمَجِيْكَ اَبْتِيَانِ عَجِيْبِ	بَتَدَكِرُ فِي سُلْطَانِ الْاَكْرَامِ
اَمِيْرُ الْمَوْحِيْنِ وَشَمْسُ الْاَجَلِ	اَضْيَاءُ الدِّينِ فِي الْمَسَامِ
جَزَاءُ اللَّهِ خَيْرًا كُلِّ يَهَامِ	وَأَسْكَنْتَ جَنَّتَهُ يَوْمَ اَقِيَامِ
كَأَمَلْتُ اِلَيْكَ اِيْمَانِيْ طَبِيْعًا	تَرَقَّبْتُ لَوْ يَأْفِي الْمَنَامِ
فَنَادَا حَاتِفُكَ حَتَّى شَمِعَ فَيْضُ	وَمَصْبَاحُ نَقْدِكَ فِي الْبُظْلَامِ

تقریر تاریخ ۱۹۰۷ء میں شریفہ میں شائع ہوئی اور شریفہ میں شائع ہوئی

ڈاکٹر افغانستان

شہ اسلم ضیاء الملت دالین ۹۸  
تذکرہ قد و انام بادشاہ کابل ۹۸  
تذکرہ کیوان نگین بادشاہ کابل ۹۹  
تذکرہ فخر نگار بادشاہ کابل ۹۹

قطعہ

غشی محبوب عالم چوں نمود	تذکرہ والی کابل راہ رسم
بهر ساشن فکر خاوم چو شد	واضیاء الملت آمد پاستم

قطعہ تاریخ تذکرہ امیر از حضرت حمید ساکن بیڈولی

با حسن سعی و محنت و با کوشش بنین	محبوب کردہ تواریخ الیف بے نظیر
آمدند از غریب جہت حمید سال	مقبول بادادایم انکین تذکرہ امیر

قطعہ تاریخ طبع تذکرہ امیر از تاج طبع جناب صاحب خطبہ حضرت حاجی لائبریرین  
ہائی سکول لائبریری چھالراپاٹن

قطعہ

غشی محبوب عالم بالیقین	صاحب عقل است مریختہ دل
تذکرہ نبوت در حال امیر	آنکے شد در نگار معنی حکمران
اندریں ایام بطرز نیکو	طبع شد از فضل خلاق نیاں
امیر سال فصلی شمس نظر حسین	بشنو از زلف کہ مرغوب جہاں

قطعہ دیگر

طبع گردید از تالیف محبوب	عجائب تذکرہ چوں خوش آب
--------------------------	------------------------

سر بدین بید گفت حاتم	بے تارخ اس مرغ و نایاب
نیتخیان جناب اشیر علی خان صاحب از مہر نواب حاجی احمد نصیر جہانگیر	
آفرین محبوب عالم آفرین تذکرہ تجھ پکیا لکھا ہے واہ قابل تحسین ہر فقرہ ہر درج خاطر مدہوش ہیں ہی ہر گہری چاہیے تاریخ اسکی بے نظیر آسمان سے دی یہ تلف نے نہ	ذات ہر شاک تیرے جانیال ہے شریہ تو گلستان خیال اس سے بڑھ کر کیا لہو کا خیال یک بیک آیا یہ فرمان خیال ناشگفتہ ہو گلستان خیال لو چھپا اب نبتستان خیال
موزوں کردہ جناب احمد رضا مختار از مقام سپہ سالار	
در تذکرہ امیر کابل والہ چہ خوش رسال آمد مختار سن سچیش گفت تذکرہ والی کابل چو شد بندہ مختار بہجری سنش	اعنی امیر عبدالرحمن دچھپ و پسند حق شناساں انچے تذکرہ امیر و سراں جمع و ہمہ خلق ز دل برگزید کرد قسم ذکر امیر سعید ۱۵۱
قطرہ تاریخ از تہ تیغ جناب حکیم محمد رفیع صاحب نامی ساکن گلزار افضل لہستان	
کیا خوب کتابیہ مقبول خاص و عام حال امیر کابل عالی مقام۔ کل	شہر ہے جسکے چہنچہ کا عالم میں چاہیو ہے درج اسمیں ٹھیک ہنر فراق ایک مو

کہ تذکرہ امیر مکرہ جلد ۱۰	نامی حسن عیسیٰ تاریخ اسکی اب
تاریخ طبعہ او جناب شہی سارا صاحب پیکر می مکتوب غلط ہاں۔	
مر جا محبوب عالم خوشخصال آپنے کی از پٹے تقیث حال غیر سے آہی نہ اتب بہر حال یہ شہ کا بل کا ذکر ہمیشہ	مر جا مئی صاحب کمال جانشانی عرق زیدی و شب جب ہوئی تالیف تحفہ کتاب دار باد و لیسہ عام ہے
تاریخ طبعہ او جناب شہی در حیدر فیض جو پوری عالم اور پوری شہ کا لکھنا	
مصنف جسکے میں محبوب عالم اگر جسے ہو گئی مطلوب عالم پے تین مسیحی فیض بہد لکھ چھپا ہے تحفہ مرغ عالم	سوانح عمری ایسے کمال عجب و کچھ پڑ مطلب ہی ہے